قال البخاری انہزم النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من لبید الیہودی

کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جادوگر نے شکست دی؟



مؤلف

حضرت مولانا مفتی محمد منیر شاکر مدظلہ العالی

قال البخاری انہزم النبی صلی اللہ علیہ وسلم
من لبید الیہودی

کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جادوگر نے شکست دی؟

مؤلف
حضرت مولانا مفتی محمد منیر شاکر مدظلہ العالی

ناشر
عبداللہ شاکر (پشاور)
0302-4620110

قال البخاری انھزم النبی ﷺ
من البید الیھودی

کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جادوگر نے شکست دی؟

مؤلف
حضرت مولانا مفتی محمد منیر شاکر مدظلہ العالی

ملنے کے پتے

کراچی:	0334:2682395
پنجاب/لاھور:	0300:7309566
صوابی:	0315:9022340
دیر:	0349:9995099
تیمرگرہ/باجوڑ:	0300:5585458
بشام شانگلہ:	0348:8491091

ناشر
عبداللہ شاکر (پشاور)
0302-4620110

1

انتساب

ان دو پاک ہستیوں کے نام جو میرے حق پرست عالم بننے کے بے حد متمنی تھے۔ جنکی تربیت اور دعاؤں نے مجھے آج اس لائق بنادیا کہ میں اللہ تعالی کی کتاب اور سنت نبوی کا دفاع کررہاہوں۔ وہ ایک میری والدہ محترمہ اور دوسرے میرے مربی میرے شیخ استاد اور والد محترم الشیخ رحمت خان عفی عنہ المنان ہیں۔

از: محمد منیر شاکر

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

الحمد لله الذی انزل القرآن وجعله فرقاناً وميزاناً والصلواة والسلام علی محمدٍ افضله الله زماناً ومكاناً وعلی اله واصحابه تحريراً ولساناً"

امابعد: میرے اس تحریر اور کاوش کا مقصد صرف اور صرف کتاب اللہ کی دیگر کتب مخلوق پر سربلندی اور برتری ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ کو ارواح خبیثہ اور شیطانیہ کے تسلط اور لبید جیسے مجہول یہودی کے شکست سے بچانا ہے۔ اور پیغمبر اسلام کے پاک صحابہ اور امہات المؤمنین کیطرف جو جھوٹی اور نامناسب باتوں کی نسبتیں کی گئیں ہیں۔ ایسے ناپاک الزامات سے ان پاک ہستیوں کو پاک کرنا، اور سنت رسول واحادیث رسول کو غیر سنت اور غیر حدیث سے، نیز شیعہ، رافضی، منکرین تقدیر، مجانین، جہلاء اور دین دشمن راویوں کے ملاوٹ سے پاک کرنا ہے۔

نیز ہماری نمازوں، روزوں، تجوں اور دیگر عبادات کو مشکوک کرنے والے عناصر کی نشان دہی اور ہمارے پاک دین وشریعت وعبادات ومعاملات کو اختلافات کے اندھیروں سے نکال کر لیلھا کنھارھا کی طرح چمکانا مقصود ہے۔

اور ہمارے اس تحریر کے مخاطب صرف اور صرف وہ مسلمان ہیں، جنکو قرآن کریم، احادیث کی کتب یا دیگر کتب سے زیادہ مقدس لگ رہا ہے۔ جنکے نزدیک اللہ کا مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اونچا ہو۔ اور جنکے نزدیک رسول اللہ ﷺ کا تقدس، امام بخاری اور انکے راویوں کی تقدس سے زیادہ ہو۔ اور جو لوگ اس کا برعکس عقیدہ رکھتے ہیں۔ ان سے ہمارا کوئی سروکار نہیں۔ کیونکہ وہ ہمارے مخاطب ہی نہیں۔ ہمیں اپنی کم علمی اور کم فہمی کا احساس ہے۔ لھذا اگر کہیں مجھ سے غلطی ہوتی ہے۔ تو مجھے مورد الزام ٹھہرانے اور طعن تشنیع کی جگہ مجھے اپنا کم فہم بھائی سمجھ کر میرے سمجھانے اور اصلاح کی کوشش فرمائیں۔ بندہ حق قبول کرنے میں تامل نہیں کریگا۔

تنبیہ:۔ رسول اللہ ﷺ کے تقدس کے۔لئے ہم ہر مخالف قوت کا ہر ممکن مقابلہ ضرور کریں گے۔ مگر یاد رہے۔ اگر کسی نے میرے تحریر کے خلاف اور رسول اللہؐ کے تقدس اور قرآن کریم کے برتری کے خلاف رد لکھنے کی کوشش کی تو ہم صرف اس تحریر کا جواب دینے کی کوشش کریں گے۔ جو علمی تحریر ہو۔ اور اس تحریر میں میری تحریر کے خلاف جان اور وزن ہو۔ اور لفظی ہیرا پیری بے جا طول غیر مدلل تحریر کا کوئی جواب نہیں دیا جائے گا۔

امید کرتا ہوں کہ خدا پرست اور حق پرست طبقہ اور علماء حق ہماری راہنمائی کیساتھ ہمارے لئے دعا بھی کریں گے۔ اور حق پرست عوام رسول اللہ ﷺ وصحابہ کرام کو بے بنیاد الزامات سے پاک کرنے میں بھرپور ہمارا ساتھ دیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو حق بات کہنے لکھنے پڑھنے ماننے اور دنیا کو پہنچانے کی توفیق عطا فرمائیں۔ محمد منیر شاکر

۱۲/۹/۲۰۲۲

فہرست

اختیارات اور تصرف میں شرک

یعنی اللہ تعالی کی اختیارات اور اس کے کاموں میں کسی اور کو (غیر اللہ) کو شریک کرنا، بنانا یا سمجھنا:۔ یہ کائنات معلوم نہیں کروڑھا سالوں سے آباد ہیں، ہر لمحہ میں اس کے اندر اربوں کھربوں تغیرات نمودار ہوتے ہیں، کیونکہ مخلوق کی صفت ہی متغیر ہے۔ صرف ہم اگر خود اپنے نفس پر نظر ڈالیں تو معلوم ہو گا کہ ہمارے اندر ہر آن میں کتنی تغیرات ہو رہے ہیں، غرض یہ ہے کہ ان تمام تغیرات تبدیلیوں، بیماریوں، صحتیابیوں، خوشی و غمی، موت، زندگی، سردی، گرمی، الغرض تمام تصرفات، تغیرات، تبدیلیوں کا کنٹرول، اختیار اور تصرف صرف اور صرف اللہ تعالی کی قبضے اور قدرت میں ہے۔

تمام کائنات کا مالک و مختار اور متصرف فی الامور بلا اختلاف صرف ہمارا اللہ تعالی ہی ہے۔

اور اس کائنات میں صرف ایک نظام ہی نہیں جیسے کہ مخلوقات کروڑھا ارب ھا ہیں، ایسے ہی نظام بھی ان گنت ہیں مثلا چاند، سورج، ستارے، سیارے، سمندر، ہوا، بارش، نباتات، جمادات حیوانات، کا نظام بقاء و فنا کا نظام رزق و افلاس، نفع و نقصان، اور اولاد، بارش، مدد، نصرت، عزت و ذلت، فتح و شکست، منع وعطاء خوشی و غمی سب اسی ایک اللہ کے قبضے میں ہیں، وہ اکیلا سارے کائنات کا مدبر، مالک الملک، مختار کل، دافع البلاء، حاجت روا اور مشکل کشا ہے، سارا کنٹرول اسی کے ہاتھ میں ہے،، کائنات کے ایک ذرے کا بھی اختیار اللہ نے کسی کے حوالے نہیں کیا۔

لَا یَمۡلِکُوۡنَ مِثۡقَالَ ذَرَّۃٍ فِی السَّمَاوَاتِ وَلَا فِي الارض "(سورت سبا ایت ۲۲)
زمین و آسمان میں یہ مخلوق ایک ذرے پر بھی قبضہ و اختیار نہیں رکھتی۔

عام مخلوق کو تو چھوڑیے رحمت اللعالمین سے اعلان کروایا:۔ کہ
"قُلۡ لَّاۤ اَمۡلِکُ لِنَفۡسِیۡ ضَرًّا وَّلَا نَفۡعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰہُ" (یونس ۴۹)
آپ خود اعلان کریں کہ میں تو اپنے نقصان اور فائدے کا کچھ اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے

ایک اور جگہ پیغمبر اسلام کو مخاطب کر کے فرمایا:۔ کہ
"لَیۡسَ لَکَ مِنَ الۡاَمۡرِ شَیۡءٌ" (ال عمران ۱۲۸)
(اے نبی ﷺ) تمہارا کوئی اختیار نہیں۔

یہ حکم اس وقت نازل ہوا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروایت امام بخاری کے صفوان بن امیہ، سہیل بن عمر اور حارث ابن ہشام کے لئے بد دعا کی۔

ایک مقام پر رب نے پیغمبر سے کہا:۔ کہ

"إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَن يَشَاءُ" (قصص ۵٦)

آپ جس کو چاہے ہدایت نہیں دے سکتے بلکہ اللہ جس کو چاہے ہدایت کر دیتا ہے۔

حسب روایت بخاری یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جبکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو طالب کو مسلمان کرنا چاہتے تھے مگر اللہ کو منظور نہ ہوا۔

ایک اور جگہ قرآن کریم فرماتے ہیں:۔ کہ

"لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ" (طه ٦)

اسی اللہ کی ملک و تصرف میں ہے جو کچھ کہ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، اور جو کچھ زمین و آسمان کے درمیان ہے، اور جو کچھ گیلی زمین کے نیچے ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:۔ کہ

إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ (الحج)

اللہ جو چاہتا ہے وہی کرتا ہے

"يُدَبِّرُ الْأَمْرَ مِنَ السَّمَاءِ إِلَى الْأَرْضِ" (السجدہ ۵)

تدبیر سے اتارتا ہے کام آسمان سے زمین تک ۔

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاءُ (ال عمران ۲٦)

"تو جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جیسے چاہتا ہے ذلیل کرتا ہے"

اگر قرآن کریم کا مطالعہ کریں گے تو آپ اس مسئلے کو بے غبار پائیں گے۔ کہ کسی بھی تبدیلی یا تغیر پر بلا اسباب یا مافوق الاسباب صرف اللہ تعالی ہی قدرت رکھتے ہیں۔ انسان ماتحت الاسباب شرعیہ یا مادیہ ہی کچھ کر سکتا ہے اور بس۔

کہیں لکھا ہو گا:۔ کہ
يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اناثاويَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًاوَ يَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا "(شوری ۵۰)

اور جس کو چاہتا ہے اللہ تعالی بیٹیاں دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بیٹے عطا کرتا ہے یا بیٹے اور بیٹیاں ملا کر دے دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے بانجھ بنا دیتا ہے۔

کہیں فرمایا(وَ اَنَّهٗ هُوَ اَمَاتَ وَ اَحْيَا(النجم ۴۳)
اور وہی ہے جو مارتا ہے اور زندہ کرتا ہے،

وَاَنَّهٗ هُوَ اَضْحَكَ وَ اَبْكٰى(النجم ۴۸)
اور وہی ہے جو ہنساتا(خوش کرتا) ہے،اور رلاتا(غمگین) کرتا ہے۔

"وانه هو اغنى واقنى"(النجم)
اور وہی ہے جو غنی کرتا ہے اور خزانے دیتا ہے۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ (یس ۸۳)
شریکوں سے پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہے مکمل اختیار ہر چیز کا۔ اور اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا فِيْهِنَّ (مائدہ ۱۲۰)
اور اللہ ہی کے لئے ہے بادشاہی آسمانوں اور زمین کی اور جو انکے بیچ میں ہیں۔

صرف اللہ ہی متصرف اور مختار کل ہے اور کوئی قطعا متصرف و مختار ہے ہی نہیں

کلام الہی میں ہے۔" مَّا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا وَمَا يُمْسِكْ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْ بَعْدِهٖ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ " (الفاطر ۲)

اللہ تعالی لوگوں کے لئے اپنی جس رحمت کا دروازہ کھول دے تو اس کو بند کرنے والا کوئی نہیں اور جس رحمت کو روک دے تو اس کے بعد اسے جاری کرنے والا کوئی نہیں۔ اور وہی طاقتور حکمت والا ہے۔

ایک اور جگہ میرے رب کا فرمان ہے۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۭ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ "(انعام ۱۷)

اور اگر اللہ تعالیٰ تجھے کوئی تکلیف پہنچادے، تو اس کو سوائے اللہ کے دور کرنے والا کوئی نہیں اور اللہ تجھے کوئی بھلائی پہنچانا چاہے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا ہے۔

قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا " (بنی اسرائیل ۵۶)

اے پیغمبر کہہ دو ان سے کہ بلاؤ ان غیر اللہ کو جن کے متعلق تمہارا گمان اور دعوی تھا کہ یہ اللہ کے سیوا ہمارے مدد گار ہیں۔ پس وہ اختیار نہیں رکھتے تکلیف اور سختی کو تم سے ہٹانے کا اور نہ بدل ڈالنے کا۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:۔

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـــًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا " (الفرقان ۳)

الفرقان اور ان مشرکین نے اللہ کے سوا بنا لیے ہیں دیگر معبود جو کسی چیز کی تخلیق نہیں کر سکتے اور وہ خود بھی پیدا کیے گئے ہیں مالک نہیں اپنے لئے نہ فائدے کے اور نہ نقصان کے اور وہ تمام (غیر اللہ) اختیار نہیں رکھتے موت اور زندگی کا اور نہ ہی دوبارہ اٹھنے کا اختیار رکھتے ہیں۔

اگر محمد الرسول اللہ کے ساتھ اختیار ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ سال تک مکہ میں کفار و مشرکین کے مظالم برداشت نہ کرتے اگر پیغمبر اسلام مختار اور متصرف ہوتے تو آپ اپنے پیروکاروں صحابہ کرام پر اتنے مظالم کیسے برداشت کرتے۔ اگر رسول اللہ کارخانہ خدا میں تصرف کا اختیار رکھتے تو تین سال شعب بنی ہاشم میں قید نہ ہوتے۔ طائف میں نازنین جسم پتھروں سے زخمی نہ ہوتا۔ اور اپنے آبائی پیارے وطن مکہ سے ہجرت کرنے پر مجبور نہ ہوتے۔ اگر کارخانہ قدرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرف ہوتا۔ اختیار ہوتا، تو جہاد کے لیے اسلحہ تلوار تیر کمان اکٹھے نہ کرتا اور میدان جنگ میں رو رو کر دعائیں نہ کرتا۔ آپ ﷺ راستہ ہی میں حدیبیہ کے مقام سے عمرہ کئے بغیر واپس قطعانہ ہوتے۔ بلکہ ایک انگلی کی اشارے پر کلمات چف کر کے کچھ کا کچھ کرتے مخالفین پر دم کرتے، تعویذ کرتے کسی بھی طریقے سے اپنی تصرف اختیار یا قدرت کے ساتھ اپنے مخالفین کو زیر و زبر کر کے تباہ کرتے۔۔ مگر تقدیر الہی کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قدرت و اختیار اور ان کی تصرف کے سامنے پیغمبر اسلام بمع تمام کائنات بے

بس ہیں، وہ ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے وہ نہیں ہوتا جو اللہ نہیں چاہتا۔ تو ثابت ہوا کہ کائنات میں تصرف کرنے والا اختیار چلانے والا صرف ایک اللہ ہے اور کوئی نہیں۔

مگر بدقسمتی سے: کتاب اللہ سے دور شدہ یا دور کردہ برائے نام مسلم طبقہ اس کرہ ارض و سما یا اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے علاوہ بے شمار متصرفین یعنی تصرف کرنے والے مانتا ہے کوئی مختلف حیلوں اور بہانوں سے اولیاء کرام یا اصحاب قبور کے تصرف و اختیار کے قائل ہیں کوئی درباروں، زندہ پیروں، مرشدوں، استادوں کے ساتھ ایسی عقیدت رکھتے ہیں۔ اگر ان کا تفصیلی جائزہ لیا جائے تو غیر اللہ ہی کے تصرف واختیار کے علاوہ کچھ نہیں،، تو کوئی کاغذ کے ٹکڑے یا کسی ملا کی تحریر یعنی تعویذ کو متصرف سمجھ رہا ہے کہ کاغذ کا یہ ٹکڑا تعویذ مجھے لڑکی راضی کرے گی یا لڑکی کے والدین راضی کریں گے یا مرض دور کرے گا یا مرض دلائے گی اگر کوئی نفسیات کا مریض ہو جاتا ہے تو ملا صاحبان ان کو باور کراتا ہے کہ کسی نے تمہارے اوپر جادو کیا ہے۔ علماء اور عوام کا یہ عقیدہ بن چکا ہے کہ جادوگر اپنے جادو کے ذریعے یا کسی تعویذ یا منتر کے ذریعے کسی پر کچھ بھی کر سکتا ہے حتیٰ کہ ان کا یہ گندہ عقیدہ اور غیر اللہ کے تصرف و اختیار کی اس گندی سوچ نے انبیاء کو بھی نہیں بخشا۔ خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے وعدہ (والله يعصمك من الناس) (یعنی اللہ ہی تمہیں لوگوں سے بچائے گا) کے باوجود نبی پاک پر دور سے یہودی لبید بن اعصم کے دو لڑکیوں نے جادو کر کے ان کو سرگردان بنا دیا تھا۔ کہ وہ چیزیں بھول رہا تھا۔ کیا یہ ان لڑکیوں یا جادو کا تصرف نہیں کہ دور سے بلا اسباب عادیہ و شرعیہ کے رسول اللہ ﷺ جیسی شخصیت کے دماغ کے اندر تصرف کرتا ہے۔

باقی جو جوابات نام کے مسلم کرتے ہیں ذرا غور کرے یہود و نصاریٰ بھی اپنی گمراہیوں کے ایسے ہی جوابات دیتے ہیں جن سے ان کا عقیدت مند طبقہ بالکل مطمئن ہو جاتا ہے یہی حال تمہارا بھی ہے، جو حیلے بہانے ہم تلاش کرتے ہیں ایسی ہی حیلے بہانے اگر چلتے ہیں، تو ہندو بھی اپنی بت پرستی، شیعہ اپنی قبر پرستی ائمہ پرستی کو دین ثابت کریں، یہ بات آپ سمجھ گئے کہ کائنات میں تصرف و اختیار چلانے والا صرف ایک اللہ ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ جو کسی کو بیمار یا تندرست کرے یا غم اور خوشی دیں۔ یا موت و حیات دے۔ اسی صفتِ متصرف و مختار کے اندر مسلمانوں کی شرک کا جائزہ لیتے ہیں سب سے پہلے جادو کا مسئلہ تفصیل سے لیتے ہیں۔ اللہ ہمیں اور پڑھنے والوں کو اخلاص فی اللہ و الدین نصیب فرمائے آمین:۔

جادو یا سحر کا مسئلہ: آج کا مسلمان اس بات میں پہلوان ہے کہ ہمارا اللہ تو تصرف کرنے والا ہے۔ خود مختار ہے۔ خالق ہے۔ مالک ہے۔ مدبر و کارساز ہے۔ مثبت اور اثبات کے پہلو میں باز اور شاہین سے بھی زیادہ تیز اور پہلوان ہے مگر منفی اور نفی کرنے میں انتہائی سست اور شکی بلکہ گمراہ ہے۔ ان سے اگر کوئی کہیں کہ اللہ متصرف ہے کوئی اور متصرف نہیں۔ تو یہاں " نہیں " کہنے میں شیطان نے انکو ورغلایا ہے۔ حالانکہ کلمہ طیبہ میں پہلے نفی ہے لا الہ۔ پھر اثبات ہے الا اللہ۔ آج ہم یہ بتائیں گے کہ اللہ کے علاوہ جو کسی اور شئ یا شخص کے تصرف کا قائل ہے تو وہ گویا اللہ کی صفت تصرف میں شریک بنا رہا ہے۔ جادو ایسا کرتا ہے ویسا کرتا ہے، انسان کو پاگل بناتا ہے، تعویذ سے کام بنتے ہیں۔ فلان چیز ہلانے سے ایسا ہوتا ہے، حالانکہ بلا اسباب عادیہ وبلا اسباب شرعیہ کچھ کرنے والا تصرف کرنے والا بیمار کرنے والا مجنون بنانے والا نسیان لاحق کرنے والا صرف اللہ کی ذات ہے ۔ تعویذ منتر جادو کو سنت میں کہیں بھی سبب نہیں کہا گیا تفصیل سے ملاحظہ کریں۔

اٹکل اور تھوک و گمان سے لکھنے والوں نے لکھا ہے:۔ کہ

جادو کے اندر ایسے تاثیر اور کرشمہ موجود ہے کہ مسحور کو ظاہری کوئی مضر چیز پہنچائے بغیر غائبانہ طور پر محض جنتر منتر کے ذریعے اسے بیمار، سرگردان، مجنون، پریشان حتیٰ کہ قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔

جادوگروں کے پاس صرف حاضر اور قریب ہونا بھی ضروری نہیں ایسے مصنفین اور مؤلفین نے گویا کہ جادوگر کو غائبانہ مافوق الاسباب کسی کو نفع اور نقصان پہنچانے والا تسلیم کیا ہے۔ جبکہ ایسا عقیدہ توحید کی ضد اور قرآن و سنت کے سراسر خلاف ہے بندوق کی گولی یا زہر کی پڑیا کھانے یا دیگر مضر صحت اشیاء کھانے یا سونگنے سے بیمار ہونا یا مر جانا تو سمجھ میں آتا ہے۔ اور تحت الاسباب ہونے کی وجہ سے مخلوق کی بس میں بھی ہے۔۔ کیونکہ اس میں بیماری یا قتل کا سبب اختیار کیا گیا ہے اور مقتول یا بیمار تک یہ سبب پہنچایا بھی گیا ہے۔

لیکن غائبانہ طور پر محض جنتر منتر یا ٹونے ٹوٹکے کے ذریعے کسی کو بیمار کرنا قتل کرنا ناممکن ہونے کے ساتھ ساتھ مشاہدہ اور عقیدہ توحید کے بالکل خلاف ہے۔ کوئی مشرک ایسا عقیدہ رکھے تو رکھے مگر اہل توحید جادو تعویذات ٹونوں، ٹوٹکوں میں ایسی تاثیرات کرشمے مان لیں تو تعجب کے سوا کچھ کہا نہیں جاسکتا۔ جادو کی حقیقت پر تو بعد میں بات کرتے ہیں ان شاء اللہ تعالی البتہ ابن عاشور (سورت البقرہ ۱۰۲) کے تحت لکھتا ہے "کلھا اعمال مباشرۃ للمسحور والمتصلته به" (التحریر والتنویر سورۃ البقرہ ۱۰۲)

جادو کی یہ سارے کرتب و اعمال مسحور کے وجود کے سامنے اور مسحور کی جسم کے ساتھ متصل ہونا ضروری ہیں، دور سے غائبانہ طور پر ساحر، یا سحر، مسحور کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا چنانچہ موصوف لکھتے ہیں۔

کل عمل لا مباشرۃ لہ بذات من یراد سحرہ ویکون غائبا عنہ فیدعی انہ یؤثر فیہ فذلک کلہ من التوھمات ولیس علی تاثیرھا دلیل من العقل ولا من الطبع ولا مایثبتہ من الشرع"

(التحری والتنویر)

ہر وہ عمل جو اس شخص (مسحور) کے وجود کے سامنے متصل مباشر نہ ہو جس پر سحر (جادو) کرنے کا ارادہ ہو ،اس کی ذات سے غائب ہو۔ اور اس سے دور یا غائب ہونے کے باوجود دور سے جادو گر یا کوئی اور دعوی کرے کہ وہ عمل اس شخص پر اثر کرتا ہے۔تو یہ سارے کے سارے توہمات ہیں ایسے عمل کی تاثیر پر نہ کوئی عقلی دلیل ہے اور نہ طبعی دلیل موجود ہے اور نہ شریعت میں کوئی ایسی دلیل ہے جو اس طرح اثر کو ثابت کرتی ہوں اہل عقل جانتے ہیں کہ اگر ایسا ممکن ہوتا کہ غائبانہ کسی کے نام بمعہ والدین کے نام کے زریعے یا کپڑوں، یا انکے پتلے بنا کر ایسے عمل سے کسی کو نفع یا نقصان پہنچانا ممکن ہوتا۔ تو پھر عالم دنیا ایک دوسرے کو زیر وزبر کرنے کے لئے اربوں کھربوں میلین روپیہ پر اتنی مہنگی ٹیکنالوجی کیوں بناتے ہیں ایک جادو گر سے پورے ملک کے آرمی چیف کو مسخر کرتے یا فرعون کے قہر سے بچنے کے لیے جادو گر کم از کم خود کو تو بچا لیتے، جو لوگ جادو میں ایسی تاثیر اور کرشمے مانتا ہے بلاشبہ وہ جادو گر کو مافوق الاسباب متصرف تسلیم کرنے والا ہے۔جو پچھلے ذکر شدہ آیات کریمہ کے ساتھ ساتھ ان آیات کریمہ کا بھی منکر کہلائے گا۔ (یونس۱۰۷ الزمر۳۸) الانبیاء۶۶) الحج ۱۲) الفرقان ۵۵)

سحر پر گفتگو سے پہلے ایک فریاد: فریاد آج سے پہلے بھی پیغمبر اسلام اور صحابہ جیسے پاک ہستیوں کے خلاف بکواسات ہوتے رہے ہیں،، مگر مواصلاتی نظام میڈیا نیٹ کے نہ ہونے کی وجہ سے سارے بکواسات ایک محدود مقام تک محدود رہتے تھے۔ مثلاً کسی کی کمرہ یا امام بار گاہ چرچ گر جا گر، یا جلسہ گاہ تک مگر آج کل چونکہ نیٹ کا دور ہے۔ صبح شام ہمارے مقدساتِ دینیہ کے خلاف بکواسات ہوتے رہتے ہیں نازیبا کارٹون بنائے جاتے ہیں نیٹ پر صحابیات اور صحابہ کو زنا کی نسبت ہوتی رہتی ہے لواطت کے قصے نشر کئے جاتے ہیں اور حوالے ہماری کتابوں ہی سے دیے جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ پہلے ایسے ہی

بد بختوں نے رسول اکرم کے خلاف ایک خاکہ اور کارٹون بنا دیا تھا کہ اس میں ہمارے پیغمبر اور عمل جادو سے متاثر ہو کر ذہنی مریض دکھایا گیا اور حوالہ ہماری کتاب بخاری کا دیا گیا تھا۔

مناسب تو یہ تھا کہ امت ان کتابوں پر نظر ثانی کرتی اور خلاف قرآن و سنت مواد کی نشاندہی کرتی، مگر بد قسمتی سے تقلید جامد اور شیعوں کے اشاروں پر ناچنے والی سنی قوم نے ایسے روایات کی نشاندھی کے بجائے ان روایات باطلہ کی خاطر قرآنی آیات کے معانی بدل ڈالے۔

اب دو راستے ہیں :۔ پہلا راستہ اقوام ماضیہ یا علماء گزشتہ گان کا روش تو یہ ہے کہ ہم اپنی عزت، مقام شہرت نام بچائیں اور پیغمبر اسلام و اصحاب رسول ﷺ کے دامن کو داغدار رہنے دیں، اور ہاں میں ہاں ملا کر ان افتراءات والزامات کو جوں کا توں رہنے دیں اور آئندہ والوں کے لئے اکابریں میں سے بنیں اور حاضرین کے لئے بقیہ السلف بنے رہیں، یعنی خود کو تہمت سے بچائیں اور نبی ﷺ و اصحاب پر تہمتیں رہنے دیں بلکہ مزید پختہ کر لیں، جیسا کہ اکابر کہلانے والوں نے کیا ہے۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ اپنی عزت، شہرت، مقام، نام داؤ پر لگائیں، خود کو بدنام کروائیں، پرویزی، چکڑالوی، منکر حدیث کھلائیں، گالیوں، طعنوں کا سامنا کریں۔ لیکن اللہ کے رسول اور اصحاب رسول ﷺ و صحابیات رسول کا دامن صاف کریں ان پر لگائے گئے الزامات بے جا افتراءات کا صفایا کریں، خود کو مٹا دیں مگر حرمت رسول و اصحاب کو مٹنے نہ دیں۔

اور ہم نے دوسرا راستہ ہی چن لیا ہے۔ کیونکہ ہمیں اگر عزتیں، شہرتیں، مقام نام ملے ہیں تو کونسے اپنے ہیں، اسی دین ہی کے وجہ' اللہ تعالی ہی کی برکت سے ملے ہیں، جب اللہ نے دئے ہیں تو اللہ پر قربان، اللہ ہمارا حامی و ناصر رہے۔

اس موضوع پر کام سے :۔ ہمارا مقصد اپنی بڑائی اور دوسروں کی تنقیص ہر گز نہیں، امت مرحومہ پر طعن اور ملامت ہر گز مقصود نہیں بلکہ، خالص ذب عن الدین اور پیغمبر اسلام و اصحاب کی صفائی ان پر لگائے گئے خوشنما مگر انتہائی گھناؤنے الزامات وافتراءات کی دھلائی مقصود ہے اور بقول شیخ الحدیث مولانا سرفراز خان صفدر کے کہ:۔

ہم بعض مقامات پر حتی الوسع متانت اور سنجیدگی کو مد نظر رکھتے ہوئے بعض علمی جوتیں بھی لگائے ہیں، جن سے ان اکابر کے طرز کی خامی اور اسکا نقص واضح کرنا مقصود ہے، جن سے بڑے بڑے اکابر کے خیالات اور نفسی میلانات کی پردہ دری ضرور ہوگی، لیکن پردہ دری کے بغیر درون پردہ کا نظارہ کس نے کیا ہے؟ ورنہ حاشا وکلا ہمارے اس علمی اور تحقیقی طنز سے نہ سلف صالحین سے بد ظنی ہے اور نہ تمسخر اور نہ زمانہ حال کے حضرات کی دل آزاری" واللہ علی ما نقول شہید"

(احسن الکلام ص ۶۰ لشیخ سرفراز خان صفدر)

تو ہمارا بھی مقصد بے غبار ہے، اور عوام کے فہم کی خاطر ہم نے لفظی ترجمہ کے بجائے مفہوم ہی کو ترجیح دی ہے، اور اصول جرح وتعدیل میں جمہور کے قول مفتٰی بہ اور راجح کے مطابق کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر، ہم نے صرف جرح کے صیغے ذکر کئے ہیں، جو قول مختار ہے، ورنہ میزان قرآن ہے علم الرجال نہین، یہ تفصیل میری ایک غیر مطبوع کتاب میں پہلے گذر چکی ہے۔ ان شاء اللہ وہ بھی قارئین جلد ہی پڑھ لیں گے۔ اتنے عظیم مسئلہ پر میرے جیسے ناچیز کی تحریر یا گفتگو صرف بامر مجبوری ہے، کہ اس منصب کے لائق لوگوں کو اپنی عزت شائد دین سے زیادہ محبوب ہے۔، دنیا میں کوئی کام لغزش وخطا سے خالی نہیں، لھذا التماس ہے، کہ مجھ کو ہدف ملامت بنانے کے بجائے منصفانہ تنقید کے اصول پر رہنمائی کی جائے۔

کیونکہ غلط بات کی تلافی کرنے اور حق کے تسلیم کرنے میں مجھے کوئی تامل نہ ہو گا۔ بفضلہ تعالی

نبی ﷺ کی حفاظت کے رب نے گارنٹی دی ہے!

جادو ٹونے، سحر، یہ سب شیطانی کرتب ہیں، شیطان پیغمبر ﷺ پر اپنی تسلت قائم نہیں کر سکتا۔ ایک تو پیغمبر ﷺ کا اپنا فرمان ہے مشکواۃ میں مذکور ہے، کہ ولکن اللہ اعانني علیہ فاسلم" اللہ تعالی نے میری مدد کی ہے، پس مجھے اس سے محفوظ کیا ہے، دوسری بات میرے رب نے پیغمبر سے کہا کہ انکو چیلنج دیں، جو کچھ بھی چاہیں تمہارے خلاف کریں میں دیکھتا ہوں یہ تیرا کیا بگاڑ سکتے ہیں، چنانچہ فرمایا" قُلِ ادعُوا شُرَكَاءَكُم ثُمَّ كِيدُونِ فَلا تَنتَظِرُونِ " (الاعراف ۱۹۵)

اے نبی ان مشرکین ومخالفین سے کہہ دیجئے کہ تم لوگ اپنے تمام مزعومہ شریکوں (باطل خداؤں پیروں ملاؤں اور ساحروں، کاہنوں) کو بلا کر اکھٹا کریں، پھر میرے خلاف جو بھی تدبیر کر سکتے ہیں کر

گزرین، اور مجھے نقصان پہنچانے میں ذرا مہلت مت دیں۔ کیا اس چیلنج کے بعد اگر ہم نبی پر جادو کا اثر مان لیں، تو اسکا معنی یہ نہ ہوگا؟ کہ اللہ تعالی اپنے چیلنج میں ناکام ہوئے؟ کیا ایسا عقیدہ مسلمان کو زیب دیتا ہے، میرا اللہ تعالی مخالفین کی بری تدبیروں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں، "وَیَمکُرُونَ وَیَمکُرُ اللہ واللہُ خَیرُ المَاکِرِین" (الانفال ۳۰)

کہ مخالفین پیغمبر اسلام کو نقصان پہنچانے کے تدبیریں کرتے ہیں، اور اللہ تعالی انکی حفاظت کی تدبیر کرتا ہے، تو ان کی تدبیریں اور ترکیبیں (سحر ٹونے) اللہ تعالی کی تدبیروں کا کہاں مقابلہ کرسکتی ہیں، کیونکہ اللہ تعالی تو سارے جہاں سے اعلی تدبیر کرنے والے ہیں۔

کبھی میرے اللہ اپنے نبی کو یوں تسلی دیتے ہیں، کہ فسیکفیکھم اللہ " (بقرہ ۱۳۷)

اللہ تعالی ان سے عنقریب آپ کی کفایت (حفاظت) کرے گا۔

الیس اللہ بکاف عبدہ " (الزمر ۳۶)

کیا اللہ اپنے بندے کے لئے (حفاظت کرنے واسطے) کافی نہیں؟ ایک جگہ قرآن میں رب نے وعدہ کیا ہے، واللہ یعصمُکَ من الناس" (مائدہ ۶۷)

اور اللہ تعالی آپکو (اے پیغمبر لوگوں کے (تخریبی امور، قتل، سحر، بے عزتی) سے بچالے گا، فکر نہ کریں۔

اب آپ انصاف کریں کہ اللہ تعالی کے وعدوں اور بہترین تدبیر اور حفاظت کے باوجود پیغمبر ﷺ پر جادو چلا؟ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالی کی تدبیریں فیل ہو گئیں، اور یہود کی تدبیر چلی۔ اس موضوع پر اگر آیات لکھتے جائیں گے تو دفتر بھر جائیگا، اللہ نے اسی طرح نوح کی حفاظت کی ایسا ہی چیلنج دیا، سورۃ یونس آیت ۷۱ میں ہے، کہ نوح علیہ السلام نے قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا، اے میری قوم اگر تمہیں میرا بولنا، تبلیغ کرنا اچھا نہیں لگتا، تو میں اللہ پر توکل کر کے تمہیں چلنج دیتا ہوں کہ " فاجمعوا امرکم وشرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون" (یونس ۷۱)

تم اپنی تدبیر مع اپنے شرکاء کے خوب پختہ کراو (زور لگاؤ) پھر تمہاری تدبیر تمہاری گھٹن کا باعث نہ ہونی چاہئے، پھر میرے ساتھ جو چاہو کر گزرو اور مجھے ایک لمحہ کے لئے مہلت مت دو۔

ھود علیہ السلام کے بارے میں (سورۃ ھود ۵۵) ملاحظہ کریں!

موسی علیہ السلام کے بارے میں (سورۃ طہ ۶۴) ذرا دیکھئے۔

شیطان کا انسان پر زور نہیں چلتا!

ہم نے پہلے بتادیا ہے کہ سحر جادو، منتر ٹوٹکے وغیرہ سارے شیطانی حربے ہیں، اور ہمیں قرآن کریم میں اللہ تعالی نے بتادیا ہے کہ شیطان کا انسان پر کوئی زبردستی اور تسلط نہیں۔ البتہ صرف " یوسوس فی صدار الناس " لوگوں کے سینوں میں صرف وسوسہ ڈالدیتا ہے، اور انسان کے اندر، غصہ، شہوت ،وہم، لالچ ایسے دیگر جرثومے موجود ہیں، ان مذکورہ جرثوموں کے سبب انسان اس وسوسے کی طرف مائل ہوجاتا ہے، ورنہ شیطان کا زور نہیں چلتا، میرے اللہ تعالی نے فرمایا: وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ۚ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ ۚ (ابراهیم ۲۲)

قیامت کے دن جب تمام حساب وکتاب ختم ہوجائے گا، تو شیطان برملا کہے گا، کہ اللہ تعالی نے تمہارے ساتھ سچا وعدہ فرمایا تھا، اور میں نے جو تم سے (جھوٹے) وعدے کئے تھے اسکا بھی میں نے خلاف کیا تھا، میرا تمہارے اوپر کوئی زور زبردستی تو تھی نہیں۔ ہاں میں نے تمہیں صرف دعوت دی اور تم نے میری مانی، پس مجھے ملامت نہ کریں، قرآن کریم کی ایک اور تصریح " انّ عبادی لیس لك علیهم سلطانا الّا من اتّبعَكَ من الغاوِین" (الحجر ۴۲)

یقینا میرے خاص بندوں پر (اے شیطان) تمہاری کوئی تسلط موجود نہیں، ہاں جو لوگ کہ حد سے گزرنے والے ہیں، وہ تیری اتباع کرتے ہیں رضامندی کیساتھ۔

امام رازی مذکورہ آیت کے نیچے لکھتا ہے کہ "لیس للشیطان سلطان علی احد من عبیدالله سواء کانوا مخلصین او لم یوکونوامخلصین ـ۔۔ هذه الایة تدل علی بطلان قول من زعم ان الشیطان والجن یمکنهم صرع الناس وازالت عقولهم کما یقوله العامة وربما نسبوا ذالك الی السحرة وذالك خلاف ما نص الله تعالی علیه" (تفسیر کبیر ۱۴۵/۷)

شیطان کا اللہ کے کسی بندے پر بھی تسلط زور نہیں۔ خواہ مخلص ہو یا غیر مخلص ۔۔ اور یہ ان لوگوں کے قول کی تردید کرتے ہے، جنکا یہ گمان ہے کہ شیطان اور جن، لوگوں کو بچھاڑ اور گرا سکتے ہیں۔ انکے عقلوں کو زائل کرسکتے ہیں، جیسا کہ بعض عام لوگوں کا خیال ہے، اور کبھی کبھی ایسے ہی گرانے اور پاگل

بنانے کی قدرت کی نسبت لوگ ساحر اور جادو گروں کیطرف کرتے ہیں، حالانکہ یہ اللہ تعالی کی اس تصریح کے سراسر خلاف ہے۔

مذکورہ آیات پر جسکا ایمان ہے، تو انکو یہ یقین رکھنا پڑیگا کہ سحر شیطانی عمل ہے، اور شیطان اللہ کے بندوں پر تسلط قدرت نہیں رکھتا، اور پیغمبران صاحبان کے لئے تو رب نے چیلنج دیا ہے کہ جو کوئی کچھ کر سکتے ہیں، تو کریں میں دیکھتا ہوں میرے نبی کا تم کیا بگاڑ دوگے۔

پھر بھی اگر کوئی جادو کے اثر کا نبی پر قائل ہے، تو گمراہ ہے۔

جادو کے بارے میں مخلوق کی رائے، حقیقت جادو!

ایک بات یاد رکھیں کہ وجود سحر اور حقیقت سحر دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ لھذا جادو وجود رکھتا ہے، جیسے جادو جادو گر اور جادو کا علم نیز یہ علم سیکھا اور سیکھایا بھی جاتا ہے، جادو یا سحر کی ایک گونہ تاثیر بھی ہے مگر محدود مکان و زمان تک صرف ساحر کے سامنے وقتی طور پر جیسے رسی سانپ کے روپ میں دکھانا لیکن حقیقۃ رسی کو سانپ نہیں بنایا جاسکتا۔

نمبر ا: جیسا کہ انور شاہ کشمیری صاحب دیوبندی نے لکھا ہے کہ "

"ثم للعلماء بحث فی ان السحر ھل یوثر فی تغییر الماھیة ام لا؟ وظاھر قوله تعالی" یخیّل الیه من سحرھم انھا تسعی" (طه ٦٦)

ان سحرھم کان تخیلا فقط مع بقاء العصی والحبال علی ماھیاتھا" (فیض الباری ۴/۳۷۱)

پھر علماء کا اسمیں بحث ہے کہ کیا جادو سے کسی چیز کی ہییت تبدیل ہو سکتی ہے یا نہیں مگر اس آیت کریمہ (" یخیّل الیه من سحرھم انھا تسعی "کہ انکی سحر کی وجہ سے اسکو یہ خیال (وہم) ہوتا تھا کہ رسیاں رینگ رہی ہیں) سے ظاہر ہے کہ جادو گروں کا جادو صرف تخییل (خیال) ہی تھا، لاٹھیاں اور رسیاں اپنی حالت میں تھیں، (حقیقۃ سانپ نہیں بنے تھے)

نمبر ۲: ابو بکر الحداد یمنی لکھتے ہیں:۔ کہ

"ھو التمویه بالشیء حتی یتوھم انه شیء ولا حقیقة له کالسراب یغر من یراہ قال تعالی یخیل الیه من سحرھما انھا تسعی" (تفسیر الحداد ۱/۱۴۴) تحت اية بقرة ۱۰۲ مکتبه حقانیه)

یہ سحر کسی چیز کے زریعے ایسا فراڈ اور دھوکہ کرنا کہ سامنے والا یہ وہم وخیال کرے کہ یہ وہ شئی ہے (جو ساحر دیکھانا چاہتا ہے) حالانکہ اسکی کوئی حقیقت نہیں ہوتی، جیسا کہ سراب اپنے دیکھنے والے کو دھوکہ دیتا ہے، کہ پانی ہے مگر جاکر دیکھتا ہے تو پانی نہیں ہوتا، اللہ تعالی نے یہی فرمایا ہے، کہ موسی علیہ السلام کو انکے سحر (فراڈ یہ عمل) سے خیال ہوتا تھا کہ رسیاں دوڑ رہی ہیں۔

نمبر۳: امام قرطبیؒ لکھتے ہیں:۔ کہ

"السحر اصله التمويه والتخايل وهو ان يفعل الساحر اشياء ومعانی يخيل انها بخلاف ما هی به کالذی یر السراب من بعید یخیل الیه انه ماء وکراکب السفينة الخ"

(قرطبی ۳۱/۲ تحت آیت بقرہ ۱۰۲)

سحر اصل میں فراڈ اور خیال ہی ہے، وہ یہ کہ ساحر کچھ ایسے کرتب یا چیزیں عمل میں لاتا ہے کہ دیکھنے والے کو وہ چیزیں خلاف حقیقت دیکھنے لگ جاتے ہیں، جیسا کہ سراب دیکھنے والا دور سے اسکو پانی خیال کرتا ہے، حالانکہ جب جاکے دیکھتا ہے، تو پانی کہاں؟ اور تیز جانے والی کشتی یا گاڑی میں سوار لوگوں کو درخت دوڑتے نظر آتے ہیں، حالانکہ درخت دوڑتے کہاں ہیں؟

نمبر۴: امام قرطبی مزید لکھتے ہیں "وذهب عامة المعتزلة وابواسحاق الاستربازی من اصحاب الشافعی الی ان السحر لا حقيقة له وانما هو تمويه وتخييل وايهام لكون الشیء علی غير ماهو به او انه ضرب من الخفة والشعوذة كما قال تعالى" يخيل اليه من سحرهم انها تسعی "(طه ٦٦) ولم يقل تسعى على الحقيقة ولكن قال يخيل اليه "وقال ايضا سحروا اعين الناس "(الاعراف ۱۱۲ قرطبی ۳۲/۲ بقرہ ۱۰۲)

عام معتزلہ اور شوافع میں سے ابو اسحاق استر بازی اس طرف گئے ہیں کہ سحر کی کوئی حقیقت نہیں، فراڈ خیال اور وہم ہے کہ چیز اپنی حقیقت کے علاوہ نظر آتی ہے۔ یہ ایک قسم شعبدہ بازی ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا کہ موسیٰؑ کو انکے سحر کی وجہ سے لاٹھیاں دوڑتی ہوئیں خیال ہوتی تھیں، یہ نہیں فرمایا کہ حقیقۃ دوڑ رہی ہیں۔ بلکہ فرمایا، انکو ایسا خیال ہوتا تھا، اور یہ بھی فرمایا کہ لوگوں کی آنکھوں کو دھوکہ دیا۔

تنبیہ :۔ ہم جن علماء و محققین کی عبارات نقل کر رہے ہیں، یہ راجح دو وجہ سے ہیں، پہلی وجہ یہ ہے کہ اس رائے منقولہ پر دلیل پیش کی گئی ہے، قرآن سے اور مدلل چیز بہر حال راجح ہوتی ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ان محققین اور علماء نے اسکے علاوہ بھی لکھا ہے، جو ہمارے دعویٰ کے خلاف ہے، مگر ایک اسپر دلیل پیش نہیں کی گئی ہے، تاہم تمام علماء اور محققین نے یہ دوسرا قول روایت بخاری کی وجہ سے اختیار کیا ہے، اور حقائق اور مشاھدات سے آنکھیں بند کیں، لھذا جب انکی مذکورہ روایت بخاری ہی نہ رہے تو جب دلیل ہی نہ رہے تو جو قول اسی پر بناء ہے وہ کیا رہیگا، اس لئے دوسرا قول ترک کیا گیا ہے۔

نمبر ۵: مولانا عبدالحق محدث دہلوی دیوبندی لکھتے ہیں:۔ کہ

اب رہی یہ بحث کہ اسمیں فی نفسہ کچھ تاثیر بھی ہے، یا محض توہمات فاسدہ اور خیالات باطلہ ہیں، اور کچھ اثر محسوس ہوتا ہے، تو قوت وہمیہ کا مغلوب ہو جانا ہے۔ جو رسی کا سانپ بنا کر دکھاتی اور چوہیا کے گزند سے سانپ کا اثر پہنچاتی ہے۔ (تفسیر حقانی ۱/۴۵۱ تحت آیت بقرہ ۱۰۲)

نمبر ۶: عبدالعزیز الراجحی نے عقیدۃ الطحاویہ کی شرح میں لکھا ہے:۔ کہ

"نزاع العلماء فی حقیقة السحروانواعه، هل للسحر حقیقة مؤثرة ام هو ضرب من الخیال؟ ذهب بعض العلماء الی ان السحر مجرد تخیل وانه لا تاثیر له ولا حقیقة له وهذا مذهب الامام ابی حنیفة والیه ذهب الجصاص فی کتاب الاحکام دلیلهم قوله تعالی "یُخَیَّلُ الیه من سحرهم انها تسعی وقوله تعالی سحروا اعین الناس۔

(شرح عقیدة الطحاویة لعبدالعزیز ۳۹۳)

جادو کی حقیقت اور انواع کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے، کہ کیا جادو کی کوئی حقیقت مؤثرہ بھی ہے، یا وہ صرف خیال (وہم) کی ایک قسم ہے؟ تو کچھ علماء اس طرف گئے ہیں، کہ جادو محض تخییل (سامنے والے کو ورغلانے، دھوکے میں ڈالنے کی ایک قسم) ہے۔ اسکا نا کوئی اثر ہے، اور نہ ہی کوئی حقیقت، اور یہی مسلک امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ کا بھی ہے، امام ابو بکر جصاص رازی نے بھی اپنی کتاب احکام القرآن میں اسی کو ترجیح دی ہے، اور انکی اس قول کی دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے، جو سورۃ طہ ۶۶ میں ہے، کہ

موسیٰؑ کو انکی سحر (فراڈ) کی وجہ سے رسیوں پر دوڑنے کا خیال آتا تھا، دوسری دلیل اعراف آیت ۱۱۶ ہے۔ کہ انہوں نے لوگوں کی آنکھوں کو دھوکہ دیا۔

نمبر ۷:۔ امام ابن ابی العزالحنفی نے دو قول نقل کئے ہیں، پہلا قول جادو کے اثر کا ذکر کر کے بلا دلیل چھوڑ دیا ہے، اور دوسرے قول کہ جادو محض وہم و خیال ہے، کیساتھ دلائل ذکر کر کے اسکو راجح قرار دیا ہے۔

(شرح عقیدۃ الطحاویۃ ۴۰۵)

نمبر ۸:۔ امام قرطبی صاحب ایک اور جگہ سورۃ مومنون آیت نمبر ۸۹ " فانی تسحرون "کے تحت لکھتے ہیں " ای فكيف تخدعون وتصرفون عن طاعته وتوحيده او كيف يخيل اليكم ان تشركوا به ما لا يضر ولا ينفع والسحر هو التخييل "۔

(تفسیر قرطبی ۱۴۵/۱۲) بیروت تحت الاية)

یعنی پس تم کیسے دھوکہ دئے جاتے ہو، اور پھرے جاتے ہو اسکی اطاعت اور اسکی توحید سے، یا کیسے خیال ڈالا جاتا ہے تمہارے ذہنوں میں کہ تم اسکے ساتھ ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جو نہ نقصان پہنچاتی ہے اور نہ نفع اور جادو خالی خیال ہی تو ہے۔ (نہ کہ حقیقت)

نمبر ۹:۔ استاد وھبۃ الزحیلی صاحب نے بھی سحر پر گفتگو کی ہے۔

مگر مجھے بہت افسوس ہوتا ہے، کہ لوگ اکثریت، اور جمہور کو خوش کرنے اور اپنے پیروں کی اقتداء اور تقلید کرنے کو تحقیق کہتے ہیں۔ موصوف نے جب سحر کی حقیقت پر گفتگو شروع کی ہے، تو لکھا ہے کہ جمہور سحر کی حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور ساحر اپنے سحر کی وجہ سے کچھ بھی کر سکتا ہے۔ اور معتزلہ اور بعض اہلسنت سحر کی حقیقت کا انکار کرتے ہیں۔ بلکہ یہ لوگ سحر کو محض وھوکہ اور فراڈ خیال کرتے ہیں، پھر موصوف نے اسکے انواع بیان کئے ہیں، جس میں چغلخوری کو بھی سحر کی قسم میں شمار کیا ہے ---۔ چنانچہ موصوف لکھتے ہیں:۔ " فرایٔ جمہور العماء:۔ ان للسحر حقيقة ---۔ وانه تقدر به النفوس البشريه على التاثير في عالم العناصر " (تفسیر المنیر جلد ا ص ۲۷۱)

پھر جمہور اور جمہوریت کو خوش کرنے کے بعد جب معجزہ اور سحر کے کرتبوں میں فرق بیان کرتا ہے، تو پرانا بیان شائد بھول گیا ہے، اور حقیقت انکے قلم سے یوں نکل جاتا ہے، تو لکھتا ہے کہ۔

وهنالك فرق واضح بين المعجزة والسحر القائم على وجوه التخيلات وهو ان معجزات الانبياء هي على حقائقها---۔ اما مخاريق السحره وتخيلاتهم فهي نوع من

الحیله۔۔۔ لاظهار امور لا حقيقة لها فما يظهر منها ليس على الحقيقة "یہاں معجزہ اور وہ سحر جو محض تخیلات پر قائم ہے کے درمیان واضح فرق ہے، وہ یہ کہ انبیاء کے معجزات حقائق پر مبنی ہوتے ہیں، اور ساحروں کے جو خوارق امور اور تخیلات ہیں، وہ فراڈ دھوکہ کی ایک قسم ہے۔۔۔ ایسے امور کے اظہار کے لئے جسکی کوئی حقیقت نہیں، اور جو کچھ نظر آتا ہے، وہ حقیقت نہیں ہوتا۔

(تفسیر المنیر ا/۲۷۱ تا ۲۷۴ البقرہ ۱۰۲)

ایک اور جگہ لکھتا ہے:۔ کہ "يفرقون به بين المرء وزوجه" ليس دليلاً على ان السحر يفعل هذا وانما هي حكاية لما كان معروفاً عندهم "یفرقون والے جملے کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ سحر سے ایسا ہو سکتا ہے۔ بلکہ یہ انکے ہاں مشہور تھا۔ اللہ نے انکی حکایت بیان فرمائی۔

(تفسیر المنیر جلد ا، جزا/۲۷۵)

محترم قارئین انصاف سے کہئے کہ جب موصوف نے شروع میں فرمایا، کہ جمہور کے نزدیک جادو ایک حقیقت ہے، اور اس سے حقیقت میں لوگ بیمار اور قتل بھی ہو جاتے ہیں، تو پھر وہ سحر آخر میں معجزہ کے مقابلہ میں بے حقیقت کیسے ہو گیا؟ یہ ہے علماء امت کا دوغلا پن اور ہاں میں ہاں ملانا اور اتخاذ الارباب اسی چیز کا نام ہے، کہ اپنے آقاؤں، اکابرین کی غلط باتوں کو دلائل ڈھونڈنا! اللہ معاف کریں۔

نمبر ۱۰:۔ امام بغوی صاحب ؒ لکھتے ہیں:۔ کہ

"والصحيح ان السحر عبارة عن التموية والتخييل" اور صحیح بات یہ ہے کہ جادو فراڈ اور محض خیال ہی سے عبارت ہے۔ (معالم التنزیل بحث بقرہ ایت ۱۰۲)

نمبر ۱۱:۔ علامہ ابن منظور لسان العرب میں سحر کی تشریح یوں کرتا ہے:۔ کہ

" السحر عمل تُقُرِّبَ فيه الى الشيطان ۔۔۔ سحر جمع اسحار ۔۔۔ تاخذ العين حتى يظن ان الامر كما يُرى وليس الاصل على ما يرى۔۔۔۔ وكل ما لطف ماخذه ودق فهو سحر۔ (لسان العرب ۴/۵۰۹) باب السین)

سحر وہ عمل ہے جسمیں شیطان کی طرف تقرب حاصل کی جائے، سحر کی جمع اسحار آتی ہے۔ سحر میں آنکھ کو مغالطہ دیا جاتا ہے، یہاں تک کہ وہ گمان کرے کہ کام ایسا ہی ہے جیسا کہ دیکھایا جاتا ہے، حالانکہ ویسا نہیں ہوتا جیسا دکھایا جاتا ہے اور سحر ہر وہ شیء ہے، جسکا ماخذ نظر نہ آئے (یعنی ایک خفیہ چال ہوتا ہے) ۔

نمبر ۱۲:۔ امام ماوردیؒ لکھتے ہیں:۔ کہ

"لان السحر تخییل کما قال الله تعالی یخییل الیه من سحرھم انھا تسعی"

(الحاوی الکبیر ۹۶/۱۳) بیروت)

اس لئے کہ جادو صرف خیال ہی تو ہے، جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا، کہ موسی کو انکے فراڈ (دھوکے) کی وجہ سے خیال ہو گیا کہ رسیاں (شائد) دوڑ رہی ہیں۔

نمبر ۱۳:۔ امام آلوسی الحنفیؒ نے فرمایا کہ

"السحر: فانه یطلق علی شیء موجود ظاھرا لا اصله له فی الحقیقة" (روح المعانی ۲۹۹/۱۲)

سورۃ ھود ایت ۷ :۔ سحر کا اطلاق ایک ایسی چیز پر کیا جاتا ہے، جو بظاہر تو موجود ہوتا ہے مگر حقیقت میں اسکی کوئی اصل نہیں ہوتی۔

آلوسی صاحب نے سورۃ بقرہ ایت ۱۰۳ کے تحت جمہور کی رائے میں لکھا ہے کہ" والجمھور علی انه له حقیقة یقتل النفس ویقلب الانسان حمارا" (روح المعانی ۴۶۰/۱)

جمہور علماء کے نزدیک جادو حقیقت رکھتی ہے۔ یہاں تک کہ اس سے نفس کو قتل بھی کیا جاسکتا ہے۔ اور انسان کو گدھے میں حقیقۃ تبدیل کر سکتا ہے۔

یہ ہے ہمارے اکابر کا دوغلاپن ھود ایت ۷ کے تحت سحر کو ایک بے حقیقت شئ کہتا ہے۔ بقرہ میں اسی سحر کو خدائی قدرت بنا کر کہتا ہے۔ کہ ساحر چاہے انسان کو گدھا بنادے اور گدھے سے انسان بنادے۔

یہ ہے ہمارے جمہور علماء کی وہ رائے جو انہوں نے ایک دوسرے کی تقلید کرتے ہوئے بلا تحقیق و تفتیش کے اختیار کیا ہے، اگر ساحر انسان کی حقیقت گدھے میں حقیقۃ تبدیل کر سکتا ہے، تو پھر فرعون سے اجرت کی بھیک کیوں مانگتے تھے۔؟" قالوا انا لنا لاجرا ان کنا نحن الغٰلبین" (اعراف ۱۱۳)

ساحروں نے فرعون سے درخواست کی کہ اگر ہم موسیٰؑ پر غالب آئے تو ہمیں تو کچھ اجرت ملے گا نا؟ فرعون نے کہاں کیوں نہیں تمہیں میرا قرب حاصل ہو گا۔ اگر ساحر انسان سے حقیقۃ گدھا بنا سکتا ہے، تو پھر جب فرعون نے ساحروں کے قتل کا حکم دیا، تو فرعون کو گدھا یا مرغی کیوں نہ بنایا، جبکہ تمہارے دین میں تو دشمن پر سحر کرنا جائز بھی ہے چنانچہ انور شاہ کشمیریؒ لکھتا ہے۔

"یجوز للمسلمین ان یسحروھم" (فیض الباری ۳۷۱/۴)

کہ مسلمانوں کے لئے جائز ہے کہ کفار پر سحر کریں اگر ساحر ایسا کر سکتے ہیں، پھر یہ بڑے ممالک ٹکنالوجی پر اتنا پیسہ کیوں ضائع کرتے ہیں، ساحر کو پالیں اور ساحر پتھروں، ہڈیوں، پودوں کو جہازوں، ٹنکوں اور ایٹم بموں میں تبدیل کریں اور دنیا سونے جواہرات کے خریداری میں ایک دوسرے سے مقابلہ کرتے ہیں۔
جادوگر کے ذریعے مٹی سے سونا کیوں نہیں بنواتے۔ اگر ساحر ایسا کر سکتا ہوتا تو ایرونا ٹیکل میں صرف جادوگر ہی بھرتی ہوتے، وہ پھر پرندوں کو جدید جہازوں میں تبدیل کرتے ہوتے، مگر تف ہے لکیر کے فقیروں کے عقل پر۔
جمہور کو خوش کرنے کے بعد امام آلوسی نے پھر آخر میں یہ بھی لکھا، "انہ لاحقیقة له وانما هو تخیل" (روح المعانی ۴۶۱/۱ بقرہ آیت ۱۰۲)
کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں، یہ صرف تخییل ہی ہے۔
نمبر ۱۴: عبدالرحمن الجزائری صاحب نے بھی دونوں رائی کا ذکر فرمایا، مگر انہوں نے پہلے قوی رائے کو مقدم کر کے لکھا "انه تخییل لا حقیقة له والی هذا الرای ذهب کثیر من العلماء"

(الفقه علی مذاهب الاربعه ۴۶۱/۵)

کہ جادو صرف خیال ہے اسکی کوئی حقیقت نہیں، اور اسی رائے کیطرف بہت سے علماء گئے ہیں۔
پھر دوسرے نمبر پر جمہور عقلمندوں کی رائی پیش کر کے لکھا، ولکن جمهور العلماء
یقولون ان للسحر حقیقة الخ"
کہ جمہور علماء سحر کی حقیقت کے قائل ہیں کہ ساحر حیوان کو انسان اور انسان کو حیوان بنانے پر قادر ہے
۔" ولکن قائل هذا لم یعول علیه" (الفقه علی مذاهب الاربعة (۴۶۱/۵ مبحث السحر)
مگر اس کے قول کا کوئی اعتبار نہیں" والرای المعتمد هو الاول ایضا" البتہ پہلی رائے کہ سحر ایک خیال اور بے حقیقت شی ہے معتبر رائے ہے۔ مزید لکھتا ہے، کہ قرآن کریم میں جو موسیٰؑ اور فرعون کے قصے میں آیا ہے کہ "یخیل الیہ من سحر ھم کہ موسیٰؑ کو خیال ہوتا تھا انکی سحر کی وجہ سے: تو یہ آیت اس بات میں بلکل واضح اور صریح ہے، کہ فرعون کے جادوگر جو ملکی اعتبار سے ماہر ترین جادوگر تھے، موسیٰؑ کے اتنے بڑے مقابلے میں صرف خیال ہی لاسکے جسکی کوئی حقیقت نہ تھی، اگر سحر کی کوئی حقیقت ہوتی تو وہ جادوگر ایسے مشکل گھڑی میں وہ حقائق ضرور پیش کرتے۔ اور یہ آیت اس پر بھی واضح دلیل ہے، کہ جادو کی آخری حد اور نتیجہ صرف خیال ہی ہے۔" فهذا هی حجة الذین یرون

ان السحر خيال لا حقيقة له" پس یہی آیت دلیل اور برہان ہے۔ ان علماء کرام کے لئے جو کہتے ہیں، کہ جادو صرف خیال ہی ہے، جسکی کوئی حقیقت نہیں، نیز الجزائریؒ نے فریق ثانی کے دلائل پر بھی بات کی ہے کہ انہوں نے قصہ ھاروت وماروت سے دلیل پکڑی ہے، لکن الواقع ان هذه الاية الكريمه لا تصلح حجة لانها لم تتعرض لحقيقة السحر "لیکن واقعیت یہ ہے کہ یہ آیت کریمہ بقرہ ۱۰۲ انکی دلیل نہیں بن سکتی کیونکہ اس آیت نے حقیقت سحر سے تعرض ہی نہیں کیا، بلکہ فتنے کے انواع ذکر کئے ہیں، جن کے زریعے بعض چغلخور میاں بیوی میں جدائی پیدا کرتے ہیں، یعنی چغلخوری یا کوئی اور حیلہ شرارت، فليس في الاية حجة على ان السحر له اثر حقيقي، پس آیت میں ایسی کوئی دلیل نہیں کہ جادو کا حقیقی اثر بھی ہے، پھر انکی دوسری دلیل روایت عائشہ حدیث بخاری پر بھی وہی بات فرمائی ہے کہ عقائد کے لئے دلائل یقینیہ کی ضرورت ہوتی ہے، جبکہ یہ حدیث جتنی بھی صحیح ہو خبر واحد اور ظنی ہے۔" لا تفيد الا الظن " پھر فرمایا کہ اس روایت کو اگر ہم من وعن ظاہر " انه كان يخيل اليه انه يفعل الشيء ولم يفعل " پر مان لیں تو پھر تو اسمیں رسول اللہ ﷺ کی توہین ہے۔

(الفقہ علی مذاہب الاربعۃ ۵/ ۴۶۴،۴۶۵)

نمبر ۱۵:۔ امام فخر الدین رازی نے اپنی تفسیر کبیر بقرہ آیت ۱۰۲ کے تحت انکھیں بند کر کے پیشروں کی طرح سحر کی کئی اقسام ذکر کئے ہیں، پھر موصوف سے نقل کر کے ابن کثیر نے بھی سحر کے آٹھ اقسام ذکر کئے ہیں، دونوں کو ایت کے ٹکڑے "فيتعلمون منهما ما يفرقون به بين المرء وزوجه" (بقرہ ۱۰۲) سے شبہ ہوا ہے۔ جسکی تفسیر ہم ذکر کریں گے ان شاء اللہ۔

ان اقسام کو پورا کرنے کے لئے بانی اقسام نے چغلخوری، خفیہ چالوں کے زریعے کوئی کام سرانجام دینے بعض دواؤں کے استعمال کے اثرات، مقناطیسی اثرات، جیسے اشیاء کو اور افعال کو بھی جادو کی قسم بنادیا ہے، اچھا ہے اب یہ لوگ زندہ نہیں ورنہ موبائل اور ایکسرے مشین، مقناطیسی ارتعاش کے زریعے جسم کے اجزاء کی تشخیص کے لئے ایم آر آئی (MRI) جیسے مشینوں اور دیگر ادویات سے عجیب غریب کام لینے کو بھی جادو کا نام دیتے، اور سحر کفر ہے، لھذا ان تمام آلات جدیدہ کے استعمال کنندہ گان کو کافر کہتے، ایک معرکہ بنا ہوتا۔ حالانکہ قرآن کریم میں تدبر کرنے سے ثابت ہوتا ہے، کہ سحر کی ایک ہی قسم ہے، وہ ہے تخیلاتی جادو ان حضرات کو یا تو آیت بالا کے ٹکڑے یا لغوی تعریف سے مغالطہ ہوا ہے، کہ " انه في الاصل عبارة عما لطف وخفي سببه " کہ سحر لغت میں عبارت ہے ہر اس چیز سے جسکا سبب باریک یا پوشیدہ ہو۔

(تفسیر کبیر ۳/ ۶۱۹ بقرہ ایت نمبر ۱۰۲)

امام رازی مسئلہ ثالثہ میں لکھتا ہے کہ "اعلم ان لفظ السحر فی عرف الشرع مختص بکل امر یخفی سببہ ویتحیل علی غیر حقیقتہ ویجری مجری التمویۃ والخداع۔

(تفسیر کبیر ۶۱۹/۳ بقرہ ۱۰۲) المصباح المنیر ۲۶۸)

جان لو کہ عرف شرع میں جادو کا لفظ ہر اس کام کیساتھ مختص ہے، جسکا سبب مخفی ہو اور اپنی حقیقت کے خلاف محسوس ہو یا اسکو اپنی اصل حقیقت سے ہٹ کر کسی اور روپ میں پیش کیا جائے اور فراڈ اور دھوکے پر مبنی ہو۔ موصوف کو اسی تعریف کی وجہ سے مغالطہ ہوا ہے اور ہر پوشیدہ کام کو سحر شمار کیا ہے، اور یوں کئی اقسام بناڈالے ہیں۔

نمبر۱۶:۔ امام بیضاوی سورۃ یونس ایت ۸۱ کے تحت لکھتا ہے۔

"ان اللہ لا یصلح عمل المفسدین، وفیہ دلیل علی ان السحر افساد وتمویہ لا حقیقۃ لہ"

(بیضاوی ۱۲۱/۳ بیروت)

کہ اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ جادو فساد پیدا کرنا اور فراڈ کرنا ہے اسکی کوئی حقیقت نہیں، موصوف بقرۃ ۱۰۲ میں لکھتا ہے۔ سحر کسی کو گمراہ کرنا اور دھوکہ دینا ہے۔

نمبر۱۷:۔ علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ: وقال القرطبی" السحر صناعیۃ یتوصل الیھا لاکتساب، غیر انھا لدقتھا لا یتوصل الیھا الا احاد الناس ومادتہ الوقوف علی خواص الاشیاء والعلم بوجوہ ترکیبھا واوقاتہ واکثرھا تخیلات بغیر حقیقۃ وایھا مات بغیر ثبوت فیعظم عند من لا یعرف ذالک کما قال اللہ عن سحرۃ فرعون "وجاؤو بسحر عظیم" مع ان حبالھم وعصیھم لم تخرج عن کونھا حبالا وعصیا"

امام قرطبی لکھتے ہیں کہ سحر بناوٹی چالیں ہیں جسکی طرف (خفیہ عمل یا) کسب کے زریعے پہنچا جاتا ہے، ہاں البتہ ان چالوں کے باریکی کی وجہ سے اسکو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے، اور ایسے حیلوں کی بنیاد اصل میں اشیاء کے خاصیات کو سمجھنا ہے، اور ان چیزوں کی ترکیب اور اوقات سے باخبر ہونے سے ایسا کرتب دیکھا یا جاتا ہے، لیکن جادو (کے قصے) اکثر صرف بے حقیقت تخیلات اور توہمات ہیں، بغیر ثبوت کے، مگر جو لوگ اسکی حقیقت سے نااشنا ہوتے ہیں، تو انکو یہ بہت بڑی شی اور عظیم کارنامہ نظر آتا ہے، جیسا کہ اللہ نے فرمایا فرعون کے جادوگروں کے بارے میں "وجاؤو بسحر عظیم" کہ (لوگوں کے گمان کے مطابق) بہت بڑا جادو (فراڈ) لے کے آئے، حالانکہ لاٹھیاں اور رسیاں اپنی حال پر رہیں، تبدیل نہ ہوئیں۔ (فتح الباری ۲۳۳/۱۰)

نمبر۱۸: علامہ ابن حجر عسقلانی نے ایک اور جگہ چند اقسام بنانے کی کوشش کی ہے، مگر پھر بھی حقائق ذکر کر دیتے ہیں، مثلا لکھا ہے کہ "مالطف ودق ومنه سحرت الصبی ای خادعته ، ما یقع بخداع وتخییلات لا حقیقة لها "(فتح الباری ۲۳۲/۱۰)

سحر وہ چیز ہے جو لطیف اور انتہائی باریک ہو اور اسی معنی میں کہا جاتا ہے کہ سحرت الصبی یعنی میں نے بچے کو دھوکہ دیا۔۔۔ ہر وہ کام جو دھوکے سے واقع ہو ایسے وھمیات کا نام ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔ باقی عام مصنفین کے رجحانات اور میڈیا و جمہوریت کے تاثر میں اس بے چارے نے بھی لکھا ہے، کہ جمہوریت حقیقت جادو کے قائل ہیں، مگر حقیقت وہی ہے، جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں، کہ اگر جادو سے حقائق تبدیل ہوتے تو جادوگر دنیا کا مالدار ترین طبقہ ہوتا، فرعون سے اجر طلب نہ کرتے، فرعون اور انکے درباریوں سے بلی، کتے اور پرندے بناتے، فرعون کے ہاتھوں نہ قتل ہوتے۔

نمبر۱۹: امام عینی صاحب نے بھی سحر کے پانچ قسمیں بیان کی ہین، مگر اللہ گواہ ہے، اور سمجھدار لوگ جانتے ہیں کہ تخیلات دھوکے فراڈ کے علاوہ دیگر اقسام کا سحر سے کوئی تعلق نہیں، عینی صاحب نے بہ دل نخواستہ ساحران فرعون کا ذکر کیا ہے۔ کہ انہوں نے رسیوں پر فلاں دواں لگا دیا تھا، جو سورج کے گرمی سے متحرک ہوگئے، تو موسیٰؑ نے گمان کیا کہ رینگ رہے ہیں، قرآن کا اسکو سحر عظیم کہنے کے باوجود روایت بخاری سے متاثر امام عینی صاحب لکھتا ہے، کہ ممکن ہے، فرعون کے ساحروں کا جادو اسی قبیل خداع و تخییل سے ہو، مگر ضروری نہیں کہ سحر کی تمام انواع تخییل ہی ہوں، انا لله وانا الیه راجعون، رب نے جسکو سحر عظیم کہا جب وہ بھی تخییل اور خداع سے آگے کچھ نہیں، تو دوسری اقسام تو بطریق اولی خداع اور دھوکہ سے اوپر نہیں، خیر عینی صاحب اور اسکے طرح دیگر علماء کو چونکہ روایت بخاری سے دھوکہ ہوا ہے، رسول اللہ ﷺ کی محبت اور عقیدت نے انکو مجبور کیا ہے، کہ یہ لوگ ایسا کریں، حالانکہ حقیقت یہ ہے، کہ روایت بخاری کیساتھ میرے محبوب ﷺ اور صحابہ بلکہ حقیقت کا کوئی تعلق نہیں، تاھم عینی صاحب نے بھی لکھا کہ " ومنه سحرت الصبی ای خدعته ۔۔۔۔ ما یقع بخداع اوتخیلات لا حقیقة لها نحوما یفعله المشعوذ من صرف الابصار عما یتعاطاه بخفة یده والیه الاشارة بقوله یخیل الیه " (عمدة القاری ۲۷۸/۲۱ تا ۲۷۹/۲۱ بیروت)

سحر دھوکہ ہے، جیسا کہ سحرت الصبی کا معنی ہوگا کہ میں نے بچے سے دھوکہ کیا۔۔۔ یا سحر وہ کام ہے جو دھوکے اور فراڈ سے سرانجام دیا جائے، یا ایسے تخیلات جسکی کوئی حقیقت نہ ہو جیسا کہ شعبدہ باز لوگ انکھوں کو دھوکہ دے جاتے ہیں، کیونکہ وہ انتہائی تیزی اور پھرتی سے ہاتھ چلا کر کام کرتے ہیں، اسی کی طرف اللہ تعالی نے اشارہ فرمایا" یخیل الیه "کیساتھ امام عینی صاحب کتاب النکاح باب الخطبه میں

وان من البیان لسحرا کی تشریح میں سحر کی تعریف یوں کرتا ہے کہ ۔ وفی الحقیقة هو تصنع فی الکلام وتکلف لتحسینه وصرف الشیء عن ظاهره کالسحر الذی هو تخییل لا حقیقة له۔" (عمدة القاری ۱۳۵/۲۰ باب الخطبه کتاب النکاح)

بیان کو رسول اللہ ﷺ نے سحر اس لئے فرمایا، کہ وہ حقیقت میں کلام کے اندر بناوٹ اور خوبصورت بنانے کے لئے تکلف ہوتا ہے، اور کسی شی کو ظاہر سے ہٹانے کی وجہ سے جیسا کہ سحر (ظاہر میں کچھ اور حقیقت میں کچھ اور ہوتا ہے کیونکہ) سحر صرف ایک خیال ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں۔

دیکھیں جو حقیقت ہے وہ عینی کے قلم سے یہاں نکل گیا، مگر جادو کے مسئلے میں چونکہ اکابر پرستی کا بھوت سوار ہے، اور فتؤوں کے خوف سے کچھ اور لکھا تھا۔

نمبر ۲۰: امام ماوردی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں، کہ

"فقال قوم یقدر الساحر ان یقلب الاعیان بسحره فیحول الانسان حمارا"

(النکت والعیون ۱۶۶/۱)

کچھ لوگ کہتے ہیں، کہ جادوگر اپنے جادو کے ذریعے اشیاء کی حقیقت کو تبدیل کر سکتا ہے، پس وہ قادر ہے کہ انسان کو گدھا بنادے۔۔۔ مگر میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ اگر جادوگر ایسا قادر ہوتا، تو دنیا میں عظیم فساد برپا ہو جاتا، جادوگر بادشاہوں کو مرغیاں بنا کر ذبح کرتے اور خود بادشاہ ہوتے، پہاڑوں کو سونا بناتے، یا کم از کم موسیٰ کا کچھ بگاڑتے مگر یہ قول اور قصہ ہی بے بنیاد ہے۔

پھر آگے لکھا کہ' السحر خدع ومعان یفعلها الساحر فیخیل الیه انه بخلاف ما هو کالذی یرا السراب من بعید۔ (النکت والعیون ۱۶۶/۱)

کہ سحر ایک دھوکہ ہے اور ایک عارضی چمک ہے جب ساحر اسے کر گزرتا ہے، تو دیکھنے والوں کو وہ چیز حقیقت کے خلاف نظر آتا ہے، جیسا کہ دور سے سراب دیکھنے والے کو پانی لگتا ہے، مگر حقیقت میں پانی نہیں ہوتا، الخ

نمبر ۲۱: ابو حیان اندلسی صاحب نے بھی کئی اقسام بنادئے ہیں، لکھا ہے " الاول انه قلب الاعیان "پہلی قسم یہ کہ اشیاء کی حقیقت تبدیل کرتا ہے، لوگوں کی شکلیں تبدیل کر سکتا ہے، اور معجزات وکرامات کی مشابہ ہے، ہوا میں اڑ سکتے ہیں لمبے فاصلے طے کر سکتے ہیں، مگر اس قول کا بطلان تو بالکل واضح ہے، اگر ساحر ان چیزوں پر قادر ہوئے تو پہلے موسیٰؑ اور بعد میں فرعون کا ستیاناس کرتے، مگر ظاہر ہے۔

" والثاني انه خدع، ومخاريق وتمويهات وشعوذة لا حقيقية لها ويدل عليه . يخيل اليه من سحرهم انها تسعى" والثالث انه امر ياخذ العين على جهة الحيلة وفيه" سحروا اعين الناس، كما روى ان حبالهم الخ" (البحر المحيط ۱/۴۷۱)

دوسرا قسم دھوکہ اور خلاف عادت اور فراڈ اور شعبدہ بازی ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں اس پر دلیل اللہ کا یہ قول ہے " يخيل اليه من سحرهم الخ ۔۔۔ اور تیسری قسم یہ ہے کہ سحر وہ کام ہے جس میں آنکھوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے" سحروا اعين الناس " کہ انہوں نے لوگوں کی آنکھوں کو دھوکہ دیا، جیسا کہ کہا جاتا ہے، کہ ان رسیوں اور لاٹھیوں میں کوئی خاص دواء ڈالی گئی جو سورج یا آگ کی حرارت کی وجہ سے حرکت کرنے لگی۔ (البحر المحیط ۱/۴۷۱، بقرہ ۱۰۲)

موصوف نے دیگر اقسام ذکر کئے ہیں مگر ان اقسام کا سحر سے کوئی تعلق نہیں۔

نمبر ۲۲ :۔ نظام الدین نیشاپوری لکھتے ہیں:۔ کہ

"السحر كل مالطف ماخذه وخفي سببه ۔۔۔ سحره خدعه وفي الشرع مختص بكل امر يخفى سببه ويخيل من غير حقيقة ويجرى مجرالتمويه ولخداع ۔۔ سحروا اعين الناس يعنى موّهو عليهم حتى ظنوا ان حبالهم وعصيهم تسعى " (غرائب القرآن ۱/۳۴۶، بقرہ ۱۰۲)

سحر ہر وہ چیز ہے جسکا ماخذ باریک اور سبب پوشیدہ ہو، اور وہ حقیقت کے خلاف نظر آئے، فراڈ اور دھوکے پر مبنی ہو " سحروا اعين الناس "کا ترجمہ ہو گا، انکو چکما دیا یہاں تک کہ انکو گمان ہو گیا کہ رسیاں اور لاٹھیاں گویا کہ دوڑ رہی ہیں۔

موصوف نے بھی سحر کے اقسام میں چغلی اور دیگر نامناسب افعال وامور کو شمار کیا ہے۔ جو کسی عاقل سے مخفی نہیں کہ باطل ہیں۔

نمبر ۲۲: صاحب بحر المدید نے سورۃ یونس میں لکھا:۔ کہ

"ان الله لا يصلح عمل المفسدين اى لا يشبه ولا يديمه وفيه دليل على ان السحر تمويه لا حقيقة له " (البحر المدید سورۃ یونس آیت ۸۱)

کہ " ان الله لا يصلح عمل المفسدين "کا معنی یہ ہے، کہ فساد مچانے والوں کو نہ اس عمل پر ثواب دیتا ہے اور نہ اس عمل سحر کو باقی رکھتا ہے، یعنی سحر لمبی مدت گھنٹوں تک نہیں رہتا، اور اسمیں دلیل ہے کہ جادو صرف ایک فراڈ ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں۔

نمبر۲۴: خطیب شربنی اپنے تفسیر میں لکھتے ہیں :۔ کہ " السحر " واختلف فيه هل هو تخييل او حقيقة قال بالاول المعتزلة واستدلوا بقوله تعالى يخيل اليه من سحرهم ، وقال بالثانى اهل السنة ويدل لذالك الكتاب والسنة الصحيحة " (تفسیر الخطیب الشربینی ۹۳/۱ بقرہ ۱۰۲)
کہ سحر میں اختلاف ہے، معتزلہ کہتے ہیں کہ سحر صرف وہم اور خیال ہے۔ جسکی کوئی حقیقت نہیں اور دلیل یہ آیت ہے " يخيل اليه من سحرهم " اور اہل سنت والجماعت کہتی ہے اسکی حقیقت ہے، اور دلیل کتاب وسنت صحیحہ ہے،۔ مگر کتاب وسنت میں دلیل کہاں ہے؟ جب یہ قول نقل کیا کہ جادو صرف خیال ہے تو نقد دلیل ساتھ ذکر کیا ہے، مگر دوسرے قول کیساتھ کوئی دلیل ذکر نہ کیا، بلکہ کہا کہ کتاب وسنۃ ہے، جسکی کمزوری خود بخود ظاہر ہوگئی کہ دلیل ہے نہیں ورنہ پوری کتاب اللہ سے کوئی بتادے۔
نمبر ۲۵:۔ " قاضی ابو السعود العمادی نے بھی کئی اقسام بناڈالے ہیں، اور حقیقت میں وہ اقسام جادو کے ہیں ہی نہیں، لیکن پھر بھی انہوں نے سب کو باطل قرار دیا ہے، لکھتا ہے:۔ کہ
"منها التخيلات الاخذة بالعيون وتسمى شعوذة" (تفسیر ابی السعود ۱۳۷/۱ بقرہ ۱۰۲)
اور ایک قسم وہی شعبدہ بازی ہے جسمیں تخیل سے آنکھوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے، سورۃ یونس میں "سيبطليه" کے تحت لکھتا ہے "سيظهر بطلانه للناس " کہ اس کا بطلان لوگوں کو بہت جلد معلوم ہوجائیگا۔ ثابت ہوا کہ جادو چند منٹ سے زیادہ نہیں رہتا، آگے لکھا " وفيه دليل على ان السحر افساد وتمويه لا حقيقة له " (تفسیر ابی السعود ۱۷۰/۴ آیت یونس ۸۱)
اسمیں اس بات کی دلیل ہے کہ جادو فساد مچانا اور دھوکہ کرنا ہے جسکی کوئی حقیقت نہیں ہوتی۔
نمبر۲۶:۔ محمد علی الصابونی صاحب لکھتے ہیں، الصحاح جوہری کے حوالے سے کہ
" كل ما لطف ماخذه ودق فهو سحر وسحره ايضا خدعه" (صفوۃ التفاسیر ۵۸/۱ بقرہ ۱۰۲)
سحر ہر وہ (کام یا شی) جو انتہائی پھرتی اور باریکی سے کیا جائے سحرہُ کا معنی ہو گا دھوکہ دینا۔
نمبر ۲۷:۔ امام ابن کثیر صاحب نے بھی دو اقوال نقل فرمائے ہیں، ایک ان لوگوں کا قول جو کہتے ہیں کہ ساحر کے سحر کے زریعے انسان کو گدھا اور گدھے کو انسان بنانے پر قادر ہے، اور قرآن وسنت میں ان کے لئے دلیل جس روایت سے پکڑا ہے۔" وقد استدل بهذ الاثر من ذهب الى ان الساحر له تمكن فى قلب الاعيان " کہ اس اثر سے ان لوگوں نے دلیل پکڑا جو کہتے ہیں کہ ساحر اشیاء کی حقیقت کو تبدیل کرنے پر قادر ہے۔ (ابن کثیر ۳۱۷/۱)
مگر اس اثر اور روایت پر عبد الرزاق المہدی لکھتے ہیں کہ "والصواب ان الساحر لا يستطيع قلب الاعيان وهذا خبر موضوع مصنوع ۔ (ابن کثیر ۳۱۷/۱، حاشیہ ۳)

کہ صحیح بات یہ ہے کہ ساحر اشیاء کی حقائق تبدیل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا، اور جس حدیث یا اثر سے استدلال کیا ہے یہ اثر منگھڑت اور بنایا گیا ہے۔

پھر آگے امام ابن کثیر لکھتے ہیں۔ "وقال آخرون بل ليس له قدرة الا على التخييل كما قال تعالى سحروا اعين الناس وقال تعالى يخيل اليه دیگر حضرات کہتے ہیں کہ نہیں ساحر کی کچھ قدرت نہیں ماسوا تخییل کے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتے ہیں "سحروا اعين الناس " (الاعراف ۱۱۶)
کہ انہوں نے آنکھوں کو دھوکہ دیا، اور جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا" يخيل اليه بسحرهم "انکو سحر کی وجہ سے ایسا خیال ہوتا تھا۔ (ابن کثیر ۱/۳۱۷) قدیمی کتب خانہ)

پھر ابن کثیر نے آٹھ قسم سحر بیان فرمائے ہیں، حالانکہ وہ سحر کے اقسام بالکل نہیں، مثلا آٹھویں قسم میں چغلخوری شمار کی ہے، حالانکہ کہاں جادو اور کہاں چغلخوری ساتویں قسم میں جھوٹے دعوی سے کسی کم عقل کو ڈرانا اور ڈرا کر اس سے کچھ کروانا، چھٹی قسم خاص دواء اور کمیکل کے استعمال سے بعض کرتب دکھانے کو سحر کی قسم قرار دیا، اسی طرح شعبدہ بازی کو وغیرہ وغیرہ حالانکہ اکثر اشیاء کا سحر سے دور کا بھی تعلق نہیں، مگر لوگ تحقیق سے نہیں شخصیات سے متاثر ہوتے ہیں۔

لہذا ابن کثیر کا نام دیکھ کر تحریر پر غور کئے بغیر تحریرات پر ایمان لاتے ہیں، حالانکہ اکثر مصنفین نے بے سروپا چیزیں لکھی ہیں، بلکہ جھوٹ بے حقیقت اشیاء لکھے ہیں، جیسے کہ موصوف اور امام رازی نے ادویات کا استعمال بھی جادو قرار دیا، مگر کوئی جھوٹ کو جھوٹ کہنے والا نہیں۔

کچھ علماء کی غلط بیانی!

بڑے لوگ بڑی غلط بیانیاں بھی کرتے ہیں، ابن کثیر صاحب نے دواوں چغلخوریوں کو اکب پرستیوں کو سحر میں شمار کرنے کے علاوہ ایک لطیفہ یہ بھی لکھا ہے، کہ ابوالمظفر یحی بن ھبیرہ نے اپنی کتاب (الاشراف علی مذاہب الاشراف) میں لکھا ہے:" اجمعوا على ان السحر له حقيقة الا ابا حنيفة فانه قال لا حقيقة له عنده " (ابن کثیر ۱/۳۲۶ قدیمی کتب خانہ)
کہ علماء امت نے اجماع کیا ہے، اس بات پر کہ سحر کی حقیقت ہے، سیوائے ابو حنیفہ کے اس لئے کہ وہ کہتا ہے، کہ سحر کی کوئی حقیقت نہیں اسکے نزدیک۔۔۔ حالانکہ یہ غلط بیانی ہے، کیونکہ پہلے تو اس اجماع کو ثابت کرنا محال ہے، دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے صرف ابو حنیفہ کا انکار لکھا ہے، حالانکہ دیگر علماء بھی حقیقت سحر کے منکر ہے، چنانچہ ابن حجر لکھتے ہیں۔

" واختلف فی السحر فقیل هو تخییل فقط ولا حقیقة له وهذا اختیار ابی جعفر الاستربازی من الشافعیة وابی بکر الرازی من الحنفیة وابن حزم ظاہری وطائفة"

(فتح الباری ۱/۲۳۳)

سحر کے بارے میں اختلاف ہے کہا گیا کہ سحر (جادو) صرف خیال ہے، اسکی کوئی حقیقت نہیں، اسکو شافعیہ میں سے ابو جعفر استربازی اور احناف میں ابو بکر جصاص اور امام ابن حزم ظاہری اور ایک جماعت نے اختیار کیا۔

آپ نے دیکھا کہ ابن حجر اس قول کو ایک جماعت علماء کی طرف منسوب کرتے ہیں، تو پھر اجماع کا دعوی کرنا سوائے دل کو تسلی دینے کے اور کچھ نہیں، جس اجماع میں امام ابو حنیفہ ابو جعفر وابن حزم اور دیگر کئی علماء نہ ہوں وہ اجماع کیسے ہو گا، امام ابن حزم ایسے ہی ایک جھوٹے اجماع پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ " واف لکل اجماع یخرج عنه هؤلاء" (المحلی ۷/۳۷۸)

حیف ہو ہر اس اجماع پر جس سے یہ سب خارج ہوں۔

نمبر ۲۸: علامہ جصاص الحنفی کی تحریر پیش کرنے سے پہلے انکے بارے میں علماء کی رائے ملاحظہ کریں۔

رائے نمبر ۱: امام ذہبی کو لوگ رجال کے امام سمجھتے تھے، وہ امام جصاص کے متعلق لکھتے ہیں کہ

"الامام العلامه المفتی المجتهد عالم العراق ابو بکر احمد ابن علی الرازی الحنفی صاحب التصانیف تفقه بابی الحسن الکرخی وکان صاحب حدیث ورحلة ـ۔ والیه المنتهی فی معرفت المذهب وکان مع براعته فی العلم ذاذهد وتعبد عرض علیه قضاء القضات فافتنع منه ویحتج فی کتبه بالاحادیث المتصلة باسانیده۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۵۳۹، ۳۵۹۱)

یعنی ابو بکر جصاص صاحب (وقت وعلوم کے) امام علامہ، مفتی مجتہد پورے عراق کے بڑے عالم اور کئی کتب کے مصنف تھے، آپ نے امام ابو الحسن کرخی سے فقہ حاصل کی، آپ ایک محدث اور احادیث کے حصول کے لئے سفر کرنے والے تھے، اور مسلک کی پہچان میں انہی کی طرف اختتام ہے، اور آپ علم میں یکتا ہونے کیساتھ ساتھ زہد وعبادت والے بھی تھے، اس پر قاضی القضاۃ کا عہدہ پیش کیا گیا، تو اس نے انکار کیا، اور وہ اتنے بڑے پائے کے محدث ہیں کہ انکی کتابوں کی احادیث متصلہ بالاسناد سے احتجاج کیا جاتا ہے۔

رائے نمبر ۲: خطیب بغدادی نے امام جصاص کے بارے میں لکھا ہے:۔

"احمد بن علی ابو بکر الرازی الفقیه الجصاص امام اصحاب الرایٔ فی وقته وهو مشهور بالزهد و الورع ۔۔۔ وخوطب ان یلی قضاء القضاه فامتنع واعید علیه الخطاب فلم یفعل وله تصانیف کثیرة مشهورة ۔۔ (تاریخ بغداد ۵/۷۲ رقم ۲۴۲۸ ذکر احمد بن علی)

احمد بن علی ابو بکر الرازی الفقیہ الجصاص اپنے وقت میں احناف کے امام تھے، آپ زہد و تقوی میں مشہور تھے، آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدہ دو مرتبہ پیش کیا گیا، مگر آپ نے اس سے انکار کیا، انکی بہت ساری تصانیف مشہور ہیں۔

رائے نمبر ۳: علامہ احمد الادنروی نے اپنی مایہ ناز کتاب طبقات المفسرین ترجمہ ۱۱۲ میں جصاص کی تعریف کی ہے۔

رائے نمبر ۴: امام ابن کثیر نے بھی انکو رئیس الاحناف لکھا ہے۔(البدایۃ والنھایۃ ۱۱/۷/۳۳۴)

امام جصاص کی ہسٹری کے لئے مزید حوالے دیکھیں:۔

طبقات الفقهاء للشرازی ۱۴۴، والفهرست ۲۰۸ تاریخ اسلام ۴۳۲/۲۶ ۔ الجواهر المضیه ۸۴/۱، المنتظم ۱۰۸/۷ ، رقم ۱۳۸ العبر ۳۵۴، الکامل فی التاریخ 9/9، شذرات الذهب ۱۷۱، تاج التراجم ۶ طبقات المدلسین ۲۰۳۔

اعتزال کی طرف میلان انکا ثابت ہے، مگر رواۃ بخاری کی طرح شیعہ اور منکر تقدیر نہیں چناچہ امام جصاص لکھتے ہیں:۔ کہ

"الساحر والمعزم لو قدرا علی ما ادعیا من النفع والضرر من الوجوه التی یدعون وامکنهما الطیران والعلم بالغیوب واخبار البلدان النائیة والخبئیات والسرق والاضرار بالناس من غیر الوجوه التی ذکرنا لقدروا علی ازالة الممالك واستخراج الکنوز والغلبة علی البلدان بقتل الملوك بحیث لا یبداهم مکرو ولما مسّهم السوئ ولا امتنعوا عمن قصدهم بمکروه ولا استغنوا عن الطلب لما فی ایدی الناس فاذالم یکن کذالك وکان المدعون لذلك اسوا الناس حالا، واکثرهم طمعاو احتیالا وتوصلا لاخذ دراهم الناس واظهرهم فقرا واملاقا علمت انهم لا یقدرون علی شئی من ذلك ۔(احکام القرآن ۱/۵۷، ۵۸ دار لکتب العلمیه)

اگر جادو گر صاحبان اور دم کرنے والے جس طریقے سے نفع اور نقصان پہنچانے کے دعویدار ہیں اسی طرح اگر ان امور پر قدرت رکھتے، اور اگر ہوا میں اڑ سکتے اور علم غیب رکھتے اور دور دراز ممالک کے خبر رکھتے اور پوشیدہ رازوں سے واقف ہوتے اور مخلوق کو ضرر پہنچانے پر قادر ہوتے، جس طرح ہم نے پہلے ذکر کیا، پھر تو اس پر بھی قادر ہوتے کہ ملکوں کو صفحہ ہستی سے مٹا دیتے، اور زمین کے خزانے نکال لیتے اور نہ یہ خود کسی برے کام سے منع ہوتے، اور لوگوں کے ہاتھوں میں جو کچھ ہے اس کے لینے سے تو بالکل مستغنی ہوتے مالدار ہوتے، لیکن جب حقیقت ایسا نہیں ہے، اور یہ لمبے چوڑے دعوں والوں کا حال بہت برا ہے، اور لوگوں کا مال و دولت کو مکر اور چالاکی سے بٹورتے ہیں سب سے زیادہ فقیر اور محتاج لوگ یہی جادو گر صاحبان ہوتے ہیں تو سمجھ لو کہ یہ لوگ ان اشیاء میں سے کسی بھی کام اور چیز پر قادر نہیں۔

نمبر۲۹:۔ علامہ ابن قدامہ المقدسی الحنبلی لکھتے ہیں:۔ کہ

"وذهب بعض اصحابه الى انه لاحقيقة له انما هو تخييل لان الله قال يخيل اليه من سحرهم انها تسعى طه ٦٦ وقال اصحاب ابي حنيفه ان كان شيئا الى بدن المسحور كدخان ونحوه جاز ان يحصل منه ذلك فاما ان يحصل المرض والموت من غير ان يصل الى بدنه شئى فلا يجوز ذلك لانه لو جاز لبطلت معجزات الانبياء لان ذلك يخرق العادات" ۔(المغنی ۱۲/ ۲۹۹ قاہرہ و ۹/ ۱۷۵ طبع آخر)

امام ابو حنیفہؒ کے بعض شاگرد کہتے ہیں، کہ جادو کی کوئی حقیقت نہیں، یہ صرف ایک وہم اور خیال ہے، اس لئے کہ اللہ تعالی نے سورۃ طہ ۶۶ میں اسکو خیال کہا اور امام ابو حنیفہ کے مسلک والے کہتے ہیں، کہ اگر کوئی شئی مثلا دھواں یا کوئی اور چیز مسحور (جادو شدہ) شخص کے جسم میں پہنچ جائے، تو پھر تو ممکن ہے، کہ مسحور کو کچھ ضرر پہنچے لیکن اس کے بدن کو کچھ پہنچے بغیر مرض یا موت حاصل ہونا یہ جائز اور ممکن نہیں، اس لئے کہ اگر ایسا ممکن ہو جائے تو پھر تو انبیاء کرامؑ کے معجزات باطل ہو جائیں گے، اس لئے کہ وہ بھی خوارق عادت ہوتے ہیں حقیقۃ۔

اب خدارا ذرا جمہور کے نام سے مشہور ہونے والے قول کا بھی جائزہ لیں، ابن قدامہ المقدسی الحنبلی ہی فرماتے ہیں کہ "فمنه ما يقتل وما يمرض ويا خذ الرجل عن امراته فيمنعه وطاها ومنه ما

يفرق بين المرء وزوجه وما يبغض احدهما الى الاخر او يحبّب بين اثنين وهذا قول الشافعي۔ (المغنی ۲۹۹/۱۲، طبع دیگر ۱۷۵/۹)

جادو میں ایسی قسم بھی ہے، جو آدمی کو مارتا ہے، اور ایسا بھی ہے جو انسان بیمار کر دیتا ہے اور آدمی کو بیوی کے جماع سے بھی روکتا ہے، اور ایسا جادو بھی ہے، جو میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالدیتا ہے، اور ایک دوسرے کے دل میں نفرت اور محبت بھی پیدا کر سکتا ہے، اور یہ قول امام شافعیؒ (بلکہ جمہور کا) ہے اب خدارا ذرا غور کریں قرآن چیخ چیخ کر پکارتا ہے، کہ بلا سبب بغیر کسی شی پہنچائے بیمار کرنے والا اور مارنے والا صرف اور صرف اللہ ہے، مگر جمہور کی طرف منسوب عبارت یہ تمام تر خدائی تصرفات ایک ساحر کے لئے ثابت کرتی ہیں۔

قرآن کا ایک جملہ ذرا غور سے پڑھو" وَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ لَوْ أَنفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَّا أَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ أَلَّفَ بَيْنَهُمْ إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ " (الانفال ۶۳)

ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی نے ڈالی ہے، اگر آپ (اے پیغمبرؐ) زمین میں جو کچھ ہے سارا کا سارا بھی خرچ کر دیتے۔ تب بھی ان صحابہ کے دلوں کو آپس میں ملا نہ سکتے لیکن یہ تو صرف اللہ ہی ہے جس نے انکے دلوں میں الفت ڈالدی، اب رب کے کلام کے جملے پر غور کریں۔ اور جمہور کے عقیدے پر بھی غور کریں، آخر جو کام امام الانبیاء پوری دنیا وما فیہا کو خرچ کر کے نہیں کر سکتا، وہ جادوگر ایک چف یا شیطانی عملیات سے کر سکے، تو ذرا اس فرق پر نظر توڑالیں؟

لطیفہ:- اگر جادوگر محبتیں اور نفرتیں پیدا کر سکتے ہیں، تو پھر دفاعی بجٹ پر اتنے عظیم خرچوں کی کیا ضرورت ہے، بس صرف ایک جادوگر وزیر خارجہ بنادیں وہ تمام ہندوستان اور دشمن ممالک کے دلوں میں پاکستان کے لئے محبت ڈال دیں، نہ رہے بانس نہ بجے بانسری، یا صرف ممالک کے صدور اور آرمی چیف ہی پر سحر کریں، اگر جادو اتنا کارآمد چیز ہے، تو دنیا ٹکنالوجی پر بے جا خرچے کیوں کرتی ہیں۔ بس ایک ساحر سے کچھ بھی کروائیں، استغفر اللہ گندی عقیدت نے پوری دنیا کو بے وقوف بنایا ہے۔

نمبر ۳۰: امام راغب الاصفہانی متوفی ۵۰۲ھ نے فرمایا کہ

"السحر: الاول الخداع وتخيلات لا حقيقة لها نحو ما يفعله المشعبذ بصرف الابصار عما يفعله لخفة يد" (مفردات القرآن ۲۲۶ آرام باغ)

Scanned with CamScanner

سحر کئی معانی میں استعمال ہوتا ہے، پہلا معنی یہ ہے، دھوکہ اور بے حقیقت تخیلات جیسا کہ شعبدہ باز اپنے ہاتھ کی صفائی سے نظروں کو حقیقت سے پھیر دیتا ہے۔ (مفردات القرآن اردو ۴۶۱)

نمبر ۳۱: عربی اردو المنجد کے مترجمین جو دارالعلوم دیوبند، اظہر وغیرہ کے دس جید علماء ہیں وہ لکھتے ہیں:۔ کہ "سَحَّرَہُ (ف) سحر دھوکہ دینا،" السحر "مصدر ہے، ہر وہ چیز جس کا ماخذ لطیف و باریک ہو جھوٹ کو سچ بنا کر دیکھانا، حیلہ سازی، فساد" (المنجد عربی اردو ۴۶۰)

نمبر ۳۲:۔ قاضی زین العابدین اپنی قرآنی ڈکشنری میں تحریر کرتے ہیں۔

لغت میں ہر اس شئ کو سحر کہتے ہیں، جس کا سبب پوشیدہ ہو، اس کا ماخذ سحر ہے، جسکے معنی ہیں، پیپھڑا" جو ایک اندرونی (پوشیدہ) عضو ہے، اور اپنے لطیف و نازک صفت کے لحاظ سے حیرت انگیز ہے ۔۔۔۔ چنانچہ دھوکہ اور تخیلات جن کی کوئی اصل حقیقت نہیں ہوتی (اسکو بھی سحر کہا جاتا ہے) جیسا کہ شعبدہ باز، لوگوں کی نگاہوں سے بچا کر ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہیں، چنانچہ موسیٰؑ اور فرعون کے مقابلہ کے واقعہ میں جو آیت ہے (سحروا عین الناس واسترھبوھم) جادوگروں نے لوگوں کی نگاہوں کو دھوکہ دیا، اور انہیں ہیبت زدہ کر دیا یہی مراد ہے۔ (قاموس القرآن ۲۷۵)

نمبر ۳۳:۔ وزارۃ الاوقاف والشئون الاسلامیہ الکویت کے علماء نے لکھا کہ

"السحر لغة كل ما لطف ماخذه ودق اما فی الاصطلاح فقد اختلف الفقهاء وغیرهم من العلماء فی تعریفه اختلافا واسعا فذهب المعتزله وابوبکر الرازی الحنفی وابوجعفر الاسترابازی والبغوی من الشافعیه الی انکار جمیع انواع السحر وانه فی الحقیقة تخیل من الساحر علی عمن یراه وایهام له بما هو خلاف الواقع وان السحر لا یضر الا ان یستعمل الساحر سما او دخانا یصل الی بدن المسحور فیؤذیه ونقل مثل هذا عن الحنفیه وان الساحر لا یستطیع بسحره قلب الحقائق فلا یمکنه قلب العصا حیة ولا قلب الانسان حمارا" (الموسوعة الفقهیه الکویتیة ۲۴/۲۵۹، ۲۴/۲۶۲)

سحر لغت میں ہر وہ شئ جسکا ماخذ انتہائی باریک اور پوشیدہ ہو۔۔ اور اصطلاحی تعریف میں فقہاء و دیگر علماء نے بہت وسیع اختلاف کیا ہے۔ چنانچہ معتزلہ اور ابو بکر الرازی امام جصاص اور ابو جعفر الاستر بازی، اور بغوی شافعیہ میں سے یہ حضرات تمام اقسام سحر کے تاثیر کا انکار کرتے ہیں، کہ یہ حقیقت میں ساحر کی طرف سے ایک خیال ہے، جو وہ دیکھنے والوں پر ڈالتا ہے، اور واقعہ یعنی حقیقت کے خلاف ایک وہم ہے،

اور سحر کسی کو ضرر نہیں پہنچا سکتا، البتہ اگر ساحر زہر قاتل کوئی (زہریلا) دھنواں استعمال کرے جو مسحور کے بدن میں داخل ہوں تو پھر اسکو نقصان پہنچ سکتا ہے، اور یہی احناف سے نقل ہوا ہے، اور یہ بھی منقول ہے، کہ ساحر اپنے سحر کی طاقت سے کسی چیز کی حقیقت تبدیل نہیں کر سکتا اور نہ یہ ممکن ہے، کہ عصاء (لاٹھی) کو سانپ بنادے اور نہ انسان کو گدھا بنانے پر قدرت رکھتے ہیں۔

نمبر ۳۴:۔ شیخ زادہ علی البیضاوی لکھتے ہیں:۔ کہ

سحر (جادو) اصل میں ایسی چیز کو کہتے ہیں، جسکے اسباب بالکل باریک لطیف اور مخفی ہوں اور شریعت کے اصطلاح میں سحر ہر اس چیز کو کہتے ہیں، جسکے اسباب مخفی ہوں اور اس سے حقیقت کے خلاف خیال پیدا کیا جائے، اور اس سے دھوکہ اور فریب دیا جائے۔ (حاشیہ بیضاوی از شیخ زادہ ۳/۱۷)

نمبر ۳۵:۔ مولانا ابو لکلام آزاد صاحب لکھتے ہیں:۔ کہ

اللہ تعالی نے جادو گروں کے بارے میں فرمایا کہ " لوگوں کی نگاہیں جادو سے ماردی تھیں "۔ یعنی جادو کے شعبدوں کی کوئی حقیقت نہیں، محض نگاہ کا دھوکہ ہے، چنانچہ دوسری جگہ اسے تخیل کی تاثیر سے بھی تعبیر فرمایا، " یخیل الیہ " (ترجمان القرآن ۲/۲۰، ۲/۲۲ سورہ اعراف آیت ۱۱۶)

اعراف ایت ۱۱۷ میں فرمایا، ما یافکون " یعنی انکی نمائش جھوٹی تھی، جادو کا اعتقاد دنیا کے قدیم اور عالمگیر گمراہیوں میں سے ہے، اور نوع انسانی کے لئے بڑی مصیبتوں کا باعث ہو چکا ہے، قرآن نے آج سے کئی سو سال پہلے اس کے بے اصل ہونے کا اعلان کیا، لیکن افسوس دنیا متنبہ نہ ہوئی۔ (ترجمان القرآن ۲/۲۶)

نمبر ۳۶:۔ صوفی عبد الحمید سواتی ثم گجرانوالہ کہتے ہین کہ 'لغوی اعتبار سے سحر کا معنی لطیف باریک یا مخفی شی ہے، سحر میں چونکہ کوئی چیز ظاہری طور پر نظر نہیں آتی اس لحاظ سے اسے سحر کہتے ہیں۔ عربی زبان میں سحر کا ایک معنی " پھیپھڑا " بھی ہوتا ہے، وہ بھی مخفی ہوتا ہے، نظر نہیں آتا لہذا اس لحاظ سے بھی سحر میں اخفاء کا معنی پایا جاتا ہے۔ (معالم العرفان ۲/۲۶۸، ۲۶۹)

نمبر ۳۷:۔ سید سلیمان ندوی سیرۃ النبی ﷺ میں رقمطراز ہیں:۔ کہ

سحر جادو کوئی موثر حقیقی شی نہین، سورۃ طہ میں نہایت تصریح کے ساتھ یہ حقیقت واضح کی گئی ہے، کہ خیال سے زیادہ اس کی حقیقت نہیں، " فاذا حبالھم وعصیھم یخیل الیہ من سحرھم انھا تسعی " پھر ناگہاں مصر کے جادو گروں کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے جادو کی وجہ سے موسیٰ کے خیال میں معلوم ہونے لگیں کہ وہ دوڑ رہی ہیں۔ (طہ ٦٦) سیرۃ النبی ﷺ ۳/۱۷۹)

نمبر ۳۸:۔ باوادیال صاحب جو سحر کا ماہر ہے خود لکھتے ہیں:۔ کہ

لفظ جادو ایک ایسا ہمہ گیر لفظ ہے، جس کی حدوں کے اندر تمام مکاریاں فریب سازیاں اور شعبدہ بازیاں جنم لیتی اور پروان چڑھتی ہیں، ہر دل و دماغ پر جادوگری کے روایات مسلط ہیں، جسے دیکھ کر یہی کہتا ہے، کہ جادو برحق ہے لیکن کرنے والا کافر ہے، ان لوگوں کا عقیدہ ہے، کہ جادو ایک کالا علم ہے، اور اسکے اڑھائی حروف ہیں، انہیں جو یاد کرلیں اور اس پر عمل کو پورا کرنے سے وہ ہر کام جادو کے زریعے کرسکتا ہے، مسلمانوں کو بھی بدبختی سے جادو کے برحق ہونے کا یقین رہا ہے، اور اکثر علماء نے قرآن مجید کے آیتوں اور بعض حدیثوں کے غلط معنی سمجھ کر یہ بات قرار دی کہ قرآن مجید اور حدیثوں سے جادو کا برحق ہونا ثابت ہوجاتا ہے، حالانکہ یہ خیال محض غلط ہے، پچھلے زمانے میں اگرچہ لوگوں کا یقین تھا، اور وہ سمجھتے تھے، کہ جادو سے آدمی گدھا اور گدھے سے آدمی بن سکتا ہے، مگر اس زمانہ میں جو لوگ زیادہ سمجھ دار تھے، انہوں نے جادو کے برحق ہونے سے انکار کیا ہے، من جملہ انکے ایک امام ابو حنیفہ بھی ہیں، جنہوں نے فرمایا کہ سحر کی کچھ اصلیت نہیں ہے، اور معتزلہ کل سحر کے برحق ہونے کے قائل نہیں ہیں، شافعیوں میں ابو جعفر اور حنفیوں میں ابو بکر رازی جصاص اور ظاہریوں میں سے ابن حزم ظاہری بھی سحر کے برحق ہونے کو نہیں مانتے، جادو کے کھیل تماشے جو عام طور پر آپ لوگ دیکھتے رہتے ہیں۔ یہ صرف ہاتھ کے صفائی اور چالاکی ہوتی ہے۔ (شعبدہ بازی از باوادیال ص ۱۱ تا ۱۴)

باوادیال چونکہ خود سحر کا ماہر ہے اس لئے اسکا قول حرف آخر ہے۔

نمبر ۳۹:۔ مولانا عبد الرشید نعمانی صاحب لکھتے ہیں:۔ کہ

نمبر ۱) دھوکہ دینا اور بے حقیقت خیالات کا پیدا کرنا جیسے شعبدہ باز جو کچھ بھی کرتا ہے۔ ہاتھ کی صفائی کے بنا پر نظریں بچا کر کرتا ہے۔

نمبر ۲) اور جیسے کہ چغلخور طمع کی باتوں کے ذریعہ (جو دوسری طرف سے) کانوں کو بند کردیتی ہیں کیا کرتا ہے "سحروا اعین الناس "الخ انہوں نے دھوکہ دیا لوگوں کی آنکھوں کو اور ان کو ڈرایا اس کے متعلق فرمایا" یخیل الیہ من سحرھم "اسکے خیال میں آئیں ان کے دھوکے کی وجہ سے۔ (لغات القرآن ۳/۱۹۰ ادارالاشاعت)

نمبر ۴۰:۔ علامہ انور شاہ صاحب کشمیری نے لکھا ہے:۔ کہ

"ثم للعلماء بحث فی ان السحر ھل یؤثر فی تغییر الماھیۃ ام لا ؟ظاھر قولہ تعالی یخیل الیہ من سحرھم "ان سحرھم کان تخیلا فقط مع بقاء العصی والحبال علی ماھیاتھا ،" (فیض الباری ۴/۳۷۱)

علماء کا اس میں بحث ہے، کہ سحر تغیر ماہیت (اشیاء کے حقائق بدلنے) میں تاثیر رکھتا ہے یا نہیں، اللہ تعالی کے قول یخیل الیہ من سحرھم کے ظاہر سے ثابت ہوتا ہے، کہ ان فراعنہ کا سحر فقط وہم اور خیال تھا، لاٹھیاں اور رسیاں اپنی ہیئت پر ہی تھیں، صرف انکی نظر کا دھوکہ تھا، موصوف آگے

جمہوریت کو خوش کرنے یا راضی کرنے یا بلا حجت ان سے متاثر ہو کر لکھتا ہے، کہ "ثم ان السحر له تاثير فی التقليب من الصحة الى المرض وبالعكس ، اما فی قلب الماهية فلا ، وتراءی فيه من قلب الماهية لا يكون فيه الا التخييل -- وهذا ما نسب الى ابي حنيفة ان السحر تخيل فقط لا يريد به نفي التاثير مطلقا، بل يريد به نفی التاثير فی حق القلب الماهيات ولا ريب ان ليس له فيه تاثير غير التخييل"۔ (فيض البارى ۳/۴۷۷)

ھاں سحر میں تاثیر ہے، کہ صحت مند آدمی کو مریض کر دے، اور مریض کو صحت سے نوازے اور قلب ماہیت میں سحر کی تاثیر نہیں، اور جو کچھ لوگوں کو نظر آتا ہے، یہ فقط ایک خیال (مغالطه) ہوتا ہے، اور یہی بات امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب ہے کہ سحر فقط تخیل ہے وہ مطلقا تاثیر کے نفی نہیں کرتے، بلکہ نفی تاثیر مراد ہے قلب ماہیات میں، اور اسمیں شک نہیں، کہ اس میں تخییل کے علاوہ کچھ نہیں۔

یاد رہے بلا اسباب کسی کو مریض کرنا اور شفا یا صحت مند کرنا صرف اللہ کا کام ہے، ان بے چاروں کو مرض اور صحت کا مغالطہ صرف اور صرف روایت سحر علی النبی ﷺ سے ہوا ہے، جو آئندہ صفحات میں حل ہو جائیگا، ان شاء اللہ تعالی۔

نمبر ۴۱:۔ اور یہی کچھ غلام احمد پرویز نے بھی لکھا ہے کہ

" السحر صاحب محیط نے لکھا ہے کہ اسکے بنیادی معنی موڑنے اور پھیرنے کے ہیں، اور اس سے مطلب ہوتا ہے، باطل کو حق کی صورت میں پیش کرنا۔ (محیط)

اور صاحب تاج العروس نے لکھا ہے، کہ اس سے مراد ہر وہ چیز ہے، جسکا ماخذ لطیف (باریک) اور دقیق ہو، یعنی ایسا دھوکہ جس میں پتہ نہ چلے کہ دھوکہ کس طرح دیا گیا ہے، پھر یہ لفظ عام دھوکے کے معنی میں بھی استعمال ہونے لگا۔ (ابن قتیبہ القرطین ۱/۲۵۷) لغات القرآن ۲/۸۵۴)

جادو کے بارے میں خالق کائنات کا فرمان:۔ پچھلے صفحات میں ہم نے جادو کے بارے میں مخلوق یعنی علماء محققین کی رائے نقل کیں کہ جادو صرف دھوکہ، خیال اور بے حقیقت چیز ہے، اب آئیے قرآن کریم کی رائے لے لیں کہ میرے اور تمہارے رب نے جادو کو کیا نام دیا۔

فرعون کے جادوگروں نے جیت اور لالچ زر کے خاطر جو سحر یا کرتب دیکھائے تھے میرے رب نے اسکو سحر عظیم کا نام دیا، کہ دنیا کا سب سے بڑا جادو جیسا کہ قرآن نے کہا" وجاءو بسحر عظيم "(الاعراف ۱۱۲) کہ جادوگروں نے بہت بڑا سحر پیش کیا، اور فرعون کے جادوگر کوئی معمولی جادوگر نہ تھے، قرآن نے فرمایا، "ياتوك بكل سحار عليم " (الشعراء ۳۷)

کہ ملک میں آرڈر کرواعلان کریں تولائیں گے تیرے پاس ہر بڑا اور علم سحر پر خوب عبور رکھنے والا جادوگر۔ سورۃ اعراف ۱۱۲ میں بھی ہے یونس ۷۹ لیکن جب انہوں نے پورا زور لگایا، اور کئی دنوں سے تیاری کی اور دنیا کا سب سے بڑا جادو کیا، تو میرے رب نے انکے پیش کردہ جادو یا سحر کو کیا نام دیا؟

میرے رب نے فرمایا" انما صنعوا کید ساحر " (طه ٦٩)

انہوں نے جو بنایا یہ صرف اور صرف جادوگر کی چال اور فریب ہے۔

اللہ تعالی نے ان بڑے ماہر ترین جادوگروں کی عظیم جادو کو صرف کید، چال اور فریب کہا، آیئے دیکھتے ہیں کہ کتابوں کی دنیا اس کید ساحر کا کیا معنی کرتے ہیں۔

نمبر۱: مولانا عبد الرشید نعمانی صاحب لکھتے ہیں:۔ کہ

"کید" جو پارہ نمبر ۱۶ اور رکوع نمبر ۱۲ ایت طه ۶۹ میں ہے، اسکا معنی، مکر فریب داؤ، ضَرَبَ سے کید مصدر اور اسم مصدر رہے۔(لغات القرآن ۵/۱۷۵)

نمبر ۲: امام راغب اصفہانی لکھتے ہیں:۔ کہ

"الکید ضرب من الاحتیال قد یکون مذموما وممدوحا وان کان یستعمل فی المذموم اکثر ویکون بعض ذلك محمودا کما قال تعالی کذلك کدنا لیوسف "

(المفردات ۴۴۳ کتاب الکاف)

کید چال اور فریب کی ایک قسم ہے کبھی برائی کے لئے استعمال ہوتا ہے کبھی اچھائی کے لئے، اگرچہ برائی میں اسکا استعمال بہت زیادہ ہے، کبھی کبھی اچھائی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، جیسا کہ کذالك کدنا لیوسف میں۔

نمبر ۳: امام طبریؒ نے کید ساحر کا معنی یوں کیا ہے:۔ کہ

" الکید هو المکر والخدعة " (تفسیر طبری ۸۸۴/۷ سورۃ طه ایت ۶۹)

کید مکر اور دھوکے کو کہتے ہیں۔

نمبر ۴: دکتور وهبة الزحیلی لکھتا ہے:۔ کہ

" ان الذی صنعوه لیس الا سحرا خیالا لا حقیقة له ولا بقاء "

(تفسیر المنیر ۵۹۷/۸ سورۃ طه ۶۹)

انہوں نے کرتب بنا دیا تھا وہ صرف خیالی سحر تھا جسکی کوئی حقیقت اور بقا نہیں۔

نمبر ۵: محمد امین شنقیطی نے لکھا کہ الکید ھو المکر "(اضواء البیان ۴/۴۷۸)
کید مکر و فریب کا نام ہے۔
نمبر ۶: امام رازی نے انکے کرتب یا صناعت کے بارے میں کیا فرمایا دیکھئے
" وصنعوا ھھنا بمعنی اختلقوا وزوروا والعرب تقول فی الکذب "
(تفسیر کبیر ۸/۸۴ جزء ۲۲ سورہ طہ ۶۹)
یہاں صنعوا کا معنی ہے، کہ جو انہوں نے اپنی طرف سے جو گھڑ لیا ہے اور جھوٹ بنا دیا ہے، عرب صنعوا
وہاں استعمال کرتے ہیں جہاں جھوٹا کام ہو۔
نمبر ۷: برہان الدین البقاعی کید ساحر پر لکھتا ہے
" ای کید سحریّ لا حقیقة له ولا اثبات" (نظم الدرر ۵/۲۹ طہ ۶۹)
کہ سب کے سب سحری چال اور داؤ ہے جسکی کوئی حقیقت اور ثبات و دوام نہیں۔
نمبر ۸: خطیب شربینی صاحب نے فرمایا
"ای زوروا وافتعلوا۔۔۔ کید سحر لا حقیقة له ولا ثبات " (تفسیر خطیب شربینی ۲/۵۲۲ طہ ۶۹)
یعنی انہوں نے جھوٹ گھڑا۔۔ صرف جادو کا چال ہے جسکی کوئی حقیقت اور دوام نہیں۔

لوگ اللہ تعالی سے اختلاف کرتے ہیں!

اب میرے خیال میں میرے رب نے جب دنیا کے سب سے بڑے اور عظیم اور انتہائی بڑے ماہر (سحار علیم) جادوگروں کے جادو کو صرف مکر، فریب اور دھوکہ قرار دیا، مگر علماء حضرات " اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون الله "کے مصداق بن کر جمہور، جمہور، علماء واکابرین کا رٹ لگا رہے ہیں، کہ انہوں نے جادو کو مؤثر مریض کرنے والا صحت دینے والا لکھا ہے، تو رب کے کلام کے سامنے پوری دنیا یا علماء واکابرین کی حقیقت ہی کیا ہے؟
لھذا آپ نے پڑھا کہ اللہ کا کلام اور بے شمار خدا پرست علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جادو ایک بے حقیقت محض مکر و فریب آنکھ کو دھوکہ دہی کے علاوہ کچھ نہیں، مگر امت ایک بے حقیقت اور گھڑی ہوئی روایت کی بنیاد پر قرآن ہی کو بدلنے کی کوشش کرتے ہیں، اس روایت کی حقیقت پر بھی ان شاء اللہ تفصیلی بات کی جائی گی، یاد رہے مذکورہ بالا حوالہ جات سے آپ حضرات کو بھی معلوم ہوا، کہ جادو بے

حقیقت ایک چال وفریب کے علاوہ ثبات اور دوام بھی نہیں رکھتا، بلکہ صرف موجودہ مجمعہ کے سامنے چند لمحوں تک وہ دھوکہ جاری ہوتا ہے، اگر وہاں سے کوئی ہٹا تو کچھ بھی نہ ہوگا، جادو کو دوام نہیں کہ کسی کو مسلسل دو یا تین دن بیمار کر دے وغیرہ۔

قرآن کی تصریحات:۔ قرآن اور سنت چیخ چیخ کر پکار رہی ہے، کہ جادو صرف خیال ہے، مگر ملاؤں، محدثین پر ایمان لانے والے مانتے ہی نہیں، قرآن کی پکار: "یخیل الیه من سحرهم انها تسعی" (طه ٦٦) "سحروا اعین الناس" (اعراف ١١٦) "فانی تسحرون" "ولا یفلح الساحر حیث اتی" "ان الله لا یصلح عمل المفسدین" "انما صنعوا کید ساحر" "وماهم بضارین به من احد۔" 4

قرآن نے جادو کے عمل کو "صنعت" سے بھی تعبیر فرمایا!

میرے رب نے موسیٰ علیہ السلام کو ساحروں کے کرتب دکھانے کے فوراً بعد فرمایا، "والق ما فی یمینك تلقف ما صنعوا انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی" (طه ٦٩)

ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے ترجمہ کیا:۔ اب تم ذرا پھینکو اس (عصا) کو جو تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے، یہ نگل جائے گا ان سب کو جو کچھ انہوں نے بنایا ہے، جو کچھ انہوں نے بنا دیا ہے یہ تو بس ایک فریب ہے جادوگر کا اور جادوگر کامیاب نہیں ہوتا جہاں سے آئے۔ (بیان القرآن ٥/ ٥٢) طبع لاھور)

صنعت کا معنی:۔ امام راغب لکھتا ہے۔" الصنع جادة الفعل" (مفردات ٢٨٦) کسی کام کو عمدگی سے کرنا، مولانا عبد الرشید نعمانی نے لکھا صنع باب فتح سے مصدر ہے، جس کے معنی کریگری کے ہیں۔ (لغات القرآن ٤/ ٤٣)

صاحب المنجد عربی اردو لکھتے ہیں" کہ صنع یصنع باب فتح سے مصدر ہے، جس کا معنی ہے، ہنر، پیشہ محنت کاریگری۔ (المنجد ٥٧٨)

مولانا عبد الحفیظ بلیلاوی لکھتے ہیں:۔ کہ

صَنَعَ (ف) بنانا "صنّع الشئ" کاریگری سے خوبصورت بنانا۔ (مصباح اللغات ٤٨١)

لبید بن اعصم اور قوم فرعون اور انکے کرتبوں پر یقین کرنے والے ذرا سوچ لیں کہ تم تو جادو کو کچھ خاص کلمات پڑھنے یا شیاطین کو استعمال کرنے یا بعض نجومی خطوط کھینچے لکھنے کو جادو سمجھتے ہو، اور پتہ نہیں تم

شیعوں کی طرح تو ہم میں پڑھ کر جادو کو اتنا مؤثر اور فعال سمجھنے لگے کہ رسول اللہ ﷺ جیسے شخصیت کو اس کے اثر سے دماغی یا اعصابی مریض گردانتے ہو، کہ وہ بھول رہے تھے، العیاذ باللہ بیوی پر قادر نہ تھے، حالانکہ میرا رب اسے صرف ایک صنعت اور ہنر، کاریگری قرار دے رہے ہیں، چنانچہ بہت سے علماء نے لکھا بھی ہے، کہ انہوں نے لاٹھیوں اور رسیوں پر کوئی خاص دواء استعمال کر کے عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش کی تھی۔

چنانچہ ابو بکر احمد بن علی الرازی الجصاص متوفی ۳۷۱ھ لکھتے ہیں:۔ کہ

" انها كانت عصيا مجوّفة قد ملئت زئبقا وكذالك الحبال كانت معمولة من آدم محشوّة زئبقا و قد حضروا قبل ذلك تحت المواضع اسرابا وملؤوهانارا فلما طرحت عليه وحمي زئبق حركها ۔۔ فاخبرالله ان ذلك مموّها على غير حقيقة ۔

(احكام القرآن ۵۱/۱) بیروت)

ساحروں کی لاٹھیاں بیچ سے خالی تھیں جنکو پارہ سے بھرا گیا تھا، اسی طرح رسیاں بھی پارہ سے ترکی گئیں تھیں، پہلے سے زمین کے نیچے سرنگیں بنا کر آگ سے بھری گئیں تھیں، جب اس گرم جگہ پر لاٹھیاں رسیاں ڈالی گئیں نیچے والے آگ کے زریعے جیسے وہ گرم ہوئیں، تو انہوں نے حرکت شروع کی ۔۔۔ اللہ تعالی نے انکو اگاہ کیا کہ یہ سارا فراڈ ہے اسکی حقیقت کچھ نہیں، اور یہی عبارت ملاحظہ کریں۔ (کشاف اصطلاحات الفنون ۶۵۲/۳) الجمل على شرح المنهج ۱۰۰/۵، وروضة الطالبين ۱۲۸/۹، ۳۴۶)

اور اسی صنعت کاریگری کی طرف استاد وھبۃ الزحیلی نے بھی اشارہ کیا ہے۔

"فقد روالمؤرخون ان السحرة فرعون استعانوا بالزئبق " (تفسير المنير ۲۷۲/۱)

ابو حیان اندلسی نے بھی یہی فرمایا" ان حبالهم وعصيهم كانت مملوءة زئيقا فسجروا تحتها نارا" (بحر المحيط ۴۷۱/۱)

اکثر نے کچھ کرتب ہی کی طرف اشارہ کیا ہے، کہ ان لاٹھیوں یا رسیوں کو پارہ سے بھر دیا گیا تھا یا ترکیا گیا تھا۔

مگر یاد رہے:۔ جن مفسرین یا محققین نے فرعونی جادوگروں وغیرہ کے بارے میں لکھا ہے کہ انہوں نے لاٹھیوں رسیوں کو پارہ سے بھر دیا تھا، تو اسکا معنی یہ نہیں کہ آج کوئی اس پر تجربہ کرنا شروع کر دے

، کہ پارہ سے ایسا ہوتا ہے یا نہیں خیر وہ مفسرین یا محققین نہ ہی جادو گر تھے اور نہ انکو جادو گروں کے خفیہ تدبیروں کا علم غیب حاصل تھا، مفسرین کے ان توجیہات تاویلات تحقیقات کا صرف مقصد یہ ہے کہ، دیکھیں ائمہ واساطین امت جادو کا کوئی اثر اور کرشمہ تسلیم نہیں کرتے، بلکہ مختلف تعبیرات کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ انکا خیال ہے کہ جادو بلا چال وفراڈ یا کوئی خفیہ تدبیر کے کوئی اثر نہیں رکھتا اور یہ لوگ اسی لئے مختلف رائے قائم کرتے ہیں، خواہ انکا ذکر کردہ شک یا ذکر کردہ تدبیر ٹھیک ہو یا نہ ہو۔

مختلف فرضی اور غیر حقیقی تعبیرات صرف اس لئے کرتے ہیں کہ ان سب کو میرے رب کے فرمان پر پکا ایمان ہے، کہ جادو خفیہ چال، فریب، فراڈ کے علاوہ تو کوئی چیز ہے نہیں، مگر وہ خفیہ چال کیا ہو سکتا ہے؟ اسمیں بے چارے کامیاب نہیں ہیں، اس لئے کہ غیب کا علم اللہ کے پاس ہے۔

مگر قربان جائیے لکیر کے فقیروں پر:۔ کہ اکابر پرست اور شخصیت پرست طبقہ نے پہلے قرآن کو چھوڑ کر محدثین کی وضع کردہ بے سروپا روایت کو قرآن سمجھ کر سینوں سے لگایا، اور جب اہل قرآن نے روایت پر کلام کر کے موضوع قرار دیا، تو انہوں نے روایت ہاتھ سے نکلتے ہی مفسرین کی احتمالی توجیہ کو ایت سمجھ کر کہا کہ مفسر نے جب لکھا ہے تو ایسا ہونا چاہیئے اور ایسا ضرور ہو گا۔ ہائے شومے قسمت یہ توجیہ کوئی قرآن تو نہیں بلکہ جادو گروں کے کرتب پر رائے زنی ہے، کیونکہ ان جادو گروں نے کوئی چال، کید، فراڈ تو ضرور کیا ہے، کیونکہ رب نے اسے چال، کاریگری کہا ہے، مگر کیا چال چلی یہ معلوم نہیں ہر طبقے والے کا اپنا گمان ہے۔ پہلے لوگ انکو پارہ سمجھتے تھے، آج کا جادو گر طبقہ جیسے باوادیال کے حوالہ سے گزرا کہ یہ ہاتھ کی صفائی اور چال ہے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے مگر حقیقت نہیں۔

ثابت ہوا کہ جادو جھوٹا کرتب ہے:۔ مذکورہ بالا چند حوالہ جات اور قرآنی ایت " انما صنعوا کید ساحر " (طه ٦٩) سے روز روشن کی طرح عیاں ہوا، کہ جادو ایک فریب اور جھوٹا مگر ہوشیاری اور مکاری کیساتھ کیا گیا کرتب، ہنر اور کاریگری ہے، جس طرح کہ فراعنہ کے جادو گروں کے بارے میں بعض حضرات محققین نے اظہار خیال کیا۔

اور کرتب یا کاریگری کبھی تو ہاتھ کی صفائی انتہائی پوشیدہ چال کے ذریعے کی جاسکتی ہے اور یا خفیہ اسباب عادیہ یعنی ادویات، بخورات، تدخیات کے زریعے تیار کیا جاتا ہے، جس سے دیکھنے والوں کو صرف مغالطے میں ڈالنا مقصود ہوتا ہے، اور اپنی برتری ظاہر کرنی ہوتی ہے۔

علامہ عبد الرحمن الجزائری نے یہی فرمایا:۔ کہ

"وقد ذكر بعض المحققين ان السحر صناعة من الصناعات التى يستخدمها الانسان فى اظهار الامور على غير ما هى عليه فى الواقع" (فقه مذاهب الاربعه ۴۶۱/۵)

بعض محققین نے ذکر کیا کہ جادو ان صنعتوں میں سے ایک صنعت (کاریگری کرتب) ہے جنہیں انسان بعض کاموں کو خلاف واقعہ ظاہر کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

جادو سے کسی کا بیمار یا قتل ہونا اور اسکی حقیقت:۔ عقلمندوں کے لئے صرف اتنا ہی کافی ہے کہ اگر جادو سے کسی کو قتل کرنا ممکن ہوتا، تو فرعون موسیٰؑ سے مقابلہ کیوں کرتے تھے، ساحروں کے زریعے اسکو قتل کیوں نہ کرتے تھے؟ اور اگر کوئی کہے کہ انبیاء کرام، اللہ کی حفاظت میں ہوتے ہیں، تو تم لوگ ہمارے اپنے نبی ﷺ کو کیوں دولڑکیوں کے سحر سے متاثر سمجھتے ہو؟

اگر سحر سے قتل ممکن ہوتا، تو ساحرین فرعون (جنکو میرے رب نے سحار علیم کہا) انہوں نے فرعون کو کیوں قتل نہ کیا جبکہ وہ انکے ہاتھ پیر کاٹ رہا تھا؟

جو شخص تمہیں قتل کرتا ہے اور خدائی کا بھی دعویدار ہو تو ایسے شخص کو تو بہر صورت قتل کرنا جائز بھی تھا، اور دفاعاً قتل میں تو کلام ہے ہی نہیں، اور تم تو کافروں پر سحر کرنے کے جواز کے بھی قائل ہو، چنانچہ انور شاہ کشمیری لکھتا ہے۔

"ان سحر الكفار فى الحرب جائز للمسلمين ايضا ان يسحروهم" (فيض البارى ۳۷۱/۴)

اگر کفار جنگ میں جادو کرے تو مسلمانوں کے لئے بھی جائز ہے کہ وہ ان پر سحر کریں۔

لھذا عقلمند ضرور سمجھے گا کہ اگر جادو کے ذریعے سوائے تخیل اور دھوکے کے کچھ اور ممکن ہوتا تو ساحرین فرعون خود کٹ نہ مرتے کم از کم فرعون کو مرغی بنادیتے تا کہ انکی جان چھوٹتی۔

البتہ جن علماء نے مریض کرنے قتل ہونے کا قول کیا ہے، تو وہ سمجھ لیں!

یہ ایک حقیقت ہے کہ دنیا میں ملاؤں، پیروں، واعظوں، کی غلط اور بے بنیاد بیانات اور گھر گاؤں میں بوڑھوں اور عورتوں کے کمزور قصوں اور کہانیوں کی وجہ سے اکثریت توھم پرستوں اور وہمیوں کی ہوگئی ہے اور جھوٹ بولنے والے اور دھوکہ دینے والے اپنے بے حقیقت بات یا جھوٹ اور فراڈ اتنے وثوق اور ذمہ دارانہ انداز سے پیش کرتے ہیں، کہ ہر سننے والا اسکے اس انداز سے متاثر ہو جاتا ہے، اور اسے حق اور سچ سمجھنے لگتا ہے۔ مثلاً اگر ایک تندرست و صحتمند شخص سے مسلسل اور وثوق و ذمہ داری کے انداز سے بار بار کہتا رہے، کہ بھائی تمہارے چہرے کا رنگ زرد ہوتا جارہا ہے، بھئی تم بے حد کمزور اور پیلے دکھ رہے ہو، تو وہ صحتمند شخص بالآخر اپنے آپکو واقعی بیمار سمجھنے لگ جائیگا۔ اور وہم اسکا دن بہ دن بڑھتا رہے گا، اور پکا وہم کا مریض بن جائے، اور ممکن ہے یہی وہم اسکو موت تک پہنچادے، کیونکہ دماغ پورے جسم کے لئے سپر کمپوٹر کی حیثیت رکھتا ہے، دماغ جب آرڈر دے کہ تم مریض ہو، پھر مریض نہ ہونا جسم کے لئے محال ہو جاتا ہے، اور اگر آرڈر دے کہ تمہیں فلاں عضوں میں درد ہو رہا ہے، بس پھر ہو رہا ہے، اور ساحر یا جادوگر بالفاظ دیگر فراڈی اور جھوٹا شخص اپنے انداز یا حرکات یا باتوں سے اس سپر کمپوٹر یعنی دماغ کو جب متاثر کرنے کی کوشش کرتا ہے، اور دماغ جب مان جاتا ہے تو پھر جسم کا انکار کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔

جن علماء یا محققین نے جادو کو تخیل قرار دینے کے باوجود بیماری، موت اور جنون یا پاگل پن تک میں اسکو مؤثر کہا، کہ بھائی سحر سے بیمار اور موت بھی واقع ہو سکتی ہے، انکا یہی مطلب ہے مافوق الاسباب، خدائی قوت ساحر میں ماننا ہرگز انکا مقصد نہیں، اور نہ بلاواسطہ و بلا اسباب ڈائرکٹ انسان کسی دوسرے انسان کو بیمار کر سکتا ہے، اور نہ مار سکتا ہے۔ مقصود جھوٹے اقوال و افعال سے انکا دماغ متاثر کرنا ہے، اگرچہ بعد میں آنے والے بعض مؤلفین اور مصنفین کو ان ظاہری بیمار کرنے موت واقع ہونے کے الفاظ سے مغالطہ ہوا، اور انہوں نے مزید مبالغہ آرائی کر کے ساحر کو خدائی طاقتوں کا حامل قرار دیا۔

اور ایسا ہی مغالطہ " الولد للفراش" کے مسئلے میں متاخرین بعض حضرات کو ہوا کہ شوہر کے غیر موجودگی میں اگر کسی کی بیوی بچہ جنے تو رسول اللہ ﷺ نے "الولد للفراش " کہ کر اس بچے اور والدین کی لاج رکھی اور انکو خصوصاً بچے کو عزت دی تشریح کرتے ہوئے کسی نے لکھا کہ بچہ حرامی نہ ہوگا بلکہ " الولد للفراش" بچہ اپنے باپ ہی کا متصور ہوگا کرامۃ للادمی اس لئے کہ انسان کی ایک عزت اور احترام ہے۔ مگر بدقسمتی سے بعد میں کسی لکھنے والے مصنف کو کرامۃ للادمی سے مغالطہ پڑ گیا، کہ یہ تو

اس شوہر کی کرامت ہے کہ غیر موجودگی میں دور سے اس نے جماع کیا اور بچہ جنوادیا، پھر اس کے بعد غلطی یہ غلطی اب تک امت میں کافی حضرات کو" کرامة للادمی "سے کرامت ولی کاشبہ پڑا ہے۔ خیر بہر حال جن علماء نے سحر سے بیماری یا موت کو ممکن کہا ہے، انکا مقصد یہی پہلے وہم پھر بیماری پھر موت ہے۔

اور دوسری صورت تخیل کی یہ ہے، کہ کسی شخص کو دوسرے کسی شخص کے بارے میں غلط سلط باتیں پہنچاتے رہیں کہ اس نے آج تمہارے خلاف یہ کہا ایسا کہا ایسا کیا، تو بالآخر وہ اسکا دشمن ہو جاتا ہے، جیسا کہ بعض علماء نے چغلخوری کو سحر کی قسم کہا ہے، اور چغلخوری واقعی بے حقیقت جھوٹا خیال ہی تو ہوتا ہے۔

اسی طرح کسی مرد کو اسکی بیوی کے بارے یا بیوی کو اسکے شوہر کے بارے میں بے حقیقت جھوٹے باتیں بنائیں اور پہنچائیں بالآخر انہیں بے حقیقت باتوں کی وجہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے، بالاخر بات تفریق تک پہنچ کر بلکہ کبھی نفرت سے بڑھ کر ایک دوسرے کے قتل اور موت پر بات ختم ہو جاتی ہے۔

چوتھی صورت یہ کہ بعض ادویات یا مضر اشیاء کسی کو کھلا کر یا اس کا دھنواں سونگا کر کسی کو مریض یا وہمی بنانا علماء نے ان تمام چیزوں کو سحر میں شمار کیا ہے، اس لئے وہ کہتے ہیں، کہ سحر سے کسی کو بیمار یا قتل یا فریفتہ یا آپس میں بغض ڈالا جاسکتا ہے، چنانچہ امام الماوردی الشافعی یہی لکھتے ہیں۔

"وقال آخرون وهو قول الشافعي ان الساحر قد يوسوس بسحره فيمرض وربما قتل لان التخييل بدء الوسوس والوسوسة بدالمرض والمرض بدالتلف۔

(النکت والعیون ۱/۱۶۷ بقرہ ۱۰۲)

اور دیگر علماء کہتے ہیں، اور یہی امام شافعی کا قول بھی ہے، کہ جادوگر اپنے جادو سے وسوسہ پیدا کرتا ہے، پس وہ وسوسے کا مریض ہو جاتا ہے، اور کبھی تو قتل کر دیتا ہے، کیونکہ تخییل سے وسوسہ شروع ہوتا ہے اور وسوسے سے مرض شروع ہو جاتا ہے، اور مرض سے موت شروع ہو جاتی ہے۔ اور ان علماء نے جو سحر سے مرض اور موت تک کو ممکن کہا ہے، انکی مراد جادو سے یہی چغلخوری کسی کی غیبت برائی یا دو افراد کے درمیان منافرت کی کوشش مراد ہے۔ نہ کہ جنتر منتر اور تعویذات۔

چنانچہ امام خازن لکھتے ہیں۔

"والاصح ان السحر يخيل ويؤثر في الابدان بالامراض والجنون والموت ويدل على ذلك ان للكلام تاثير في الطباع فقد يسمع الانسان ما يكره فيحم وقدمات قوم بكلام سمعوه۔ (تفسیر خازن ایت ۱۰۲)

اور زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ سحر خیال اور وہم کے زریعے بدن کے اندر بیماریوں، پاگل پن اور موت کا اثر کرتا ہے، اور (میری) اس بات پر دلیل یہ ہے کہ طبیعتوں اور مزاجوں کے اوپر بعض باتیں (ایسا) اثر کرتی ہیں، اور بعض اوقات انسان ناپسندیدہ بات سن کر اسکو بخار ہو جاتا ہے۔ اور کچھ لوگ (نامناسب) بات سن کر مر بھی چکے ہیں۔

ان تحریرات سے صاف معلوم ہوا، کہ جادو کوئی جنتر منتر، پتلے بنانا، اسمیں سوئیاں چبانا، خاص کلمات، تعویذ یا کوئی باضابطہ علم کا نام نہیں، بلکہ اس علم یا انکے ماہرین کیساتھ یہی مکاری، عیاری، فراڈ کے طریقے ہوتے ہیں، کہ کس طرح دو انسانوں کو ایک دوسرے پر فریفتہ یا ایک دوسرے سے جدا کیا جاسکتا ہے، اور کسی طرح کسی کو دوسرے سے قتل کروایا جاسکتا ہے، اور وہ ماہرین یہی عیاری مکاری سکھاتے ہیں۔

جس طرح آجکل خفیہ اداروں والوں کو ٹریننگ دی جاتی ہے، کہ جھوٹ اور پراپیگنڈہ کیسے کیا جائے گا، شرارت بنانے دوسرے ملک میں دنگا فساد کیسے یا آپس میں کیسے لڑایا جائیگا، یہی ہے جادو اور تخیل۔ مگر میرے رب نے صاف لفظوں میں فیصلہ کیا کہ "وما ھم بضارّین من احد الا باذن اللہ" (القرآن) کہ تمام جادوگر، پھاڑوگر، دینا جہاں کا زور لگائیں کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے پس ہاں اگر اللہ جو کچھ چاہے تو کسی کو پھر کرنے ضرورت ہی نہیں وہ ہو ہی جاتا ہے۔

باقی چغلی یا، بعض پس پشت شیطانی، بخورات تدخینات یا ادویات کے علاوہ تاثیر؟

کچھ لوگون کا خیال ہے، کہ چغلخوری، یا پس پشت شیطانیوں، بخورات تدخینات یا ادویات کے علاوہ سحر ایک خاص علم ہے، جسمیں جادوگر کچھ پڑھ لکھ کر دور سے غائبانہ دوسرے کو نقصانات، مرض یا جنون لاحق کر سکتا ہے، تو یہ شرک فی التصرف ہے، اور رب کی طرح جادوگر کو بلا اسباب ظاہریہ قادر ماننا اور تسلیم کرنا ہے، جسکے کفر اور شرک ہونے میں پکے مسلمان کو شبہ نہیں ہو سکتا، اور یہی عقیدہ قوم سلیمانؑ اور قوم فرعون کا تھا کہ جادو کو وہ لوگ اتنا مؤثر سمجھتے تھے کہ انکا خیال تھا کہ سلیمانؑ جو کچھ حکومت چرند پرند ہواؤں پر کر رہے ہیں، یہ سب جادو کے کرشمے ہیں، اور یہی عقیدہ کفریہ آج کے توہم پرست مسلمانوں کا بھی ہے، فیا اسفی اور ان چغلیوں فراڈوں، غیبتوں کے علاوہ سحر کو کوئی خاص علم جنتر منتر یا لکھنا پڑھنا سمجھنا اور اسکو مؤثر گردانا فقط توہم ہے اور کچھ نہیں۔

چنانچہ مفسر ابن عاشور لکھتے ہیں:۔ کہ

" کل عمل لا مباشره له بذات من یراد سحره ویکون غائبا عنه فیدعی انه یوثر فیه فذالك کله من التوهمات ولیس علی تاثیر ها دلیل من العقل ولا من الطبع ولا ما یشبته من الشرع " (والتحریر والتنویر)

ہر وہ عمل جو مسحور (سحر شدہ) شخص کے وجود یا جسم سے ملا ہوا، یا اسکے اندر داخل کیا ہوا، یا اسکو سنگا یا گیا نہ ہو، اور مسحور شخص سے غائب اور دور کہیں اور ہو اور وہ ساحر یا اسکے ماننے والے یہ دعوی کریں کہ یہ عمل یا انتر منتر جلی جلنتر اس شخص پر اثر کرتا ہے، کیونکہ مسحور شخص کا استعمال شدہ کپڑا یا اسکے کے بال یا کاٹے گئے ناخن یا اسکے ساتھ تعلق رکھنے والی کوئی بھی چیز پر عمل کیا گیا ہے، یا اسکا پتلا بنا کر اسپر عمل کیا گیا ہے، تو یہ سارے کے سارے توھمات ہیں، ایسے عمل کی تاثیر پر نہ کوئی عقلی دلیل ہے، اور نہ ہی طبعی دلیل اور نہ ہی شرع میں کوئی ایسی دلیل ہے، جو اس اثر کو ثابت کرتی ہو۔

ہمارے بعض مصنفین نے لکھا ہے، کہ جادوگر یا ساحر، شیطان یا شیاطین کے توسط اور مدد سے کام کرواتے ہیں۔ یاد رہے، یہ صریح کفریہ عقیدہ ہے، شیطان کونسا قادر مطلق ہے، قربان جاؤں احناف سے چنانچہ امام ابن الھمام نے فرمایا، ساحر کاہن وغیرہ کے بارے میں۔

" قال اصحابنا ان اعتقد ان الشیاطین یفعلو له ما یشاء کفر وان اعتقد انه تخییل لم یکفر " (فتح القدیر ۹۹/۲ باب احکام المرتدین طبع مصر)

ہمارے احناف نے فرمایا کہ اگر کوئی یہ عقیدہ رکھے کہ شیاطین اس کے لئے ہر وہ کام کرتے ہیں جو وہ ساحر چاہے تو اس نے کفر کیا، لیکن اگر یہ عقیدہ رکھے کہ جادو صرف تخییل ہے، تو کافر نہیں ہوتا، پس اللہ تعالی کے علاوہ کوئی اور چیز بلا اسباب عادیہ نافع اور ضار سمجھنا اسکے بارے میں میرے رب نے فرمایا، " ویعبدون من دون الله ما لا ینفعهم ولا یضرهم وکان الکافر علی ربه ظهیرا " (الفرقان ۵۵)

اور وہ پوجتے ہیں اللہ کے علاوہ ان چیزوں کو جو نہ انکو فائدہ دے سکتے ہیں، اور نہ انکو نقصان دے سکتے ہیں، اور کافر اپنے رب سے پیٹھ موڑے ہوئے ہیں۔۔۔

علامہ شامی الحنفی نے فرمایا۔ کہ

" اتخذ لعبة لیفرق بین المرء وزوجه قالوا هو مرتد ویقتل ان کان تعتقد لها اثرا ویعتقد التفریق من اللعبه لانه کافر " (رد المحتار ۴۲۳/۳)

اگر ایک شخص نے میاں بیوی میں جدائی ڈالنے کے لئے ایک پتلا بنایا تو فقہاء نے کہا کہ وہ مرتد ہے، اور اسے قتل کیا جائے گا، اگر وہ اس پتلے (اور سحری عمل) میں اثر کا قائل ہے، اور یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ اس پتلے پر کوئی جادوئی عمل کرنے کی وجہ سے میاں بیوی میں جدائی ہو جاتی ہے، تو قتل اس لئے کیا جائے گا کہ یہ پکا کافر ہے۔

امام نسائی کے نقل کردہ حدیث " ومن سحر فقد اشرك کے حاشیہ پر علامہ سندھی لکھتے ہیں " لانه یفضی الی الشرك اذا اعتقد ان له تاثیر حقیقة " (نسائی ۲/۱۷۱)

ساحر، مشرک اس لئے ہے، کہ جادو کا عمل شرک کی طرف لے جاتا ہے، خصوصا جب اسکا یہ عقیدہ بھی ہو کہ سحر میں حقیقی اثر پایا جاتا ہے۔

اور آج کل تو اہل سنت کا پہچان یہ تصور کیا جاتا ہے کہ جو سحر کے اثر کا قائل ہے وہ اہلسنت میں داخل اور جو ان کرتبوں میں اثر کا قائل نہ ہو وہ اہل سنت سے خارج ہے۔

مسئلہ سحر چار مباحث کے ضمن میں!

مسئلہ سحر ایک معمہ بن چکا ہے، حدیث یا روایات سحر کو قرآن و سنت کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے، اور باقاعدہ قرآن و سنت کو چھوڑ کر احادیث و روایات کو پوجا جا رہا ہے، معمہ اس لئے کہا کہ عبد اللہ ابن مسعود سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا" من اتی کاهنا او ساحرا فصدّقه بما یقول فقد کفر بما انزل علی محمد ﷺ "۔

جو شخص کاہن یا ساحر کے پاس آئے، اور وہ جو کچھ کہتا ہے۔ (کہ میں بیمار کر سکتا ہوں یا کسی کو قتل کر سکتا ہوں یا میں نے فلاں کو بذریعہ سحر بیمار یا قتل کیا) یہ اسکی تصدیق کرے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل ہوئے قرآن و سنت کیساتھ) کفر کیا۔

ابو موسی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ " ان النبیؐ ﷺ قال ثلاثة لا یدخلون الجنة مدمن خمر وقاطع رحم ومصدق بالسحر " (مسند احمد ۳۲/۳۳۹)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہونگے (۱) شراب کا عادی (۲) قطع رحمی کرنے والا (۳) اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔

اب آپ بتائیے:۔ آج کون ہے جو جادو یا سحر کی تصدیق نہیں کر رہا، کیا جادو کی روایت میں جبرائیل آمین، اور عائشہ صدیقہ اور خود رسول اللہ ﷺ نے سحر کی تصدیق نہیں کی؟ کیا کوئی ان کے بارے میں ایسا سوچ بھی سکتا ہے؟

اب آپ بتائیں ایک طرف پوری جمہوریت ملا مافیا کہتا ہے، کہ سحر سے ساحر بیمار بھی کر سکتا ہے، قتل بھی کر سکتا ہے، نفرت اور محبت بھی پیدا کر سکتا ہے، اور دوسری طرف سحر اور ساحر کی تصدیق کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ کیا یہ کھلا تضاد نہیں؟

جب ہم دیکھیں کہ ساحر لوگوں کو بیمار کرتا ہے، مارتا ہے، محبتیں اور نفرتیں بھی پیدا کرتا ہے، تو پھر ہمیں انکی تصدیق کرنے سے کیوں منع کیا گیا؟ انکی تصدیق کو کفر کیوں قرار دیا گیا؟ ان تمام تضادات اور سوالات کا صرف ایک ہی جواب ہے کہ سحر جادو صرف وہم اور خیال اور دھوکہ ہے، اور ساحر کچھ بھی نہیں کر سکتا جب ہی تو معجزہ موسی کو دیکھ کر ساحر مسلمان ہوئے۔ اور ساحر کی بس میں کچھ بھی نہیں اس لئے تو وہ فرعون کے ہاتھوں کٹ مرے۔

چار مباحث! لھذا مسئلہ سحر یا جادو کو ہم چار مباحث میں تقسیم کرتے ہیں۔

پہلی بحث سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۲، ۱۰۳ جس میں قصہ ہاروت وماروت کے ساتھ میاں بیوی کے درمیان جدائی کو بھی سحر سے جوڑ دیا گیا، اور ساحر کا کارنامہ سمجھا گیا ہے۔

دوسری بحث: موسی علیہ السلام اور فرعون کے جادوگروں کا مقابلہ۔

تیسری بحث: روایات یا احادیث سحر یا جادو از محدثین بر رحمت للعالمین ﷺ۔

چوتھی بحث: معوذتین کا نزول۔

(پہلی بحث)

ہاروت وماروت کا قصہ اور سحر یا جادو کے اثر کا استدلال؟

قرآن کریم کی آیت ہے:

" وَاتَّبَعُوا مَا تَتْلُو الشَّيَاطِينُ عَلَى مُلْكِ سُلَيْمَانَ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمَانُ وَلَكِنَّ الشَّيَاطِينَ كَفَرُوا يُعَلِّمُونَ النَّاسَ السِّحْرَ وَمَا أُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوتَ وَمَارُوتَ وَمَا يُعَلِّمَانِ مِنْ أَحَدٍ حَتَّى يَقُولَا إِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ فَيَتَعَلَّمُونَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُونَ بِهِ بَيْنَ الْمَرْءِ وَزَوْجِهِ وَمَا هُمْ بِضَارِّينَ بِهِ مِنْ أَحَدٍ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ وَيَتَعَلَّمُونَ مَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَلَقَدْ عَلِمُوا لَمَنِ اشْتَرَاهُ مَا لَهُ فِي الْآخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ وَلَبِئْسَ مَا شَرَوْا بِهِ أَنْفُسَهُمْ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ "(بقرہ ۱۰۲)

سب سے پہلے ایک ثابت حقیقت!

یہ ثابت شدہ بلکہ بیّن حقیقت ہے، کہ امت کو قرآن کے الفاظ بلا کم وکاست مِن وعَن جیسے نازل ہوئے ہیں ویسے ہی رسول نے اپنی زندگی میں اپنے سامنے لکھوائے دہرائے امت کے حولہ کئے ہیں۔ اور اپنی ایک بیوی کیساتھ امانت رکھا ہوا قرآنی نسخہ صحابہ رضی اللہ عنھم نے چھپوا کر امت میں تقسیم کیا، الفاظ قرآن کے علاوہ قرآن کی تفسیر و تشریح ذخیرہ روایات قرآن کی طرح بلا ریب اور من وعن قطعا نہیں، اگر قرآن کی تفسیر و تشریح اور ذخیرہ روایات بے غبار ہوتا، تو نہ ہی علوم قرآن کے نام پر لمبے چوڑے کتابوں میں خود ساختہ قواعد واصول بنانے کی ضرورت ہوتی اور نہ ہی اصول حدیث کے نام سے اتنے خود ساختہ قواعد وعلوم ہوتے، اور نہ ہی اختلافات کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہوتا، بلکہ رسول کا بتایا ہوا ایک ہی معنی اور ایک ہی مقصد ہوتا، جسمیں اختلاف کرنے کی گنجائش بھی نہ ہوتی، مگر ہر مفسر محدث تا قیامت جو نئے قسم کی تشریحات معانی وتاویلات سے، جو امت کو نواز رہے ہیں، اور امت اسکی پیروی کرتے ہیں، یہ اس بات کی دلیل ہے، کہ ہمیں الفاظ قرآن کے علاوہ کچھ من وعن ملا نہیں، لھذا جب امت کے علماء نے اپنی خود ساختہ علوم وفنون کے گھوڑے دوڑائے ہیں۔ اور وہ اس پر کافر نہیں تو اگر انکی جمہوریت سے ہٹ کر کوئی شخص ایک مناسب معنی اور تفسیر پیش کرتا ہے، تو وہ کیونکہ کافر ہو جاتا ہے،

چنانچہ اللہ کے فضل سے ہم اپنی اقوام ماضیہ یا پیشوایان امت ہی کے حوالہ سے بے غبار تفسیر پیش کریں گے۔ مگر پراپیگنڈا پرست ملاؤں سے ہوشیار رہتے ہوئے پڑھیں اور سمجھیں۔

بقرہ ایت ۱۰۲ کا ترجمہ:۔ اہل کتاب یہود وغیرہ نے اللہ کے نازل شدہ قرآن کو چھوڑ کر، الٹا وہ لوگ ان (ہزلیات وفضولیات) کے پیچھے لگ گئے، جو شیاطین سلیمان علیہ السلام کے عہد سلطنت کے نام پر پڑھا کرتے تھے۔ حالانکہ سلیمان علیہ السلام نے (کبھی) کفر نہیں کیا (اس لئے کہ یہ کام اور کرتب تو بلاشبہ کفریات ہی ہیں) لیکن شریروں نے کفر کیا جو لوگوں کو کفر سکھاتے تھے، اور نہ ہی شہر بابل میں دو ملائکہ کے ذریعہ ہاروت وماروت پر کچھ (سحر یا جادووغیرہ) نازل کیا گیا، اور وہ دونوں کسی کو کچھ نہیں سکھاتے تھے، جب تک یہ نہ کہدیتے کہ ہم تو آزمائش ہیں، تم کفر میں مت پڑو اس کے باوجود ان دونوں سے ایسا کچھ سیکھتے تھے، جس سے (انکے زعم میں) میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالدیں، حالانکہ وہ کسی کو بھی اس (جادوٹونوں) کے زریعے نقصان نہیں پہنچاسکتے تھے، ہاں مگر (نقصان یا تکلیف) اللہ تعالی کے اذن سے پہنچتی ہے، (جادو سے نہیں) اور وہ ایسی چیز سیکھتے جو انکو (دینی طور پر) نقصان پہنچاتی اور نفع نہیں پہنچاتی، اور وہ جانتے تھے، کہ جو شخص ایسی چیزوں (جنتر منتر جادوٹونوں) کا خریدار ہو گا اسکا آخرت میں کوئی حصہ نہیں اور جس چیز کی عوض انہوں نے اپنی جانوں کو بیچ ڈالا وہ بہت بری (چیز) تھی، کاش وہ اس حقیقت کو جانتے، اگر وہ ایمان لاتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو اللہ کے ہاں بہت بہتر بدلہ پاتے کاش وہ جانتے۔ (بقرہ ۱۰۲، ۱۰۳)

ہاروت وماروت کے نام سے جڑے ہوئے اسرائیلیات

کے بارے میں ابن کثیر صاحب لکھتے ہیں:۔ کہ

"وقدرویت قصة هاروت وماروت عن جماعة من التابعين كمجاهد والسدى والحسن البصرى وقتادة وابي العاليه والزهرى والربيع من انس ومقاتل ابن حيان وغيرهم وقصها خلق من المفسرين من المتقدمين والمتاخرين وحاصلها راجع في تفصيلها الى اخبار بنى اسرائيل اذ ليس فيها حديث مرفوع صحيح متصل الاسناد الى الصادق

المصدوق المعصوم الذی لا ینطق عن الھوی وظاھر سیاق القرآن اجمال القصۃ من غیر بسط ولا اطناب فیھا فنحن نؤمن بما ورد فی القرآن علی ما اراد اللہ تعالی واللہ اعلم بحقیقہ الحال" (تفسیر ابن کثیر ۱/۳۱۶ قدیمی کتب خانہ)

ترجمہ: ہاروت وماروت کا قصہ تابعین میں سے ایک جماعت نے بیان کیا ہے، جیسے مجاہد، سدی، حسن بصری، قتادہ، ابو العالیہ، زہری، ربیع بن انس مقاتل ابن حبان اور انکے علاوہ دیگر متقدمین ومتاخرین مفسرین نے بھی۔ اس کا زیادہ سے زیادہ دار ومدار اسرائیلیات پر ہے، کیونکہ کوئی صحیح مرفوع متصل حدیث اسمیں رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں، اور نہ ہی قرآن کریم میں بسط وتفصیل موجود ہے، پس جس قدر قرآن میں ہے، جیسا کہ اللہ کی مراد ہے، اسپر ہمارا ایمان ہے، اور حقیقت حال کا علم اللہ تعالی کو ہے۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۳۱۶)

عبد الرزاق المہدی نیچے لکھتے ہیں "ھذا ھو الحق الذی لا مریۃ فیہ فعلیك بھذہ الخلاصۃ التی ذکرھا ابن کثیرؒ۔ (تفسیر ابن کثیر ۱/۳۱۶)

کہ یہ وہ حق ہے جسمیں کوئی شک وشبہ نہیں، پس جو خلاصہ ابن کثیر نے ذکر فرمایا ہے، تیرے اوپر لازم ہے کہ یہ مان لو۔

وما اُنزل میں ما نافیہ بھی اسلامی تفسیر ہے!

امت میں چونکہ اکثریت شیعوں کے تابع اور توہم پرستوں کی ہے، اکثریت نے ما موصولہ ہی ذکر کیا ہے۔ کیونکہ اسمیں کہانیاں بن سکتی ہیں، اور اکثریت کو کہانیاں بہت پسند ہوتی ہیں، اور ما نافیہ ایسے ترک کیا گیا ہے، جیسے کہ ما نافیہ کسی نے لیا ہی نہیں۔ یا کہ "ما" نافیہ سرے سے اسلامی تفسیر ہے ہی نہیں۔

نمبر ۱: چنانچہ امام قرطبی لکھتے ہیں:۔ کہ

"ما" نفی والواو للعطف ۔۔۔ وذالك ان الیھود قالوا ان اللہ انزل جبریل ومیکائیل بالسحر فنفی اللہ ذلك ۔۔۔۔ ھذا اولی ما حملت علیہ الایۃ من التاویل واصح ما قیل فیھا ولا یلتفت الی سواہ"۔ (القرطبی ۲/۳۵ بقرہ ۱۰۲)

"مانافیہ ہے، اور واو عطف کے لئے ہے، یہ اس لئے کہ یہود کہا کرتے تھے، کہ اللہ تعالی نے جبرائیل اور میکائیل کو سحر دے کر بھیجا ہے، تو اللہ تعالی نے اسکی نفی فرمائی اس ایت کی تمام تاویلات میں یہ بہترین تاویل ہے، اور سب سے صحیح قول ہے، اسکے علاوہ کی طرف التفات نہیں کرنا چاہئے۔

نمبر ۲: امام ابن کثیر صاحب لکھتے ہیں: -

" عن ابن عباس رضی الله عنه "وما انزل علی الملکین " ای لم ینزل الله السحر -- ما انزل الله علی جبریل ومیکائیل السحر " (ابن کثیر ۱/۳۰۸ طبع کویٹہ پاکستان)

سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا" وما انزل علی الملکین "کا معنی ہے، کہ اللہ تعالی نے سحر کو نازل نہیں فرمایا، اور اسی سند کیساتھ ربیع بن انس سے نقل فرمایا--- کہ اللہ تعالی نے سحر نازل نہیں کیا ---یعنی جبرائیل ومیکائیل پر سحر نازل نہیں کیا۔

نمبر ۳: مفسر ابو حیان الاندلسی نے بھی ما نفی کے قول کے طرف اشارہ کیا ہے۔(البحر المحیط ۱/۴۷۳)

نمبر ۴: امام ماوردی نے فرمایا کہ دوسرا قول یہ ہے کہ " انها بمعنى النفي وتقديره ولم ينزل على الملكين "ما نفی کے معنی میں ہے جسکی تقدیر یہ ہے، کہ نازل نہیں ہوا ملکین پر۔

(النکت والعیون ۱/۱۶۵ البقرہ ۱۰۲)

نمبر ۵: امام رازی نے بھی نفی والا قول ذکر کیا ہے" الوجه الثاني ان يكون ما بمعنى الجحد کہ دوسرا قول یہ ہے کہ ما نافیہ ہے - (الکبیر ۳/۶۲۹ بقرہ ۱۰۲ طبع کویٹہ)

نمبر ۶: امام الوسی نے بھی لکھا ہے،"ما" نافیۃ کہ مانافیہ ہے۔(روح المعانی ۱/۴۶۶ ط کوئٹہ)

نمبر ۷: امام ابن ابی حاتم سند کیساتھ لکھتے ہیں، کہ "حدثنا عصام بن رواد ثنا آدم عن ابي جعفر عن الربيع بن انس عن ابي العاليه قال قال الله (وما انزل على الملكين) قال لم ينزل عليهما السحر يقول علما الايمان والكفر فالسحر من الكفر--- وروى عن خالد بن ابي عمران والربيع بن انس نحو ذلك۔

اس سے پہلے نقل کیا کہ اخبرنا محمد بن سعد بن عطيه فيما كتب الى حدثني ابي ثنا عمي حدثني ابي عن ابيه عن ابن عباس قوله (وما انزل على الملكين) فانه يقول لم ينزل الله السحر " (تفسیر ابن ابی حاتم ۱/۳۰۲)

عبداللہ ابن عباس نے ما کو نفی پر محمول کر کے فرمایا کہ اللہ تعالی نے سحر کو نازل نہیں کیا، اسی ابو العالیہ نے بھی "ما" کو نفی پر محمول کر کے فرمایا کہ اللہ نے سحر کو نازل نہ کیا، اور ایک اور سند سے بھی ابن عباس سے یہی "ما" نافیہ نقل کیا۔

نمبر۸: بدیع الدین شاہ راشدی نے اپنی تفسیر میں " ما" موصولہ مراد لینے پر اعتراض کیا ہے، اور فرمایا ہے۔ کہ " ما" موصولہ مراد لینے سے معنی غلط اور نادرست ٹھرتے ہیں۔ جو عقیدہ اہل سنت کے خلاف آتا ہے۔ اور فرمایا کہ اس پر بیس قرائن ہیں کہ " ما " نافیہ ہے، موصولہ نہیں۔(ان بیس قرائن سے بندہ صرف نو۹ ذکر کریگا شاکر)

عبارت کا صرف ترجمہ پیش خدمت ہے وہ بھی مفہومی ترجمہ: ۔بدیع الدین شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ، خود قرآنی مضمون میں ایسے قرائن موجود ہیں جو اس واقعہ کو غلط ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں۔

نمبر۱: ایک طرف تو اللہ تعالی اس جادو کو کفر قرار دیتا ہے، جیسے وما کفر سلیمان " سے ثابت ہے تو دوسری طرف یہ کیسے درست ہو گا کہ خود اللہ تعالی نے فرشتوں پر جادو نازل بھی کیا ہو، اور فرشتوں کو سکھانے کا بھی حکم دیا ہو، اللہ کی شان اس سے بہت اونچی ہے۔

نمبر۲: اللہ تعالی نے صاف فرمایا" ولکن الشیطین کفروا یعلمون الناس السحر "کہ جادو تو شیاطین کرتے رہے جو لوگوں کو سحر سکھاتے تھے، دوسری طرف پھر اللہ تعالی خود فرشتوں کو اس کام پر مامور کریں، حاشا وکلا!

نمبر۳: ایت سے صاف ثابت ہے کہ جادو سکھانا کفر ہے، پھر ایسا کام اپنی مقدس مخلوق ملائکہ سے کیسے کروائے گا؟

نمبر۴: جب سحر یا اور کچھ اللہ ہی کی طرف سے اللہ ہی کے حکم سے سکھاتے تھے، تو پھر " فلا تکفر" یعنی کفر مت کرو کہنے کا کیا معنی کیا اللہ کا حکم ماننا یا اللہ کے حکم کی تعمیل کو کفر کہا جا سکتا ہے؟

نمبر۵: جس کام کو اللہ تعالی غلط قرار دے اور اسکے مرتکبین کو آخرت میں حصہ سے محروم کرے، پھر وہی کام اللہ فرشتوں پر نازل بھی کرے اور انکو سکھانے کا بھی حکم دے کیا ایسا ممکن بھی ہے؟

نمبر۶: کتاب اللہ کے مضمون سے یہ صاف ثابت ہے کہ جادو یا سحر اور اللہ تعالی کی کتاب کا علم آپس میں بالکل متضاد اور متصادم ہیں، جب ہی میرے رب نے یہود کی ذہنیت کی مذمت کی ہے، کہ انہوں نے میری کتاب کو چھوڑ کر جادو ٹونے کے پیچھے پڑ گئے۔ پھر ایسے دونوں متضاد علوم اللہ نازل کیسے کریں گے؟

جبکہ میرے رب نے خود یہ بھی فرمایا ہے، " اتبع ما انزل الیك من ربك " کہ اللہ کی طرف سے جو کچھ نازل کیا گیا ہے اسکی اتباع کریں، پھر جادو کی اتباع کفر کیسے ہوا؟ اور اگر متضاد علوم نازل ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ کیسے فرمایا" لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیر " (النساء ۸۲) کیونکہ پھر تو مختلف چیزیں خود ہی نازل فرمائیں۔

نمبر ۷: اور اگر وہ لوگ اس جادو سے میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈالنے کا کام لیتے تو کیا ایسا مفسد یا مضر علم اللہ تعالیٰ کی نزول یا ملائکہ کے درس و تدریس کا لائق بھی ہے؟

نمبر ۸: جس علم کی اللہ مذمت کرے کتاب اللہ کے خلاف ٹھہرائے، ضرر رساں بتائے ایسے علم کو ملائکہ کیسے سکھائے گا؟

نمبر ۹: اگر ملائکہ پر ایسا کچھ نازل ہوتا، تو سب سے پہلے ملائکہ سلیمانؑ کو بتاتے اور سکھاتے، کیونکہ ملائکہ تو رسولوں اور نبیوں کے پاس آتے ہیں، یہاں تو اللہ انکار فرماتے ہیں کہ سلیمانؑ کو ایسی کفریات کی ہوا بھی نہیں لگی بلکہ سب کارروائی کے ذمہ دار شیاطین ہیں۔ (بدیع التفاسیر ۳/۷۰)

بدیع الدین شاہ صاحب کچھ صفحات بعد لکھتے ہیں:۔ کہ

ترجمہ: وما انزل علی الملکین " یہ مانافیہ ہے اور " ما کفر سلیمن " پر عطف ہے یعنی یہ (جادو کرنا یا سکھانا) نہ ہی تو سلیمان نے کیا اور نہ دو ملائکہ کی طرف ایسا حکم نازل ہوا، یعنی یہودیوں کے قول کو (اللہ تعالیٰ نے) رد اور جھوٹا قرار دیا، وہ کہتے تھے کہ سلیمانؑ جادو کرتے تھے، اسی نے ہمیں سکھایا، اور یہ بھی کہا کہ دو ملائکہ کیطرف یہ حکم نازل ہوا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا، ایسا بالکل نہیں ہے، بلکہ یہ سارا کام شیاطین کا ہے، اور وہی انہیں سکھاتے تھے۔ (تفسیر قرطبی ۲/۳۵) میں دوسرے کئی محققین اور مفسرین کے حوالہ سے اسی طرح نقل کیا گیا ہے، اور اسی طرح ایت کا ترجمہ کیا ہے، اور جو مفسرین "ما" کو موصولہ قرار دیتے ہیں، انکے مطابق ما تتلو پر عطف ہے، اور معنی یہ ہو گا، کہ یہی یہودی کتاب اللہ کو چھوڑ کر اسکی جگہ اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جن کو شیاطین نے پڑھا یعنی جادو سکھاتے اور جو فرشتوں پر اتارا گیا اسی کی پیروی کرتے تھے، مگر ہم نے اوپر بیس قرائن ذکر کئے ہیں، جسکے نتیجے میں یہ معنی درست نہیں ہے، کیونکہ یہ معنی اسلامی عقائد کے خلاف اور ملائکہ کی شان کے منافی ہے، کئی دوسرے مفاسد کا حامل بھی ہے، اس لئے وہ معنی صحیح ہیں، جو ہم نے ذکر کئے ہیں، بمعنی " ما " نافیہ اور اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے الزام اور بہتان کو غلط ٹھہرایا، بلکہ جادو اور اسکی تعلیم شیطانوں کی طرف سے ہے اور ملائکہ کی شان اس

سے بلند ہے، محض موضوع (غلط منگھڑت) روایات کی بنیاد پر ایسی تفسیر کرنا قطعا درست نہیں بلکہ قرآن کی شان کے خلاف ہے۔ (بدیع التفاسیر ۳/۸۵)

نمبر۹: تفسیر القرآن بالقرآن ۱/۲۰۷ میں "ما" کو نافیہ قرار دیا گیا ہے۔

نمبر۱۰: تفسیر مظہری نے بھی "ما" نافیہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (تفسیر مظہری ۱/۱۰۷ طبع کوئٹہ)

نمبر۱۱: قاضی زین العابدین نے لکھا ہے:۔ کہ

اکثر علماء یہود کتاب الہی توریت کو پس پشت ڈالکر سحر اور جادو میں لگ کر دنیا کماتے تھے، اور اپنے فعل کو جائز قرار دینے کے لئے "جادو" کو ملکوتی علم بتلایا کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں دو باتیں خاص طور سے ذکر کرتے تھے، ایک یہ کہ سلیمان جو جن وانس پر حکمرانی کرتے تھے۔ تو ان کے پاس جادو کی قوت تھی، جسکے ذریعہ انہوں نے جنوں اور ہواؤں کو تابع کر لیا تھا۔ دوسری یہ کہ خداوند تعالی نے شہر بابل میں ہاروت وماروت دو فرشتے خاص اس غرض سے بھیجے تھے، کہ وہ لوگوں کو اسکی تعلیم دیں۔ قرآن کریم نے انکے اس فروغ ودروغ (جھوٹ) کی قلعی کھولدی اور تصریح فرمادی گئی کہ "وما کفر سلیمان" سلیمانؑ نے کفر نہیں کیا، یعنی جادو کفر ہے سلیمان نبی تھے، ان کا دامن اس نجاست سے کس طرح ملوث ہو سکتا تھا۔ اور (وما انزل علی الملکین ببابل ھاروت وماروت) اور نہ ہی بابل میں دو ملائکہ ھاروت وماروت پر اللہ تعالی کی طرف سے جادو نازل کیا گیا۔ (قاموس القرآن ۶۴۹)

نمبر۱۲: مولانا شبیر احمد ازہر میرٹھی تفصیلا لکھتے ہیں:۔ کہ

" تنزل وپستی میں گری ہوئی ہر قوم کی طرح اہل کتاب بھی سحر وساحری کے چکر میں پھنس کر رہ گئے تھے۔ اور کتاب اللہ یعنی توریت کی جگہ ان کے درمیان سحر وساحری کی کتابیں ہی مقبول تھیں ان میں سے بہت اسکو سیکھنے سیکھانے اور پڑھنے پڑھانے میں اوقات ضائع کرتے رہتے تھے، اللہ نے اس ایت میں انکی یہی حالت بیان فرمائی ہے، اور جادوگروں کی افترا پردازی کی قلعی کھولی ہے، اور بتایا ہے کہ یہ دونوں باتیں غلط محض ہیں، نہ سلیمان کی طرف اسکی نسبت صحیح ہے، نہ دو فرشتوں کی طرف، بھلا اللہ کے نبی ﷺ اور اسکے فرشتوں کو جادو سے کیا نسبت ہو سکتی ہے کیونکہ جادو تو کفر ہے۔ (مفتاح القرآن ۱/۲۸۲)

سلیمانؑ تو بندہ مومن اور اللہ کے نبی تھے۔ پھر وہ سحر کا ارتکاب کیسے کرسکتے تھے۔ سحر کفر ہے جو ایمان کیساتھ جمع نہیں ہو سکتا پس یہ لوگ یعنی ساحرین اور انکے متبعین سلیمان پر سحر کا جھوٹا الزام لگا رہے ہیں۔

ہاں خود یہ شیاطین کافر ہیں، کفر کا ارتکاب انہوں نے کیا ہے، اور نہ صرف یہ لوگ سحر کا ارتکاب کرتے ہیں، بلکہ اور لوگوں کو سکھاتے بھی ہیں۔ (مفتاح القرآن ۲۷۳)

موصوف بقرہ ایت ۱۰۲ میں " ما " کے بارے میں تحریر کرتے ہیں:۔ کہ

بعض لوگوں نے (ما) کو موصولہ سمجھا اور ما تتلو پر عطف قرار دیا اور یہ معنی بتائے ہیں۔ کہ یہ لوگ اس چیز کے پیچھے پڑ گئے ہیں، جیسے شیاطین سلیمان کی طرف منسوب کر کے پڑھا کرتے تھے۔ اور اس چیز کے پیچھے پڑھ گئے ہیں جو بابل میں ھاروت وماروت نام کے دو فرشتوں پر اتاری گئی تھی، یعنی ایک سحر وہ تھا جس کی تلاوت شیاطین کرتے تھے۔ اور ایک وہ سحر تھا جسکی تعلیم ھاروت وماروت، نام کے دو فرشتے بابل میں دیتے تھے، اور ان پر وہ اللہ کی طرف سے اتارا گیا تھا، لیکن یہ تفسیر غلط ہے، کیونکہ اس سے لازم آتا ہے کہ سحر بھی منزل من اللہ اور حق ہے، اور اللہ تعالی نے خود ہی لوگوں کو سحر کی تعلیم دینے کا انتظام فرمایا ہے۔ حالانکہ سحر کو اللہ نے کفر بتایا ہے اور انسانوں کو گمراہ کرنے کے لئے شیاطین جن وانس ناکافی نہ تھے۔ کہ فرشتوں سے یہ کام لیا جاتا۔ (مفتاح القرآن ۱/۲۷۸)

شبیر احمد ازہر میرٹھی، ھاروت وماروت کے متعلق لکھتے ہیں:۔ کہ

دونوں عبرانی نسل کے ہی تھے کیونکہ اس انداز کے نام اسی نسل میں ملتے ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ کا نام طالوت اور اس کے حریف مقابل کا نام جالوت خود قرآن میں مذکور ہے، ہاروت وماروت نے اپنے ہم پیشہ لوگوں کی طرح ویرانہ نشینی اختیار کرتے ہوئے اپنی شخصیت کو پراسرار بنا رکھا تھا، دور دور سے جادو کے شوقین جن میں اکثریت اسرائیلیوں کی ہی ہوتی تھی، ان کے چرنوں میں پھنس کر سیس نواتے اور درخواست کرتے کہ ہمیں اپنے چیلے بناؤ یہ دونوں "گرُو" بھی پورے گھاگ تھے، کسی خام طالب شخص کو منہ نہ لگاتے، بلکہ پہلے اچھی طرح خوب ٹھوک بجا بجا کر دیکھ لیتے، جسے طلب کا سچا پکا پاتے اسے ہی بتاتے وہ طالب سے کہتے کہ بھائی یہ گناہ اور کفر کا کام ہے، تیری عاقبت برباد ہو جائی گی، "من نہ کردم شما حزر بکنید" جب خوب دیکھ لیتے کہ طالب صادق ہے، اور اسے ایمان وعاقبت کی فکر نہیں ہے، تب اسے اپنی شاگردی میں لے لیتے، چنانچہ ارشاد ہے:۔ کہ

(وما يعلمن من احد حتى يقولا انما نحن فتنة فلا تكفر) اور دونوں (جادوگر) کسی کو بھی نہیں سکھاتے تاوقتیکہ یہ نہ کہدیں کہ ہم تو ایک ازمائش ہیں پس تو کفر نہ کر یعنی جادو مت سیکھو۔

یہ بات وہ ہونے والے شاگرد سے اس لئے نہیں کہتے تھے، کہ وہ خود فرشتے یا صاحب ایمان تھے۔ یا معاذاللہ اللہ کی طرف سے وہ اس کام پر مبعوث تھے، بلکہ جیسا کہ میں نے عرض کیا، اس طرح وہ طالب کی طلب کا اندازہ لگاتے، اور اپنا معاملہ پکاتے تھے۔

آگے "انما نحن فتنۃ" کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ "نحن فتنۃ" کے دو معنی ہوسکتے ہیں، ایک یہ کہ یہ بات کہہ کر وہ اپنی شخصیت کو طالب کی نظر میں زیادہ عظیم وپر اسرار بنادیتے تھے۔ کیونکہ اس طرح وہ سمجھ لیتا تھا، کہ یہ کہیں فوق البشر ہستیاں ہیں، پس انکا یہ قول از راہ تلبیس تھا، دوئم یہ کہ "فتنۃ" یہاں بمعنی مفتون ہو، یعنی ہم تو اس سحر و ساحری کے چکر میں بڑھ ہی گئے ہیں مگر تو تو اس سے بچے رہو۔ اس صورت میں یہ قول برائے تشویق تھا، تاکہ طالب کی آتش شوق تیز تر ہو جائے۔ (مفتاح القرآن ۱/۲۷۸ تا ۱/۲۸۰)

بندہ شاکر کہتا ہے، کہ انما نحن فتنۃ "ای مفتونون یعنی ہم تو آزمائے ہوئے لوگ ہیں، پس ہمارے عملیات کی تاثیر کا انکار کر کے کافر مت بنو یعنی ہم پر لوگوں نے کافی تجربات کئے ہیں، جسنے ہماری عملیات پر شک کیا تو ہم نے انکو برباد کیا ہے۔ فلا تکفر مثلھم"۔ لھذا یوں انکو تشویق بھی دیتے اور اطمینان بھی۔

نمبر ۱۳: علامہ جمال الدین قاسمی لکھتے ہیں:۔ کہ

"والذی ذھب الیه المحققون ان ھاروت وماروت کانا رجلین متظاھرین بالصلاح والتقوی فی بابل وھی مدینه بالعراق علی نھر الفرات وکانا یعلمان الناس السحر بلغ حسن اعتقادالناس بھما ان ظنوا انھما ملکان من السماء وما یعلمانه للناس ھو بوحی من الله ومبلغ مکرھذین الرجلین ومحافظتھما علی اعتقادالناس والحسن فیھما انھما صارا یقولان لکل من اراد ان یتعلم منھما (انما نحن فتنة فلا تکفر) ای انما نحن الو فتنة نبلوك ونختبرك اتشکر ام تکفر وننصح لك الا تکفر یقولان ذالك لیوھما الناس ان علمھما الھیة وصناعتھما روحانیة وانھما لایقصد ان الا الخیر کما یفعل ذالك دجاجلة ھذاالزمان قائلین لمن یعلمونھم الکتابة للمحبة والبغض علی زعمھم نوضیك بان لا تکتب لجلب امراة متزوجة الی رجل غیر زوجھا الی غیر ذالك من الاوھام والافتراء ولليھود فی ذالك خرافات کثیرة حتی انھم یعتقدون ان السحر نزل علیھما من الله وانھما ملکان جاء التعلیمه للناس فجاء القرآن

مکذبا لهم في دعواهم نزوله من السماء وفي ذم السحر ومن يتعلمه اويعلمه (يعلمون الناس السحر وما انزل على الملكين) ف"ما" هنا نافية على اصح الاقوال ولفظ الملكين هنا وارد حسب العرف الجاري بين الناس في ذالك الوقت۔ (محاسن التاویل ا/۴۰۵ طبع مصر)

اور محققین جس طرف گئے ہیں، وہ یہ ہے کہ ہاروت وماروت دو آدمی تھے، جو بظاہر دیندار بنے ہوئے تھے، شہر بابل میں اور یہ بابل عراق کے اندر نہر فرات کے اوپر ایک شہر ہے، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔ اور لوگوں کا ان کے متعلق حسن اعتقاد یہاں تک تھا، کہ وہ گمان کرتے تھے۔ کہ گویا کہ وہ آسمان سے آئے ہوئے فرشتے ہیں۔ اور وہ جو کچھ لوگوں کو سکھایا کرتے ہیں، وہ وحی سے ہے، اور ان دونوں کا مکر یہاں تک تھا، کہ لوگوں کا اپنے متعلق حسن اعتقاد برقرار رکھنے کے لئے وہ ان کے سامنے یہ بھی کہتے تھے، کہ ہم تمہارا امتحان لے رہے ہیں، کہ تم صحیح کام کرتے ہو یا غلط کام کرتے ہو، ہم تو تمہیں نصیحت کریں گے کہ تم غلط کام یا کفر کا کام نہ کرو، وہ دونوں یہ بات اس لئے کہتے تھے، تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ انکے علوم الٰہی ہیں، ان کا فن روحانی فن ہے، اور یہ دونوں سوائے اچھائی اور بھلائی کے کچھ نہیں چاہتے، جیسا کہ ہمارے زمانے کے دجالوں کا انداز ہے، کہ ان لوگوں کو جوان سے کسی کی محبت یا کسی کے بغض کے لئے تعویذ کرواتے ہیں، تو یہ دجال انکو یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ ہماری تمہیں یہ وصیت ہے، کہ ہماری اس محبت کی تعویذ کے ذریعے کسی شادی شدہ کو نہ پھنسالینا، ایسے دیگر قسم کے اوہام وافتراءات اس قسم کی چیزیں یہود میں بہت تھیں، حتی کہ یہ وہ اعتقاد رکھتے تھے، کہ سحر ان دونوں پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے، اور یہ کہ دونوں ملائکہ ہیں، جو لوگوں کو تعلیم دینے کی غرض سے آئے ہیں، قرآن مجید ان تمام باتوں اور تمام دعوؤں کے تکذیب کے لئے نازل ہوا ہے، قرآن نے بتایا کہ یہ دونوں آسمان سے نہیں آئے ہیں۔ اور نہ ہی انکا علم آسمانی وحی ہے۔ بلکہ سحر بری چیز ہے، اور اسکا سیکھنا اور سکھانا جرم ہے، لھذا یہاں پر "ما" صحیح اقوال کے رو سے "ما" نافیہ ہے، اور ملکین کا لفظ اسوقت کے جاری عرف کے مطابق وارد ہوا ہے۔ (کہ دیندار شخص کو لوگ ملک فرشتہ سمجھتے ہیں۔ (تفسیر قاسمی ا/۴۰۵ بقرہ ۱۰۲ طبع قاہرہ)

نمبر ۱۴: امام ابو مسلم نزول سحر کے بطلان کو یوں پیش کرتے ہیں۔

"الاول ان السحر لو كان نازلا عليهما لكان منزله هوالله وذالك غير جائز لان السحر كفر وعبث لا يليق بالله تعالى انزال ذالك.

والثانی: "ولکن الشیاطین کفروا یعلمون الناس السحر" یدل علی ان تعلیم السحر کفر فلو ثبت فی الملائکۃ انھم یعلمون السحر لزمھم الکفر وذالک باطل. الثالث کما لا یجوز فی الانبیاء ان یبعثو لتعلیم السحر فکذالک فی الملائکۃ بطریق الاولی. الرابع ان السحر لا یضاف الا الی الکفرۃ والفسقۃ والشیاطین المردۃ وکیف یضاف الی اللہ ما ینھی عنہ ویتوعد علیہ بالعقاب؟ وھل السحر الا الباطل المموہ؟ وقد جرت عادۃ اللہ بابطالہ کما قال فی قصۃ موسی علیہ السلام " ماجئتم بہ السحر ان اللہ سیبطلہ" (یونس ۸۱، محاسن التاویل ۱/۷۰۴ طبع قاھرہ)

اولا اگر سحر ان دونوں ملائکہ پر نازل شدہ سمجھیں تو لا محال نازل کرنے والا اللہ ہی ہو گا، اور ایسا ہونا ممکن نہیں، کیونکہ سحر کفر اور عبث ہے، اور ایسی چیز کا نزول اللہ کے شایان شان نہیں۔

نمبر ۲: قرآن کہتا ہے " لیکن شطانوں نے کفر کیا جو لوگوں کو سحر سکھاتے تھے" یہ ایت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ سحر کی تعلیم کفر ہے، اگر ملائکہ میں تعلیم سحر ثابت ہو جائے، تو انمیں کفر لازم آجائے گا، اور ملائکہ کا کفر کرنا باطل اور ناممکن ہے، کیونکہ اللہ نے فرمایا ہے، "لا یعصون اللہ ما امرھم "

نمبر ۳: جیسا کہ انبیاء کا تعلیم سحر کے لئے مبعوث ہونا جائز و ممکن نہیں، تو ملائکہ میں تو بطریق اولی ایسا ہونا ممکن نہیں کیونکہ ان میں تو شہوت، خواہشات کی بو تک نہیں۔

نمبر ۴: سحر کی نسبت سوائے کفار و فجار، فساق، شریر شیاطین کے کسی اور کی طرف نہیں کی جا سکتی پھر بھلا اسکی نسبت اللہ کی طرف کیسے کی جا سکتی ہے، جو اس سے منع کرنے والا، اور کرنے والے کو سزا کی وعیدیں دینے والا ہے، کیا سحر سوائے باطل کے کچھ اور بھی ہے؟ اور اللہ تعالی کی تو عادت ایسی چیزوں کے ختم کرنے کی ہے، جیسا کہ موسیٰ کے قصے میں فرمایا کہ " جو چیز تم نے پیش کی ہے وہ صرف سحر ہے بے شک اللہ تعالی عنقریب اسکو ختم کر دے گا۔ (یونس ۸۱) تفسیر قاسمی ۱/۷۰۴ ط قاھرہ)

نمبر ۵: ادارۂ معارف اسلامیہ پنجاب (انسائیکلوپیڈیا) لکھتا ہے:۔ کہ

" قرآن مجید نے بتایا کہ جنوں اور انسانوں کا ایک شیطانی گروہ سحر اور جادو کے دھندوں میں ملوث ہو گیا تھا، حالانکہ جادو کی تعلیم کفر ہے، اور اللہ تعالی کے نبی سلیمان علیہ السلام نے نہ تو اسکا ارتکاب کیا، اور نہ وہ کر سکتے تھے، وہ قطعا کفر کے مرتکب نہیں ہوئے، یہ شیاطین تھے، جنہوں نے لوگوں کو جادو سکھلا کر

کفر کا ارتکاب کیا، اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے ذریعہ یہودیوں کے جھوٹے الزام بلکہ بہتان کی بہت سختی سے تردید فرما کر سیدنا سلیمان علیہ السلام کی بریت کا اعلان کر دیا، کہ سلیمان علیہ السلام نے نہ جادو کی تعلیم دی تھی، اور نہ کفر کا ارتکاب کیا تھا، یہود کی شیطانی خصلت جادو گر اپنی ساحرانہ حرکتوں کو تقویت دینے کے لئے انہیں سیدنا سلیمان کی طرف منسوب کر دیتے، اور مشہور کرتے تھے، کہ سلیمان علیہ السلام کی رضامندی اور حکم سے جادو گری کر رہے ہیں، قرآن مجید نے یہود کے اس بہتان اور جھوٹے دعوے کی تردید کر کے سیدنا سلیمان علیہ السلام کی بریّت فرمائی اور ان کے دامن عصمت کو داغدار ہونے سے بچالیا۔ (ادارۃ معارف اسلامیہ انسائکلوپیڈیا ۸/۲۳)

ادارہ مزید لکھتا ہے:۔ کہ

" وما انزل علی الملکین "میں "ما "نافیہ ہے، اور اسکا عطف "وما کفر سلیمٰن " پر ہے اس لحاظ سے ایت کے معنی یہ ہونگے، کہ " نہ سلیمان علیہ السلام نے کفر کیا، اور نہ دو ملائکہ پر جادو اتارا گیا، یہود کا یہ بھی عقیدہ ہے، کہ اللہ تعالیٰ نے جبرائیل میکائیل دو ملائکہ کے ذریعے جادو نازل کیا ہے، تو یہاں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کے اس غلط عقیدہ کی بھی تردید کر دی، کہ جبرائیل اور میکائیل دو ملائکہ کے ذریعے کسی قسم کا جادو نہیں اتارا گیا۔ (ادارۃ معارف اسلامیہ ۸۱/۲۳)

نمبر۱۶: مولانا محمد حفظ الرحمن سیوہاروی لکھتے ہیں:۔ کہ

مشہور نحوی فراء سے منقول ہے، وہ ما انزل میں "ما "کو نافیہ تسلیم کرتا ہے۔۔۔ قرطبی اور ابن جریر اسکو راجح تسلیم کرتے ہیں، کہ آیت میں " ما "نافیہ ہے، اور ھاروت وماروت شیٰطین سے بدل ہے مطلب یہ ہے، کہ یہ غلط ہے، کہ بنی اسرائیل کے آزمائش کے لئے آسمان کے فرشتے " سحر "کا علم لے کر آئے تھے۔ بلکہ شیاطین سحر سکھاتے تھے، جن میں سے بابل میں دو مشہور شخصیتیں ہاروت وماروت کی تھی، اور وہ جادو سکھاتے۔ (قصص القرآن ۲/۱۶۴ دار الارشاد کراچی)

نمبر۱۷: اللہ تعالیٰ کے دین پر طعنے کھانے والے علامہ تجلی خان لکھتے ہیں:۔ کہ

یہ تفسیر سب سے زیادہ صحیح ہے، کیونکہ (علی الملکین) حرف "علی "کے معنی زریعہ کے ہیں، جیسا کہ تفسیر قرطبی اور تفسیر ابن کثیر میں ہے جس کی تائید سورۃ ال عمران کی اس ایت سے ہوتی ہے

(ربنا واٰتنا ما وعدتنا علی رسلك ولا تخزنا یوم القیامة) (ال عمران ۱۹۴)

اے ہمارے رب تو نے اپنے رسولوں کے زریعہ سے ہمارے ساتھ جو وعدہ کیا ہے، وہ ہمیں عطا فرما اور ہمیں قیامت کے دن شرمندہ نہ کر یہاں "علی" بمعنی زریعہ ہے، تو اس ایت کی روشنی میں " وما انزل علی الملکین " میں بھی " علی" زریعہ کے معنی کے ہوسکتے ہیں، " الملیکن " میں الف لام عہدی ذکری ہیں ، جس سے مراد ملائکہ جبرائیل اور میکائیل ہیں جس کا ذکر سورۃ بقرہ کی مذکورہ ایت نمبر ۱۰۲ سے تین آیتیں پہلے ایت نمبر ۹۸ میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے ." من کان عدوا لله وملائکته" ورسله وجبریل ومیکال فان الله عدوا للکفرین " (بقرہ ۹۸)

جو شخص اللہ کا اور اسکے ملائکہ اور اسکے رسولوں کا اور جبرائیل ومیکائیل کا دشمن ہو۔ تو اللہ ایسے کافروں کا دشمن ہے۔یہود جبرائیل ومیکائیل کو ایسا دشمن تصور کرتے تھے۔اسی وجہ سے انہوں نے ملائکہ پر الزام لگایا، کہ ان ملائکہ نے ہاروت وماروت پر اللہ کی طرف جادو اتارا ہے، تو اللہ نے فرمایا کہ ملائکہ کے زریعے جادو (قطعا) نہیں اتارا گیا ہے، جس طرح انبیاء کفر وشرک سے پاس ہیں اس طرح ملائکہ بھی پاک ہیں، اور یہ بات بھی اللہ کی کتاب میں روز روشن کی طرح عیاں ہیں، کہ ملائکہ عام انسانوں کی تعلیم کے لئے نہیں آتے بلکہ عام انسانوں کی تعلیم کے لئے تو اللہ تعالی انبیاء علیھم السلام مبعوث فرماتے تھے۔ اللہ کا قرآن اسپر گواہ ہے، ملاحظہ کریں" وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیھم " آپ سے پہلے ہم نے بستی والوں میں جتنے رسول بھیجے ہیں سب مرد ہی تھے، جن کی طرف ہم وحی نازل فرماتے گئے۔ (یوسف ۱۰۹)

طرز استدلال یہ ہے کہ ہم وحی صرف بھیجے گئے (رسولوں) کی طرف کرتے ہیں، ایسی ہی ایت سورۃ نحل ۴۳ بھی ہے، الانبیاء ۷، الفرقان ۷-۲۰، ابراھیم ۱۰- ۱۱، بنی اسرائیل ۹۴-۹۵ انعام ۵۰ مومنون ۳۳، ۳۴ مذکورہ آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ وحی اسمانی علوم اسمانی ملائکہ کے زریعے صرف اور صرف انبیاء ورسل کی طرف نازل کی جاتی ہیں، نہ کہ عام انسانوں جیسے ہاروت وماروت پر یا ملائکہ ہو کر عام انسانوں کے لئے معلم بنیں؟ قرآن کریم کی ان ایات سے ثابت ہوتا ہے، کہ ملائکہ انسانوں کی تعلیم کے لئے نہیں آتے، (جیسا کہ بقرہ ایت ۱۰۲ کی تفسیر میں بعض لوگوں نے یہ دعوی کیا ہے، کہ ہاروت وماروت دو ملائکہ تھیں جو لوگوں کی طرف بھیجے گئے تھے، کہ انکو سحر اور معجزہ وغیرہ میں فرق واضح کردے) بلکہ ملائکہ تو انبیاء علیھم السلام کو بشارت دینے کی غرض سے آتے ہیں، جیسا کہ ابراھیم کو بیٹے کی بشارت دی، اور تعذیب (عذاب) دینے کی غرض سے آتے ہیں، جیسا کہ قوم لوط پر اللہ کا عذاب لائے تھے۔ جبرائیل

انبیاء پر وحی لاتے تھے۔ اسی طرح شب قدر میں روح اور ملائکہ اترتے ہیں، لیکن وہ نظر نہیں آتے، اور موت کے وقت بھی ملائکہ نفس قبض کرنے کے لئے آتے ہیں، مگر نظر نہیں آتے۔

مندرجہ بالا امور کے علاوہ قرآن کریم نے لوگوں کو تعلیم دینے یا سمجھانے کے لئے فرشتوں کا زمین پر بھیجے جانے کا انکار کیا ہے، اور یہ نص صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی طرف تعلیم دینے کے لئے انہی کے نوع کے انسانوں کو یعنی انبیاء کو بھیجا۔

اب بات صاف ہوگئی اور کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی نہ رہی کہ ہاروت وماروت ملائکہ نہ تھے، اور نہ اللہ کی طرف سے لوگوں کو سحر کی تعلیم دینے کے لئے آئے تھے، آگے فرماتا ہے" فیتعلمون منهما ما یفرقون به بین المرء وزوجه "میں وہ لوگ ان دونوں (ہاروت وماروت عبرانی نسل دو پراسرار بندوں) سے وہ چیز سیکھنا چاہتے تھے، جسکے ذریعے مرد اور اسکی بیوی کے درمیان جدائی ڈالدیں اسکا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جادو سے میاں بیوی میں جدائی ڈالی جاسکتی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے انکا گھٹیا پن اور خباثت بیان فرمایا ہے، کہ وہ اپنے باطل خیال میں وہ چیز سیکھنا چاہتے تھے۔ کہ جس سے میاں بیوی میں جدائی ڈال سکیں، اس لئے اللہ نے ان کے اس خیال کی تردید کرتے ہوئے فرمایا(وما هم بضارّین به من احد الا باذن الله)

اور وہ (جادوگر) اس (جادو) سے کسی کو بھی نقصان نہیں پہنچاسکتے تھے، مگر کسی کو تکلیف قانون الٰہی (اسباب کے تحت مشیت الٰہی کے ساتھ) اللہ کے حکم، اللہ کے اذن ومشیت اور قضاء سے پہنچتا ہے، کوئی بھی مخلوق اسباب کے بغیر کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی، اور نہ کوئی جادوگر کسی کو کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے، اور سارے کے سارے اختیارات صرف اللہ ہی کے پاس ہیں" بل للہ الامر جمیعا" بلکہ تمام (اختیارات) اللہ کے پاس ہیں، اذن کے معنی اللہ کے حکم اور قانون کے ہیں، اب اگر کوئی یہ سمجھتا ہے، کہ جادوگر "باذن الله "یعنی اللہ کے حکم اور اسکی اجازت سے لوگوں کو مافوق الاسباب اپنے جنتر منتر سے نقصان پہنچاسکتا ہے۔ یا مرد اور اسکی بیوی کے درمیان جدائی ڈال سکتا ہے، تو وہ یہ غلط سمجھتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سحر کو کفر، شیطانی فعل، جھوٹ اور باطل قرار دیا ہے، اب اگر اللہ تعالیٰ خود ہی اسکے کرنے کا حکم دے، اور ساتھ ہی اسکے زریعہ نقصان پہنچانے کا اختیار بھی دے، تو پھر اسکا کرنا اور اسکے زریعہ نقصان پہنچانا اللہ کے حکم کی تعمیل ہوگی اور یہ کام باعث ثواب ہوگا نہ کہ کفر اور قابل مؤاخذہ۔

دوئم اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے" ولا یشرك فی حكمه احدا" وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا، تو پھر جادوگر کو کیسے شریک بنالیا؟

سوئم اللہ تعالی فرماتا ہے،" ولا يفلح الساحر حيث اتى " جادو گر جہاں بھی جائے کامیاب نہیں ہو گا؟ اگر بالفرض اللہ تعالی جادو میں اثر ڈال کر اس کے زریعہ کسی کو نقصان پہنچائے تو پھر تو جادو گر اپنی مراد کو پہنچ گیا، جبکہ ایسا ہونا مندرجہ بالا آیات کے خلاف ہے۔

چہارم یہ کہ دل میں ما فوق الاسباب الفت اور نفرت پیدا کرنا یہ اللہ تعالی کے صفات خاصہ میں سے ہے، ملاحظہ کریں سورۃ انفال ۶۳ "والف بين قلوبهم لو انفقت ما فی الارض جميعا ام الفت بين قلوبهم "انکے دلوں میں باہمی الفت و محبت بھی اسی (اللہ) نے ڈالی ہے، زمین میں جو کچھ ہے تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا تو بھی انکے دل آپس میں نہ ملا سکتا۔ اسی طرح مائدہ ۱۴ اور ۶۴ میں آپس میں بغض پیدا کرنے کی بات بھی صرف اللہ کیساتھ خاص ہے۔ (نیز ال عمران ۱۰۳)

انفال کی ایت میں تو رسول اللہ ﷺ کو خطاب ہے کہ تو بھی اے نبی صحابہ کے دل میں آپس میں محبت نہیں ڈال سکتا، تو پھر جادو گر کی کیا مجال؟ (جادو کی شرعی حیثیت ۲۲ تا ۲۵)

نمبر ۱۸: ابو العباس احمد بن عماد المھدوی نے بھی "ما" نافیہ لکھا" (التحصیل ۱/۳۰۹)

"فيتعلمون منهما ما يفرقون به بين المرء وزوجه

جن لوگوں کے دلوں میں جادگروں غیر اللہ اور جادو کا رعب ہے، اور جادو گروں کو نافع یا ضار تسلیم کر لیا ہے، وہ ایت کے اس جملے سے غلط فہمی کا شکار ہو کر استدلال کرتے ہیں، کہ دیکھیں ان دو ہاروت وماروت سے ایسا سحر، منتر سیکھتے تھے کہ میاں بیوی میں اس سے جدائی واقع ہو جاتی تھی۔

خوب سمجھنے کی کوشش کریں، قرآن اور سنت صحیحہ میں کہیں مذکور نہیں، کہ ساحر یا منتری، تعویذ فروش کے عمل سے میاں بیوی میں جدائی واقع ہو جاتی ہے حاشا و کلا۔

آیت کا صحیح مفہوم:- اس ایت میں اس وقت کے انبیاء کی تعلیمات کے مخالفین کا گھٹیا پن اور خباثت بیان کی گئی ہے، کہ وہ اتنے بد باطن تھے، کہ باوجود سمجھانے اور منع کرنے کے وہ اپنی گندی سوچ کے مطابق ان سے ایسی چیز یا طریقے سیکھنے کی کوشش کرتے تھے۔ کہ اس سے میاں بیوی کو جدا کر کے عورت کو اپنی محبت میں مبتلاء کر دے، ایت میں انکی گندی سوچ اور گندے ارادے کو بیان کیا گیا ہے، نہ کہ واقعۃً جدا ہونا۔

دوسری تفسیر یہ ہے، کہ وہ لوگ ہاروت وماروت سے سحر سیکھ کر کافر ہو جاتے تھے۔ اس لئے کہ سحر سیکھنا سکھانا، کرنا کروانا سب کفر ہے، جس طرح کہ آیت میں تصریح ہے، تو چونکہ وہ لوگ سحر سیکھ کر

کافر اور مرتد ہو جائے، اور کفر وارتداد سے انکی بیوی کا نکاح ٹوٹ کر اس سے جدا ہو جاتی جسکو اللہ تعالی نے بیان کیا کہ یہ احمق وہ کچھ سیکھتے ہیں جس سے مرد اور بیوی ہی جدا ہو جاتی ہے نکاح ٹوٹ کر۔

مفسرین کے اقوال:- نمبر ۱: دکتور وھبۃ الزحیلی لکھتے ہیں:۔ کہ

"یفرقون به بین المرء وزوجه . لیس دلیلا علی ان السحر یفعل هذا وانما هی حکایة لما کان معروفا عندهم "یفرقون به بین المرء وزوجه"

اس پر دلیل نہیں کہ سحر میاں بیوی کو (واقعی) جدا کر سکتا ہے بلکہ یہ جو انکے ہاں معروف تھا اسکی حکایت ہے (یعنی اللہ تعالی انکے خبیث عادت بتارہے ہیں۔ کہ وہ ایسے گندے تھے کہ پہلی نظر اور پسند انکی یہ تھی) (التفسیر المنیر ۱/۲۷۵) طبع رشیدیہ کوئٹہ)

نمبر ۲:۔ امام جصاص حنفی لکھتے ہیں:۔ کہ

"یحتمل التفریق من وجهین احدهما ان یعمل به السامع فیکفر فیقع به الفرقه بینه وبین زوجته اذاکانت مسلمة بالردة والوجه الآخر ان یسعی بینهما بالنمیمة والوشایه والبلاغات الکاذبة والاغراء والافساد وتمویه الباطل حتی یظن انه حق فیفارقها"

میاں بیوی کی جدائی کا جو یہاں ذکر ہے اسکی دو وجہ ہو سکتی ہیں، پہلی یہ کہ جب سننے والا سحر سیکھنے کا عمل کرتا تو عمل سحر یا ارتکاب سحر کی وجہ سے کافر ہو جاتا اور اسکی بیوی مسلمان اگر ہوتی تو اسکے ارتداد کی وجہ سے وہ اس سے جدا ہو جاتی ہے دوسری وجہ یہ کہ یہ ہاروت وماروت انکو میاں بیوی میں جدائی ڈالنے کے لئے یہ طریقہ سکھاتے کہ انکے درمیان چغلخوری جھوٹی باتیں اور فساد کی خبریں اور ایک دوسرے کے خلاف اکسانے کا کام کریں تاکہ وہ اسکو درست گمان کریں اور جدا ہوں۔

(احکام القرآن ۱/۶۹) بیروت لبنان)

نمبر ۳:۔ امام فخر الدین رازی نے لکھاہے:۔ کہ

"ذکروا فی تفسیر هذا التفریق وجهین . الاول :۔ ان هذا التفریق انما یکون بان یعتقد ان ذلك السحر مؤثر فی هذا التفریق فیصیر کافرا واذا صار کافرا بانت منه امراته . فیحصل تفرق بینهما . الثانی انه یفرق بینهما بالتمویه والحیل الخ۔

مفسرین نے اس جدائی کی تفسیر میں دو وجوہ ذکر کی ہیں، اول یہ کہ جب آنے والا یہ یقین کرتا کہ جادو میں اثر ہے، اور میاں بیوی کو جدا کیا جاسکتا ہے جادو کے زریعے تو وہ اس عقیدے کی وجہ سے کافر اور مرتد ہو جاتا تھا، اور اسکی بیوی مسلمان رہ کر اس سے جدا ہو جاتی ہے، دوسری وجہ یہ کہ وہ انکے درمیان حیلوں چالوں اور دیگر چغلیوں، جھوٹی باتوں کے زریعے تفریق سکھاتے۔ (تفسیر کبیر ۳/ ۲۳۲ طبع رشیدیہ کوئٹہ)

نمبر ۴: جمال الدین قاسمی نے لکھا ہے:۔ کہ

"من قبيل التمثيل واظهار الامر في اقبح صورة اى بلغ من امر ما يتعلمونه من ضروب الحيل وطرف الافساد ان يتمكنوا به من التفريق الخ۔

یہ اللہ تعالی کا قول ایک تمثیل ہے، کسی امر کی سب سے قبیح صورت کا اظہار مقصود ہے کہ وہ اپنے گندی فکر میں یہاں تک پہنچے تھے، کہ ان سے ایسے حیلے اور فساد ڈالنے کے طریقے سیکھتے تھے، تاکہ اس کی مدد سے سب سے عظیم اور شریف رشتے میاں بیوی کے درمیان جدائی پر قادر ہوں۔ (محاسن التاویل ۱/ ۴۰۵) القاھرہ)

نمبر ۵:۔ امام آلوسی الحنفی نے بھی دو وجوہ بیان کی ہیں پہلی سحر مگر بطریق السببية اور دوسری ما یفرق لکونه کفرا لانه اذا تعلم کفر فبانت زوجته"

وجہ یہ ہے کہ جدائی اس لئے آتی ہے، کہ سحر کفر ہے، جب بھی کوئی سیکھے تو کافر ہو جاتا ہے اور بیوی کا نکاح ٹوٹ جاتا ہے، تو جدا ہو گئے شرعا۔ (روح المعانی ۱/ ۴۶۸ رشیدیہ کوئٹہ)

نمبر ۶:۔ نظام الدین نشاپوری نے بھی یہی دو وجوہ ذکر کی ہیں۔ (تفسیر غرائب القرآن ۱/ ۳۵۱) بیروت لبنان)

گلبدین حکمتیار کی کتاب متضاد روایات مذھبی اختلافات ۲۸۲، ۳۸۳) میں بھی ذرا ملاحظہ کریں۔

مگر بد قسمتی سے بڑوں کی غلطی چھپانے اور کتاب اللہ پر مخلوق کے اقوال کو فوقیت دینے کے غرض سے اکابر پرست و شخصیت پرست طبقہ ایڑی چوٹی کا زور لگا رہا ہے، کہ کسی طرح سحر کو باطل و کفر ہونے کے باوجود مؤثر ثابت کریں، تاکہ بڑوں کی غلطی یا خطا پوشیدہ رہے، اور کتاب اللہ اقوال غیر اللہ کا تابع رہے، اس مقصد کے لئے ایت کے مذکورہ جملے کے مذکورہ توجیہات و تاویلات کو کالعدم قرار دیکر صرف ایک توجیہ کارٹ لگاتے رہے ہیں، جو کہ قرآنی تصریحات اور سنت واضحہ کے سراسر خلاف ہے۔

حالانکہ اسی ایت میں آگے تصریح ہے، "وما هم بضارين به من احد الا باذن الله " کہ وہ کسی کو بھی اس (جادو) کے زریعہ نقصان نہیں پہنچا سکتے مگر (نقصان و تکلیف) اللہ کے اذن سے (پہنچتی) ہے۔

دوسری بحث
موسی علیہ السلام کا ساحروں سے مقابلہ:

ہماری توہم پرست یا اکابر پرست قوم سحر کے مؤثر ہونے کے لئے سیدنا موسی علیہ السلام کا فرعونی جادوگروں سے مقابلے کے واقعہ سے استدلال کی کوشش کرتے ہیں، تو مناسب ہوگا کہ مذکورہ واقعہ قرآن ہی کی زبانی بیان کی جائے۔

اللہ تعالیٰ نے موسی اور ہارون علیہما السلام کو حکم فرمایا کہ فرعون نے بغاوت کی ہے، انکو سیدی راہ کی دعوت دیں، "فاذهبا بایاتنا انا معکم مستمعون" (شعراء ۱۵)

تم دونوں ہماری نشانیاں لے کر (فرعون) کے پاس جاؤ ہم تمہارے ساتھ خود سننے والے ہیں، تم دونوں فرعون کے پاس جاکر کہوں کہ بلاشبہ ہم رب العلمین کے بھیجے ہوئے (رسول) ہیں۔ (الشعراء ۱۵، ۱۶)

جب دونوں پیغمبر دعوت دینے تشریف لے گئے تو فرعون نے اوٹ پٹانگ بول دیا، مگر نبوی اعجاز سے لاچار ہوکر کہا کہ "فات به ان كنت من الصادقين" (الشعراء ۳۱)

اگر تم واقعی سچے نبی ہیں تو کوئی ثبوت دلیل معجزہ پیش کردو، "فالقی عصاه فاذاهی ثعبان مبین ونزع یده فاذاهی بیضاء للنظرین" (الشعراء ۳۲، ۳۳)

موسی علیہ السلام نے اسی وقت اپنی لاٹھی ڈال دی جو اچانک کھلم کھلا آژدھا بن گئی، اور اپنا ہاتھ (بغل میں دباکر) نکالا تو وہ بھی اسی وقت دیکھنے والوں کو سفید چمکدار نظر آنے لگا۔ (شعراء ۳۲، ۳۳)

تو فرعون اپنے آس پاس کے سرداروں سے کہنے لگا بھئی یہ تو کوئی بڑا دانا جادوگر ہے، یہ تو چاہتا ہے کہ اپنے جادو کے زور سے تمہیں تمہاری سرزمین سے نکال دے، بتاؤ اب تم کیا حکم دیتے ہو۔ شعراء ۳۴، ۳۵ پھر مہلت دیکر تمام شہروں میں کارندے بھیجے اور ذی علم (ماہر ترین) جادوگروں کو بلایا، پھر مقرر دن کے وعدے پر تمام ماہر ترین جادوگر جمع کئے گئے، اور عوام الناس کو بھی جمع کیا گیا، تاکہ اگر جادوگر غالب آئیں تو ہم سب انکی پیروی کریں، اور جادوگروں نے کہا فرعون سے کہ اگر ہم غالب آئیں تو ہمیں کچھ انعام بھی ملے گا؟ فرعون نے کہا کیوں نہیں بلکہ تم میرے خاص درباری (چمچے) شمار کئے جاؤگے۔ (مفہوم) (شعراء ۳۲، تا ۴۲)

"فتولی فرعون فجمع کیده ثم اتی" فرعون لوٹ گیا اور اس نے اپنے (سارے) ہتھکنڈے جمع کئے پھر آگیا طٰہ ۶۰ مقابلہ شرع ہونے سے پہلے موسی علیہ السلام کے زبان پر جاری کئے گئے الفاظ پر ذرا غور کریں، فرمایا، "ویلکم لا تفتروا علی الله کذبا فیسحتکم بعذاب وقد خاب من

افترٰی "تمہاری بدبختی، اللہ پر جھوٹ اور افتراء نہ باندھو کہ وہ تمہیں عذابوں سے ملیا میٹ کر دے، اور جس نے اللہ پر جھوٹ باندھا وہ نامراد ہوا۔ (طٰہٰ ٦١)

فتنازعوا امرهم یہ سن کر انمیں اختلاف رائے پیدا ہوا۔ اور چپکے چپکے شور کرنے لگے، بالآخر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ دونوں موسیٰ وہارون جادوگر ہیں، ہمیں اپنے ملک سے جادو کے زریعے نکال دیں گے، اور ہمارا بہترین مذہب برباد کرنے والے ہیں (مفہوم) طٰہٰ ٦٣،٦٢ پھر فرعون نے ساحروں سے مخاطب ہو کر اعلان کیا، فاجمعوا کیدکم کہ اپنی تمام تدبیریں، چالیں، ہتھکنڈے جمع کریں، اور صفیں باندھ کر آئیں، جو آج غالب آگیا وہی بازی لے گیا،" قالوا یاموسی اما ان تلقی واما ان نکون اول من القی "کہنے لگے آئے موسیٰ یا تو تو پہلے ڈال یا ہم پہلے پھینکنے والے بن جائیں،" قال بل القوا "موسیٰ نے جواب دیا نہیں پہلے تم ڈالو" فاذا حبالهم وعصیهم یخیل الیه من سحرهم انها تسعی "تو یکا یک ان کی رسیاں اور لاٹھیاں ان کے فراڈ (شعبدہ بازی، خفیہ تدبیر، اور ہاتھ کی صفائی) کی وجہ سے موسیٰ کے خیال میں دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں" فاوجس فی نفسه خیفة موسی قال لا تخف انك انت الاعلی "پس موسیٰؑ نے اپنے دل ہی دل میں خوف (ڈر) محسوس کیا، ہم نے کہا مت ڈرو تو ہی غالب اور برقرار رہے گا۔ اور جو چیز تمہارے دائیں ہاتھ میں ہے (لاٹھی یا عصا) اسے ڈال دو،" تلقف ما صنعوا انما صنعوا کید ساحر ولا یفلح الساحر حیث اتی "جو کچھ انہوں نے کاریگری، ہاتھ کی صفائی سے بنایا ہے تمہاری عصا سب کو نگل جائیگی، انہوں نے جو کچھ بنایا ہے یہ صرف جادوگروں کے کرتب، فریب ہتھکنڈے ہیں، اور جادوگر کہیں سے بھی آئے کامیاب نہیں ہو سکتا، یہ دیکھ کر تمام جادوگر بے اختیار سجدے میں پڑ گئے، اور اعلان کیا ہم سب موسیٰ وہارون کے رب پر ایمان لاتے ہیں۔ (مفہوم ٦٤ تا ٧٠ طٰہٰ)

اب مذکورہ سورۃ الشعراء، اور سورۃ طٰہٰ کی مذکورہ تفصیل پر نظر ڈالیں، کہ دنیا کے ماہر ترین جادوگروں کو جمع کیا گیا، جسکو رب نے ماہر ترین کہا اللہ تعالیٰ نے انکے عمل کو کید سے تعبیر کیا طٰہٰ ٦٠ میں جمع "کیده" طٰہٰ ٦٤ فاجمعوا کیدکم " طٰہٰ ٦٩ " انما صنعوا کید ساحر "طٰہٰ ٦١ " لا تفتروا علی الله کذبا" کید کی تفسیر اور معنی پچھلے صفحات میں آپ نے تفصیل سے پڑھا ہے کہ کید کا معنی، کاریگری، دھوکہ چال، فریب مکر، داؤ، کرتب کے ہیں، حوالہ جات پچھلے صفحہ نمبر ---- پر ملاحظہ کریں، اور طٰہٰ ٦١ میں اللہ پر جھوٹ باندھنے سے تعبیر کیا ہے جادو کو، یہ کوئی دم اور تعویذ بھی نہیں، ورنہ قرآن میں ڈالنے اور پھینکنے سے تعبیر نہ کیا جاتا، پڑھ اور لکھنے سے تعبیر ہوتا، صاف معلوم ہوتا ہے، کہ جس طرح معجزہ رب العلمین کی طرف سے ایک حقیقی تدبیر، کرتب یا چال ہے، اسی طرح جادو غیر اللہ کی طرف سے ایک باطل تدبیر، کرتب اور چال ہے۔

جادو گروں کے عظیم جادو کو اللہ تعالی نے صرف خیال آنکھوں کے دھوکے سے تعبیر کیا۔

جادو گروں نے دن رات کوشش کی اور کرتب، کید اور کاریگری تیار کی تھی اور موسی علیہ السلام اور قوم کے سامنے اپنی کرتب پیش کی، تو میرے رب نے جادو کی حقیقت اور کیفیت کا نقشہ یوں کھینچا" فاذا حبالهم وعصيهم يخيل اليه من سحرهم انها تسعى " (طه ٦٦)

یکایک انکی رسیاں اور انکی لاٹھیاں ان کے سحر (شعبدہ بازی) سے موسیٰؑ کے خیال میں دوڑتی ہوئی محسوس ہونے لگیں۔

سورۃ اعراف میں فرمایا، "سحروا اعين الناس واسترهبواهم وجاء وابسحر عظيم " (اعراف ۱۱۶)

تو لوگوں کی آنکھوں کو دھوکہ دیا، اور انہیں حیرت زدہ کر دیا، اور وہ بہت بڑے فریب کیساتھ آئے جب موسی علیہ السلام نے اللہ کے حکم سے اپنا عصا ڈالدیا تو اچانک وہ نگلنے لگا، "ما یافکون" جو جھوٹ بنا رکھا تھا وہ باطل ہو کر رہ گیا۔ (اعراف ۱۱۶، تا ۱۱۸)

سورۃ یونس میں ہیں، کہ جب انہوں نے ڈالا تو موسیٰؑ نے فرمایا کہ " ما جئتم به السحر ان الله سيبطله ان الله لا يصلح عمل المفسدين ويحق الله الحق بكلمته ولو كره المجرمون "

(یونس ۸۱، ۸۲)

جو چیز تم بنا کر لائے ہو جھوٹ (فریب، دھوکہ) ہے بے شک اللہ اسے ابھی باطل کر دے گا بے شک اللہ مفسدوں کے کام نہیں سنوارا کرتا،

مفسرین نے بھی یہی سمجھا، ابن کثیر " فيخيل الى الرائى انها تسعى باختيارها وانما كانت حيلة " دیکھنے والوں کو خیال ہوتا تھا کہ وہ اپنے اختیار سے دوڑ رہی ہیں، حالانکہ یہ ایک فنکاری تھی۔

(ابن کثیر ۱/۲۶۹، ۵۔ ۳۰۲، ۳/۴۵۶)

ابوحیان اندلسی "فلما القو سحروا اعين الناس واسترهبواهم "کے تحت یہی لکھا ہے۔

(تفسیر بحر محیط) ۶/۳۱۹

امام رازی تفسیر کبیر طہ ایت ٦٦) يخيل الى موسى انها تسعى كسعى مايكون حيا من الحيات لا انها كانت حية في الحقيقة کہ موسیٰؑ کو ایسا خیال گزرا کہ وہ رسی زندہ سانپ کی طرح دوڑ رہی ہے، حالانکہ حقیقۃ سانپ نہیں بنا تھا، خیال تھا۔ (کبیر ۸/۷۳)

بغوی سحر وا اعین الناس کے تحت تفسیر بغوی نے یہی فرمایا۔ (منقول از معصوم پیغمبر ص ۳۲،۳۱)

تبصرہ:۔ اللہ تعالی سورۃ طہ ۶۶ میں تصریح فرماتے ہیں کہ ساحروں کی لاٹھیاں اور رسیاں، موسیٰ کے خیال میں دوڑتی ہوئیں محسوس ہونے لگیں، صاف ثابت ہوا کہ انکی لاٹھیاں اور رسیاں لاٹھی اور رسی ہی رہی تھیں، انکی ماہیت تبدیل نہیں ہوئی تھی، صرف موسیٰ کو دوڑتی محسوس ہوئیں، حقیقت میں انکے اندر چلنے کی صلاحیت نہ تھی، اگر حقیقۃً چلتیں تو موسیٰ کے خیال کا ذکر کیوں ہوتا؟

سورۃ اعراف نے بتایا کہ صرف آنکھوں کو دھوکہ دیا، اور انہیں ہیبت زدہ کر دیا۔ (اعراف ۱۱۶)

ایت میں صاف بتایا گیا ہے، کہ جادوگروں نے حقیقۃً کسی پر کوئی اثر نہیں ڈالا بلکہ ہاتھ کے صفائی کرتب، کید اور کاریگری سے لوگوں کی آنکھوں کو دھوکہ دیا، " واسترهبوهم " میں ڈرانے اور حیرت زدہ کرنے کی نسبت جادوگروں کی طرف کی گئی ہے، نہ کہ جادو کی طرف، یعنی ڈرانے والے جادوگروں کی زبان اور اوپرے دعوے تھے، جادو کے عمل میں ڈرانے کا کچھ نہ تھا۔

بلکہ ایت اعراف ۱۱۷ میں اللہ تعالی نے جادو کے کرتب کو "مایافکون " سے تعبیر فرمایا، افک جھوٹ کو کہا جاتا ہے، اس لئے واقعہ افک کو افک بولا جاتا ہے، تو جھوٹ سے جادو کو تعبیر کیا، " وبطل ما کانوا یعلمون " (اعراف ۱۱۸)

اور جو کچھ انہوں نے (جھوٹ) بنا رکھا تھا باطل ہو کر رہ گیا۔

سورۃ یونس میں اللہ تعالی نے فرمایا کہ اللہ عنقریب اسے باطل کرے گا، اور اللہ تعالی مفسدین (جادوگروں) کے عمل کو نہیں سنوارتا، جب اللہ تعالی نے وعدہ فرمایا ہے کہ انکا عمل کارگر نہیں، تو پھر کیسے جادو میں تاثیر ممکن ہے۔

پھر جادو کیسے برحق یا مؤثر ہوا؟

مذکورہ قرآنی حقائق کے بعد اب آپ بتائیں کہ جادو میں ایسی کون سی چیز ہے، جسے جادو کو ہم حق یا مؤثر بلا اسباب یا دور سے مؤثر سمجھیں، پورے قرآن نے جادو کو کبھی افک (جھوٹ) "کید" (مکروفریب) "صنعت" (بناوٹ کاریگری) "تخیل" (محض خیال اور دھوکہ) "افتراء علی الله (اللہ پر جھوٹ باندھنا) باطل عمل المفسدین جیسے الفاظ سے یاد کیا ہے۔ (جادو کی شرعی حیثیت ۲۸)

کیا جادوگر نظر بندی کر سکتا ہے، نظر بندی مشرکین کا عقیدہ تو نہیں؟

کچھ لوگ اعراف ایت ۱۱۶ "سحروا اعين الناس "کے معنی یہ کرتے ہیں کہ جادوگروں نے لوگوں کی نظر بندی کی حالانکہ نظر میں تصرف کرنا صرف اللہ کا کام ہے (انفال ۴۴) ملاحظہ کریں"واذيريكموهم اذ التقيتم فى اعينكم قليلا ويقللكم فى اعنهم " اور جب تم ایک دوسرے کے مقابل ہوئے تو اللہ نے کافروں کو تمہاری نظروں میں کم کرکے دکھایا اور تم کو انکی نگاہوں میں تھوڑا کرکے دکھایا۔

حالانکہ قرآن کہتا ہے،"امن يملك السمع والابصار"کہ تمہارے کانوں اور آنکھوں کا اختیار رکھنے والا کون ہے؟ (یونس ۳۱)

اس ایت اور دیگر تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ بینائی اور شنوائی میں تصرف مخلوق میں سے کوئی نہیں کر سکتا البتہ قرآن میں ایسے اشارے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ مشرکین مکہ جادو اور سحر کے زریعے سے نظر بندی کے قائل تھے، چنانچہ سورۃ الحجر میں ہے:۔ کہ

"ولو فتحنا عليهم بابا من السماء فظلوا فيه يعرجون لقالوا انما سكرت ابصارنا بل نحن قوم مسحورون " اور اگر ہم اسمان کا کوئی دروازہ ان پر کھول دیں اور وہ اسمیں چھڑنے بھی لگیں، تو بھی یہی کہیں گے کہ ہماری نظر بندی کی گئی ہے، بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ (الحجر ۱۴، ۱۵)

سکرت ماضی مجہول کا صیغہ ہے، تسکیر سے نکلا ہے، اسکا معنی امام راغب نے بھی الموضع المسدود بند جگہ (نظر بندی) کیا ہے۔ (المفردات ۲۳۶)

المنجد نے بھی یہی معنی کیا ہے، مادہ (سکر) احسن الکلام میں شیخ عبد السلام نے ایت کے تحت یہی معنی لکھا۔ اور مولانا عبد الرشید نعمانی نے بھی نظر بندی کا معنی کیا۔ (لغاۃ القرآن جلد ۳ ص ۲۱۷)

جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ نظر بندی کا عقیدہ مشرکین مکہ کا تھا۔ جسکی اللہ نے مذمت بیان فرمائی۔

(مفہوم جادو کی شرعی حیثیت ۲۹)

مخلوق کی روایت کے لئے خالق کے کلام میں تحریف کرنے کی کوشش!

مخلوق وہ بھی غیر نبی کی لکھی یا نقل کردہ بات یا روایت کی وجہ سے ہمارے علماء حضرات نے اللہ کے کلام کے معانی و تفسیر میں ردوبدل کر کے غلط اور غیر مناسب تفسیر کی سعی کی ہیں۔ چنانچہ سورۃ طہ میں ہے کہ "فاوجس فی نفسه خیفة موسی" (طه ٦٧) کے تحت کچھ مسلمانوں نے لکھا ہے کہ:

العیاذ باللہ کہ موسیٰ جادو یا جادوگروں سے ڈرے تھے" یہ معنی یا تفسیر نہایت غلط اور غیر مناسب ہے، کیونکہ انبیاء کا کام ہوتا ہے لوگوں کو اللہ سے ڈرانا، اور پھر وہ خود ایسے فریب اور دھوکے سے ڈرے جسکے بارے میں موسی علیہ السلام نے پہلے سے جان کر اڈوانس میں انکو متنبہ کر کے بتایا ہے، کہ "ویلکم لا تفتروا علی الله کذبا" (طه ٦١)

تمہاری ہلاکت (خبردار) اللہ پر جھوٹ باندھ کر (لوگوں کو دھوکہ مت دیں)

نیز جیسے ساحروں نے کرتب ڈالدئے تو موسی علیہ السلام نے فرمایا۔" ماجئتم به السحر ان الله سیبطله ان الله لا یصلح عمل المفسدین" (یونس ٨١)

کہ جو چیز تم (بناکر) لائے ہو جادو (جھوٹ) ہے، بے شک اللہ اسے ابھی باطل کردے گا، بے شک اللہ مفسدین کے عمل کو اور کام کو کامیاب نہیں کرتا بلکہ تباہ اور باطل کرتا ہے (مفہوم)

جب موسی علیہ السلام پہلے سے انکے جھوٹ اور فریب کو سمجھ گئے تھے، پھر کیسے ان کے باطل عمل سے ڈر سکتے ہیں؟ کیونکہ نبی کی دعوت کے مقابلے میں حق ہوتا ہی نہیں بلکہ صرف باطل ہی ہو گا۔

تو پھر ایسے فریب سے نبی کا ڈرنا کیسے ممکن ہو گا؟

موسیٰ کا خوف لوگوں کے گمراہی پر تھا نہ جادو سے!

چونکہ موسیٰ کا معجزہ اور جادوگروں کا کرتب بظاہر ایک طرح کی تھی، عوام الناس کو جادوگروں کی لاٹھیاں اور رسیاں بھی سانپ ہی خیال ہوتی تھیں اور موسیٰ کی عصاء بھی سانپ، تو سیدنا موسی علیہ السلام کو اس بات کا خوف یا خدشہ یا ڈر محسوس ہوا کہ عامۃ الناس تو دنوں میں فرق نہیں کر سکیں گے، خدانخواستہ کہیں گمراہی کے اندر اور اندھیرے کے اندر ہی نہ رہ جائیں، معجزے اور کرتب میں فرق انکی سمجھ میں نہ آئے گا۔

چنانچہ امام آلوسی نے بھی مقاتل سے یہی نقل فرمایا ہے، کہ خاف علیہ السلام من ان یعرض للناس شک وشبہۃ فی معجزۃ العصاء۔ (روح المعانی ۱۶/۱۷۷)
موسیٰؑ اس بات سے ڈر گئے کہ لوگوں کو میرے معجزہ عصا میں شک ہو جائے گا۔
اشرف علی تھانویؒ لکھتے ہیں کہ دیکھنے والے تو دونوں چیزوں کو ایک ہی سا سمجھیں گے تو حق وباطل میں تمیز کس طرح کر سکیں گے۔ (بیان القرآن ۲/۲۶۳)
امام ابن کثیرؒ نے لکھا کہ "خاف علی الناس ان یفتنوا بسحرھم ویغتروا بھم قبل ان یلقی ما فی یمینه "موسیٰؑ لوگوں کے بارے میں ڈر گئے کہ خدانخواستہ انکی جادو (فریب کرتب) کی وجہ سے فتنے میں نہ پڑ جائیں اور میرے عصاء ڈالنے اور معجزہ دیکھانے سے پہلے ان پر اعتماد نہ کر بیٹھیں۔
(ابن کثیر ۴/۳۳۱ قدیمی کتب خانہ تحت الایہ)

اور خازن نے بھی لکھا ہے۔ (خازن ۳/۲۰۸) مکتبہ وحیدیہ پشاور)
مولانا مودودیؒ نے لکھا کہ موسیٰؑ کو یہ خوف لاحق ہوا کہ معجزے سے اس قدر مشابہ منظر دیکھ کر عوام تو ضرور فتنے میں پڑ جائیں گے۔ (تفہیم القرآن جلد ۳/۱۰۴ حاشیہ ۴۱)
امام رازی نے بھی یہی توجیہ فرمائی ہے، کہ ڈر کی وجہ یہی تھی کہ لوگوں کو شبہ ہو جائے گا کہ ساحروں اور موسیٰ کا کام تو ایک جیسا ہے۔ (تفسیر کبیر طہ ۶۸،۶۹)
اور لوگوں نے یہی مشورہ بھی کیا تھا، "لعلنا نتبع السحرة ان كانوا هم الغلبين" (الشعراء ۴۰)
اگر جادوگر غالب آجائیں تو ہم انہی کے پیروکار بن جائیں گے۔ (الشعراء ۴۰)

کیا جادو سے یا اسکی اثر سے حقیقت تبدیل ہو سکتی ہے؟

باقی یہ سمجھنا کہ جادو سے حقیقۃ لاٹھی اور رسیاں سانپ بن گئے تھے، تو یہ قرآن کی آیات کے بھی خلاف ہے، جس طرح پہلے ہم سمجھا چکے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے تصریح فرمائی ہے، "ان الذین تدعون من دون الله لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له" جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ہرگز ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے اگرچہ اس کے لئے سب (غیر اللہ) جمع (بھی) ہو جائیں۔ (الحج ۷۳)
تو ثابت ہوا کہ نہ ہی تو انکے عمل سے لاٹھیاں رسیاں حقیقی سانپ بنے تھے، جیسا کہ معجزۃ موسیٰؑ حقیقی اژدھا بن گیا تھا، اور نہ ہی نبی وقت موسیٰ پر ذرا برابر اثر ہوا تھا۔

اگر ساحروں کے عمل میں حقیقی واقعی کوئی اثر یا کمال ہوتا تو جب فرعون نے دھمکی دی، " فلا "قطعن
ایدیکم وارجلکم من خلاف " (طه ۷۱)
میں تمہارے ہاتھ پاؤں کو الٹے سیدھے کٹوادونگا۔
تو اگر موسی علیہ السلام پر انکا جادو نہ چل سکا تو کم از کم فرعون پر جادو کرتے۔ یا انکی حقیقت ماہیت تبدیل
کرکے اسکو ذلیل گدھا یا مرغی بنادیتے، یا کم از کم اسکو متاثر تو کرتے کہ سزا کارٹ نہ لگاتے۔ 6
سحر میں کوئی کمال اور یا اثر ہوتا تو فرعون سے چٹکارے کے لئے کچھ کرتے، اور خود تسلیم ہوکر ایمان
کیون لائے؟ لھذا ثابت ہوا کہ جادو میں تخیل، خیال، ہاتھ کی صفائی، ظاہری آنکھوں کو دھوکہ دیکر
ورغلانے اور کمزور عقل والوں کو توھمات میں مبتلا کرنے کے علاوہ کچھ نہیں۔

تیسری بحث:

روایات یا احادیث سحر از محدثین بر رحمت للعلمین ﷺ

ہم نے پچھلی صفحات میں کافی وضاحت کردی ہے، کہ جادو ایک چالاکی، کاریگری، عیاری، فراڈ، دھوکہ،
ہاتھ کی صفائی کے علاوہ کچھ نہیں، دنیائے اسلام اور کفر کے عظیم معرکہ موسی علیہ السلام اور فرعونی
ساحروں کے درمیان سحر کا ذرا اثر مسلمانوں کے نبی موسی اور ھارون علیھا السلام پر تو درکنار خود سحر کا ذرا
اثر ساحروں پر بھی نہ ہوا، اور سب سے عظیم کافر اور دشمن توحید فرعون کو بھی متاثر نہ کرسکے ورنہ ساحر
کم از کم اپنے سحر سے فرعون کو تو ذلیل کرکے جان تو چھڑالیتے جبکہ اہلسنت کے ہاں حرب ومقابلہ میں
کفار پر سحر کرنا جائز بھی ہے عبارت باحوالہ پہلے گزر چکی ہے۔ (فیض الباری ۴/۱۷۳)
تاھم! بندہ پہلے ثابت کرچکا ہے کہ جادو، صنعت، فراڈ، چال، کاریگری، کرتب کے سوا کچھ نہیں۔
مگر جولوگ اسکے تخیل کے علاوہ تاثیر کے قائل ہیں، وہ اسکو کفر، شرک اور ارتداد سمجھ کر ساتھ شیطانی
عمل شیطان کے سور وپکار، شیطان کی پوجا پاٹ ارواح خبیثہ سے مدد مانگ کر حاصل ہونے والی چیز بھی
سمجھتے ہیں، چنانچہ انکا خیال ہے، کہ کوئی انسان شیطانی غلامی پوجا پاٹ کردہ ارواح خبیثہ کی بندگی کرکے
جب دائرہِ اسلام سے نکل جاتا ہے، تو شیطان اور ارواح خبیثہ اسکی خدمت میں حاضر ہوکر پھر اسکی
خدمت کرتے ہیں، اور اسکے کہنے پر لوگوں کو نقصان پہنچاتے ہیں، جیسا کہ امام آلوسی الحنفی لکھتے ہیں: ۔ کہ

"اذیجری فیه التعلم ویستعان فی تحصیله بالتقرب الی الشیطان بارتکاب القبائح قولا کالرق التی فیها الفاظ الشرك ومدح الشیطان وتسخیره ، وعملا کعبادة الکواکب والتزام الجنابة وسائر الفسوق ، واعتقادا کاستحسان ما یوجب التقرب الیه ، ومحبته ایاه"

(جادو کسب شیطانی ہے) کیونکہ اسمیں تعلیم کی ضرورت ہوتی ہے، اور جادو کے علم حاصل کرنے میں مدد لی جاتی ہے شیطان کے ساتھ تقرب سے، اور شیطان کیساتھ تقرب حاصل ہوتا ہے، برے اقوال کے ارتکاب کے زریعے جیسے وہ دم جنمیں شرک کے الفاظ اور شیطان کی تعریف اور اسکی تسخیر ہوتی ہے، اسی طرح شیطان کا تقرب حاصل ہوتا ہے، برے اعمال کے ارتکاب سے جیسا کہ ستاروں کی عبادت اور گناہوں کا التزام اور سارے نافرمانیاں، اور گندے عقائد سے جیسا کہ ہر وہ عمل جو شیطان کیساتھ تقرب اور اسکے ساتھ محبت کو لازم کرتی ہے اسکو اچھا سمجھنا۔ اور جادو ارواح خبیثہ کے تاثیرات سے مرکب ہوتا ہے۔ (روح المعانی ۱/۴۶)

۲: علامہ ابن القیم الجوزیہ نے لکھا:۔ کہ

"اما الساحر فهو یطلب من الشیطان ان یعینه ویستعینه وربما یعبده من دون الله حتی یقضی له حاجته وربما یسجد له" (بدائع الفوائد ۲/۲۳۴)

اور جادو گر شیطان سے امداد طلب کرتا ہے، اور اس سے مدد مانگتا ہے، اور کبھی کبھی اسکی عبادت (پوجا) بھی کرتا ہے، اور سجدہ بھی کرتا ہے، تاکہ وہ اسکی حاجت پوری کرے" وهو مرکب من تاثیرات الارواح الخبیثة" ۔ (زاد المعاد ۴/۱۲۶)

ابن قیم ایک اور جگہ لکھتا ہے، کہ السحر من عمل الشیطان "کہ سحر شیطان کا عمل ہے۔

(اغاثۃ اللھفان ۲۲۹)

نمبر۳: اور امام آلوسی نے یہ بھی لکھا کہ "ان تاثیر السحر انما هو من جهة النفوس الخبیثه والارواح الشریرة وسلطانه منها" (روح المعانی تحت سورۃ الفلق)

جادو کا اثر نفوس خبیثہ اور ارواح شریرہ کی جانب سے ہوتا ہے اور انکے تسلط سے ہوتا ہے۔

نمبر۴: شیخ محمد بن عبد الوهاب کی کتاب التوحید اور اسکی شرح میں لکھا ہے کہ۔

" فحقيقة السحر اذا، انه استخدم للشياطين في التاثير ولا يمكن للساحر، ان يصل الى انفاذ سحره حتى يكون متقربا الى الشياطين " (شرح كتاب التوحيد باب ما جاء في السحر" (معصوم پیغمبر ص ۴۷)

بس جادو کی اصلیت یہ ہے کہ اسمیں شیطانوں سے مدد لی جاتی ہے، اثر ڈالنے میں جادوگر جب تک شیاطین کا مقرب نہ بن جائے اس کے لئے جادو چلانا ممکن ہی نہیں۔

نمبر ۵:۔ امت کا وہ مولوی جسکی کتاب کو قرآن سے اوپر کا درجہ دیا گیا ہے، امام بخاری صاحب نے بھی اسی حقیقت کو یوں واضح کیا ہے کہ جادو والی روایت کے لئے یوں باب باندھا ہے " باب صفۃ ابلیس وجنودہ ،کتاب بدء الخلق کے اندر، جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ امام بخاری کے نزدیک بھی جادو شیطان کی مدد کے ساتھ کی جاتی ہے۔

نمبر ۶:۔ خود شارحین بخاری کا بھی یہی نظریہ ہے، چنانچہ ابن حجر لکھتے ہیں، "ووجه ايراد هنا ان السحر انما يتم باستعانة الشياطين على ذالك "کہ اس حدیث کو اس باب میں درج کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جادو شیاطین سے مدد مانگے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتا۔ (فتح الباری ۵/ ۳۴۰)

نمبر ۷:۔ قسطلانی لکھتے ہیں " ومطابقة الحديث لما ترجم به من جهة ان السحر انما يتم باستعانت الشياطين على ذلك "

کہ ترجمۃ الباب کیساتھ حدیث کی مطابقت اس لحاظ سے ہے، کہ جادو شیاطین سے مدد مانگے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتا۔ (ارشادالساری ۵/ ۲۹۲)

نمبر ۸:۔ عینی لکھتے ہیں "ومطابقة للترجمة من حيث ان السحر انما يتم باستعانة الشيطان على ذالك "

کہ حدیث کی مطابقت ترجمۃ الباب کیساتھ اس حیثیت سے ہے، کہ جادو شیطان سے مدد مانگے بغیر مکمل ہی نہیں ہوتا۔

نمبر ۹:۔ عبدالسلام بالی لکھتے ہیں کہ "هو اتفاق بين ساحر وشيطان على ان يقوم الساحر بفعل بعض المحرمات اوالشركيات في مقابل مساعدة الشيطن له فيما يطلب منه"

(الصارم البتار في التصدي لسحرة الاشرار ۱۳)

سحر شیطان اور ساحر کے درمیان ایک معاہدے کا نام ہے، جو جادوگر بعض حرام کاموں اور شرکیات کے کرنے کا وعدہ کرتا ہے، اور اسکے بدلے میں شیطان جادوگر کے حاجت روائی میں پوری مدد کرتا ہے۔

نمبر ۱۰:۔ علامہ محمد فرید وجدی کہتے ہیں کہ " السحر وهو ما يستعان في تحصيله بالتقرب الى الشياطين مما لا يقدر عليه الانسان " (دائرة المعارف القرن العشرين ۵/۵۵)

سحر ایک ایسا علم ہے جسکے حصول میں شیطان کے تقرب سے مدد لی جاتی ہے، جسپر انسان کو قدرت حاصل نہ ہو۔

نمبر ۱۱:۔ لیث فرماتے ہیں " عمل يقرب فيه الى الشيطان وبعونة منه " (تهذيب اللغة ۴/۲۹۰)

جادو ایک ایسا علم ہے جسمیں شیطان کا قرب حاصل کیا جاتا ہے۔ شیطان ہی کے مدد سے۔

ثابت ہوا کہ جادو شیطانی وسوسہ اور عمل ہے!

جب یہ بات ثابت ہوئی کہ ساحر شیاطین کی مدد اور تعاون سے عیاری، دھوکہ یا وسوسہ کی کوشش کرتا ہے، اور ہم پچھلے صفحات میں یہ ثابت کر چکے ہیں، کہ نبی کی حفاظت کے رب نے گارنٹی دی ہے، اور شیطان کا انسان پر زور نہیں چلتا، ان دو عنوانات میں ہم نے دلائل سے ثابت کیا ہے کہ شیطان کا زور نہ ہی انسانوں پر چلتا ہے سوائے وسوسہ کے انبیاء پر تسلط کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

شیطانی عمل (سحر) کا اثر شیطانی چیلوں پر ہوتا ہے، نہ کہ انبیاء و مؤمنین پر!

دلیل نمبر ۱:۔ قرآن کہتا ہے " ان عبادي ليس لك عليهم سلطانا الا من اتبعك من الغاوين " یقیناً میرے خاص بندوں پر (اے شیطان) تمہاری کوئی تسلط موجود نہیں ہاں جو لوگ کہ حد سے گزرنے والے ہیں، اور تیری اتباع کرتے ہیں رضامندی کیساتھ (ان پر ضرور شیطان کا اثر ممکن ہے) (الحجر ۴۲)

ایت کے تحت امام رازی نے لکھا ہے عبارت پچھلے صفحات میں آئی ہے، ترجمہ ملاحظہ کریں کہ شیطان کا اللہ کے کسی بندے پر کوئی تسلط اور زور نہیں خواہ مخلص ہو یا غیر مخلص " (تفسیر کبیر ۷/۱۴۵)

دلیل نمبر ۲:۔ "ان الذين اتقوا اذا مسهم طائف من الشيطن تذكروا فاذاهم مبصرون اخوانهم يمدونهم في الغي ثم لا يقصرون " (الاعراف ۲۰۱، ۲۰۲)

یقیناجولوگ متقی (پرہیز گار) ہیں جب انکو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے، تو وہ فورا (اللہ تعالی) کی یاد میں لگ جاتے ہیں، سویکایک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں (اللہ کی یاد اور مدد کی وجہ سے وہ شیطانی وسوسہ اور عمل سے بچ جاتے ہیں) اور جو لوگ شیاطین کے تابع ہوتے ہیں تو وہ انکو گمراہی میں کھینچ لے جاتے ہیں پس وہ باز نہیں آتے (یعنی بچ نہیں سکتے)

تائید نمبر ا:۔ عصمت اللہ ملتانی ایت کے تحت لکھتے ہیں، کہ عام متقین کے حق میں یہ محال نہیں کہ شیطان انکو وسوسہ ڈالے (یعنی عام متقین کو وسوسہ میں مبتلاء کرنا ممکن ہے) البتہ متقین کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے وسوسے سے غفلت میں نہیں پڑتے بلکہ فورا خدا کو یاد کر کے چھونک پڑتے ہیں، اور شیطان کا وسوسہ بے کار ہو جاتا ہے۔ مگر وہ لوگ جو شیطان کے بھائی بن کر شیطان کے پیچھے چلتے ہیں انہیں ہوش نہیں آتا اور وہ شیطانی وساوس کے جال میں لمبے عرصے تک الجھے رہتے ہیں۔(معصوم پیغمبر ۵۲)

دلیل نمبر ۳:۔ "ان عبادی لیس لك علیهم سلطن" (بنی اسرائیل ۶۵)
بے شک جو میرے بندے ہیں ان پر تمہارا کوئی قابو اور بس نہیں۔

عصمت اللہ ملتانی صاحب اس ایت کے تحت لکھتے ہیں کہ سلطن نکرہ اور اس سے پہلے حرف نفی لا یا گیا جس سے نفی میں عموم پیدا ہو گیا یعنی شیطان اپنی ساری قوتیں اور حربے استعمال کرنے کے باوجود اللہ کے بندوں پر کسی بھی قسم کا ایک ذرہ برابر بھی قبضہ نہیں جما سکتا، لھذا ان آیات سے ثابت ہوا کہ جادو گر اگر شیطان اور ارواح خبیثہ کی مدد سے بھی کسے مومن متقی پر اثر ڈالنا چاہے تو اسے منہ کے کھانی پڑے گی، اور اللہ کا پجاری اس کے شیطانی ہتھکنڈے سے محفوظ رہے گا۔(معصوم پیغمبر ۵۳)

۲: ابن القیم نے لکھا ہے :۔کہ " وحیل الساحر من اضعف الحیل واقواها ولكن لا توثر تاثیرا مستقرا الا فی نفس الباطله المنفعله للشهوات الضعیفة فهذه النفوس محل التاثیر السحر " (اعلام الموقعین فصل رائ اصحاب الحیل والرد علیه) بحواله معصوم پیغمبر ۵۳)

اور جادو گر کے حیلے کمزور ترین بھی ہوتے ہیں اور قوی بھی، لیکن وہ حیلے کوئی ٹھہرنے والا اثر نہیں کرتے ہاں باطل اور منفعل قسم کی طبیعتوں میں (جو شہوات ضعیفہ کے تابع ہوتے ہیں) اثر کرتی ہیں اس قسم کی طبیعتیں اور نفوس جادو کی تاثیر کا محل ہوتی ہیں۔

دلیل نمبر ۴:۔ حدیث شریف ہے مشکوۃ کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ما من احد الا وقد وكل به قرینه من الجن وقرینه من الملائکه قال وایاك یا رسول الله ﷺ قال وایای ولكن

الله اعاننی علیه فاسلم "کہ تم میں سے کوئی ایک ایسا نہیں مگر اسکے ساتھ ایک جن اور ملائکہ ساتھ کر دیا جاتا ہے، صحابی نے فرمایا کیا آپ کے ساتھ بھی شیطان کر دیا گیا ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہاں میرے پاس بھی ہے، مگر اللہ نے اسکے خلاف میری مدد کی ہے، جس سے اللہ نے مجھے محفوظ رکھا ہے۔

دلیل نمبر ۵:۔ کیا جادوگر کا مکر اللہ کی تدبیر سے بہتر یا قوی تر ہے قرآن کہتا ہے، " ویمکرون ویمکر الله والله خیر الماکرین " (انفال ۳۰)

وہ نبی کے خلاف مکر (سازش) کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ (حفاظت) کی تدبیر کرتے ہیں، مگر اللہ بہترین تدبیر کرنے والے ہیں۔

دلیل نمبر ۶:۔ "ان ولی الله الذی نزل الکتاب وهو یتولی الصالحین " (الاعراف ۱۹۶)

بیشک میرا حمایتی اور کارساز وہ رب ہے، جس نے کتاب نازل فرمائی ہے۔ وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔

پچھلی صفحات میں چند دیگر دلائل بھی ذکر ہیں)

تائید: ابن قیم کہتے ہیں " ان سحرهم انما یتم تاثیره فی القلوب الضعیفة المنفعلة النفوس الشهوانية ولهذ غالب ما يؤثر فی النساء والجهال "

اور جادو کی تاثیر ان دلوں پر ہوتی جو کمزور ہو، اور ان نفوس پر ہوتی ہے جو شہوت کے مارے ہوں، اس لئے اکثر اسکا اثر عورتوں پر اور جاہلوں پر ہوتا ہے۔

(زاد المعاد ۱۰۷ فصل علاج السحر الطب النبوی) (معصوم پیغمبر ۵۰)

بعض امور میں جو شیطان کی طرف نسبت ہوتی ہے یہ عرف یا ادب ہے۔

وہ صرف وسوسے کی حد تک ہے، مثلاً قرآن میں ہے، سورۃ یوسف میں " فانساه الشیطن" (یوسف ۴۲)

امام رازی فرماتے ہیں کہ شیطان وسوسہ کی طاقت تو رکھتا ہے، "واما النسیان فلا "لیکن یہ نہیں کر سکتا کہ کسی کے ذہن سے بات نکالے، اس لئے کہ نسیان عبارت ہے، دل میں کسی موجود چیز نکالنے سے اور یہ کام شیطان نہیں کر سکتا ورنہ اللہ کے بندوں کے دل سے اللہ کی معرفت ضرور نکالتے، البتہ یہ کر سکتا ہے کہ انسان کا دل وساوس کیساتھ مشغول کر دے، اور دیگر اشیاء میں اسکو پھنسالیتا ہے تو مقصد کی چیز بھول جاتا ہے۔ (الکبیر ۱۸/۱۴۹)

نمبر ۲: امام آلوسی لکھتا ہے، سورۃ کہف ایت ۶۳ " وما انسانیه الا الشیطان " لعله شغله بوساوس فی الاہل ومفارقة الوطن فکان ذالك سببا للنسیان " (روح المعانی ۱۵/۳۹۹)

دراصل شیطان نے ہی مجھے بھلادیا" ممکن ہے شیطان نے اسکو گھر اور وطن کے جدائی کے وساوس میں مبتلا کیا ہو اور یہی وساوس بھول جانے کا سبب بن گیا ہو۔

حالانکہ ایت میں نسیان کی نسبت شیطان کی طرف ہوئی ہے، مگر امام صاحب نے اور دیگر مفسرین نے اسکی توجیہ اس لئے کی کہ شیطان ایسا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔

نمبر۳: سیدنا ایوب علیہ السلام کی دعائیں ہے "انی مسنی الشیطان بنصب وعذاب" (ص ۴۱) کہ مجھے شیطان نے رنج اور دکھ پہنچایا ہے۔

امام آلوسی نے فرمایا کہ" وقد تکرر فی القرآن انه لا سلطان له الا الوسوسه فحسب وجعل اسناد المس الیه هنا مجازا" وقد راعی علیه السلام الادب فی ذالك حیث لم ینسبه الی الله سبحانه فی دعاته مع انه جل وعلا فاعله ولا یقدر علیه الا هو۔

(روح المعانی ۲۳/۲۷۲)

کہ قرآن میں باربار آیا ہے کہ شیطان کے بس میں سوائے وسوسہ کے اور کچھ نہیں ہیں، اور یہاں شیطان کی طرف بیماری یا نقصان کی نسبت مجازی ہے۔ اور ایوب علیہ السلام نے دعا میں ادب کا لحاظ کیا ہے، کہ بیماری کی نسبت اللہ کی طرف نہیں فرمائی، حالانکہ سب کچھ کا کرنے والا صرف اللہ تعالی ہے، اسکے علاوہ کوئی اور اس پر قادر ہی نہیں۔

اور وہ واقعہ ایوب علیہ السلام کے بارے میں کہ شیطان نے اللہ سے ایوب پر مسلط ہونے کی دعا کی یہ قصہ اسرائیلی ہے، قرآنی آیات کے بھی خلاف ہے، آلوسی نے زمخشری کا انکار بھی اسی واقعہ کے متعلق نقل کیا ہے، اور تفسیر کبیر نے بھی یہی تفصیل فرمائی ہے۔ (تفسیر کبیر ۲۶/۲۱۲) سورۃ بقرہ ایت ۲۷۵ "لا تقومون الا کما یقوم الذی یتخبطه الشیطان من المس "سود خور لوگ نہیں کھڑے ہونگے مگر اس طرح جس طرح وہ کھڑا ہوتا ہے جسے شیطان چھوکر خبطی بنادے۔ (بقرہ ۲۷۵)

امام رازی نے قفال سے یہ توجیہ نقل فرمائی کہ یہاں خطاب لوگوں کے عرف کے مطابق ہے، کہ اس وقت عرب میں رواج تھا کہ ایسے لڑکڑانے والوں کو شیطان اور جن کی طرف منسوب کرتے تھے۔ تو اللہ تعالی نے ایسی مثال دی جو انکے ہاں معروف تھا، اور اسی طرح چیز کو قبیح سمجھتے تھے تو بھی شیطان کی طرف منسوب کرتے تھے، جیسے سورۃ الصافات میں ہے" طلعها کانه رؤس الشیاطین"

(الصافات ۶۵) الکبیر ۷/۷۶)

حالانکہ شیطان کا سر کس نے دیکھا تھا، مگر مثال معروف تھی اس لئے دی گئی۔

اگر غیر اللہ کی عقول پر ایمان نہ ہو تو ثابت ہوا کہ نبی پر شیطانی اعمال مؤثر نہیں ہو سکتے۔

توبہ کی ایت "اتخذوا احبارھم ورھبانھم" بھی ذہن میں رہے، اور خالد بن ولید جب مسلمان ہوئے تو کسی نے پوچھا کہ تم تو نبی ﷺ کو اس سے پہلے دیکھ چکے تھے، ایمان کیوں نہیں لاتے تھے جبکہ اسی نبی ﷺ کے سارے خوبیاں تمہارے سامنے تھے، تو اس نے جواب دیا تھا(خدارا اس پر غور کریں ! انہوں نے فرمایا کہ ہمارے اکابر ابو جہل ابو لہب، عتبہ، شیبہ، ولید) وغیرہ کے عقول پر ہمارا ایمان تھا ہمیں انکے عقل احد پہاڑ سے زیادہ بڑے لگتے تھے، ہمیں یہ غلط فہمی تھی، کہ اگر اس میں یا اسلام میں خوبی ہے تو وہ انکو کیوں نہیں دکھ رہی ہے، لہذا وہ ہم سے زیادہ جاننے والے ہیں وہ اگر انکار کرتے ہیں تو ہمیں بھی ان سے زیادہ فہم یا عقل نصیب نہیں۔

عین اسی طرح آجکا مسلمان خصوصا ملا طبقہ اسی شرک میں مبتلاء ہو گیا ہے، کہ بھائی چودہ سو سال کے علماء ہم سے زیادہ سمجھنے والے تھے وہ اگر رسول اللہ پر جادو کے قائل تھے تو ہم کون ہیں ان سے زیادہ جاننے والے۔ قسم خدا کی یہ وہی یہودونصاری کی بیماری ہے جو میرے رب نے سورۃ توبہ میں اتخاذ الارباب کی بیان کی ہے، ہر زمانے کا ملا یہی عیسائیت کا فارمولا دہراتا رہا اور زمانہ گزرتا گیا علماء کی تعداد بڑھتی رہی، آج چودہ سو سال کے علماء کی دلیل دی جاتی ہے، کل کو دو ہزار سال کی دی جائیگی، یہ اٹکل اور ظن کے پیچھے جانا۔

جب ثابت ہوا کہ جادو کفر، شرک اور شیطانی عمل ہے، دھوکہ، فریب، بناوٹ اور ہاتھ کی صفائی، عیاری ہے، جادوگر چالاکی عیاری بلکہ سرعت اور خفیہ طریقے سے اسباب خفیہ کو استعمال کر کے لوگوں کی آنکھوں کو دھوکہ دیتا ہے، عوام الناس کو ورغلا تو سکتے ہیں مگر جادو کے زریعے براہ راست کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے سوائے اس کے جو ورغلانے سے وسوسہ، یا وہم، کمزور قلوب میں پیدا ہو کر آگے بڑھے، جب عوام الناس کو ضرر نہیں پہنچایا جاسکتا اور وہ وہم و وسوسہ بھی ضعیف قلوب، ذکر اللہ سے خالی خواہشات کے تابع انسانوں میں ڈالا جاسکتا ہے، تو رحمت للعالمین ﷺ پر جادو کا اثر ہونے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جبکہ تاثیر ماننے والوں کا بھی یہ خیال ہے، کہ جادوگر ارواح خبیثہ اور شیاطین سے کام لیتا ہے، جو باحوالہ گزر چکا، اور انکے بقول جادو کا اثر ہونے کا مطلب ہے، کسی شخص پر شیاطین اور ارواح خبیثہ کا تسلط ہو جانا تو نص قرآن کے مطابق شیطان اور اعمال شیطانی اور ارواح خبیثہ کا تسلط کسی متقی مؤمن پر ممکن نہیں "(الحجر ۴۲) تو خاتم النبین فخر الرسل پر کیسے ہو گا، مولویوں کے روایت کردہ یا

منسوب کردہ ایک انسانی جملے کے تصدیق کی خاطر پورے قرآنی آیات کی تکذیب یا آیات توڑ موڑ کر کے روایت کے پیچھے لگانا کہاں کا انصاف ہے، جبکہ جادو کی تاثیر ماننے میں نبی کی تنقیص اور نہ ماننے میں نبی کی عزت ہے۔

روایت سحر سے پہلے بخاری شریف پر تبصرہ:- امام بخاریؒ کا نام محمد بن اسمعیل البخاری ہے، ۱۳ شوال ۱۹۴ھ مطابق ۱۹ جولائی ۸۱۰ء فارس (ایران) کے شہر بخارا میں پیدا ہوئے، سلسلہ نسب محمد بن اسمعیل بن ابراھیم بن مغیرہ بن بردزبہ الجعفی البخاری ہے۔ موصوف ۶۲ سال ۱۱ ماہ ۱۸ دن کی عمر میں یکم شوال ۲۵۶ھ مطابق ا ستمبر ۸۷۰ء کو وفات پاگئے۔

یہ ہماری شائد بد قسمتی ہے کہ ہمارے پیغمبر اسلام اور انکے صحابہ عربی اور حجازی ہیں، مگر روایات کے اکثر کتابیں فارسیوں (ایرانیوں) نے لکھی ہیں، مگر چونکہ ایران کا نام غالبا ۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء میں فارس سے تبدیل ہو کر ایران رکھ دیا گیا، تمام پرانے مصنفین نے پرانا نام فارس استعمال کیا ہے، اس لئے عوام وخواص کم ہی جانتے ہیں، رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں صرف دو بڑی حکومتیں یا بادشاہتیں تھیں، ایک روم کی سلطنت جسکا بادشاہ قیصر تھا دوسری ایران (فارس) کی سلطنت جسکا بادشاہ کسری (پرویز) تھا، اس وقت ایرانی سلطنت موجودہ ایران کے علاوہ مصر سمیت بحرۃ روم اور بحیرہ اسود خلیج فارس کے کناروں سے لے کر دریائے سندھ اور وسط ایشیاء تک وسیع تھی، شہر مدائن ان کا دارالخلافہ تھا، انکا مذہب زرتشتیت یعنی مجوسی تھے ۶ھ میں کسری پرویز کو رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن حذافہ سہمی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں خط لکھا، مگر بے دین ایرانی حکمران نے اس خط کو بے دردی سے پھاڑ دیا۔

بد قسمتی ہی سمجھیں کہ ہمارے دینی کتب کے اکثر مصنفین عجمی اور فارسی (ایرانی) ہیں، مثلا ابو نعیم حلیۃ الاولیاء کے مصنف اور امام راغب مفردات کے مصنف، مشکل الحدیث والے ابن فورک سب اصفہانی ہیں اور اصفہان ایران ہی کا شہر تھا، امام غزالی اور نظام الملک دونوں شہر مشہد کے ہیں جسکا پرانا نام طوس تھا ایران میں واقع تھا، نیشاپور بھی ایران ہی کا حصہ تھا، ابو علی دقاق، فرید الدین عطار، ابوالقاسم قشیری سب اسی شہر کے ہیں، امام بخاری بھی کافی یہاں رہے، امام مسلم یہی آرام فرما ہیں، امام حاکم صاحب مستدرک، رے تہران میں ایک محلہ رہ چکا ہے مگر بہت سارے علماء مصنفین یہی کے ہیں، ابو بکر جصاص رازیؒ، فخر الدین رازی، امام ابن ابی حاتم رازی، امام محمد بن حسن شیبانی، تصوف کے شیخ ابراھیم

خواص سب رے شہر والے ایرانی ہیں، فارس (ایران) میں موجودہ ایران پورا کا پورا آزربائیجان پورا ترکمانستان پورا، ازبکستان پورا، تاجکستان پورا کرغیزستان پورا، کازقستان کا اکثر حصہ بحرۃ ارال کے شمال تک وسطی ایشیائی میدان و کہسار شامل تھے، کیسپین سی کے دو کنارے شرقی عراق افغانستان سیستان پورا فرنٹیر سمیت۔ (تاریخ ایران، البدایہ والنہایہ، دیگر تواریخ اکیس صدیاں ۴/ ۹۰ تا ۹۳)

امام بخاری کے جد اعلی بردزبہ مجوسی تھے، انکے بیٹے مغیرہ بخارا کے امیر جعفی کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے۔

احادیث میں ایرانی منافقین کا کردار:

صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنھما کے زمانہ میں جب ایران فتح ہوا، تو ایران چونکہ مجوسیوں کا ملک تھا، ان پر بے حد اثر پڑا کیونکہ یہ اتنی طاقتور سلطنت تھی کہ عرب کا اکثر خطہ ایران کا باجگذار تھا، ایران ان سے ٹکس وصول کرتے تھے، حجاز اگرچہ باجگذار نہ تھا، لیکن ایک حد تک زیر اقتدار یا تسلط ضرور تھا، جب مٹھی بھر ننگے پیر عربوں نے ایران جیسے عظیم طاقتور ملک فتح کرلیا تو جذبہ انتقام میں ایرانیوں نے یہ فیصلہ کیا کہ مسلمانوں کو طاقت سے زیر نہیں کیا جاسکتا، لھذا انہوں نے یہ راہ نکالی، اور اس وقت کے روپوش، فرار بادشاہ یزدجرد (جو مسلمانوں کے خوف سے کسی پن چکی کے اندر سکونت کرتے تھے) نے بھی یہ مشورہ دیا کہ زیرک وچالاک نوجوان کو چن لیا جائے، جو ایران اور عرب کی تجارتی وسیاسی تعلقات کی وجہ سے عربی زبان سے بھی آشنا ہو، بلکہ عربی کے ماہر ہوں، اسلامی لبادہ اوڑھ کر مسلمانوں کے مراکز میں گھس جائیں، اور کسی طرح ایرانی علوم اصل، جفر، نجوم شعبدہ بازیاں، فلسفہ، منطق کو بھی مسلمانوں میں گھسادیں، فنون حرب سے بھی باخبر ہوں ہوشیاری چالاکی، مکاری، عیاری میں بھی ممتاز ہوں، ایسے نوجوان ایران ک مختلف علاقوں سے چن کر ہدائتیں دیکر انہیں مدینہ منورہ روانہ کردیا گیا، انہوں نے مسلمانوں کے عظیم درسگاہوں کا رخ کر کے خالص دین میں اور سنت نبوی میں اور تفسیر و تاریخ میں ملاوٹ کے وہ کارنامے انجام دئے جس کی برکت سے مسلمان تاحال ایک پلیٹ فارم پر جمع نہ ہوسکے۔

منافقین وملاحدہ بھی فتح ایران کے بعد اواخر عہد فاروق میں مسلمانوں میں ملکر فتنہ وفساد کے بیج بونے لگے، شہادت فاروق اعظم بھی انہی کہ ریشہ دوانیون کا نتیجہ تھا پھر انکی شازشیں اواخر عہد عثمانی میں شباب کو پہنچی، جسکی وجہ سے عثمان شہید اور ملک خانہ جنگی میں دھکیلا گیا، اور اسی خانہ جنگی کے نتیجہ میں جنگ جمل، صفین، واقعہ کربلا جیسے واقعات رونما ہوئے، لھذا ان منافقین وہ ملاحدہ ایرانیوں ہی کے

سازشوں کی وجہ سے مسلمانوں میں جب یہ صورت حال رونما ہوا، مگر اللہ کا فضل تھا، کہ مسلمانوں کا دینی ایمانی، شیرازہ تاحال برقرار رہا اور منتشر نہ ہو سکا۔

تو ان خدا دشمنوں نے مزید غور و خوض کیا اور سمجھ گئے کہ مسلمانوں کی قوت و اتحاد کا راز قرآن ہے، لھذا انہوں نے مذکورہ بالا جماعت کو تشکیل کر کے قرآن کو مسلمانوں کے ہاتھوں چھین لیا، اور اسکے خلاف روایات کا انبار لگا لیا، جسمیں ابھی تک مسلمانوں کو فرمودات نبوی اور مصنوعات ایرانی کے درمیان فرق واضح نہ ہو سکا، اور مسلمان اسی وقت سے آج تک کتابیں لکھتے گئے مگر ایک مسئلہ حل نہ ہو سکا۔

ان حقائق کو سمجھنے کے لئے ان مظلومین کی کتب کا مطالعہ ضروری ہے، جن کی کوششوں سے جب حق اشکارا ہونے لگا، تو وقت کے وہ اصحاب جبہ و دستار (جنہوں نے دین کو زریعہ معاش بنایا تھا اور ہے) نے فوراً ان پر گمراہی کے فتوے لگا کر اپنی روٹی کا دندا بھی جاری رکھا۔

اور شیعوں کی تخریب کاریوں کو بھی صیغہ راز میں رکھنے کی کوشش کی گئی۔

حکیم فیض عالم صدیقی کی کتاب، حقیقت مذہب شیعہ

تجلیات روح ایران درادوار تاریخی، تاریخ الامم اسلامی، اخبار الطوال، تاریخ ابن اثیر تاریخ اکبر شاہ خان، اطہر بن جعفر اطہر الحق کی کتاب تدوین حدیث، اعجاز القرآن و محاذ روایت و تفسیر)

چنانچہ علامہ ابو ظفر اپنی کتاب میں لکھتے ہیں:۔ کہ

اللہ کا کلام کسی ایک دور یا قوم کے لئے نہیں ہوتا وہ بنی نوع انسان کے لئے ہے اور ہر دور کے لئے ہے۔

بہار ہو کہ خزاں لا الہ الا اللہ" فرمایا سبحانہ تعالی نے۔

"قد بدت البغضاء من افواههم وما تخفى صدورهم اكبر قد بينا لكم الايت ان كنتم تعقلون " (ال عمران ۱۱۸)

بغض و نفرت کے بعض جذبات کبھی کبھی ابھر کر ان کی زبان تک آجاتے ہیں، لیکن وہ حسد اور انتقام کی اس آگ کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں جو ان کے سینوں میں دبی ہوئی ہے۔

سنا تھا پشتون قوم میں انتقام کا جذبہ بڑا شدید ہوتا ہے، لیکن ثابت یہ ہوا ہے کہ جتنا شدید ایرانیوں میں ہوتا ہے، اتنا کسی قوم میں نہیں ہوتا۔ اسلام نے آکر ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ایران کو فتح کر لیا، فاتح مال غنیمت اٹھا کر لے گئے ایران کا بادشاہ یزدہ گرد جان بچانے کے لئے چھپتا پھر رہا تھا۔ جب وہ پن چکی میں روپوش تھا (بعد میں ایک دہقان نے چور سمجھ کر اسے کدال مار کر ختم کر دیا) تو اہل اساورہ

(سونے کے کنگن پہننے والے) دانشور ملنے گئے، کہا ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ شاہ نے کہا میں حیران ہوں کہ ان بھوکے ننگے فاقہ زدہ عربوں نے ہم پر فتح کیسے پائی؟ تم لوگ جاؤ اور ان بستیوں میں ان کے ساتھ گھل مل کر رہو یہ بہانہ کرو کہ ہم اسلام کا بغور مطالعہ کرنا چاہتے ہیں، اس کے بعد ہم ایمان لائیں گے۔ وہاں پتہ چلاؤ کہ اہل فارس سے ہمیشہ شکست کھانے والے عرب آخر کس طرح، کن وجوہات کی بنا پر ان اہل فارس پر غالب آگئے۔ پھر اس کا توڑ تلاش کرو اور انہیں مات دو۔

عجمی سازشی۔ ساسانی بادشاہوں کے (۲۰) فدائین جنگ قادسیہ اور جنگ مدائیں کے درمیان موجود تھے ان میں سے (۱۵) فدائین زندہ بچ گئے۔ ان لوگوں نے سمرقند میں خاقان چین کی پناہ میں اکھٹا ہو کر جو منصوبہ سازی کی وہ کچھ اس طرح تھی۔ (میزان الفارس، حجت اللہ موسوی)

نمبر ا: مفتوح سلطنت ایران کے کئی ہزار باشندے، اسلامی سلطنت کے اہم شہروں میں مثال مدینہ، مکہ، دمشق، صنعا وغیرہ میں جا بسیں، وہاں وہ مقامی امیروں کی خدمت میں حاضر ہوں اور اسلام لے آئیں۔

(۲) مملکت اسلامی کی جاسوسی ان کا مشن ہو اور وہ حالات سے ان فدائیں کمیٹی کو آگاہ کرتے رہیں۔ جو فارسی زبان میں اہل اساورہ کہلاتے تھے۔ دربار نے انہیں اعزازی طور پر سونے کے کنگن دیئے تھے۔

(۳) ان دراندازوں Infiltrators کے لئے عربی زبان میں مہارت حاصل کرنا نہایت ضروری تھا۔

(۴) تاریخ روما اور فارس اور عرب معاشرہ سے واقفیت بھی ان کے لئے ضروری تھی اکثر افراد ایسے چنے گئے تھے جو ہنر مند تھے کتابت، حساب کتاب، سنار، لوہار بڑھی اور طب کے پیشوں میں تربیت یافتہ تھے۔

(۵) ان خصوصیات کی بنا پر بظاہر مسلمان لیکن درحقیقت پارسی در اندازوں نے مکہ، مدینہ، مصر، عراق، شام، کوفہ، اور بصرہ میں اپنے اپنے شعبوں میں آگے بڑھنا تھا۔ اور حکومت کے حساس محکموں میں اپنے لئے عہدے حاصل کرنے تھے۔ یہ لوگ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوئے۔

چین میں بیٹھ کر انہوں نے جو منصوبہ بنایا تھا وہ قابل داد ہے۔ ان کے اصل محاذ دو تھے ایک مسلم حکومت کی مرکزیت کو کمزور کرنا۔ سادہ الفاظ میں خلفائے اسلام کو یکے بعد دیگرے قتل کرنا۔ دوسرا مشن نظریاتی تھا کہ مسلمانوں سے ان کا قرآن چھڑایا جائے۔ بزر سمرقندی جو خسرو پرویز کا مشیر خاص تھا اساورہ کمیٹی کا صدر تھا اور بوڑھا مرزبان نائب صدر یہ دونوں جہاندیدہ اور تجربہ کار بھی تھے اور سیاست کے بھی ماہر تھے۔ یہ جذبہ لے کر ایرانی دانشور مسلمانوں میں آکر گھل مل کر رہنے لگے۔ مقصد یہ تھا کہ عربوں سے اپنی شکست کا بدلہ لے سکیں۔ ایران کا شکست خوردہ گورنر جب پابہ سلال حضرت

عمر کے سامنے پیش ہوا تو حضرت عمر نے اس سے کہا کہ کیا بات ہے ہرمزان! کہ اس سے پہلے جب بھی عربوں نے تمہارے ساتھ جنگ کی تو تم نے ان کو آسانی سے پسپا کیا۔ لیکن اب حالت یہ ہے کہ عرب پورے ایران کو فتح کرر کرر ہے ہیں اور تم میرے سامنے پا بہ سلاسل کھڑے ہو۔ اور تمہارا بادشاہ مارا مارا جان بچاتا پھر رہا ہے؟ ہرمزان نے کہا کہ بات بالکل واضح ہے۔ پہلی جنگوں میں ایک طرف عرب ہوا کرتے تھے، اور دوسری طرف ایرانی۔ تنہا عربوں کو شکست دینا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ مگر اس بار ایک طرف ایرانی تھے دوسری طرف عرب اور ان کا رب تھا۔ تو دو کا مقابلہ ممکن نہ تھا ہم ہار گئے۔ بلاشبہ ہرمزان نے سچ کہا تھا۔ رب کا بھی یہی فرمان ہے" وأن الله مع المؤمنين ١٩-٨) بلاشبہ اللہ مومنوں کے ساتھ ہے۔ اور حقا علينا نصر المؤمنين (٤٧-٣٠) مومنین کی فتح مندی میں مدد کرنا ہم پر واجب ہے۔ ایرانی اس حقیقت کو پا گئے تھے کہ جب تک عربوں کے ساتھ اللہ ہے ہم ان پر فتح نہیں پاسکتے۔ اپنی شکست کا بدل نہیں لے سکتے، لہذ ضروری ہے کہ ان سے اللہ کا ساتھ چھڑا یا جائے۔ انہیں تنہا کیا جائے (رب بہ نفس نفیس شانہ بہ شانہ عربوں کے ساتھ کھڑا نہیں ہوتا تھا، اس زمانے میں مسلمان اللہ کی کتاب کے مطابق زندگی بسر کرتے تھے) طے یہ پایا کہ ان سے اللہ کی کتاب علیحدہ کی جائے۔ علامہ اقبال اسے عجمی سازش کہہ کر پکارتے ہیں۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ فتح ایران کے بعد یہ نہیں ہوا کہ ایران مشرف بہ اسلام ہوا بلکہ اسلام کو عجمی رنگ میں رنگ دیا، گویا ڈبو دیا۔ کاش ایران فتح نہ ہوتا۔ شعر:

دیکھا جو تیر کھا کے کمین گاہ کی طرف اپنے ہی دوستوں سے ملاقات ہوگئی

ہمیں دشمنوں سے کوئی گلہ نہیں ہے ان کو مسلمانوں سے چوٹ پہنچی تھی اس کا، بدلہ انہوں نے لے لیا، ہمیں گلہ اپنوں سے ہے جو ان کی لکھی ہوئی کتابوں کو صحیفہ اسمانی سمجھتے ہیں۔ درخت نے بھی یہی فریاد کی تھی کہ گلہ اس کا نہیں کہ لکڑہارے کے کلہاڑے نے مجھے کاٹ کرر کھ دیا گلہ تو اس کا ہے کہ کلہاڑے میں دستہ میری ہی شاخ کا تھا۔ تحریف دین کی ابتداء ایران سے ہوئی اور جن غیر قرآنی نظریات، تصورات اور معتقدات سے یہ اب مرکب ہے ان کا زیادہ تر حصہ بھی قدیم ایرانی) مجوسی مذہب اور تمدن پر مشتمل ہے۔ تقریباً یہی کچھ امین احمد المصری بھی کہتے ہیں۔ ان کا بیان ہے ایرانیوں کی اکثریت مسلمان ہوگئی اور انہوں نے عربی سیکھ لی حتی کہ دوسری ہی نسل میں ایسے لوگ پیدا ہو گئے جو عربوں کی طرح بے تکان عربی بول سکتے تھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنی تمام باتوں میں عربوں کے برابر، ہو گئے تھے۔ ان کے عقائد عربوں کی طرح نہیں تھے۔ ان کی تمنائیں آرزوئیں، جذبات اور رجحانات

عربوں کی طرح نہیں تھے۔ اور نہ ہی ان کی عقلیت عربوں کی طرح تھی۔ انہوں نے اسلام کو قبول تو کیا مگر اسلام کو ایرانی رنگ میں رنگ دیا۔ وہ اپنے پرانے دین کے جملہ عقائد و تقلیدات سے الگ تھلگ نہیں ہوئے۔ جس قدر ان کا پرانا دین (جس پر ان کی قوم پشتہا پشت سے چلی آ رہی تھی) انہیں سمجھنے کی اجازت دیتا تھا عمل کیا۔ اس پرانے دین کے عقائد و تقلیدات میں وہ جوان اور بوڑھے ہوئے تھے۔ انہوں نے عربی سیکھ لی لیکن وہ اپنی قوم کے اشعار، امثال اور حکم کو نہیں بھلا سکتے تھے۔ اسلام میں ان اثرات کا واضح ترین نمونہ تشیع (شیعی مذہب) اور تصوف تھا۔ ادب عربی اس کے بعد ایرانی ضرب امثال اور حکم، ایرانی کہانیوں اور ایرانی تخیلات میں بری طرح ڈوب گیا۔) فجر الاسلام صفحہ ۳۱۰

فیصلہ یہ ہوا کہ سب سے پہلے قرآن کی تعلیمات یعنی رب کے ارشادات کو تبدیل کیا جائے، اس کو اٹھا لینا چاہیے۔ قرآن میں زاید اور ناقص ممکن نہ تھا قرآن تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہ تھا، رب نے یہ راستہ خود بند کر رکھا تھا یہ کہ کر کہ انا نحن نزلنا الذکر و إنا له لحفظون "(اعراف ۱۵۹)

"یہ قرآن ہمارا نازل کردہ ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں"۔

مسلمانوں سے انتقام لینے کے لئے ضروری تھا کہ ان کے سُچے دودھ میں تھوڑا سا دہی ملا کر پھاڑ دیا جائے، طے یہ پایا کہ قرآن کے متبادل کتاب بنائی جائے مسلمانوں کے سامنے وہ رکھ کر انہیں قرآن سے دور کیا جائے۔ جس طرح قیمتی جان بچانے کے لئے شیر کو راستے سے ہٹانے کے لئے اس کے آگے بکری گائے بطور چارہ چھوڑ دی جاتی ہے ایرانیوں نے بڑی محنت اور جانفشانی سے کام لیا اور ایسی کتابیں ترتیب دی جس کی وجہ سے ہم کتاب اللہ سے دور ہوتے گئے اور ان کے چارے پر منہ مارتے رہے اور اب تک مار رہے ہیں، رہی اللہ کی کتاب جو کبھی عمل کی کتاب تھی اسے ثوابوں کی کتاب بنا دیا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا انہیں علم تھا کہ ہمارے کہے پر کوئی یقین نہیں کرے گا، انہوں نے اپنی باتیں منوانے کے لئے جلیل القدر صحابہ کرام کے نام لگا دیئے اس سے انہیں فوائد حاصل ہوئے۔ (۱) کہ ان کی خرافات کے ساتھ دین کے عظیم ستون جیسے صحابہ کا نام دیکھ کر سادہ لوح اور جہلا یقین کرنے لگے کہ یہ انہی ہستیوں کے فرمودات ہوں گے۔ (۲) نئی نسل اسلام سے تنفر ہوگئی، (۳) غیر مسلموں کو اکابرین اسلام کو بدنام کرنے کا خزانہ ہاتھ آیا، جس سے انہوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔ جس قول کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا جائے اور راویوں میں نام ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار صحابہ کے جن کے متعلق اللہ نے فرمایا۔ رضی الله عنهم و رضوا عنه و أعد لهم جنب تجري تحتها االنهر

خلدین فیها أبدا) ۱۰۰-۹ (اللہ ان سے راضی ہوا۔ اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ ان کے لئے ایسی جنتیں تیار کی ہوئی ہیں جن کے باغوں کے نیچے نہریں جاری رہتی ہیں اور یہ اصحاب رسول بلکہ ان کے متبعین بھی ان جنتوں میں ہمیشہ ابدالاباد تک رہیں گے۔ جب ایسی ہستیاں راوی ہوں۔ اور اس سلسلے کی آخری کڑی ختم المرتبت صلے اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوتی ہو، پھر کسی قول پر ہمارے ہاں تحقیق ضروری نہیں سمجھی جاتی۔ بلکہ شک کرنا بھی کفر سمجھا جاتا ہے۔ پھر بھی اگر کوئی تحقیق کرنا چاہے تو ان کے لئے اسمائے رجال کا جال پھیلا دیا گیا اس سے کوئی بچ کر نکل ہی نہیں سکتا۔ اگر کوئی مجوسیوں کے اقوال کو اہمیت نہ دے۔ اس میں شک شبہ کرے تو اس کے لئے یہ انتظام کیا گیا ہے کہ وحی الٰہی کی دو اقسام ہیں اور اس کے چار نام ہیں۔(۱) وحی متلو اور (۲) غیر متلو (۳) وحی جلی اور (۴) وحی خفی۔ اللہ نے اپنی آخری کتاب قرآن کریم میں وحی کی یہ تقسیم نہیں رکھی بلکہ خبردار کیا۔ کہ ان کا ہنر ہے کہ یکتبون الکتب بأیدیهم ثم یقولون هذا من عند الله لیشتروا به ثمنا قلیلا فویل لهم "(بقرہ ۷۹/۲)

لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھوں سے اور کہتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے نازل شدہ ہے) اس کا نام وحی غیر متلو ہے تاکہ اس سے ثمنا قلیل تھوڑے بہت پیسے کمائے جائیں، تباہی ہے ان کے لئے۔ مفاد پرستوں نے اپنے مفادات کو منوانے کے لئے اپنے کہے اپنے لکھے کو منزل من اللہ ثابت کرنے کے لئے یہ الفاظ ایجاد کئے۔ متلو کے معنی ہوئے جس کی تلاوت کی جائے، اور جلی(CLEAR ہوئی وہ وحی جو قرآن کے دفتین میں جلی حروف کے ساتھ نظر آتی ہے۔ وحی غیر متلو ان کے اصطلاح میں وہ وحی ہے جس کی تلاوت نماز میں تو نہیں کی جاتی لیکن وہ وحی کا درجہ رکھتی ہے۔ عرف عام میں اس کا نام حدیث ہے۔ یعنی وہ روایات جو مسلمانوں میں حدیث کے نام سے مشہور ہیں۔

اسی طرح وحی خفی پوشیدہ یعنی قرآن کی طرح ظاہر نہیں مخفی ہے ان خود ساختہ ناموں کے متعلق تو قرآن کریم نے بہت پہلے فیصلہ دے دیا تھا، مسلمانوں کو خبردار کر دیا تھا کہ ان کے جھانسے میں نہ آنا۔ اس قسم کے نام اللہ کے دیئے ہوئے نہیں ہیں، انسانوں نے رکھے ہیں۔ آسماء سمیتموها أنتم وأباؤكم ما نزل الله بها من سلطن "(اعراف ۷۱)

یہ نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں اللہ کی طرف سے انہیں کوئی تصدیق یا سند حاصل نہیں ہے۔ اللہ کہتا رہے مگر مفادات پیروں کی رسی بن کر آزاد نہیں ہونے دیتے۔

ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ نے اپنے رسول کی طرف جو قرآن نازل فرمایا وہ وحی متلو اور وحی جلی ہے، اس کے بعد رسول کی طرف دوسرے نمبر پر وحی غیر متلو اور وحی خفی بھی نازل کی گئی جسے یہ لوگ علم حدیث کے نام سے موسوم کئے ہوئے ہیں اور اس کو مثلہ معہ قرار دیتے ہیں۔ ان کا یہ بھی فیصلہ ہے کہ " :حدیث قرآن پر قاضی ہے، قرآن حدیث پر قاضی نہیں ہے۔ یعنی جہاں قرآن اور حدیث میں پیچا پڑ جائے تو بات حدیث کی مانی جائے گی قرآن کی نہیں۔ (مختصر جامع بیان العلم صفحہ ۲۲۳ مطبوعہ مصر) ان کے نزدیک یہ مجموعے مثل قرآن ہیں۔ یہ بھی جبرئیل کی آوردہ ہیں۔ یہی وجہ ہے۔ کہ قرآن کی طرح بخاری کے بھی تیس پارے ہیں اور اس کا ختم کرایا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں ان فرقہ بازوں کا متفقہ عقیدہ ہے کہ قرآن مبہم کتاب ہے، قرآن بغیر ان کی حدیثوں کے سمجھا نہیں جاسکتا، قرآن پر حدیثوں کے بغیر عمل کرنا مشکل ہے۔ ان مذکورہ فرقوں کے ساتھ اسی قسم کے خیالات سے ملتا جلتا فرقہ اہل حدیث کے نام سے بھی موجود ہے۔ پھر ان کے اندر بھی کچھ گروہ بندیاں ہیں جس طرح دیگر فرقوں کے اندر ذیلی فرقے ہیں اور متفرق گروہ ہیں جن کے نام سلفیہ اور جماعت المسلمین وغیرہ ہیں۔ ان کا متفقہ نظریہ ہے کہ ان کی حدیثیں وحی غیر متلو ہیں، وحی خفی ہیں اور یہ قرآن کی مثل ہیں ان کی حدیثیں قرآن کی شرح یا اور تفسیر کرتی ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ہر نکلی ہوئی بات وحی ہے اور جبرئیل کی توسط سے پہنچی ہے۔ اس بارے میں چند معروضات عرض کرنی ہیں۔ حضور، اللہ کے رسول کے علاوہ انسان بھی تھے ان کی ذاتی ضروریات بھی تھیں وہ اگر بیوی سے کہتے تھے کہ لوٹے میں پانی ڈال تو ان کلمات کے لئے وہ جبرئیل کا انتظار نہیں کرتے تھے۔ کہ وہ آئے اور وحی غیر متلو لائے، اگر ایسی بات ہوتی یعنی ان کی ہر بات وحی ہوتی اور ہر بات کے لئے وہ جبرئیل کے محتاج ہوتے تو اس حدیث کا کیا کریں گے۔ عبد اللہ بن انصاری سے روایت ہے کہ حضور کا ارشاد ہے پہلے غار حرا میں جب مجھے جبرئیل نظر آئے تھے اس کے بعد تین برس تک وحی آنا موقوف رہا۔ (بخاری مترجم، جلد دوم، باب ۲۹۱، حدیث ۴۶۹، صفحہ ۲۵۳)

سوال یہ ہے کہ کیا اتنے عرصے حضور خاموش رہے انہوں نے زبان سے کوئی لفظ ادا ہی نہیں کیا، نہ پانی مانگا نہ کھانا طلب کیا۔ کہتے ہیں کہ کفار طعنے دی نے لگے تھے کہ محمد بن عبد اللہ کو اس کے اللہ نے تنہا چھوڑ دیا اب وحی نہیں بھیجتا۔ وحی تو من جانب الٰہی ہے اور ذاتی افعال میں غلطی کا بھی امکان ہو سکتا ہے۔

مثلاً حضور نے منافقین کو جب غزوہ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی اجازت عنایت فرمادی تو آیت مبارکہ۔

عفا الله عنك لم أذنت لهم حتى يتبين لك الذين صدقوا و تعلم الكذبين "(۴۳۹) نازل

ہوئی اے رسول، اللہ تعالیٰ تم سے در گزر کرے تم نے انہیں پیچھے رہ جانے کی اجازت ہی کیوں دی تاکہ تم پر سچ بولنے والے ظاہر ہو جاتے اور تم جھوٹوں کو معلوم کر لیتے۔ اگر ہمارے علماء کرام کے عقیدے کے مطابق آپ کا منافقوں کو اجازت دینا وحی خفی تھا، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس اجازت دلوانے کے بعد حضور سے اس کے متعلق وحی متلو میں سوال کرنا بے سود اور بے وجہ تھا۔ کیونکہ اس میں حضور کے اپنے عمل کا دخل ہی نہیں تھا۔ ان منافقوں کو اجازت ہی بر بنائے (بقول ان کے) وحی خفی سے دی گئی 7
تھی حضور کے اجازت دینے کے قول کی تصویب نہ کرتا، خود اس بات کی دلیل ہے کہ آپ کا منافقین کو اجازت: دینا، آپ کا بشری، ذاتی خود اختیاری فعل تھا حضور نے اپنی ازواج مطہرات کی خوشنودی کی خاطر اپنے لئے مغافیر ایک قسم کا شہد کو حرام قرار دے دیا تھا جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یاایها النبی لم تحرم ما أحل الله لك تبتغي مرضاة أزواجك والله غفور الرحيم "(۱/۶۶)

جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ آپ نے اپنی ازواج کی خوشنودی کے لئے وہ چیز کیوں حرام کر لی جو اللہ نے آپ کے لئے حلال قرار دی تھی۔ گویا اس طرح پہلے تو اللہ تعالیٰ نے وحی (خفی) کے ذریعے حضور سے ان کی ازواج کی خوشنودی کے لئے آپ پر مغافیر کو حرام کرایا۔ پھر خود ہی وحی جلی (قرآن) کے ذریعے اس فعل کو ناپسند قرار دے دیا اس سے ظاہر ہے کہ پہلا قول جس سے حضور نے اپنے اوپر مغافیر کو حرام قرار دیا تھا وہ وحی) خفی نہیں تھا بلکہ وہ حضور کا اپنا بشری قول تھا وحی (خفی) کسی حال میں بھی نہیں ہو سکتا۔ وحی خفی یا غیر متلو کا وجود ہی نہیں ہے۔

ملاحظہ ہو ایک اور ثبوت:۔ حضرت رافع بن خدیج فرماتے ہیں کہ نبی مدینہ تشریف لائے تو ہم کھجور کی پیوند کاری کر رہے تھے، فرمایا اگر تم ایسا نہ کرو تو شائد زیادہ بہتر ہو۔ چنانچہ لوگوں نے اس کو ترک کر دیا لیکن پیداوار میں کمی واقع ہو گئی۔ تو لوگوں نے آپ سے ذکر کیا تو آپ نے فرمایا کہ میں بھی بندہ بشر ہوں اگر میں تمہارے دین سے متعلق کوئی بات بتلاؤں تو اسے لازم پکڑو اور اگر اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو یاد رکھو، میں ایک بشر ہی ہوں جس کی رائے صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی۔ (مسلم مترجم، جلد سوم، باب نمبر ۲۹۶، حدیث نمبر ۱۵۹۸ صفحہ نمبر ۵۹۹) بعد کی حدیث نمبر ۱۵۹۹ میں یہ الفاظ بڑھادئے گئے قال انتم أعلم بأمر دنیا کم " اپنی دنیا کے امور تم ہی زیادہ بہتر جانتے ہو۔ جو لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر بات کو وحی کہتے ہیں یہ روایت انکے منہ پر طمانچہ ہے۔ وہ حضور کی باتوں کو وحی

غیر متلو اور الہام کہتے ہیں (جس کی تلاوت نہ ہو مگر ان پر عمل ہو) کیا وحی میں غلطی کا امکان ہو سکتا ہے۔ استغفر اللہ جو چیز منزل من اللہ ہو گی وہ غلطی سے پاک ہو گی۔ اگر حضور کی ہر بات وحی کا درجہ رکھتی تو وہ یہ بھی نہ فرماتے کہ اگر میں اپنی رائے سے کوئی بات کہوں تو یاد رکھو میں ایک بشر ہی ہوں جس کی رائے صحیح بھی ہو سکتی ہے اور غلط بھی ہو سکتی ہے) کیونکہ ہر بات وحی نہیں تھی۔ وحی تو حضرت جبرئیل کی توسط سے آیا کرتی تھی۔

قرآن کی چوری :۔ ایران کے ایک بڑے دانشور (قاضی نور اللہ شوستری) کا کہنا ہے کہ اصل قرآن تو ہم نے چوری کر لیا، اب مسلمانوں کے پاس ثوابوں والی کتاب رہ گئی ہے۔ مگر شیر کے آگے کوئی متبادل شی تو رکھنی تھی تا کہ وہ اس سے الجھا رہے۔ بالکل اسی طرح ہوا عجمیوں نے اپنے فرستادوں کے ذریعے پہلے حدیثوں کے مجموعے بنا کر رکھے پھر قرآن اٹھالیا۔ فارس کے جلال الدین رومی نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے۔ کہا۔

"ما از قرآن مغز را بر داشتم استخوان را پیش سگاں انداختم "

یعنی ہم نے قرآن سے مغز قسم کی چیز نکال لی ہے، بقایا ہڈیاں کتوں کے آگے پھینک دی ہیں۔ اماموں کی ایک فوج بھیج کر انہوں نے یہ کام بڑی عرق ریزی کے ساتھ کر کے کامیابی حاصل کی۔ ایسا انتقام لیا کہ اس کی دنیا میں نظیر نہیں ملتی۔ ان کے راستے میں حائل حضرت عمر کی ذات تھی۔ پہلا وار انہوں نے حضرت عمر فاروق" پر کیا۔ انہیں دنیا سے رخصت کیا۔ اس لئے بھی کہ انہی کے دور میں ان کے حکم سے ایران فتح ہوا تھا۔ ان کے قاتل ابولولو فیروز کو ایران میں حضرت بابا شجاع (بہادر) کے نام سے نوازا اور یاد کیا جاتا ہے۔ جہاں اس کا (غالبا فرضی) مقبرہ زیارت گاہ خاص اور عام میں محترم ہے، (The Mirage In Iran P.5)

بلاشبہ ایران نے اپنی شکست کا بدلہ لے لیا۔ جو انہیں عربوں کے ہاتھوں اٹھانی پڑی تھی۔ اس کا اعتراف ایران کے ارباب فکر و نظر کرتے ہیں حسین کاظم زادہ عصر حاضر کے مشہور مورخ ہیں۔ وہ اپنی کتاب " تجلیات روح ایران در ادوار تاریخی: میں لکھتے ہیں۔

جس دن سے سعد بن ابی وقاص نے خلیفہ دوئم کی جانب سے ایران کو فتح کیا اور اس پر غلبہ پایا۔ ایرانی اپنے دل میں کینہ وانتقام کا جذبہ پالتے رہے۔ کینہ وانتقام کا یہ جذبہ متعدد مواقع پر ظاہر ہوتا رہا۔ تا آنکہ

فرقہ شیعہ کی بنیاد پڑ جانے سے یہ کلیتہ بے نقاب ہو گیا۔ ارباب علم واطلاع اس حقیقت کو بخوبی جانتے اور مانتے ہیں کہ شیعیت کی بنیاد و ظہور میں اعتقادی مسائل اور نظری اور نقلی اختلافات کے علاوہ ایک سیاسی مسئلہ کو بھی دخل تھا۔ ایرانی اس بات کو نہ کبھی بھول سکتے تھے اور نہ قبول اور معاف کر سکتے تھے۔ کہ مٹھی بھر ننگے پاؤں پھرنے والے بادیہ نشین عربوں نے ان کی مملکت پر قبضہ کر لیا۔ اس دور کی مملکت کے خزانوں کو لوٹ کر غارت کر دیا۔ اور ہزاروں بے گناہ انسانوں کو قتل کر کر ڈالا۔ اس کے بعد یہ مورخ لکھتا ہے۔

ہمارے دانشمند بزرگوں کو نہ تو بنو فاطمہ سے عشق تھا، اور نہ ہی خاندان بنو امیہ سے دشمنی نہ عباس سے یاری نہ علی سے رشتہ داری۔ ہمارا مقصد تھا کہ کسی نہ کسی طرح عرب حکومت کا تختہ الٹ دیا جائے۔ اور اپنی کھوئی ہوئی عظمت اور حکومت بحال ہو جائے۔ چونکہ ہاشمی خلافت حضرت علی کے بعد ختم ہو گئی اور اموی خالص عربی حکومت دنیائے اسلام کی مرکزی حکومت تسلیم کر لی گئی اس طرح عرب عجم پر بری طرح مسلط ہو گئے فلھذا ا ہمارے لئے واحد چارہ کار یہی تھا کہ ہم ہاشمیوں کا ساتھ دے کر ان کو ابھارتے ۔ہمارے بزرگوں نے یہی کچھ کیا۔ دنیائے اسلام میں ایران اول و آخر وہ واحد مثالی ملک ہے جس نے ملت اسلامیہ سے کنارہ کشی اختیار کر کے نفاق وافتراق اور منافرت کی روش اپنائی۔ ایران سے وحدت اسلامی کو ہمیشہ خطر ہلاحق رہا ہے۔ ایران کے بارے میں حضرت عمر کا قول برحق ہے۔ جو امیر لشکر ابوعبیدہ بن جراح سے منقول ہے۔ تم ایک ایسی سرزمین کی طرف جا رہے ہو جو مکر و فریب دخیانت سے بھری ہوئی ہے۔ اور جس میں ایک ایسی قوم آباد ہے جو شر کی ماہر اور خیر سے نابلد ہے ملاحظہ ہو ایران کی کاریگری کہ انہوں نے قرآن کریم کے لا مبدل احکامات کو خود رسول کے عمل سے بدل کر رکھ دیا۔ اللہ کا حکم شادی کی عمر بلوغت ہے۔ انہوں نے معصوم بچی سے رسول کی شادی کرواکر خلاف قرآن عمل کروایا۔ اور سادہ لوح مسلمان انکی فریب کاریوں کو دین سمجھ کر سینہ سے لگائے ہوئے ہیں۔

يليتني كنت ترابا (40-78 (بلندی سے پستی تک حصہ اول ص ۱۰ تا ۲۱)

بخاری شریف نہ ہی تو اللہ تعالی اور نہ ہی رسول اللہ کی لکھی ہے، بلکہ ایک عجمی عالم کی نامکمل کتاب ہے۔

یہ بات تو پہلے واضح ہو چکی کہ امام بخاری صاحب فارسی النسل بخاری تاجکستان کا رہنے والا تھا، اور یہ علاقہ ایران میں شامل تھا جو فارس کے نام سے مشہور تھا، انہوں نے اپنی کتاب تیسری صدی ہجری میں لکھی ہے، جبکہ رسول اللہ ﷺ کے وفات کے بعد دو سو سال سے زائد عرصہ گزرا تھا، خود بھی حجازی عربی مدنی یا مکی نہیں اور جن شیوخ، راویوں سے روایات نقل کی ہیں، ان میں بھی اسی فیصد تقریبا حجازی نہیں، اور جو لوگ حجازی اور عربی تک نہیں تو انکو رسول اللہ ﷺ کے اقوال، افعال کیسے معلوم ہو سکتے ہیں، لیکن اسکا یہ بھی مطلب نہیں کہ احادیث کا سارا ذخیرہ ہی بے بنیاد ہے، الحمد للہ سنت صحیحہ کا وجود بھی ہے، مگر تولنے کا معیار وہ ہے جو ہم نے پچھلے صفحات میں ذکر کیا ہے۔

تو آیئے دیکھتے ہیں کہ اندھی تقلید میں گرفتار امت نے جس کتاب بخاری کو قرآن کا درجہ دیا ہے، جسکے تصحیح اور غلطیوں کے جوابات کے لئے سنکڑوں کتابین لکھی جاچکی ہیں اسکی حقیقت کیا ہے، کیا امام بخاری نے اپنے ہاتھ سے یہ تحفہ امت کو دیا ہے، کیا یہ ساری روایات مذکورہ بخاری میں امام بخاری ہی نے شامل کر کے پسند کیا ہے؟

امت کے مقتدا علماء نے لکھا ہے، کہ بخاری شریف تاحال مکمل نہیں ہوئی تھی کہ امام بخاری دنیا سے تشریف لے گئے اور موجودہ نسخہ بخاری امام بخاری کے شاگردوں کا مرتب کیا ہوا ہے۔

امام سیوطی نے اپنی کتاب تدریب الراوی میں تحریر کیا ہے:۔ کہ

اگرچہ کتاب سولہ سال کی مدت میں تمام ہو گئی، مگر نظر ثانی اور اضافہ کا سلسلہ آخر دم تک برابر جاری رہا، یہی وجہ ہے کہ (امام) فربری کے نسخہ میں جنہوں نے اسکو امام بخاری سے بعد میں سنا ہے حماد بن شاکر کے نسخے سے دو سو احادیث اور ابراھیم بن معقل کے نسخہ سے تین سو حدیثیں زیادہ مروی ہیں۔

(تدریب الراوی ۳۰ امام ابن ماجہ اور علم حدیث ۳۳۹)

نمبر ۲-۳: امام شاہ ولی اللہ اور عبد الرشید نعمانی فرماتے ہیں:۔ کہ

صحیح بخاری کے موجودہ نسخے میں جو حدیث اور ترجمۃ الباب میں بہت سے مقامات پر بے ربطی اور سوئے ترتیب نظر آتی ہے۔ اور جسکی شکایت شاہ ولی اللہ نے اپنے مکتوبات ۱۷ امیں بائں الفظ کی ہے۔ کہ در عقد تراجم سوئ ترتیب و تقریر او در میان می آید ۔۔۔ وہل علم را مطمح نظر مطالب علمیہ می باشد نہ تراجم و ترتیب۔ شعر: شیشہ صاف نہ باشد گو سفال در وباش ۔۔۔۔۔ رندی آشام را با این تکلفھا چہ کار

اسکی اصل وجہ بھی یہی ہے کہ بعض مقامات پر امام بخاری نے اضافہ کرنا چاہا تھا۔ مگر اسکا موقعہ نہ مل سکا۔ چنانچہ کہیں باب قائم کر لیا تھا۔ مگر اسکے تحت حدیث درج کرنے کی نوبت نہ آئی۔ کہیں حدیث لکھ لی تھی۔ لیکن باب قائم نہ کر سکے تھے۔ بحر حال کتاب کے بہت سے مقامات اسی طرح تشنہ تکمیل ہی تھے۔ کہ امام بخاری نے اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت فرمائی۔ (امام ابن ماجہ اور علم حدیث ۳۴۹)

نمبر ۴: قاضی ابو الولید باجی نے اپنی کتاب " التعدیل والتجریح لمن خرج له البخاری فی الجامع الصحیح "کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:۔ کہ

" قداخبرنا ابوذرعبد بن احمد الهروی الحافظ ، ثنا ابواسحق المستملی ابراهیم بن احمد قال انتسخت کتاب البخاری من اصله کان عند محمدبن یوسف الفربری فرائته لم یتم بعد وقد بقیت علیه مواضع مبیضة کثیرة منها تراجم لم یثبت بعدها شیئا ومنها احادیث لم یترجم علیها فاصفنا بعض ذالك الی بعض۔

ومما یدل علی صحة هذالقول ان روایة ابی اسحق المستملی وروایة ابی محمد السرخسی وروایة ابی الهیثم الکشمیهنی وروایة ابی زید المروزی وقد نسخوا من اصل واحد فیها التقدیم والتاخیر وانما ذالك بحسب ما قدر کل واحد منهم فی ما کان فی طره اورقعة مضافة انه من موضع ما فاضافه الیه وبین ذالك انك تجد ترجمتین واکثر من ذالك متصلة لیس بینها احادیث ۔ وانما اوردت هذالماعنی به اهل بلدنا من طلب معنی یجمع بین الترجمة والحدیث الذی یلیها وتکلفهم فی تعسف التاویل ما لا یسوغ "

ہمیں حافظ ابوذر عبد ابن احمد الھروی نے خبر دی کہ ہمیں ابو اسحق مستملی نے فرمایا، کہ میں نے "(صحیح بخاری) کو اصل نسخہ سے جو فربری کے پاس موجود تھا نقل کیا، تو میں نے دیکھا، کہ اس میں چیزیں تو ناتمام ہیں، اور بعض چیزوں کی تبیض ہو چکی ہے، چنانچہ بعض تراجم ابواب ایسے تھے، کہ ان کے بعد کچھ درج نہ تھا، اور بعض حدیثیں ایسی تھی کہ ان پر ابواب نہ تھے، پھر ہم نے ان میں سے بعض کو بعض کے ساتھ ملا دیا، (قاضی باجی فرماتے ہیں) اس بیان کی صحت کا پتہ اس بات سے بھی چلتا ہے، کہ ابو اسحق مستملی ابو محمد سرخسی ابو لہیثم کشمینی اور ابو زید مروزی نے جو (صحیح بخای) کی روایتیں کی ہیں ان سب کی روایتوں میں باہم تقدیم و تاخیر کا اختلاف ہے، حالانکہ اصل نسخہ جس سے سب نے نقل کیا ایک ہی ہے یہ اختلاف اس لئے ہوا کہ ہر ایک نے جو کچھ کتاب کے حاشیہ پر یا اس کے ساتھ کسی پرچہ پر کچھ لکھا ہوا پایا

اسکو اپنے اندازے سے کہ یہ عبارت فلانی جگہ کی ہونی چاہئے، اسی جگہ نقل کر دیا، چنانچہ یہ چیز اس سے ظاہر ہوتی ہے، کہ آپ دیکھ رہے ہیں، کہ دو اور دو سے زائد ترجمۃ الباب یکجا لکھے ہوئے ہیں مگر ان میں حدیثیں نہیں ہیں۔

قاضی ابو الولید باجی صاحب فرماتے ہیں کہ، یہ چیزیں میں نے یہاں اس لئے ذکر کی کہ ہمارے اہل وطن (بلکہ پوری دنیا کی مولویت از شاکر) ایسے معنی کے دھن میں لگے رہتے ہیں، کہ جس سے ترجمۃ الباب اور حدیث میں باہمی ربط قائم ہو سکے، اور وہ اس سلسلہ میں بے جا تاویلات کی بلاوجہ تکلیف اٹھاتے ہیں۔

(التعدیل والتجریح لمن خرج لہ البخاری فی الجامع الصحیح ومقدمہ ۴۲ دار الکتب بیروت لبنان) امام ابن ماجہ اور علم حدیث ۲۳۹ تا ۲۴۰) مقدمہ فتح الباری ۱/ ۶ طبع المیریہ مصر)

نمبر ۵:۔ تدوین حدیث کے مصنف اطہر جعفر اطہر الحق لکھتے ہیں کہ امام بخاری نے اور ایک روایت کے مطابق سولہ سال کی محنت شاقہ کے نتیجہ میں صحیح حدیث کا ایک مجموعہ مرتب کر لیا، یہاں روایت میں اختلاف ہے، کہ آپ نے یہ کام کلیتا مکمل کر لیا تھا، یا آپ نے صرف ان احادیث پر تحقیق کا کام کیا تھا، جو آپ کی کتاب حدیث میں درج تھیں، امام بخاری کا قول کہ انہوں نے اس کتاب کو تین بار لکھا یعنی احایث کی تنقیح اور تہذیب کا عمل تین بار کیا، مگر صحیح صورت حال یہ ہے، کہ امام بخاری تادم مرگ یہ عمل کرتے رہے، تنقیح اور تہذیب کے ساتھ انہیں جو احادیث ملتی رہیں، انہیں بھی وہ اپنے مجموعہ میں شامل کرتے رہے، چنانچہ الجامع الصحیح بخاری زیر تدوین ہی تھی، کہ امام بخاری کا انتقال ہو گیا، آپ نے شیوخ امام احمد بن حنبل، ابن معین، ابن مدینی کو اپنی کتاب کا مسودہ ضرور دیکھایا ہو گا لیکن اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں کہ وہ کتاب کی کلیتا تدوین کر چکے تھے، کیونکہ انکے مسودہ سے جن چند حضرات نے نقول تیار کی تھین، اسے انہوں نے غیر مکمل حالت میں پایا تھا، اس لئے یہ ماننا پڑے گا، کہ بخاری کی تدوین کلیتا تکمیل کو نہ پہنچی تھی، کہ امام بخاری کا انتقال ہو گیا۔

امام بخاری سے یہ کتاب بخاری شریف اپنے چار شاگردوں کے ذریعے امت میں پھیلی (۱) ابراھیم بن معقل بن الحجاج النسفی متوفی ۲۹۴ھ)،

۲ (حماد بن شاکر النسفی المتوفی عند ابن حجر ۲۹۰ھ عند محدث کوثری عن حافظ ابن نقطہ فی التقیید ۳۱۱ھ وعند المصنف ۳۳۱ھ (۳) محمد بن یوسف الفربری المتوفی ۳۲۰ھ، (۴) ابو طلحہ منصور بن محمد بن علی بن قرینہ البذودی المتوفی ۳۲۹ھ مگر فربری کے نسخہ میں ابراھیم کے نسخے سے تین سو روایات زیادہ ہیں، اور

حماد کے نسخے سے دو سو زیادہ ہیں، اختلاف تعداد روایات کی وجہ یہ ہے کہ فربری نے امام بخاری سے صحیح بخاری دو مرتبہ پڑھی، ایک مرتبہ ۲۴۸ھ میں جب امام بخاری فربر میں مقیم تھے، دوسری مرتبہ ۲۵۲ھ میں خود بخارا گیا، تو فربری صاحب نے ۲۵۲ھ کے آخری ایام میں بخاری جب دوبارہ پڑھی تو روایات میں امام صاحب نے مزید اضافہ فرمایا تھا، اور باقی صاحبان نے بخاری پہلی پڑھی تھی تو اس وقت کم لکھی گئی تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ بخاری برابر کتاب پر کام کرتا رہا جمع و تحقیق کا کام تاحال ختم نہ ہوا تھا، کہ امام صاحب کا انتقال ہوا، اگر وہ مزید زندہ رہتے تو ممکن ہے یا تو کتاب میں دیگر روایات داخل کرتے اضافہ کرتے یا بعض روایات نکال کر کم کر دیتے، کیونکہ یہ سلسلہ جاری تھا، خیر انکی وفات چونکہ وطن بدری کے ایام میں راستہ میں ہوئی جسکی وجہ سے امام بخاری کا اصل نسخہ مگر غیر مکمل نسخہ تلف کیا گیا، پھر ان کے مذکورہ چار شاگردوں کے نسخوں سے بخاری کی احادیث شائع ہوئی، اور یہ چاروں نسخے ابن حجر عسقلانی متوفی ۸۵۲ھ تک پہنچے تھے، اور ہم تک چاروں میں سے صرف ایک نسخہ پہنچا ہے تو ایسی صورت میں جب اصل نسخہ ناپید ہو تو نقل کردہ نسخے کا موازنہ کس سے کیا جائے، اور یہ کیسے طے کیا جائے کہ مصنف کے اصل نسخے سے نقل شدہ نسخہ کتنی مطابقت یا کتنا اختلاف رکھتا ہے۔ (بتغیر یسیر تدوین حدیث حصہ دوم ص ۶۹ تا ۷۶)

نمبر۶:۔ علامہ ابن حجر عسقلانی نے بھی یہی تفصیل فرمائی ہے، ملاحظہ کیجئے مقدمہ فتح الباری ۱/۶ طبع المیریہ مصر لھذا اگر کسی کو قرآن و سنت یا دین اسلام امام بخاری اور بخاری شریف سے زیادہ محبوب ہیں، تو یہ روز روشن کی طرح ثابت ہو چکا کہ امام بخاری نے اپنی کتاب اپنی زندگی میں مکمل نہیں فرمائی بلکہ تاحال اسمیں لکھنا کاٹنا جاری تھا کہ ان کا انتقال ہوا، اور اصل نسخہ ہی زمانے کے گزرنے نے گم کر دیا، اور دنیا میں چار نسخے شاگردوں کے مرتب کردہ ۸۵۲ھ تک چلتے رہے، اور انمیں بھی بعض میں روایات کم اور بعض میں زیادہ تھیں، پھر کیسے ایک نسخہ بنا کس نے پانچ سو سال میں اسکے اندر مداخلتیں کیں بالآخر ایسا نسخہ امام بخاری کی طرف منسوب ہوا، جسمیں ہر قسم (صحیح و ضعیف) روایات موجود ہیں، مگر اندھی تقلید کے عادی منفعل قسم کے دماغ والوں نے اسے من و عن تسلیم کر کے قرآن کے خلاف ایک پاور کے طور پر استعمال کیا، اور کر رہے ہیں، اور صدیق حسن قنوجی نے بھی اسکی تائید کی ہے۔ (الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ ۱۶۸ تا ۱۷۸)

صحاح ستہ پر پوری امت کا متفق ہونا بھی حقیقت کے خلاف ہے۔!

دنیا میں ہر بات کے اندر مبالغہ آرائی ایک مشہور بیماری یا عادی جرم و معصیت ہے، مگر تقلیدی ذہن رکھنے والے ملاؤں کے اندر یہ گناہ قدرے زیادہ ہے۔

صحاح ستہ پر پوری امت کا اتفاق" بھی مبالغہ آرائی اور اندھی تقلید کا شاخصانہ ہے، پوری دنیا کے عوام کے اندر یہ بیماری ہے، کہ اللہ تعالی یا دین کی خاطر محلہ کے کسی فرد (کونسلر یا چیئرمین تو چھوڑئے) کو ناراض کرنے کی جرات نہیں رکھتے، مگر علماء میں یہ بیماری عوام سے بھی زیادہ ہے، کہ وہ دین کی خاطر اپنے پیشرو یا استاد کے خلاف کرنے کو کفر سمجھتا ہے، اس لئے عقل استعمال نہیں کرتے اور تقلید ا یا امت کو خوش کرنے کے واسطے لکھتے چلے جاتے ہیں، اور انکے خلاف حقیقت صورت حال لکھنے والا تنہا بھی ہوتا ہے اور جمہور کا مخالف بھی۔ مگر عند اللہ ماجور اور مرد مجاھد ہوتا ہے، چنانچہ سب سے پہلے ہم یہ بتاتے ہیں، کہ ان چھ کتابوں کا صحیح ہونا اور چھ ہی کو چن لینا نہ ہی امت کا اجماعی مسئلہ ہے، اور نہ ہی یہ شروع سے ایسا ہوا ہے، بلکہ دیگر عقائد یا نظریات کی طرح عہد بہ عہد درجہ بہ درجہ تدریجا ایسا ہوا ہے، چونکہ امام بخاری پیدائش ۱۹۴ھ وفات ۲۵۶ھ مسلم پیدائش ۲۰۴ھ وفات ۲۶۱ھ، ابوداؤد پیدائش ۲۰۲ھ وفات ۲۷۵ھ، ابن ماجہ پیدائش ۲۰۹ھ وفات ۲۷۳ھ، ترمذی پیدائش ۲۰۵ھ وفات ۲۷۹ھ نسائی پیدائش ۲۱۰ھ وفات ۳۰۳ھ گویا صحاح ستہ ۳۰۳ تک سب مکمل ہو چکی تھی، مگر ابن صلاح متوفی ۶۴۲ھ علامہ نواوی ۶۷۶ھ تک کتب اربعہ، کتب خمسہ کا جگڑا چل رہا تھا، ملاحظہ کرتے جائیں۔

نمبر ۱:۔ علامہ ابن حزم فرماتے ہیں کہ حافظ سعید ابن سکن متوفی ۳۵۳ھ سے علماء وقت نے پوچھا کہ کتب حدیث بہت زیادہ ہو گئیں ہم کیا کریں، راہنمائی فرمائیں، انہوں نے گھر سے چار کتابیں نکالیں پھر فرمایا کہ "ھذہ قواعد الاسلام کتاب مسلم و کتاب بخاری و کتاب ابی داؤد و کتاب النسائی" کہ یہ چار اسلام کی بنیادیں ہیں کتاب مسلم کتاب بخاری، کتاب ابی داود کتاب نسائی۔ (شروط الائمۃ الخمسۃ ۱۶ امام ابن ماجہ اور علم حدیث ۳۵۵)

حالانکہ حدیث کی چھ کتابیں لکھی ہوئی تھیں مگر انہوں نے صرف چار کو چنا اور اسمیں بھی بخاری کو مسلم سے کم درجہ دیا۔ اور یہ بھی خیال رہے۔ کہ قرآن کو چھوڑ کر احادیث کو اسلام کی بنیاد رکھنا بھی ظلم عظیم ہے۔

نمبر ۲: حافظ ابو عبد اللہ بن مندہ اپنی " صحیح " میں لکھتے ہے:۔ کہ

"الائمة الاربعة الذين اخرجوا الصحيح وميزوا ثابته من سقيمه وخطاه من صوابه هم البخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی" (تھذیب التھذیب عکرمہ مولی ابن عباس کے ترجمہ میں) (امام ابن ماجہ وعلم حدیث ۳۵۶) دیکھئے یہاں بھی چار ہیں۔

نمبر ۳: حافظ ابو الفتح بن سید الناس متوفی ۷۳۴ھ شرح ترمذی کے مقدمہ میں حافظ یوسف بن احمد سے نقل کرتے ہیں، کہ (لابی عیسی الترمذی)" وکتابه من الخمسة التی اتفق اهل الحل والعقد والفقه" ابو عیسی ترمذی کی کتاب ان پانچ کتابوں میں داخل ہے جنکی قبولیت پر اہل حل وعقد متفق ہیں۔(امام ابن ماجہ وعلم حدیث ۳۶۲) یہاں صرف پانچ کا ذکر۔

نمبر ۴:۔ محمد بن طاہر مقدسی لکھتے ہیں، کہ امام ابو اسمعیل عبد اللہ بن محمد انصاری سے امام ترمذی کی جامع" کے بارے میں پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا تھا"کتابه عندی انفع من کتاب البخاری ومسلم" کہ میرے نزدیک ترمذی کی کتاب بخاری ومسلم سے زیادہ مفید ہے کہ عام فہم ہے۔(شروط الائمة الستة ۱۶) دیکھئے اس نے بخاری مسلم کے درجہ اور ترمذی سے فوقیت کا انکار کیا ہے۔

نمبر ۵:۔ حافظ ابو طاہر سلفی متوفی ۵۷۶ھ لکھتے ہیں:۔ کہ بخاری ومسلم ونسائی وابوداؤد قد اتفق علی صحتها علماء الشرق والغرب۔ کہ ان چار کتابوں کی صحت پر علماء شرق وغرب متفق ہیں۔ (امام ابن ماجه وعلم حدیث۳۶۷) دیکھئے چھٹی صدی تک صرف چار کو بیان کیا۔

نمبر ۶:۔ حافظ صلاح الدین خلیل بن کیکلدی علائی متوفی ۷۶۱ھ لکھتے ہیں:۔ کہ ینبغی ان یکون کتاب الدارمی سادسا للخمسة بدل ابن ماجه کہ مناسب یہ ہے کہ دارمی کی کتاب پانچوں کتابوں کے ساتھ مل کر چھٹی کتاب ہو ابن ماجہ کی جگہ۔(فتح المغیث ۳۳) یہاں بھی ستہ پر اتفاق سے انکار ذکر ہے۔

نمبر ۷:۔ محدث محمد بن اسماعیل امیر یمانی لکھتے ہیں کہ "وقد الحق باخمسة الموطاء كما ضعه ابن الاثیر فی"جامع الاصول "اور کتب خمسہ کیساتھ موطا امام مالک کا بھی الحاق کیا گیا ہے، جیسا کہ ابن اثیر نے جامع الاصول میں کیا ہے۔ (توضیح الافکار ۱/ ۵۵) یہاں بھی ان ستہ کو ستہ تسلیم نہیں کیا گیا۔

نمبر ۸:۔ قاضی عیاض نے "الالماع" میں ابو مروان طبنی سے نقل کیا ہے، کہ میرے بعض شیوخ مسلم کو بخاری پر فضیلت دیتے تھے، اور امام ابن حزم بھی مسلم کو بخاری پر ترجیح دیتے تھے، اور حافظ ابن مندہ ابو علی نیشاپوری سے مسلم کی فوقیت نقل کرتے ہیں۔ (مقدمہ فتح الباری امام ابن ماجہ و علم حدیث ۴۴۴)

نمبر ۹:۔ ابو القاسم سعد بن علی زنجانی نے فرمایا کہ "ان لابی عبدالرحمن فی الرجال شرطا اشد من شرط البخاری ومسلم" رجال کے بارے میں امام نسائی کی شرط بخاری و مسلم کی شرائط سے بھی زیادہ سخت ہے۔ (یعنی کتاب نسائی ان سے زیادہ صحیح ہے۔

(شروط الائمہ الستتہ ۱۸) یہاں بھی ستہ کی ترتب سے انکار مذکور ہے۔

نمبر ۱۰:۔ سخاوی لکھتے ہیں صرح بعض المغاربۃ بتفضیل کتاب النسائی علی صحیح البخاری اہل مغرب نے تصریح کی ہے، کہ نسائی کو بخاری پر فوقیت و فضیلت حاصل ہے۔

نمبر ۱۱:۔ حافظ ذہبی لکھتے ہیں " فان للموطاء لوقعا فیالنفوس ومھابۃ فی القلوب لا یوازیھا شیء بلاشبہ "موطا امام مالک" کی دلوں میں جو وقعت ہے اور قلوب میں جو ہیبت ہے اسکا کوئی چیز مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(مقدمہ تعلیق المجد عن سیر اعلام النبلاء امام ابن ماجہ ۲۸۵) یہاں بھی مذکورہ اجماع کی تدید مذکور ہے۔

نمبر ۱۲:۔ ابن حجر نے بھی موطاء کی تعریف کی ہے، مقدمہ فتح الباری میں ھدی الساری لفتح الباری ۱/۴ المیریہ)

نمبر ۱۳:۔ امام ابوزرعہ کہتے ہیں اگر کوئی شخص اس بات پر طلاق کا حلف اٹھائے کہ موطا میں امام مالک کی جو حدیثیں ہیں وہ صحیح ہیں تو حانث نہ ہو گا۔

نمبر ۱۴:۔ امام شافعی لکھتے ہیں " ما علی ظھر الارض کتاب بعد کتاب اللہ اصح من کتاب مالک "روئے زمین پر کتاب اللہ کے بعد امام مالک کی کتاب سے صحیح تر کوئی کتاب نہیں۔

(تزیین الممالک ۴۳)

امام شافعی پیدائش ۱۵۰ھ وفات ۲۰۴ ہے جو بخاری و مسلم سے پہلے گزرے ہیں مگر حافظ ابوزرعہ پیدائش ۲۰۰ھ اور وفات ۲۶۴ھ چونکہ بخاری و مسلم کے ہم عصر بھی ہیں اور انکے بعد تک زندہ بھی رہے، اور انہوں نے موطا کی تعریف کی بخاری و مسلم کی اس حد تک تعریف نہ کی۔

پھر ترتیب پر اجماع کہاں ہوا؟

نمبر ۱۵:۔ محدث حاکم نیشاپوری نے لکھا ہے، کہ بخاری و مسلم نے مبتدعین اور اصحاب ہوا سے روایتیں لی ہیں، جبکہ امام مالک نے ایسے گندے لوگوں سے روایت نہیں لی۔ (المدخل ۱۶ طبع حلب)

نمبر ۱۶:۔ مولانا عبدالرشید نعمانی لکھتے ہیں، کہ حافظ ابن السکن نے بنیادی کتابیں صرف چار بتائیں ہیں، اسی طرح حافظ ابن مندہ نے بھی صحاح میں صرف بخاری و مسلم ابوداؤد، نسائی کے ذکر پر اکتفاء کیا ہے، بعد میں حافظ ابو طاہر سلفی نے ترمذی کو بھی ان چاروں کیساتھ شمار کر کے فرمایا کہ علماء شرق اور غرب نے ان پانچوں کی صحت پر اتفاق کیا ہے۔ حتی کہ شیخ ابن صلاح متوفی ۶۴۲ھ اور علامہ نواوی متوفی ۶۷۶ تک معتمد علیہ کتابوں کے سلسلہ میں انہیں پانچ کتابوں کے مصنفین کی وفیات ذکر کی ہیں۔ (مقدمہ ابن صلاح ۳۸۷) امام ابن ماجہ ۳۷۰) تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ سب سے پہلے ابن ماجہ کو صحاح کیساتھ شمار کرنے والے ابوالفضل محمد بن طاہر المقدسی المتوفی ۵۰۷ھ ہے۔ (الرسالہ مستطرفہ ص ۱۲)

مگر امت کا اسمیں اختلاف بھی آپ پڑھ رہے ہیں سب اس پر متفق بالکل نہیں۔ (الرسالہ مستطرفہ ۱۲)

نمبر ۱۷:۔ امام سیوطی نے لکھا کہ ان سب میں اولی (بہتر) وہ کتابیں ہیں جن کے اعتماد پر مسلمان متفق ہیں۔ یہ کتب خمسہ اور موطا امام مالک ہے۔ جو تصنیف میں سب سے مقدم ہے اور مرتبہ میں بھی ان سے کم نہیں۔ (تدریب الراوی ۵۶)

نمبر ۱۸:۔ جسٹس مفتی تقی عثمانی لکھتے ہیں کہ شروع میں صحاح خمسہ کی اصطلاح مشہور ہوئی، اور ابن ماجہ صحاح میں شامل نہیں کیا گیا اسی بنا پر امام ابو بکر حازمی نے شروط الائمہ الخمسہ" تالیف فرمائی، اسی وجہ سے علامہ ابن اثیر جزری نے جامع الاصول کے اندر ابن ماجہ کو شامل نہیں کیا۔ بعض حضرات نے ابن ماجہ کے بجائے موطا امام مالک کو اور بعض سنن دارمی کو صحاح میں داخل کیا۔

(درس ترمذی ۱/۱۲۶،۱۲۷)

اطہر بن اطہر الحق لکھتے ہیں کہ صحاح ستہ میں ان محدثین کی کتب کو شامل کرنا جو عجمی النسل تھے اور امام مالک اور جو عربی النسل تھے انکی کتب کو شامل نہ کرنا بھی قابل غور امر ہے۔ (تدوین حدیث ۹۷،۹۸)

بہر حال صرف یہ بتانا مقصود تھا، کہ ان کتابوں کا صحاح میں شمار کرنا پھر ستہ بنا دینا مرور زمانہ کی وجہ سے ہے۔ مبالغہ آرائی کرنے والوں کا تدریجا ان کتابوں کو ان کے درجہ سے چڑھاتے چڑھاتے اس مقام پر

پہنچا دیا کہ آجکا مولوی انکو قرآن کے برابر ان سے بھی زیادہ مرتبہ دے گئے، اس پر مزید بھی کئی صفحات لکھا جاسکتا ہے، مگر عاقل کے لئے اشارہ ہی کافی ہے۔

علامہ البانی نے لکھا جسکی عربی عبارت ہم کھیں آگے ذکر کریں گے فرماتے ہیں۔

"کہ جو شخص کہے کہ بخاری و مسلم پر امت کا اجماع ہے، یہ شخص گمراہ اور احمق ہے، کیونکہ اس نے امت پر جھوٹ وافتراء کیا۔ (اداب الزفاف ۵۴)

اورآگے جاکر ہم مزید حوالہ جات اس پر پیش کرنے والے ہیں، کہ بخاری مسلم صحیفہ اسمانی نہیں بلکہ ہر زمانہ میں انکی اصحیت زیر بحث رہی ہے۔ مذکورہ حوالوں سے آپ کو معلوم ہوا ہوگا۔ کہ ہر زمانے کے لوگوں نے مذکورہ چھ کتابوں کے مقام یا ترتیب پر کلام کیا ہے۔ تو پھر اجماع اور اتفاق کیسے ہوا۔ بلکہ ہر زمانہ میں اختلاف رہا۔

محدثین ائمہ، علماء کی شان میں غلو ومبالغہ آرائی یہود کا شیوہ تھا اور ہے!

قرآن وسنت اس سے بھرے پڑے ہیں " اتخذوا احبارھم ورھبانھم اربابا من دون الله ومن الناس من یتخذ من دون الله اندادا یحبونھم کحب الله الخ" لا تغلوا فی دینکم" لا تطرونی کما اطرت الیھود والنصاری انبیاءھم " الحدیث)

دین سے تھوڑا بہت تعلق رکھنے والا جانتا ہے، کہ اپنے انبیاء کو الوہیت کے صفات سے متصف کرنے اور اپنے علماواکابرین کو نبوت اور تشریع کے حق دلانے والے یہود ونصاری تھے، جنکی روحانی ذریت شیعوں میں یہ بیماری بدرجہ اتم موجود ہے، مگر بدقسمتی سے آج کا سنی یا مسلمان بھی ان سے پیچھے نہیں۔ چنانچہ ائمہ محدثین وفقہاء کے بارے میں مقلدین اور غیر مقلدین دونوں کا حال امت کے سامنے ہے، کسی نے امام ابوحنیفہ یا دیگر ائمہ کو شارع حقیقی کا درجہ دیا ہے، اور کسی نے ائمہ محدثین خصوصا بخاری و مسلم کو تنقید سے بالاتر اور معصوم عن الخطاء کا ایوارڈ دیا ہے۔

اکثریت سے بھی زیادہ مولویوں کا یہ خیال ہے کہ کسی روایت کا بخاری و مسلم میں آنا ہی اسکی صحت کی گارنٹی ہے، کسی راوی کا ان کتابوں میں آنا ہی اسکی پار ہونے کے لئے کافی ہے۔ مگر ایسے علماء یہ ضرور خیال کریں کہ یہ وطیرہ اور روش یہود ونصاری اور انکی ذریت حقیقی شیعوں کا ہے، جنکے روحانی ذریت آپ بن رہے ہیں۔ چنانچہ

نمبر ۱: امام ابن الوفا قرشی اپنی کتاب " الکتاب الجامع" جو حقیقت میں جواہر المضیہ کے حاشیہ کے طور پر لکھی گئی تھی اس میں لکھا ہے کہ۔
جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جس راوی سے شیخین (بخاری و مسلم) نے روایت کر دی وہ راوی پل پار کر گیا (یعنی وہ راوی بس ثقہ ہی ہو گا) یہ رائے محض شخصیت پرستی پر مبنی ہے، اس دعوے میں کوئی وزن نہیں۔

(قواعد فی علوم الحدیث ۴۶۷، تدوین حدیث ۱/ ۷۹)

نمبر ۲: مفتی محمد تقی عثمانی نے لکھا: کہ
صحاح ستہ کے نام سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان میں ہر حدیث صحیح ہے، اور بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ انکے علاوہ کوئی حدیث صحیح نہیں، لیکن یہ دونوں باتین غلط ہیں، نہ صحاح ستہ کی ہر حدیث صحیح ہے اور نہ ان سے باہر کی ہر حدیث ضعیف ہے، بلکہ صحاح ستہ کی اصطلاح کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص ان چھ کتابوں کو پڑھ لے اس کے سامنے اصول دین سے متعلق صحیح روایات کا ایک بڑا ذخیرہ آجاتا ہے جو دین کے معاملات میں کافی ہے۔ (درس ترمذی ۱/۱۲۶)
نمبر ۳: شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں۔
"ویراد بالموضوع ما یعلم انتفاء خبره وان كان صاحبه لم يتعمد الكذب بل اخطاء فيه وهذالضرب فى المسند منه بل وفى سنن ابى داؤد والنسائى وفى صحيح مسلم اوالبخارى ايضا الفاظ فى بعض الاحاديث من هذالباب لكن قد بين البخارى حالها فى نفس الصحيح" (المصعد الاحمد ۳۴ مجموع الفتاوى ۱/ ۲۴۸، ۲۵۰)
اور کبھی موضوع سے مراد وہ روایت ہوتی ہے کہ جسکی ثبوت کی نفی معلوم ہو، اگر چہ اسکے بیان کرنے والے نے قصدا دروغ بیانی نہ کی ہو۔ بلکہ روایت میں چوک گیا ہو، اور ایسے موضوع روایات مسند احمد میں موجود ہے، سنن ابی داؤد اور سنن نسائی میں بھی ہیں اور بخاری و مسلم تک میں بعض احادیث میں اس قسم کے الفاظ آگئے ہیں، لیکن بخاری نے انکا حال کتاب ہی میں بیان کیا ہے۔
نمبر ۴: علامہ عثمان غنی سہانپوری لکھتے ہیں "اصح الکتب کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ بخاری کا ہر لفظ قرآن کی طرح درست اور صحیح ہے اور اس پر نکتہ چینی یا ضعیف کہنا جائز نہیں، یہ خیال خام اور غلط ہے امام بخاری نے بہت کوشش کی کہ کتاب میں کوئی ضعیف اور غیر صحیح حدیث نہ آئے اور لغزشیں نہ ہوں مگر "ابى الله العصمة الالذاته ولرسوله" بلکہ اصح الکتب کا مطلب صرف یہ ہے کہ دیگر زمینی کتب

سے زیادہ صحیح ہے، اور دوسری کتب کے اعتبار سے بخاری میں ضعیف حدیثیں کم ہیں، پھر موصوف نے امام بخاری کی غلطیاں گنوائیں ملاحظہ ہوں۔ (نصر الباری ۱/۵۷)

نمبر۵:۔ نواب صدیق حسن خان قنوجی اپنی کتاب میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی سے نقل کر کے لکھتے ہیں:۔ کہ ان چھ کتابوں میں جن کو صحاح ست کہا جاتا ہے بعض کے نزدیک ابن ماجہ کی جگہ موطاء امام مالک شمار کیا گیا ہے اور صاحب جامع الاصول نے بھی مؤطا ہی کو اختیار کیا ہے، اور ان صحاح ستہ میں حدیث کی جتنی قسمیں ہیں یعنی صحیح، حسن، ضعیف سب موجود ہیں، انکو صحاح تغلیب کے طور پر کہا گیا ہے۔

(مسلک الختام ۱/۱۷)

مبالغہ یا جھوٹ کی مثال نمبر ا:۔ بارہ سو سال سے ہمارے علماء و محدثین لکھتے چلے آئے ہیں کہ فلان روایت بخاری مسلم کی شرط پر صحیح ہے، اور کتابوں میں بخاری یا مسلم کی شرائط کا ذکر اس قدر ہے کہ آپ کو یقین ہو جائے گا کہ ان دو محدثین نے اپنی شرائط بالترتیب کسی کتاب میں ضرور لکھی ہونگی یا انکی الگ کتاب ہوگی اس موضوع پر حالانکہ انہوں نے ایسی کوئی کتاب لکھی نہ ہی کسی کتاب میں ایسا کوئی ذکر کیا، بلکہ اندھے مقلدوں اور مبالغہ ماہرین نے انکے حسن اتفاق کو سوچا سمجھا منصوبہ اور قانون سمجھا، جیسا کہ ابن حاجب کی کتاب کافیہ کیساتھ تحریر سنبٹ اور سوال کابلی اور دیگر شراح نے کیا چنانچہ۔

نمبر ا:۔ حافظ مقدسی فرماتے ہیں:۔ کہ

بخاری و مسلم دونوں سے ان کی شرائط کی بابت کوئی صراحت منقول نہیں، بلکہ جو کچھ اس سلسلے میں کہا جاتا ہے، وہ ان کی کتابوں کے گہرے مطالعہ اور ان کے ساتھ طویل ممارست کے نتیجے میں کہا جا سکتا ہے۔

(حدیث اور فہم حدیث ۱۵۰، ۱۶۶)

نمبر ۲:۔ مفتی محمد تقی عثمانی نے لکھا ہے:۔ کہ

اب دوسرا مسئلہ یہ ہے، کہ صحاح ستہ کی شروط کیا ہیں؟ ان حضرات نے کسی حدیث کو اپنی کتاب میں درج کرنے کے لئے کیا شرائط پیش نظر رکھیں، یہ ایک بڑا مشکل سوال ہے، کیونکہ ان حضرات نے کہیں ان شرائط کو صراحت کے ساتھ بیان نہیں فرمایا، البتہ بعد کے علماء نے ان کی کتابوں کو چھاننے کے بعد انکے طرز عمل سے ان شرائط کا استنباط کیا ہے۔ (گویا کہ انکے ذمے ڈال دئے ہیں)

(درس ترمذی ۱/۱۲۸) نیز ملاحظہ کریں نصر الباری ۱/۵۳)

بہر حال یہ حقیقت محتاج بیان نہیں لھذا یہی دو حوالے کافی ہیں۔

امام بخاری و مسلم پر اپنی طرف سے شرائط تھوپنے میں دو رسالے بہت معروف اور مشہور ہیں، ایک ابو بکر حازمی کی شروط الائمۃ الخمسہ دوسرا حافظ ابوالفضل مقدسی کی شروط الائمۃ الستہ پھر علامہ کوثری نے اپنی تعلیقات کیساتھ یہ رسالہ شائع کئے ہیں۔

اور خود ساختہ یا تھوپے گئے شرائط کا یہ حال ہے، کہ حافظ مقدسی صاحب نے بخاری پر حسن ظن کر کے یا تملق سے کام لیتے ہوئے فرمایا ہے، کہ امام بخاری صرف ان راویوں سے روایت لاتا ہے جن کے ثقہ ہونے پر پوری امت کا اتفاق ہو حالانکہ یہ بات درست نہیں اور امام حازمی نے اسکی پر زور تردید کرتے ہوئے کئی شواہد پیش کئے ہیں، اور واقعہ اور حقیقت یہ ہے کہ امام بخاری نے اسّی ۸۰ راوی وہ ذکر کئے ہیں جس پر کلام موجود ہے گویا کہ وہ متکلم فیہ ہے۔ (درس ترمذی ۱/۱۲۹)

امام حاکم نے چیری لگاتے ہوئے لکھا ہے کہ امام بخاری کی ایک شرط یہ ہے کہ وہ جو حدیث لاتے ہیں، وہ کم از کم غریب نہ ہو یعنی ہر طبقہ میں اسکے راوی کم از کم دو رہیں۔

حافظ مقدسی اور حازمی نے اسکی بھی تردید کی ہے، کیونکہ بخاری میں احادیث غریبہ بہت ہیں اور تو اور سب سے پہلی روایت انما الاعمال بالنیات اور سب سے اخری روایت کلمتان حبیبتان الی الرحمن الخ دونوں غریب ہیں۔

مبالغہ یا جھوٹ نمبر ۲:۔ بخاری میں کتنی روایات ہیں، اس کے لئے نصر الباری مقدمہ ۴۷ ملاحظہ کریں ویسے بھی یہ تعداد کوئی ضروری نہیں، علماء محدثین، خطبا بڑے جوشیلے الفاظ سے لکھتے ہیں، کہتے ہیں کہ امام صاحب کو بچپن ہی میں ستر ہزار احادیث یاد تھیں، نیز امام صاحب نے پانچ لاکھ احادیث میں سے ۲۵۱۳ احادیث کو چھانٹ کر نکالا اور صحیح احادیث چن لئے یہ بات چونکہ صریح جھوٹ یا مبالغہ پر محمول ہے، اس لئے اس کو درست ثابت کرنے کے لئے دوسرا جھوٹ یہ بولا جاتا ہے کہ ایک روایت چار پانچ راویوں سے مروی ہو کر محدث تک پہنچتی ہے لھذا وہ ہر طریق میں شامل پانچ راویوں کی بنا پر پانچ روایات شمار کی جائیں گی، حالانکہ یہ دلیل بھی غلط ہے، کیونکہ جہاں بخاری کی روایات کو شمار کیا گیا ہے ،وہاں غیر مکرر احادیث کے ہر طریق پر مبنی حدیث کو ایک ہی شمار کیا گیا ہے۔ تین یا چار نہیں، اگر ایسا ہوتا تو تعداد دس بارہ ہزار ہوتی، اور ایسا غلو آمیز رویہ ہر محدث کیساتھ برتا گیا کسی کے بارے میں ہے کہ اتنے لاکھ احادیث پر تحقیق کی تو اتنے چھانٹ نکالے، وغیرہ حالانکہ جب ان محدیثین کے حصول علم حدیث کا تذکرہ کیا جاتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ اتنے لمبے لمبے سفر کرتے تھے، کئی کئی دن لگ جاتے تھے کسی

محدث سے ایک حدیث نقل کرنے میں، لیکن جب علمیت اور قوت حافظہ کا ذکر آجاتا ہے تو کہا جاتا کہ فلاں کو اتنے ہزار اتنے لاکھ احادیث یاد تھیں، فلاں کو سات لاکھ، اگر ہم فرض کرلیں کہ کسی ایک کی تلاش کرنے پھر سننے، یاد کرنے لکھنے اسپر تحقیق کرنے رجال کا حال معلوم کرنے جبکہ رجال کا حال معلوم کرنے جبکہ رجال کی کتابیں اور علم بھی مدون نہ تھا، کسی حدیث یا کسی راوی کے حالات معلوم کرنے کے لئے سنکڑوں میل سفر خرچ ہونے والے ان تمام امور پر اگر ہم فی حدیث پر صرف ایک گھنٹہ بھی فرض کرلیں جو کہ ناممکن ہے مگر ہم اگر فرض کرلیں تو پانچ لاکھ روایات کے لئے (جبکہ بعض روایات میں چھ لاکھ کا ذکر ہے) (امام ابن ماجہ ۳۳۹) پانچ لاکھ گھنٹے ضرور درکار ہونگے جو ۵۷ سال بنتے ہیں تقریبا اور ہر شب وروز میں چھ گھنٹے نیند لازم۔ ہے ورنہ جنون لاحق ہوتا ہے، جو ۱۴ سال بنتے ہیں اور ۲۴ گھنٹے میں اگر کھانا پینا، عبادت کرنا و دیگر ضروریات کے لئے صرف دو گھنٹے نکالیں تو جو ۴ سال بنتے ہیں، لھذا اوسطا بھی اگر ہم یہ شمار کریں اور ۱۶ سال تک بلوغ اور تحصیل علم کے لئے دیں تو کسی بھی امام کے لئے ان امور کے لئے کم از کم ۹۱ سال کا عرصہ درکار ہوگا، مگر کسی امام خصوصا محمد بن اسمعیل کی عمر ۶۲ سال ۱۱ مہینے سے زیادہ نہیں، جسکا جھوٹ ہونا اور مبالغہ ہونا واضح ہے، اور ہر حدیث کے لئے غسل کرنا اور پھر حدیث کی تحریر تو غسل دو رکعت اور لکھنے تینوں امور کے لئے ۳۰ منٹ اور ۹۰۸۲ روایات کے لئے اسی طرح ۶ ماہ ۱۰ دن مزید درکار ہیں، نیز یہ بھی کہا گیا کہ بعض مرتبہ ایک روایة کے لئے ایک ماہ کی مسافت طے کی اور اساتذہ ۱۰۸۰ ہے۔ (تحفۃ القاری ۱/۴۱)

تو ایمان سے کھیئے یہ سب ممکن بھی ہے، زمانے اور عمر میں اتنی گنجائش ہے بھی؟! استغفر اللہ۔

اس طرح بخاری کا وقار بنانے کے لئے خوابوں کا سہارا جو لیا گیا ہے، کہ امام بخاری نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ میں انکو پنکھا جھل رہا ہوں نیز ابو زید مروزی کا خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھنا اور کہنا کہ شافعی کی کتابیں پڑھتے ہو میری کتاب کا کب درس شروع ہوگا میری کتاب بخاری ہے۔ (مقدمہ فتح الباری)

اور ابن کثیر کے حوالے سے لکھنا کہ بخاری پڑھنے سے قحط سالی دور ہو جاتی ہے۔ اتحاف النبلاء ۱۰۴ میں ایک محدث کا قصہ کہ میں نے ایک سو بیس مرتبہ مختلف مقاصد کے لئے بخاری پڑھی ہر مرتبہ مراد پوری ہوئی۔ مگر دروغ گو را حافظہ نہ باشد ورنہ اتنا تو سوچ لیتے کہ عمر فاروق کے زمانہ میں قحط پڑا تھا، اگر

اس زمانے میں بخاری ہوتی تو عثمان اور علی کے زمانے کے مشکلات کیوں حل نہ ہوتیں وہ تو انہی احادیث کے حاملین اور عاملین تھے۔ اگر بخاری کی احادیث سچ مچ میں وہیں صحابہ والی ہیں تو ان پر مشکلات کیوں؟

خدارا ایسے مبالغہ آمیز بیانات اور مدح سرائی سے سنجیدہ اور معتدل ذہن مشکوک ہو جاتے ہیں، اور عام سطح کے ذہن کو ایسی مبالغہ آمیز روایات مفلوج اور مغلوب کر دیتی ہیں، جبکہ علمی کارناموں پر اور تحقیقی مواد کو غیر مرعوب ذہن اور تحقیقی نگاہ سے دیکھ کر ہی اسکی قدروقیمت کا صحیح ادراک ہوتا ہے، اور جو چیز 8
تحقیقی نگاہ اور غیر مرعوب ذہن سے پڑھی اور دیکھی جائے تو اسمیں غیروں کو نظر آنے والی تمام خامیاں بھی نظر آتی ہیں۔ اور حقیقی خامیوں یا غلطیوں کے جعلی جوابات بھی نہیں سوجتی۔

ان کتابوں اور روایات کی اس قسم کی مدح سرائی مبالغہ آمیز فضائل اور خوابوں کا مقصد یہ نظر آتا ہے، کہ حدیث کی ان کتابوں کو لوگ تحقیقی نگاہ کی بجائے عقیدت سے مغلوب نظر سے دیکھیں تاکہ اس کی کوئی حقیقی غلطی یا خامی نظر ہی نہ آئے اور رفتہ رفتہ ان کتابوں کے لئے عقیدت واحترام کی ایسی ہمہ گیر فضا پیدا ہو جائے، کہ لوگ انسانوں کی بلکہ عام ملاؤں کی رسول اللہ ﷺ سے ڈھائی سو سال بعد کی مرتب کردہ ان کتابوں کو اللہ کی کتاب کی طرح مستند، مقدس اور ناقابل تنقید سمجھیں اور ایسا ہی ہوا، احادیث کی ان کتب کے ماننے والے ان کتابوں پر ایمان رکھنے والوں کی طرح لگتے ہیں، عام ملاؤں کی مرتب کردہ ان کتابوں پر تنقید کرنے والوں کیساتھ قرآن پر تنقید کرنے والوں کی طرح کا معاملہ کیا جاتا ہے، بلکہ ان کتابوں پر تنقید کرنے والوں کو چپ کرنے کے لئے ان کتب پر ایمان رکھنے والے فورا بلا جھجک قرآن اور اللہ کی ذات پر اعتراضات کی بوچھاڑ کر ڈالتے ہیں۔

جبکہ ایسا قطعا نہیں ہونا چاہئے، قرآن اللہ کا کلام ہے جسکی صحت، ثقاہت کی ضمانت اللہ تعالی نے دی اس لئے اس کے ہر لفظ کو اصلی اور مطابق وحی تسلیم کرنا دینی فریضہ ہے، جبکہ حدیث کی کسی بھی کتاب کی صحت کا یہ مرتبہ اور مقام قطعا نہیں۔ اصولا ہم کسی صحیح سے صحیح حدیث کے متعلق یہ دعوی نہیں کر سکتے کہ فی الواقع اور فی الحقیقت یہ روایت صحیح ہے، اور سند و متن کی تمام تر اطراف کو خوب خوب چھاننے کے باوجود بھی کوئی محدث اور مسلمان پھر بھی یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ واقعی یہ رسول اللہ ﷺ ہی کا کلام یا قول یا فرمودہ ہے۔ صحیح کی اعلی قسم کے بارے میں بھی کلام اللہ کی طرح کوئی قطعی طور پر یہ دعوی نہیں کر سکتا کہ یہ رسول اللہ ﷺ کی زبان سے نکلا کلام ہے، کیونکہ ان محدثین یا لکھنے والوں نے نہ ہی تو اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ سے سنا اور نہ ہی وہ عمل بچشمہ خود دیکھا ہے، محدث اور محقق صرف یہ

دعوی کر سکتا ہے کہ اس نے یہ روایت سنی تھی کسی دوسرے محدث یا مسلمان سے اور پھر اسے جرح وتعدیل، روایت ودرایت کے اصولوں پر کمال احتیاط کے ساتھ پر کھا اور اسکو فنی و عقلی بنیادوں پر معتبر اور درست پایا، لھذا صحیح کا درجہ دے رہا ہوں، اب رہا یہ کہ یہ روایت فی الحقیقت واقعۃ بھی درست ہے، یا ان الفاظ یا معانی، عمل کو واقعۃ رسول اللہ ﷺ نے فرمادئے ہیں؟ اسکا پتہ صرف اور صرف اللہ کو ہے جو علامہ الغیوب ہے۔

مبالغہ یا جھوٹ نمبر ۳۸: کہا جاتا ہے کہ بخاری کی تصنیف کا آغاز بیت اللہ شریف میں ہوا، مگر ابواب وتراجم مسجد نبوی میں منبر اور روضہ اقدس کے درمیان لکھے۔ (مقدمہ فتح الباری ۱/۱۶ المیریہ، ابن ماجہ ۳۴۰)
مگر یہ بات بھی صرف مبالغے کی طور پر کتاب کی عقیدت بڑھانے کے لئے گھڑی گئی ہے، جسکی کوئی حقیقت نہیں، کیونکہ آپ پہلے پڑھ چکے کہ کتاب مکمل ہونے سے پہلے آپ کا انتقال ہوا، اور آپکا انتقال خرتنگ بخارا میں ہوا ہے، اگر کتاب مکہ یا مدینہ میں لکھ رہے تھے، تو انتقال وہاں ہونا تھا۔ فتدبر۔
حالانکہ امام عینی نے عمدۃ القاری میں علامہ عیسی کا قول نقل کیا ہے، کہ ابن طاہر نے کہا کہ امام بخاری نے صحیح بخاری کی تالیف بخارا میں کی تھی، اور اسی عمدۃ القاری میں ابن بجیرہ کا قول ہے، کہ بخاری کی تالیف مکہ میں کی، بعض نے بصرہ میں لکھا بعض نے مدینہ کا لکھا ہے۔ (تدوین حدیث ۷۰)
اللہ تعالی معاف فرمائے ایسے سینکڑوں مبالغے ہیں، جو ہمارے مسلمان بھائیوں نے اپنے علماء و محدثین کے بارے میں گھڑے ہیں اور صبح وشام سنائے جاتے ہیں، مثلا بخاری صاحب اندھے ہوگئے تھے، والدہ کی دعا سے بنائی واپس آئی عبد اللہ ابن ام مکتوم صحابی ہیں انکی بنائی نہیں آئی پھر ایک جھوٹ کے لئے دوسرے جھوٹ کا سہارا کہ جزوی فضیلت ہے، فلاں کا ایسا حافظہ تھا،،، پھر غیر مسلموں سے یا بریلیوں سے کیوں گلہ کرتے ہو۔ وہ جو ائمہ، رحبان ورھبان کے بارے میں گھڑتے ہیں، یا کوئی غیر مسلم تمہارے اسلام سے متاثر نہیں ہوتا۔

کیا بخاری یا مسلم پر تنقید کرنا جرم ہے؟ یا یہ تنقید سے بالاتر ہیں؟

کئی مرتبہ بتا چکا ہوں کہ دنیا میں صرف ایک کتاب ہے جسکو ہمارے رب نے بھیجا اور ہمارے رسول نے لکھا ہے: باقی ہر کتاب خواہ بخاری ہو مسلم ہو صحاح ستہ ہوں عام انسانوں کی لکھی ہوئی کتابیں ہیں۔ لکھنے والے خود بھی پاک معصوم عن الخطاء نہ تھے، اور ان کی وفات کے بعد میں وراقوں اور کاتبوں نے نیز شاگردوں وغیرہ نے اسمیں اور بھی گل کھلائے ہیں، چنانچہ صاحب تدوین حدیث لکھتے ہیں:۔ کہ

" مختلف محدثین نے احادیث کے مجموعے مرتب کئے ان مجموعوں میں سے علمائے حدیث نے اپنی پسند اور رائے کی بنیاد پر احادیث کی کچھ کتب کو منتخب کیا جنہیں صحاح ستہ کہا جاتا ہے یعنی صحیح احادیث کی چھ کتب۔ ان چھ کتب میں سے دو کتب الجامع بخاری اور الجامع مسلم کو صحیحین کہا گیا۔ یعنی صحیح درجہ کی احادیث کی دو کتب۔ بیشتر علمائے حدیث ایسی حدیث کو متفق علیہ حدیث قرار دیتے ہیں جو ان دو کتب میں درج ہوں گویا کسی حدیث کا ان دونوں کتب میں درج ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ اس حدیث پر سب متفق ہو گئے۔ ان دعوں میں حسن ظن کا کافی دخل ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ عقید تمندانہ یہ تصور ہے کہ صحیحین بالائے تنقید ہیں گویا صحیحین میں درج کسی بھی روایت کو غلط سمجھنا اور اس پر جرح و تعدیل کرنا جائز نہیں۔ متن قرآن کی صحت پر تحقیق و تنقید کرنا حرام اور کفر ہے کیونکہ قرآن کے متن کے تحفظ کا ذمہ اللہ تعالی نے لے رکھا ہے۔ قرآن کے علاوہ دنیا کی اور کوئی ایسی کتاب نہیں جس پر جرح و تنقید حرام قرار دی جاسکے۔ صحیحین نہ کلام اللہ ہیں اور نہ ہی ان میں درج روایات کی صحت کی ذمہ داری اللہ نے لی ہے۔ بیشک بشرط صحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول و عمل پر تنقید کرنا بھی کفر ہے جو مسلمان ایسا کرے گا وہ کافر اور مرتد قرار دیا جائے گا۔ لیکن کسی حدیث کی کتاب میں درج کسی ایسی روایت کی صحت پر جرح و تنقید کرنا حرام نہیں جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کوئی قول یا عمل درج ہوا ہو۔ اس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل پر تنقید قرار نہیں دیا جاسکتا جرح و تحقیق کا یہ عمل صرف یہ جاننے کے لئے ہوتا ہے کہ روایت میں جس قول اور جس عمل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول و عمل بتا یا گیا ہے فی الحقیقت وہ آپ کا قول یہ عمل ہے یا اسے آپ سے غلط منسوب کر دیا گیا ہے۔ آئمہ حدیث کا اصل کام احادیث جمع کرنا نہیں بلکہ روایات کی تحقیق کرنا تھا۔ ان کے سامنے جو بھی روایت آئی اسے انہوں نے روایت اور درایت کے اصولوں پر جانچا پر کھا

اور ان میں سے جو روایت انہیں قابل اعتبار نظر آئی اسے اپنی کتاب میں لکھ لیا باقی روایات کو غیر معتبر قرار دے کر خارج کر دیا اگر تحقیق کا یہ عمل آئمہ حدیث کے لئے جائز تھا تو پھر ہمارے لئے ناجائز کیسے قرار دیا جا سکتا ہے۔ بیشک آئمہ حدیث نے حتی الامکان تحقیق روایت میں کاوش کی اور ہزاروں روایات، میں سے صرف چار پانچ ہزار روایات کو معبر قرار دے کر منتخب کر لیا اور باقی کو رد کر دیا۔ ان کی علمیت ذہانت، دیانت اور خلوص میں کوئی شک نہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ وہ عالم الغیب نہ تھے اور نہ ہی ان پر وحی نازل ہوتی تھی ان سے بھی غلطی اور سہو کا صدور ہو سکتا تھا۔ کوشش کے باوجود بعض روایات کی تحقیق و تنقید میں ان سے بھی غلطی ہوئی ہے۔ یہ بھی امکان ہے کہ یہود و مجوس کے خفیہ کارندوں نے دین اسلام کی بیخ کنی کے لئے دیگر کتب کی طرح کتب احادیث میں بھی جعلسازی کر کے تحریف والحاق کا عمل کیا ہو اور آئمہ حدیث کی کتب میں بھی نقل در نقل کے عمل کے دوران جعلی روایات داخل کر دی گئی ہوں یہ شک ایسی روایات کو ان کتب میں دیکھ کر اور قوی ہو جاتا ہے جو روایات نہ صرف عقل اور حقائق کے خلاف ہیں بلکہ قرآنی نصوص کے بھی خلاف ہیں جب کہ تمام محدثین نے متفقہ طور پر درایت کا یہ اصول تسلیم کیا ہے کہ جو روایت قرآن کی عام تعلیمات یا کسی خاص نص کے خلاف ہوں وہ قابل قبول نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے خلاف نہ کچھ کرتے تھے اور نہ کہتے تھے۔

بعض روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ خلفاء راشدین اور صحابہ کرام راوی کو گواہ کی حیثیت دیتے تھے۔ ظاہر ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب کچھ فرماتے یا کوئی عمل کرتے تھے تو اس وقت یا ہر وقت تمام صحابہ کرام موجود نہ ہوتے تھے اس لئے آپ کے بعض اقوال اور بعض اعمال سے بعض اکابر صحابہ بھی باخبر نہ ہوتے تھے چنانچہ آپ کی وفات کے بعد کسی خاص معاملہ میں سنت کی معرفت کے لئے خلفائے راشدین کو بھی دیگر صحابہ سے پوچھنا پڑتا تھا۔

علامہ حافظ ذہبی نے اپنی کتاب تذکرۃ الحفاظ "میں تحریر کیا ہے کہ۔ ابن شہاب نے قبیصہ بن ذویب سے روایت کی ہے کہ ایک متوفی کی دادی امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق کے پاس آئی اس کی خواہش تھی کہ مرحوم پوتے کی میراث سے اسے بھی حصہ ملے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے کہا۔ قرآن میں تو تیرا کوئی حصہ مذکور ہیں اور نہ ہی مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں کچھ معلوم ہوا ہے۔ پھر ابو بکر صدیق نے لوگوں سے پوچھا تو حضرت مغیرہ اٹھے اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا چھٹا حصہ سنا ہے تو حضرت ابو بکر صدیق نے کہا کیا تمہارا کوئی گواہ " ہے تو محمد بن مسلمہ نے اس کی

گواہی دی اور ابو بکر صدیق نے اسے نافذ کر دیا۔ ایسی ہی ایک روایت امیر المومنین حضرت عمر بن الخطاب کے متعلق علامہ حافظ ذہبی نے نقل کی ہے۔ ہشام نے اپنے والد مغیرہ بن شعبہ سے روایت کی ہے کہ حضرت عمر نے ان سے ایسی "عورت کے حمل کے متعلق مشورہ کیا جو کسی کی ضرب سے ضائع ہو جائے۔ تو حضرت مغیرہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت لونڈی یا غلام دلائی ہے تو حضرت عمر نے کہا اگر تم سچے ہو تو ایک گواہ لاؤ جسے دیت دلانے کا حال معلوم ہو تو محمد بن مسلمہ نے "گواہی دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فیصلہ کیا تھا۔ علامہ ذہبی نے حضرت عمر کے سلسلہ میں ابو موسیٰ کے متعلق یہ روایت بھی بیان کی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک قول بیان کیا کہ اس پر حضرت عمر نے ابو موسیٰ کو حکم دیا کہ تم اس قول پر گواہ پیش کرو ورنہ میں تمہیں سزا دوں گا۔ ابو موسیٰ نے اس روایت کی تصدیق کے لئے جب ایک گواہ پیش کر دیا تب ان کی جان بچی۔ مذکورہ دونوں روایات میں صرف حضرت مغیرہ کے خبر دینے اور حضرت محمد بن مسلمہ کے گواہ ہونے کا ذکر شک پیدا کرتا ہے۔ بہر کیف ان روایات سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرات شیخین راوی کو گواہ کا درجہ دیتے تھے اور جب تک کسی قول پر دو عینی شاہد نہ ملتے تھے اس روایت کو قبول نہ کرتے تھے۔ اس اصول پر اگر آئمہ حدیث کے راویوں کا جائزہ لیا جائے تو انہیں شاہد اور گواہ بھی قرار نہ دیا جا سکے گا۔

امام ابو عبداللہ بن اسماعیل بخاری ۱۹۴ھ میں پیدا اور ۲۵۶ھ میں فوت ہوئے آپ اپنی کتاب حدیث مکمل اور مدون نہ کر پائے تھے کہ آپ کا انتقال ہو گیا۔ امام ابو الحسن مسلم بن حجاج بن مسلم ۲۰۶ھ میں پیدا اور ۲۶۱ھ میں فوت ہوئے آپ نے اپنی کتاب حدیث کو مکمل اور مدون کرا لیا تھا۔ ان دونوں آئمہ حدیث نے اپنی کتب حدیث تیسری صدی ہجری میں مرتب کی تھیں۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے دو سو سال بعد ان حضرات نے تدوین حدیث کا کام کیا۔ مذکورہ دو سو سال کے دوران کم و بیش چھ نسلیں پیدا ہو چکی تھیں اور ان آئمہ حدیث کو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول عمل کی روایات ایک کے بعد دوسری پھر تیسری اور پھر چوتھی نسل کے راویوں میں سے گزر کر ملی تھیں۔

آئمہ حدیث سے قبل کے مذکورہ چھ نسلوں کے راویوں کے نوعیت کی وضاحت اس طرح کی جا سکتی ہے۔

نمبر ۱: پہلی نسل کے راوی صحابہ کرام تھے۔ جنہوں نے خود اپنے کانوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کو سنا اور اپنی آنکھوں سے آپ کے عمل کو دیکھا تھا۔ ان حضرات نے سنت رسول سے دوسری نسل کے افراد یعنی تابعین کے طبقہ کو مطلع کیا۔

(ب) دوسری نسل کے افراد جو تابعین کے طبقہ پر مشتمل تھے انہوں نے اصحاب رسول سے سنت کی معرفت حاصل کر کے اسے تیسری نسل کے افراد یعنی تبع تابعین کے طبقہ تک پہنچایا۔

(ج) تیسری نسل یعنی تبع تابعین کے طبقہ نے سنت سے چوتھی نسل کے افراد کو مطلع کیا اور اس چوتھی نسل کے راویوں نے پانچویں اور چھٹی نسل سے ریوایات کی اور ان سے آئمہ حدیث تک متعلقہ روایات پہنچائیں۔

امام بخاری اور امام مسلم کے بعد پیدا ہونے والے محدثین تک پانچویں چھٹی اور اس کے بعد کی نسلوں کے راویوں نے روایات پہنچائیں۔ اور اب ہم قانون اور اصول شہادت کے مطابق مذکورہ چاروں قسم کے راویوں کی نوعیت تعین کرتے ہیں۔

پہلی قسم کے راوی عینی شاہد اور گواہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ عدالت ان پر جرح کر کے ان کے بیان کو رد وقبول کر سکتی ہے۔ ایسے ہی عینی گواہوں کی شہادت پر عدالتوں میں مقدمات کا فیصلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام کی حیثیت عینی شاہد کی ہے۔

(ب) دوسری نسل کے راویوں کو عینی شاہد اور گواہ قرار نہیں دیا جاسکتا عدالت ایسے گواہ کو زیادہ سے زیاد و معاون گواہ کی حیثیت دے سکتی ہے لیکن ان کی گواہی کی بنیاد پر مقدمہ کا فیصلہ نہیں کر سکتی۔ تابعین اس قسم میں شامل کئے جائیں گے۔

(ج،د) تیسری اور چوتھی نسل کے راویوں کو معاون گواہ کی حیثیت بھی نہیں دی جاسکتی چونکہ انہوں نے جو کچھ سنا ہے وہ ایسے شخص سے سنا ہے جو خود صورت واقع کا چشم دید گواہ نہ تھا۔ ایسے افراد کے بیان کی عدالت میں نہ کوئی وقعت ہوتی ہے اور نہ ہی عدالت ایسے بے تعلق لوگوں کو عدالت میں بیان دینے کی اجازت دیتی ہے۔ تبع تابعین کا طبقہ اس زمرے میں آئے گا۔

اس وضاحت سے ثابت ہو جاتا ہے کہ خلفائے راشد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول و فعل کے لئے صحابہ کو جس طرح گواہ کی حیثیت دیتے تھے اس سے آئمہ حدیث کی کسی روایت کو مستثنی نہیں کیا جاسکتا۔ اس لئے آئمہ حدیث کی کتب کی احادیث کو شاہد و گواہ کا بیان قرار نہیں دیا جاسکتا۔

روایت کی درج بالا خامی اور ضعف کے سبب کو واضح کرنے کے باوجود ہم یہ رائے رکھتے ہیں کہ تحقیق روایت کے باب میں جو کچھ آئمہ حدیث نے کیا ان کے دَوراوران کے معروضی حالات میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اگر آئمہ حدیث اپنے دور میں تحقیق روایت کا یہ عمل نہ کرتے تو آج تحقیق کا ویسا عمل کرنا بھی غیر ممکن ہوتا اور امت لاکھوں متضاد اور عجیب وغریب روایات کی دلدل میں

ایسی پہنچتی کہ دین اسلام کا حلیہ ہی بدل جاتا۔ ہم محدثین کے کارنامے کے زیر عنوان بتا چکے ہیں کہ تحقیق روایت پر جیسا اور جتنا وسیع کام محدثین نے کیا ہے وہ دنیا کی کسی اور ملت نے نہیں کیا محققین نے ہر روایت پر جرح وتعدیل کر کے روایت اور درایت کے اصول مرتب کئے۔ اور پچیس ہزار سے زائد ایسے حضرات پر تحقیق کی جن سے کوئی روایت حدیث مروی ہوئی تھی ان کا حال علم الرجال کی کتب میں جمع کر دیا اس طرح ہر راوی کے اعتبار اور اس کے ضعف کا علم کتب رجال میں نقل ہو گیا۔ اصول روایت کی طرح اصول درایت بھی مقرر کئے گئے۔ ان اصولوں پر روایت کو پرکھا اور اسے ردو قبول کیا گیا۔ درایت کے چند اصول درج ذیل ہیں۔

جو حدیث قرآن کی عام تعلیمات یا کسی نص کے خلاف ہو وہ حدیث غیر معتبر اور نا قابل قبول ہے۔

نمبر ۲: جو حدیث کسی متواتر حدیث کے خلاف ہو وہ نا قابل قبول ہے۔

(۳) جو حدیث عام مشاہدات و حقائق کے خلاف ہو وہ نا قابل قبول ہے۔

(۴) جو حدیث عقل سلیم کے خلاف ہو وہ نا قابل قبول ہے۔

(۵) جو حدیث کسی مسلمہ تاریخی حقیقت کے خلاف ہو وہ نا قابل قبول ہے۔

(۶) جس حدیث کے کسی راوی کا دوسرے راوی سے ملنا اور روایت سننا ثابت نہ ہو وہ نا قابل قبول ہے۔

(۷) جو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول پر مبنی ہو اور اس میں زبان کی غلطی یا لفظی اور معنوی رکاکت پائی جائے وہ حدیث نا قابل قبول ہے۔

نمبر ۸: جس حدیث میں معمولی سے گناہ پر شدید سزا کا یا معمولی سی نیکی پر غیر معمولی جزائے خیر کا اظہار ہو وہ نا قابل قبول ہے۔

یہ درایت کے موٹے موٹے اصول ہیں ہر حدیث کے معتبر ہونے کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان اصولوں پر بھی پوری اترے۔ محدثین نے تحقیق روایت میں روایت اور درایت دونوں کے تحقیقی اصولوں کو استعمال کرنے کا دعوی کیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ محدثین نے زیادہ تر توجہ رواۃ کی تحقیق پر دی ہے اور درایت کے اصولوں کا کم ہی خیال رکھا ہے۔ درایت کے اصولوں پر زیادو زور فقہا دیتے رہے ہیں اور فقہا نے اعلی اسناد پر مبنی بعض روایات کو درایت کے اصول پر پرکھ کر نا قابل قبول ثابت کیا ہے۔

علماء متقدمین اور متوسطین نے صحیح قرار دی جانے والی احادیث پر جرح وتعدیل کرنے اور ان میں سے کسی حدیث میں سقم اور علت پانے پر اسے غیر معتبر قرار دینے کو حرام یا معیوب قرار نہیں دیا۔ چنانچہ علامہ سیوطی نے اپنی کتاب "تدریب الراوی میں تحریر کیا ہے۔

"العلة عبارة عن سبب غامض قادح مع ان الظاهر السلامة منه" (تدریب الراوی ۱/۲۵۲)

علت اس جلی یا خفی سبب کو کہا جاتا ہے جو حدیث میں عیب پیدا کر دے دراں حالیکہ" " بظاہر اس حدیث میں کوئی عیب نہ ہو۔

علامہ ابن صلاح نے معلل ان احادیث کو بھی بتایا جن میں کسی ایسی علت کا پتہ لگایا گیا ہو جو متعلقہ حدیث کی صحت کو داغدار کر دے جب کہ بظاہر وہ حدیث بالکل صحیح نظر آتی ہو۔ اور اس حدیث کی سند میں صحت کے تمام شرائط موجود ہوں۔

فی الحقیقت کسی روایت کا صحیح قرار دینا محقق و محدث کی اپنی تحقیق پر مبنی ہوتا ہے اور یہ بھی ہوتا ہے کہ ایک محدث کی نظر میں ایک حدیث صحیح درجہ کی ہوتی ہے جب کہ دوسرا محدث اس حدیث کو حسن یا ضعیف قرار دیتا ہے۔

ایسا صرف درایت کے اصولوں کے اطلاق سے ہی نہیں ہوتا بلکہ روایت کے اصولوں کے اطلاق سے بھی ہوتا ہے کیونکہ ہر راوی کے متعلق تمام محدث ایک ہی رائے نہیں رکھتے ایک راوی کو ایک محدث ثقہ قرار دیتا ہے تو دوسرا اسے ضعیف بتاتا ہے۔ شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ نے اپنی تصنیف "رفع الملام عن الائمة اعلام" میں محدثین کے درمیان اختلاف کے بہت سے وجوہ بتاتے ہوئے لکھا ہے۔

تیسرا سبب یہ ہے کہ اپنے اجتہاد سے (محدث کو) حدیث کی ضعیف ہونے کا اعتماد ہو " جائے جب کہ دوسرے لوگوں نے اس کے خلاف سمجھا ہو۔ اس کے بہت سے اسباب ہیں ایک سبب یہ ہے کہ ایک محدث کسی راوی کو ضعیف سمجھتا ہو اور دوسرا محدث اسے ثقہ کہتا ہو۔ رجال کی معرفت ایک وسیع علم ہے اور علم رجال کے علماء کے فیصلوں میں اتفاق اور اختلاف اسی طرح ہوتا ہے جیسے دوسرے علوم کے علماء کے درمیان اختلاف اور اتفاق پایا جاتا ہے۔ چوتھا سبب یہ ہوتا ہے کہ ایک ثقہ راوی کی حدیث پر ایک محدث چند شرائط تجویز کرتا ہے مثلاً بعض محدثین اس شرط کے قائل ہیں کہ حدیث کو کتاب وسنت پر پیش کیا جائے۔ بعض نے یہ شرط رکھی ہے کہ حدیث اگر اصول اور قیاس کے خلاف ہو تو راوی

کا فقیہ ہونا ضروری ہے۔ بعض یہ شرط لگاتے ہیں کہ جس حدیث کا ایسے معاملہ سے تعلق ہو جو عام لوگوں کو عموماً پیش آتے ہیں۔ تو ایسے معاملات کے متعلق حدیث کا مشہور ہونا اور اس کا متعدد طرق سے بیان ہونا ضروری ہے جب کہ دوسرے محدث یہ شرائط نہیں لگاتے۔(رفع الملام ص ۲۷۰۲)
کسی حدیث کے صحیح، حسن اور ضعیف قرار دینے کے لئے یہ وہ اختلافات ہیں جو اصول تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں ظاہر ہے ان میں سے کسی ایک اصول پر کاربند محدث نے جس حدیث کو صحیح کا درجہ دیا ہو گا اس حدیث کو اس سے مخالف اصول پر کاربند محدث صحیح کا درجہ نہ دے گا۔

(تدوین حدیث جلد دوم ص ۱۶۳ تا

۱۷۰)
اصول حدیث بھی رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کے سینکڑوں سال بعد میں وضع کئے گئے ہیں، محدث اور ہر مکتب فکر کے الگ اصول ہیں، جنکی تعداد بے شمار بھی ہیں، اور آپس میں متضاد بھی ہیں، سارے قواعد اس طرح وجود میں آئے ہیں، کہ کسی کو جہاں رکاوٹ نظر آتی ہے، تو اس نے ایک قاعدہ اپنی رکاوٹ کے لئے وضع کر ڈالا پھر جب یہی محدث اپنے بنائے گئے قاعدہ ہی سے پھنس گیا یا کوئی اور کے لئے یہ قاعدہ رکاوٹ بنا تو اس نے اپنی پیش شدہ مشکل سے نکلنے کے لئے ایک اور قاعدہ بنا ڈالا قانون ہے، کہ ایک جھوٹ کے لئے ہزار جھوٹ بولنے پڑتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تیرہ سو سال سے ابھی تک کوئی اختلافی مسئلہ حل نہ ہو سکا ہر ایک آتا ہے، انہی وضع کردہ قواعد کی بنیاد پر اپنی جانب کو رنج اور فریق مخالف کو مرجوح قرار دیتا ہے، یہی سلسلہ چلتا رہا، اسی کو دور اور تسلسل کہتے ہیں، جو کہ باطل ہے۔
علامہ ظفر احمد عثمانی نے لکھا ہے " ولا شك ان اصول التصحيح والتضعيف ظنية مدارها على ذوق المحدث "کہ اسمیں شک نہیں کہ کسی حدیث کو صحیح یا ضعیف قرار دینے والے اصول اور قواعد ظنی ہیں کسی محدث کے ذوق پر منحصر ہے۔(قواعد فی علوم الحدیث ۱/۲۰)
موصوف نے پھر بہت سارے مثالیں بطور ثبوت دئے ہیں۔

بخاری و مسلم پر تنقید کرنے والے کیا کافر یا مجرم ہیں؟

تو آیئے آج ہم یہ پول بھی کھلتے ہیں، کہ کیا یہ کتابیں کتاب اللہ کی طرح لاریب فیہ ہیں؟ یا کیا امت میں سے ان پر کسی نے بھی تنقید نہیں کی۔ ہمارے علماء حضرات جن اسلاف امت کا نام لے کر مروجہ کتابوں کو کتب الھیہ بنا دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہی سلف نے ان کتابوں پر انکے مصنفین پر ان

ہیں مذکورہ روایات اور راویوں پر تنقید بھی کی ہے، اور انکے زمانہ میں کسی نے برا بھی نہیں سمجھا اور انکو منکر حدیث جیسے عظیم اعزاز سے بھی نہیں نوازا۔

نمبر ا:۔ اجمالا ذہن میں رہے کہ امام دار قطنی المتوفی ۳۸۵ اور ابو مسعود الدمشقی المتوفی ۴۰۱ھ، علامہ عبدالرحمن بن سراج الدین عمر علی بلقینی المتوفی ۸۲۴ھ علامہ عبدالغنی بن احمد البحرانی الشافعی المتوفی۔۔۔۔ھ اور ابو علی الغسانی الجیانی المتوفی ۴۲۷ھ، ۴۹۸ھ ان پانچ حضرات نے مستقل کتابیں لکھی ہیں بخاری اور مسلم کی کتابوں کے خلاف مگر نہ تو انکو کسی نے کافر کہا اور نہ منکر حدیث، باقی رہے جوابات۔ تو دنیا میں کوئی حقیقی غلطی اور خطاء ایسی نہیں جسکا جواب نہ دیا جاسکے مگر یاد رہے، جوابات دو قسم کے ہوتے ہیں۔ (ا) وہ جواب جس سے معتقدین یعنی حسن اعتقاد والے مطمئن ہو جاتے ہیں، یہ شافی یا واقعی جواب بالکل نہیں ہوتا۔ (۲) وہ جواب جس سے غیر عقیدت مند طبقہ مطمئن ہو سکیں۔ وہ ہوتا ہے واقعی جواب۔

اپنے عقید تمندوں کا مطمئن ہونا، تو جناب ہندوؤں اور سکھوں، عسائیوں اور یہودیوں کے ادیان پر جتنے ہمارے اعتراضات ہیں، ان سب کے انہوں نے وہ جوابات دئے ہیں، جن سے وہ لوگ سب کے سب کئی ہزار سال سے مطمئن چلے آتے ہیں، تو کیا خیال ہم انکے دین کو قبول کریں؟ ٹھیک اسی طرح ہمارے علماء مصنفین نے جو غلطیاں کوتاہیاں کی ہیں، یا ان سے سرزد ہوئی ہیں، انکے ہم خیال اور عقید تمند یا ان پر عاشق طبقہ بھی کمزور نامناسب غیر حقیق جوابات سے صرف ۱۳۰۰ سال سے مطمئن ہوتا چلا آرہا ہے۔ مگر اللہ ورسول کا عقید تمند طبقہ ان کے جوابات سے قطعا مطمئن نہیں، اور انکے بے جاعقید تمندی کی واضح علامت یہ ہے، کہ اعتراض کرنے والوں کو فوراکافر یا منکر حدیث جیسے القابات سے نوازرہے ہیں۔

نمبر ۲: مگر یاد رہے! علامہ دار قطنی وغیرہ نے بخاری و مسلم کی دو سو سے زائد روایات پر تنقیدات اور اعتراضات کئے ہیں۔

نمبر ۳: امام عینی الحنفی لکھتے ہیں کہ "وقد طعن دارقطنی فی کتابه المسمیٰ بالاستدراکات والتتبع علی البخاری ومسلم فی مائتی حدیث فیهما ولابی مسعود دمشق علیهما استدراکات وکذالابی علی الغسانی تحقیق

تحقیق امام دار قطنی نے اپنی کتاب مسمی استدراکات والتتبع کے اندر بخاری و مسلم کے دو سو احادیث پر اعتراض کی ہے، اور ابو مسعود دمشقی اور ابو علی الغسانی نے بھی ان دو کتابوں پر استدراکات لکھے ہیں۔
(عمدۃ القاری ۱/۸ بیروت لبنان)

نمبر ۴: امام عینی ہی نے لکھا ہے، کہ بخاری کے اندر راویوں کی ایک جماعت ہے، جنکے بارے میں جرح مفسر موجود ہے " قلت قد فسر الجرح فی ھؤلاء "۔ (عمدۃ القاری ۱/۸ بیروت لبنان)

نمبر ۵: امام عینی نے لکھا ہے، کہ بخاری میں ایک جماعت راویوں کا ایسا ہے جن سے متابعات اور شواہد میں ذکر کیا گیا ہے، مگر وہ اسکے اہل نہیں ضعیف ہیں۔

نمبر ۶: حافظ عراقی نے اپنے الفیہ کے شرح میں بخاری و مسلم کی دو حدیثیں بیان کی ہیں۔ جن پر تنقید کی گئی ہے۔ پہلی حدیث بخاری کی سیدنا انس رضی اللہ سے معراج کے بارے میں ہے کہ معراج بعثت اور نزول وحی سے پہلی ہوئی تھی۔ (بخاری حدیث ۳۵۷۰)

دوسری مسلم کی ابن عباس سے روایت کہ ابو سفیان نے اپنی بیٹی رسول اللہ ﷺ کو اس شرط پر دی کہ میرے تین کام کروائیں الخ۔ (مسلم ۲۰۵۱)

حافظ عراقی مزید لکھتا ہے، کہ میں نے شرح الکبیر میں ان دو روایات کے علاوہ اور بھی بہت سی حدیثیں ذکر کی ہیں اور میں نے ایک مستقل کتاب لکھی ہے، جسمیں وہ تنقیدات بیان کر دی ہیں جو بخاری و مسلم کی احادیث کے تضعیف کے سلسلہ میں بیان کی گئیں ہیں۔ (شرح الفیہ ۱/۷۱) قواعد فی علوم الحدیث ۱۶۹)

نمبر ۷: شیخ کوثری نے امام حازمی کی کتاب "شروط الائمہ الخمسہ" کے صفحہ ۲۵ کے حاشیہ پر امام عینی کی بات نقل فرمائی ہے۔ پھر لکھا ہے، کہ بخاری و مسلم کی شارحین اعتراضات کے جوابات دیتے دیتے تھک چکے ہیں۔ (شروط الائمہ الخمسہ ۲۵)

جوابات کے بارے میں میری پچھلی صفحہ پر ذکر کی گئی بات کو نہ بھولیں، کہ جوابات شارحین نے جو دی ہیں وہ صرف عقیدتمندوں کے اطمنان کا باعث تو ہو سکتے ہیں مگر وہ حقیقت میں جوابات قطعا نہیں۔ بلکہ وہ معترض کو ورغلانے سے زیادہ کچھ نہیں۔

نمبر ۸: مولانا عبد اللہ معروفی استاد شعبہ تخصص دیو بند لکھتے ہیں، کہ بخاری کی احادیث کو مجموعی طور سے جمہور کے نزدیک اسکی احادیث شرائط صحت کی حامل ہیں، تاہم چند ایک ناقدین نے اسکی بعض حدیثوں میں سند یا متن کے اعتبار سے نقد کیا ہے۔ ان ناقدین میں امام دار قطنی پیش پیش ہیں۔ حافظ ابن حجر نے

ان تنقیدات کا مقدمہ فتح الباری میں تفصیل سے جوابات دئے ہیں۔ مگر پھر بھی ابن حجر نے یہ بھی اعتراف کیا ہے، کہ چند اشکالات ٹھوس بنیادوں پر مبنی ہیں ان کا جواب مشکل ہے۔

نمبر۹: امام ابن ابی الوفاء القرشی لکھتے ہیں " وما یقوله الناس ان من روی له الشیخان فقد جاوز القنطره هذا من التجوه ولا یقوی "اور کچھ لوگ جو کہتے ہیں کہ جس راوی سے بخاری و مسلم نے روایت کی بس وہ ضرور ثقہ ہے۔ یہ بلکل شخصیت پرستی ہے، اسمیں کوئی وزن نہیں، کیونکہ مسلم نے لیث بن ابی مسلم سے روایت کی ہے حالانکہ وہ ضعیف ہے۔

(الجواہر المضیہ ۲/۴۲۸) قواعد فی علوم الحدیث ۱/۴۶۳)

نمبر۱۰: علامہ ظفر احمد عثمانی التھانوی لکھتے ہیں، کہ ان لفظ (أنَّ) و(عن) مقتضیان للانقطاع من المدلس عند اهل الحدیث ووقع فی البخاری ومسلم من هذاالنوع کثیر فیقولون علی سبیل التجوه ما کان من هذاالنوع فی غیر الصحیحین فمنقطع وما کان فی الصحیحین فمحمول بالاتصال "

جان لیجئے کہ لفظ انّ او عن دونوں جب کوئی مدلس راوی استعمال کریں تو یہ دو الفاظ روایت کی منقطع ہونے کا تقاضا کرتے ہیں تمام محدثین کے نزدیک یہ قاعدہ ہے۔ مگر بخاری و مسلم میں مدلسین سے یہ الفاظ کئی جگہ واقع ہوئے ہیں، مگر محدثین حضرات شخصیت پرستی کی وجہ سے (ایک اور جھوٹا قاعدہ گھڑ کر) کہتے ہیں، کہ اگر ایسا غیر الصحیحین یعنی بخاری و مسلم کے علاوہ میں واقع ہو جائیں تو روایت منقطع ہوگی، لیکن اگر بخاری و مسلم میں ایسا ہوا تو اتصال پر محمول ہوگا۔ (اعلاء السنن ۱/۴۶۴)

نمبر۱۱: امام نواوی لکھتے ہیں :" واذاقالوا صحیح متفق علیه او علی صحته فمرادهم اتفاق الشیخین وذکر الشیخ ان ما روياه اواحدهما فهو مقطوع بصحته والعلم القطعی حاصل فیه وخالفه المحققون والاکثرون فقالوا یفید الظن مالم یتواتر ، وقال فی شرح مسلم لان ذالك شان الاحاد۔ (تدریب الراوی ۱۳۱)

کہ جب محدیثین کسی روایت کو صحیح متفق علیہ کہے یا علی صحتہ کہے تو انکی صرف بخاری اور مسلم کی اتفاق مراد ہوگی (نہ کہ امت کا اتفاق) اور شیخ ابن الصلاح نے ذکر کیا ہے، کہ جو روایت دونوں یا ایک روایت کرے تو وہ قطعی صحیح ہوگی اور اس سے علم قطعی حاصل ہوگی، لیکن اکثر محققین نے اس سے اختلاف کیا

ہے، وہ کہتے ہیں کہ جب تک کوئی روایت متواتر نہ ہو تو وہ صرف ظن کا فائدہ دیتی ہے۔ اور شرح مسلم میں فرمایا کہ اخبار احاد کی شان ہی ایسی ہے کہ وہ ظن کا فائدہ دیتی ہے۔

نمبر ۱۲: علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب لکھتے ہیں :۔ کہ " ادعى ابن الصلاح وغيره من الاجماع على تلقى هذا الكتاب بالقبول فان هذه المواضع متنازع فيها فى صحتها فلم يحصل لها من التلقى "قال ابن الصلاح فى قوله الامواضع يسيرة انتقدها عليه الدارقطنى وغيره وقال فى مقدمة المسلم اخذ عليهما يعنى البخارى ومسلم وقدح فيه معتمد من الحفاظ فهو مستثنى مما ذكرناه لعدم الاجماع على تلقه بالقبول" ابن الصلاح وغیرہ نے اس کتاب کے قبولیت عامہ پر اجماع کا دعوی کیا ہے، مگر چند ایک جگہیں اسمیں متنازعہ ہیں لھذا انکو قبولیت حاصل نہ ہوگی،، اور ابن الصلاح نے ان چند مقامات جن پر دار قطنی نے تنقید کی ہے، کے بارے میں اپنی شرح مسلم میں لکھا ہے، کہ بخاری و مسلم کی وہ روایات جن پر تنقیدات معتمد حفاظ حدیث نے کئے ہیں، تو وہ مقامات اس اجماع سے مستثنی ہونگے، کیونکہ ان مقامات کو، تلقی بالقبول حاصل نہیں۔

(مقدمہ فتح الملہم ۱/۹۵ رشیدیہ کراچی)

نمبر ۱۳: شیخ الاسلام ابن تیمیہ منہاج السنۃ میں لکھ چکے ہیں کہ " ان التصحيح لم يقلد ائمة الحديث فيه البخارى ومسلما الخ " (مقدمه فتح الملهم ۱/۹۶)
کہ تصحیح میں ائمہ حدیث بخاری و مسلم کے مقلد نہیں، بلکہ ائمہ جسے صحیح کہے وہی صحیح ہوگی۔

نمبر ۱۴: علامہ شبیر احمد عثمانی ایک اور جگہ مزید نفیس بیان لکھتے ہیں کہ صحیحین کو قبولیت کے ہاتھوں لئے جانے کا فائدہ اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ یقین حاصل ہو گیا کہ یہ دونوں کتابیں بے شک شیخین کی ہیں، اور بیشک ان کی احادیث شرائط صحت کی جامع ہیں اور بیشک مفید ظن ہیں یعنی تلقی بالقبول سے ان کی حدیثوں کے مفید قطع ویقین ہونے کا فائدہ حاصل ہونے کی بجائے ان کے مفید ظن ہونے میں اور تقویت پیدا ہو گئی۔

اس لئے کہ محدثین کا کسی حدیث کے سلسلہ میں یہ اتفاق کرلینا کہ وہ اصطلاحی اعتبار سے صحیح ہے، اس بات کو مستلزم نہیں کہ وہ یقینی طور پر رسول اللہ کی حدیث ہی ہے، اور قطعی طور ر واجب العمل ہے برخلاف اس صورت کے جبکہ کسی متعین حدیث کے مضمون پر اور سکے مطابق عمل پر اجماع ہو جائے،

تو پھر یہ بات یقینا اس کو مستلزم ہے، کہ وہ واجب العمل ہے، اور کسی حال میں چھوڑی نہیں جاسکتی، اگرچہ اس کی سند ضعیف ہی کیوں نہ ہو۔ (حدیث اور فہم حدیث ۱۷۳) ، مقدمہ فتح الملہم ۱/۱۰۷)

نمبر ۱۵: شیخ عبد اللہ معروفی استاذ شعبہ تخصص دیوبند لکھتے ہیں:۔ کہ بخاری و مسلم کی وہ احادیث جن پر تنقید نہیں کی گئی وہ بھی فقط مفید ظن ہیں۔ کیونکہ امام دار قطنی یا ان کے علاوہ جن محدثین نے جتنی حدیثوں پر نقد کیا ہے، بیشتر کا تعلق سند کے ساتھ ہے، جو انکا فن ہے، باقی درایت کے اصول کے مطابق صحیحین کی احادیث پر نقد کی گنجائش اب بھی موجود ہے، مثلا کہا جاسکتا ہے، کہ فلاں حدیث قرآن کے ظاہر کے خلاف ہے یا احادیث ثابتہ فی الباب کے معارض ہے، یا شریعت میں ثابت شدہ مسلم قواعد کلیہ سے میل نہیں کھاتی، یا امت کے عمل متوارث کے خلاف ہے وغیرہ۔ بلکہ دار قطنی وغیرہ کی تنقیدات کے علاوہ اسنادی پہلو سے بھی مزید تنقید کی گنجائش ہے۔

اس لئے یہ بات ثابت ہو گئی کہ مطلقا بخاری و مسلم کی احادیث مفید علم و یقین (بالکل) نہیں۔

(حدیث اور فہم حدیث ۱۷۴)

نمبر ۱۶: امام مسلم کا بخاری پر کلام:۔ مقدمہ مسلم میں امام مسلم ضعیف راویوں پر کلام کرتے ہوئے اصول و قواعد حدیث میں حدیث معنعن پر بات شروع کرتے ہیں، کہ اگر دو معاصر محدثین ایک دوسرے سے عن کیساتھ روایت کرتے ہیں، عدم لقاء کی بھی تصریح نہیں، مگر ثبوت لقاء بھی نہیں البتہ صرف امکان لقاء ہے، تو جمہور محدثین امت بشمول امام مسلم کا موقف ہے کہ ایسی روایت متصل کے حکم میں ہیں۔ جبکہ امام بخاری علی ابن مدینی ابو بکر صِیرفی کے نزدیک ایسی روایت منقطع رہی گی۔

تو امام مسلم بن الحجاج بن ورد بن کوشاد نیشاپور ایران پیدائش ۲۰۲ھ یا ۲۰۴ھ یا ۲۰۶ھ المتوفی ۲۵ رجب ۲۶۱ھ عیسوی کے اعتبار سے ۸۷۵ء عمر ۵۷ سال مدفن نصیر آباد (ایران) نے امام بخاری کے بارے میں مقدمہ مسلم میں تاریخی جرح کی اور فرمایا: وقد تکلم بعض منتحلی الحدیث من اهل عصرنا فی تصحیح الاسانید وتسقیمها الخ " اور ہمارے زمانہ کے بعض نام نہاد محدثین نے سندوں کو صحیح اور ضعیف قرار دینے کے سلسلہ میں ایسی بات کہی ہے، کہ اگر ہم اعراض کرتے اس کو نقل کرنے سے اور اس کا فساد ظاہر کرنے سے۔ تو وہ پختہ رائے اور صحیح مذہب بن جاتا، کیونکہ ایسے مردود نظریہ (جیسا کہ امام بخاری کا ہے) سے اعراض کرنا زیادہ لائق ہے، اسکو دفن کرنے کے لئے اور صاحب نظریہ کا نام مٹانے کے لئے تو (ایسے نظریات سے اعراض کرنا) زیادہ سزاوار اور بہتر ہے۔ تا کہ وہ جاہلوں کے اگاہی کا سبب نہ بنے مگر ہم نے خطرہ محسوس کیا انجام کی خرابی کا، اور جاہلوں کے دھوکہ میں آنے کا نئی باتوں سے اور ان

کے جلد معتقد ہو جانے کا اور خطاء کاروں کی خطاء کا، اور ان اقوال کا جو علماء کے نزدیک ناقابل اعتبار ہیں تو ہم نے لوگوں کے لئے مفید سمجھا کہ اس قول (امام بخاری) کا فساد ظاہر کرنا اور اس بات کی تردید کرنا جتنی تردید اس کے لئے ضرور ہے، اور گمان کیا اس قائل (بخاری) نے جس کی بات نقل کرنے کے لئے اور جس کی بدفکری کے اطلاع دینے کے لئے ہم نے کلام کا آغاز کیا ہے۔

(مقدمہ مسلم مع النواوی ۱/۲۱)

نمبر ۱: قاضی شمس الدین رحمہ اللہ لکھتے ہیں، کہ اس بحث سے مراد امام مسلم کی امام بخاری ہے "المراد به الامام محمد بن اسماعیل البخاری۔ (الہام الملہم ۱/۱۶)

نمبر ۲: مولانا فضل محمد، یوسفزئی لکھتے ہیں کہ عام (علماء و محدثین کا) خیال یہ ہے کہ اس کلام کا نشانہ امام بخاری اور علی ابن المدینی ہیں۔ (تحفۃ المنعم ۱/۲۰۶)

امام بخاری سے اللہ تعالی نے امام مسلم کے ذریعہ امام ابو حنیفہ کا بدلہ لیا، چونکہ امام بخاری امام ابو حنیفہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں، مگر ہٹ دھرمی یا ناشکری کی وجہ سے پوری کتاب میں قصداً کہیں بھی امام ابو حنیفہ کا نام تک نہیں لیا، بلکہ قال بعض الناس کے زریعے امام ابو حنیفہ پر شدید تنقیدیں کیں، اور انکے بعض جگہ تنقیدات سے یوں شبہ ہوتا ہے کہ موصوف امام ابو حنیفہ کو مسلمان بھی سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اللہ تعالی نے وہ بدلہ امام بخاری کے شاگرد امام مسلم کے ذریعہ چکادیا، چنانچہ یہی ہوا کہ امام مسلم نے اپنے استاد امام بخاری کا پورے کتاب میں نام تک نہ لیا، اور نہ اس سے کوئی ایک روایت نقل کی، بلکہ اسکو نام نہاد یا جھوٹا محدث قرار دیا۔ محصلہ (تحفۃ المنعم ۱/۲۰۷)

نمبر ۳: امام ذہبی لکھتے ہیں:۔ کہ "ثم ان مسلما لحدۃ فی خلقه انحرف ایضا عن البخاری ولم یذکر له حدیث ولا سماه فی کتابه "یعنی امام مسلم اپنی تیز مزاجی کی وجہ سے امام ذھیلی کی طرح امام بخاری سے بھی برگشتہ ہوگئے تھے۔ اس لئے انہوں نے امام بخاری کی کوئی حدیث ذکر نہیں کی اور نہ اپنی کتاب میں کسی جگہ بخاری کا تذکرہ کیا ہے۔ (بحوالہ فیض المنعم ۱۲ تحفۃ المنعم ۱/۸۳)

نمبر ۱۷: محمد بن یحی الذہلی المتوفی ۲۵۹، ۲۵۷، ۲۵۶، ۲۵۲ھ امام بخاری، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ سب کے شیخ ہیں ان تمام نے ان سے روایتیں لی ہیں، موسوعۃ رجال کتب تسعہ ۳/۸۲ ۴۸۲ رقم ۸۵۶۱ و ص ۴۸۳ رقم ۸۵۶۸ امام بخاری پر اپنے اس استاد امام زہلی نے بہت سخت جرح فرمائی، اور جرح بھی دینی اعتبار سے فرمائی ہے، کہ جب بخارا سمرقند نیشاپور (ایران) میں خلق قرآن کا مسئلہ اٹھا تو تمام

خدا پرست علماء کا یہ موقف تھا، کہ قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام اور اسکی صفت ہے، قرآن کے الفاظ تک غیر مخلوق ہیں، امام بخاری جب امام ذہلی کے علاقہ نیشاپور تشریف لارہے تھے، تو امام ذہلی نے بمعہ احباب کے انکا استقبال کیا، مگر کچھ عرصہ میں امام بخاری صاحب نے اپنا خفیہ عقیدہ زبان پر لائے، اپنے اساتذہ کے سمجھانے کے باوجود ان سے یہ غلطی ہوگئی یا انہوں نے کی، تو تمام حق پرست علماء نے ان سے بائکاٹ کیا، اگرچہ عجمیوں کے سازشی گٹ جوڑ کے آراکین محدثین یا مؤرخین نے اس معاملے پر مختلف قسم کی قیاس آرائیاں کر کے بات چھپانے یا تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے، مگر حقیقت وہی ہے۔ جو ہزار بارہ سو سال بعد بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے، علماء اور بعض اساتذہ نے اس سے بائکاٹ بھی کیا، اور اس پر دینی اعتبار سے جرح بھی فرمائی، اور دیگر علماء و طلبہ کو بھی انکی ملاقات سے منع فرمایا۔ چنانچہ امام ذہلی نے اعلان فرمایا:۔ کہ

"قال الذهلی الا من یختلف الی مجلسه فلا یاتینا فانهم کتبوا الینا من بغداد انه تکلم فی اللفظ ونهیناه فلم ینته فلا تقربوه" امام ذہلی نے اعلان کر کے فرمایا کہ جو شخص امام بخاری کے مجلس میں جاتا ہے، وہ شخص پھر ہمارے پاس نہ آئے، کیونکہ بغداد سے ہمیں لوگوں یعنی محدثین اور علماء نے لکھا ہے کہ محمد بن اسماعیل بخاری صاحب الفاظ قرآن کے سلسلہ میں کچھ غلط قسم کا) کلام کررہے ہیں۔ اور ہم نے انکو (اور امام ذہلی نے مزید فرمایا" من زعم ان لفظی بالقرآن مخلوق فهو مبتدع لا یجالس ولا یکلم" جو بھی مولوی یہ سمجھے کہ میرے منہ سے نکلنے والے الفاظ قرآنی مخلوق ہیں تو وہ شخص مبتدع (دین میں ایک نئی بات نکالنے والا) ہے نہ انکے پاس بیٹھا جائے اور نہ ان سے بات کی جائے۔ (طبقات شافعیہ ۲/ ۱۲)

امام بخاری انتہائی متعصب قسم کے شخص تھے، امام ابو حنیفہ کے ساتھ اپنی کتاب میں انکا سلوک تو آپ نے پڑھا، اپنے استاذ محمد بن یحیٰ الذہلی صاحب نے جب انکو خلق قرآن کے مسئلے پر سمجھانے کی کوشش کی اور جب نہیں روکے تو ان سے بائیکاٹ کیا، تو امام بخاری نے اپنی کتاب میں جہاں بھی اسکی روایت نقل کی تو فراڈ سے کام لے کر انکا نام ظاہر نہ کیا چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں:۔ کہ

"لم یصرح البخاری باسمه قال مرة محمد بن عبدالله ومرة نسبه الی جده ومره محمد بن خالد کہ امام بخاری نے اپنے استاد کے نام کی کبھی بھی تصریح نہیں فرمائی کبھی محمد بن عبداللہ کہ کر دادا کی طرف منسوب کیا اور کبھی محمد بن خالد لکھا ابن خلکان ۲/ ۱۳۴ سیر اعلام النبلاء ۸/ ۴۷۱ تھذیب الکمال ۹/ ۴۱۲)

امام ذہبی نے بھی امام ذہلی کے بائیکاٹ کا امام بخاری کے ساتھ کا ذکر کیا ہے، کہ جب امام ذہلی نے بخاری کے خلاف اعلان کیا کہ موصوف کا عقیدہ قرآن کے الفاظ کے بارے میں غلط ہے، تو محمد م بن اسماعیل البخاری رات کے حصے میں چپکے سے نیشاپور سے نکل گئے۔ (سیر اعلام النبلاء ۸/ ۴۷۵)

نمبر ۱۸: امام ابو حاتم رازی متوفی ۲۷۷ھ جو کہ امام بخاری کے استاد ہیں۔ ملاحظہ کریں سیر اعلام ۹/ ۱۳۸) اور تھذیب التھذیب ۹/ ۲۸) ابن حجر لکھتے ہیں کہ رواہ عن محمد عن النفیلی یحتمل ان یکون محمد وھو ابو حاتم ھذ واوضحته فی الشرح وفی مقدمة الشرح" (تھذیب التھذیب ۹/ ۳۰)

ایک جگہ امام بخاری نے محمد سے روایت لی ہے ممکن ہے وہ محمد یہی ابو حاتم ہی ہو میں نے شرح اور مقدمہ دونوں میں اسکی وضاحت کی ہے، مگر حاکم ابو احمد نے لکھا کہ ابو حاتم نے بھی محمد بن اسمعیل سے نقل کیا ہے، ۹/ ۲۸، اور امام بخاری نے باب المحصر کے اندر عن محمد عن یحی بن صالح جو روایت کی ہے، وہ محمد بن ادریس ابو حاتم رازی ہی ہے، جو بخاری کی شیخ ہیں۔ (تھذیب التھذیب ۹/ ۲۸)

مگر تعصبا بخاری صاحب انکے ناموں کی تصریح نہیں کرتے۔ کیونکہ ان اساتذہ نے حلق کے مسئلے میں انکو نصیحت کی تھی۔ جو بخاری کو بری لگی ہے۔

نمبر ۱۹: عبید اللہ بن عبد الکریم بن یزید القرشی ابو زرعہ رازی بڑے محدث ہیں، پیدائش ۲۰۰ھ وفات ۲۶۴ھ امام مسلم کے استاذ ہیں، امام ذہبی نے لکھا ہے، کہ امام اسحاق ابن رہویہ فرماتے ہیں، کہ ہر وہ حدیث جسکو امام ابو زرعہ نہیں جانتا وہ بے اصل ہے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۳/ ۶۵)

لھذا ابو حاتم رازی اور امام ابو زرعہ الرازی دونوں نے امام بخاری سے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا، کہ انکے نظریات اچھے نہیں خصوصا الفاظ قرآن کے مسئلے میں، چنانچہ امام ذہبی لکھتے ہیں، کہ "کما امتنع ابوزرعة وابوحاتم من الروایة عن تلمیذ ابن المدینی محمد ای البخاری لاجل مسئله اللفظ "جیسا کہ امام ابو زرعہ اور امام ابو حاتم نے علی ابن المدینی کے شاگرد امام بخاری سے الفاظ قرآن کے اختلاف کے بنا پر روایت کرنا ترک کر دیا تھا۔ (میزان الاعتدال ۳/ ۱۳۸ رقم ۵۸۷۴)

نمبر ۲۰: امام بخاری کی استاد علی ابن المدینی پورا نام ابو الحسن علی بن عبد اللہ بن جعفر بن نجیح بن بکر بن سعد متوفی ۲۳۴ھ یا ۲۵۸ھ بھی اپنے شاگرد کی طرح لفظ قرآن کے مسئلے میں مریض تھے، جسکی وجہ سے امام عقیلی نے انکو ضعفاء میں شمار کیا ہے، امام احمد کے بیٹے عبد اللہ نے فرمایا کہ میرے والد امام احمد نے انکی حدیثیں ترک کی تھیں۔ جس طرح کہ امام مسلم نے اپنی کتاب میں اسکی روایت نہیں لی۔
(میزان الاعتدال ۳/ ۱۳۸ رقم ۵۸۷۴)

تفصیل کے لئے کتاب الضعفاء ۴ / ۲۵۷ رقم ۱۲۴۲ ملاحظہ کریں وہاں اور حقائق بھی نظر آجائیں گے نیز تاریخ بغداد ۱۳ / ۴۳۱ بھی ملاحظہ کریں، باقی جوابات ہر بات کے کئے جاتے ہیں، اس پر گفتگو گزر چکی ہے پچھلی ابحاث میں ہم نے مدلس اور تدلیس کی خوب تفصیل کی ہے، کہ اپنے معیوب کمزور یا جھوٹے استاذ سے سنی ہوئی روایت کو بیان کرتے وقت اپنا جھوٹا یا کمزور استاد یا راوی کو چپا کر کسی دوسرے بڑے یا سچے عالم کا نام لے کر مسلمانوں کو دھوکہ دینا اسے تدلیس کہتے ہیں مگر اس برے کام کو کرنے والوں نے اس دھوکے اور فراڈ کا نام تبدیل کر کے تدلیس رکھ دیا۔ تاکہ خوشنما بھی لگے اور لوگ بھی الو بنے رہیں۔

نمبر ۲۱: چنانچہ امام ابن مندہ الاصفہانی متوفی ۳۹۵ھ بہت بڑے محدث اور عالم ہیں، کافی دنیا کے اسفار کئے ہیں، جب علمی سفر سے واپس آئے تو تقریبا بوڑھے ہو چکے تھے۔ اور بہت سی کتابیں ساتھ تھیں، انہوں نے امام بخاری کو اپنی کتاب شروط الائمۃ میں مدلسین کے اندر شمار کیا ہے کہ " عدہ ابن مندہ فی رسالۃ "شروط الائمہ" من المدلسین حیث قال اخرج البخاری فی کتبہ قال لنا فلان وھی اجازۃ وقال فلان ھی تدلیس " امام ابن مندہ اصبہانی نے امام نجاری کو اپنے رسالہ "شروط الائمہ " میں مدلسین (دھوکہ بازوں اور فراڈیوں) میں شمار کیا ہے۔ چنانچہ لکھا کہ بخاری اپنی کتابوں میں اس طرح روایتیں بیان کرتا ہے، کہ ہم سے فلان نے کہا" یہ تو اجازت ہے، اور فلان نے کہا یہ تدلیس یعنی دھوکہ ہے۔ ملاحظہ کریں شرح مختصر جرجانی ۲۱۵)

اور یاد رکھیں کہ تدلیس یعنی بیان حدیث میں دھوکہ بہت بڑا عیب ہے، کیونکہ فعل اختیاری ہے، اور عظیم فریب ہے، چنانچہ محدثین نے تصریح کی ہے، "التدلیس حرام عند الائمۃ کہ تدلیس (دھوکہ) تمام ائمہ کے نزدیک حرام ہے۔ (مقدمۃ اصول شیخ الدہلوی علی مشکوۃ ۴)

نمبر ۲۲: امام ابن خلکان نے لکھاہے کہ " وروی البخاری عن الذھلی مقدار ثلثین موضعا ولم یصرح باسمہ فیقول حدثنا محمد بن یحی الذھلی بل یقول حدثنا محمد ولا یزید علیہ او یقول محمد بن عبداللہ ینسبہ الی جدابیہ وینسبہ ایضا الی جدہ وینسبہ ایضا الی جدا ابیہ " امام بخاری نے امام ذہلی سے تیس مقامات پر روایت بیان کی ہیں، اور کہیں بھی انکا نام نہیں لیا، کہ یوں کہتے کہ ہم سے محمد بن یحی ذہلی نے بیان کیا بلکہ اس طرح کہتے ہیں کہ ہم سے محمد نے حدیث بیان کی، اور اس سے زیادہ کچھ نہیں کہتے، کہیں محمد بن عبد اللہ یعنی انکے دادا کی طرف منسوب کرتے ہیں، اور کہیں پر دادا کی طرف نسبت کرتے ہیں۔ (تاریخ ابن خلکان ۲ / ۱۳۴)

نمبر ۲۳: شیخ طاہر الجزائری لکھتے ہیں:۔ کہ

جب کوئی روایت موطا اور بخاری دونوں نقل کریں تو ممکن ہے کہ کبھی موطا کے اور کبھی بخاری کے رجال افضل ہوں، دونوں پر غور کیا جائے گا۔ اگر چہ اجمالی طور پر یہ بات ہم جانتے ہیں کہ بخاری کے رجال موطاء کے رجال سے افضل اور اونچے ہیں لیکن یہ بات متعیین طور سے بخاری کے ہر راوی کے موطا کے ہر راوی سے افضل ہونے کو مستلزم نہیں، بلکہ ہر روایت کے راوی پر الگ سے غور کیا جائے گا جو نفس الامر میں ہو گا وہی حکم لگایا جائے گا اور کوئی اجمالی حکم جو قاعدہ کلیہ کے شکل میں ہو نہیں لگایا جاسکتا محصلہ: (توجیہ النظر ۱/۲۹۹)

نمبر ۲۴: محقق کمال الدین ابن الہمام الحنفی نے لکھا کہ "وقول من قال اصح الاحادیث ما فی الصحیحین ثم ما انفرد بہ البخاری ثم ما انفرد بہ "مسلم ثم الخ) جو لوگ کہتے ہیں کہ صحیح ترین حدیث وہ ہے جس پر شیخین متفق ہوں پھر وہ جو تنہا بخاری کے ہوں پھر وہ جو تنہا مسلم کی ہوں پھر وہ جو انکے علاوہ کی ہو اور انکی شرط پر ہو، پھر وہ جو ان میں سے کسی ایک کی شرط پر ہو، تحکم لا یجوز التقلید فیہ " انکا یہ کہنا دعوی بلا دلیل (ہٹ دھرمی) ہے جو قابل اتباع نہیں، اس لئے کہ زیادہ صحیح ہونے کا مدار اکمل طریقہ پر شرائط صحت کے جامع ہونے پر ہے۔ لھذا اگر صحیحین کے علاوہ کی کسی حدیث میں شرائط مکمل طور سے موجود ہوں اور اسکے بالمقابل صحیحین کے کسی حدیث میں شرائط صحت اس درجہ نہ پائے جاتے ہوں، تو اسکی موجودگی میں شیخین ہی کی حدیث کو اصح کہنا ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟ پھر شیخین یا ان میں سے کسی ایک کا کسی معین راوی کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا کہ وہ شرائط صحت کا جامع ہے اس بات کو مستلزم نہیں، کہ واقع اور نفس الامر میں بھی وہ ایسا ہی ہے، امر واقعہ اس کے برخلاف بھی ہو سکتا ہے۔ چنانچہ امام مسلم نے کتنے ہی ایسے راویوں سے حدیثیں لی ہیں۔ جو جرح کی آفتوں سے محفوظ نہیں، اس طرح بخاری کے رجال کی ایک بڑی تعداد ہے، جب پر کلام کیا گیا ہے۔

(فتح القدیر ۱/۴۴۵ باب النوافل)

نمبر ۲۵: علامہ احمد شاکر مسند احمد کی ترقیم کرتے ہوئے مسند ابی ھریرہ کے ضمن میں صحیفۃ ہمام ابن منبہ میں لکھتے ہیں:۔ کہ

صحیفہ اس بات کی قوی ترین دلیل ہے کہ شیخین نے تمام صحیح احادیث کی تخریج نہیں کر ڈالی ہے، اور نہ ہی انہوں نے اس کا التزام کیا اور نہ اس کی صراحت کی بلکہ یہ بات بعض علماء کی جانب سے صحیحین اور شیخین کی بے جاقدر دانی اور ان کے ذاتی اجتہاد کا نتیجہ ہے اور اس میں شک نہیں کہ صحیحین پوری تعظیم کے مستحق بھی ہیں، اس کا مطلب یہ نہیں کہ صحیحین کے باہر صحیحین کے معیار کی صحیح حدیثیں نہیں ہیں چنانچہ یہ صحیفہ ہمام بن منبہ ہے جس کی چند حدیثیں دونوں نے لی ہیں اور چند احادیث تنہا بخاری نے لی ہیں

اور چند کو تنہا مسلم نے لیا ہے اور کچھ ایسی ہیں جن کو دونوں میں سے کسی نے نہیں لیا ہے، یہ صحیفہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ شیخین جس حدیث کی تخریج پر متفق ہوں وہ ہمیشہ صحت کے اعتبار سے اعلی درجہ کی نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ صحیفہ خود جس سند سے مروی ہے وہ اعلی درجہ کی نہیں ہے، یعنی: عبد الرزاق، عن معمر بن ہمام بن منبہ، کیوں کہ عبد الرزاق میں خاصا کلام ہے)۔

شیخ عبد الفتاح ابو غدہ نے توجیہ النظر کے حاشیہ میں شیخ احمد شاکر کی اس بات کو نقل کرنے کے بعد ایک شاندار تبصرہ اور تجزیہ کیا ہے جو پیش خدمت ہے۔

نمبر ۱: ابن صلاح اور ان کے متبعین کا یہ کہنا کہ اعلی معیار کی صحیح حدیث وہ ہے جس پر شیخین متفق ہوں نا قابل تسلیم ہے؛ کیوں کہ شیخین نے اس صحیفہ ہمام بن منبہ (جس کی کل حدیثیں ۱۴۲ ہیں) کی ۹۷ حدیثیں لی ہیں سب کی سند ایک ہے " عبد الرزاق، عن معمر بن ہمام عن ابی ھریرۃ" جس میں سے ۲۳ حدیثیں دونوں میں ہیں، ۱۶ صرف بخاری میں اور ۵۷ صرف مسلم میں، تو دیکھئے اس صحیفہ کی ۲۳ حدیثیں متفق علیہ ہیں اور حال یہ ہے کہ یہ سند اعلی درجہ کی صحیح سند نہیں، معلوم ہوا کہ پہلی ہی بنیاد یعنی یہ کہ متفق علیہ حدیث اول درجہ کی صحیح ہوتی ہے پھسپھسی۔

نمبر ۲ ابن صلاح اور ان کے متبعین کا یہ کہنا کہ دوسرے نمبر کی صحیح وہ ہے جس کی تخریج تنہا بخاری کریں میں یہ بھی غلط ہے کیوں کہ اس صحیفہ کی ۱۶ حدیثیں تنہا بخاری میں ہیں جن کی سند بعینہ وہی ہے جو ان ۲۳ حدیثوں کی ہے تو پھر یہ نمبر (۲) کی کیوں ہوئیں؟ اس طرح تنہا مسلم کی ان ۵۷ حدیثوں سے قوی کیوں ہوئیں جن کی سند بھی یہی ہے؟ یہ ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہے؟

نمبر ۳: ان حضرات کا یہ کہنا کہ تیسرے نمبر کی صحیح حدیث وہ ہے جو تنہا مسلم میں ہو، یہ بھی صحیح نہیں، کیوں کہ اس صحیفہ کی ۵۷ حدیثیں صرف مسلم میں ہیں جن کی سند بعینہ وہی ہے جو تنہا بخاری کی ۱۲ حدیثوں اور متفق علیہ ۲۳ حدیثوں کی ہے تو پھر ان کا درجہ گھٹ کیوں گیا؟ پھر امام مسلم کبھی کسی حدیث کے اخراج میں منفرد ہوتے ہیں حال یہ ہے کہ اس کے کئی ایک صحیح طرق ہوتے ہیں، اس کے بالمقابل تنہا بخاری میں ایک حدیث ہوتی ہے جس کی صرف ایک ہی سند ہوتی ہے، پس اس میں کوئی شک نہیں کہ مسلم کی کثیر الطرق حدیث بخاری کی غریب حدیث پر فائق ہے جیسا کہ ابن حجر نے "النکت علی کتاب ابن الصلاح میں فرمایا لہذا افراد مسلم کو افراد بخاری سے کم حیثیت گردانا بے جا ہے۔

نمبر ۴: افراد مسلم کو تیسرے درجہ کی صحیح قرار دینا اس اعتبار سے بھی مضحکہ خیز ہے کہ بسا اوقات امام مسلم کسی ایسی حدیث کے اخراج میں منفرد ہوتے ہیں جو انہیں کی شرط پر صحیح ہوتی ہے مثال کسی راوی کا اپنے مروی عنہ سے سماع اور لقاء ثابت نہیں ہے امام مسلم نے معاصرت کی بناء پر امکان لقاء کو کافی سمجھ

کر اخراج کر لیا کیوں کہ انکے نزدیک صحیح ہے، جبکہ بخاری کے نزدیک وہ سرے سے صحیح ہی نہیں، لہذا یہ کہنا کہ وہ تیسرے درجہ کی صحیح ہے حدیث معنعن کے مسئلہ میں امام مسلم کے مذہب کو بخاری کے مذہب پر راجح قرار دینے کے مرادف ہوگا؛ جب کہ جمہور محدثین اس مسئلہ میں امام بخاری اور ان کے متبعین کی رائے کو راجح قرار دیتے ہیں۔

پھر افراد بخاری افراد مسلم پر فائق اس وقت کیوں کر ہو سکتی ہیں جب کہ بخاری کی حدیث کی سند میں کوئی متکلم فیہ راوی ہو اور مسلم کی حدیث کے تمام رواۃ ثقہ ہوں الخ۔ اور پھر چوتھی اور پانچویں قسم میں شیخین یا ان میں سے کسی ایک کی شرط پر ہونے کی بات سمجھ سے باہر اس لیے ہے کہ شیخین کی شرط کا تعین جب خود شیخین نے نہیں کیا ہے اور دوسرے حضرات نے جو تعین کیا ہے اس میں خاصا اختلاف پایا جاتا ہے جیسا کہ گذشتہ عنوان کے تحت تفصیل گذر چکی، تو پھر ایسے محتمل امر کو قاعدہ کلیہ کا درجہ دینا کہاں تک صحیح ہوگا؟ اس تفصیل و تجزیہ سے یہ بات بالکل واضح ہوگئی کہ تقسیم سبعی یعنی اصحیت کے اعتبار سے مذکورہ درجہ بندی واقع اور نفس الامر سے کوسوں دور اور بے بنیاد ہے واللہ اعلم۔

مسند (حوالہ پرانا ایڈیشن ۲/ ۳۱۲، ۳۱۹) ، احمد شاکر نسخہ (نیا ایڈیشن ۱۶/ ۷۲، ۱۰۹)

بخاری پر اعتراضات کوئی نئی بات نہیں!

اور نہ ہی بخاری پر اعتراض کرنا کہیں انکار حدیث یا شرک اکبر ہے، چنانچہ مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی صاحب جو بندہ کے استاد بھی ہیں اور اہلسنت والجماعت کے ترجمان شمار کئے جاتے ہیں۔

وہ تحریر فرماتے ہیں:۔ کہ

یہ کہنا کہ بخاری بھی قرآن کی طرح ہے، ہر قسم کے شک وشبہ سے بالاتر ہے، غلو ہے، پھر واقعی اعتراضات اور بخاری کے نقائص واقیعہ بیانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

نمبر ا: بخاری صاحب نے عطاء الخراسانی کو خود ضعیف لکھا ضعفاء الصغیر ۲۷۳ پر مگر بخاری ۲/ ۷۳۲، پر اس سے روایت لی۔

نمبر ۲: مقسم کو ضعیف قرار دیا ہے میزان الاعتدال ۴/ ۱۷۶، پھر مقسم عن ابن عباس سے بخاری میں روایت لی۔

نمبر ۳: ایوب بن عائذ کو ارجاء کی وجہ سے ضعیف قرار دیا میزان ۱/ ۲۸۹ مگر اس سے روایت بھی لی۔

نمبر ۴: موصوف حکم بن عتیبہ اور حکم بن عتیبہ بن ناس مجہول میں فرق نہ کر سکے وہم کا شکار ہوئے۔

(میزان ۱/ ۵۷۷، ۲۱۸۹۱)

نمبر۵: بخاری صاحب ابو العباس الانصاری کو ضعیف بھی قرار دیتے ہیں۔
(تہذیب ۱/۱۸۶ اور بخاری ۱/۴۰۰ پر اسکی روایت لی۔
نمبر۶: بخاری صاحب نے ۱/۲۹۳ پر انس رضی اللہ عنہ کے قول کو حدیث رسول بنادیا۔

(مقدمہ فتح الباری ۲/۱۱۹)

نمبر۷: بخاری کے استاد امام ابو حاتم نے مستقل کتاب لکھی " خطاء البخاری " جسمیں لکھا کہ بخاری صاحب نے ۷۷۰ راویوں کے بارے میں غلطی کھائی۔
نمبر۸: امام دار قطنی نے مستقل کتاب الالزام والتتبع میں بخاری کے ۲۱۸ روایات پر اعتراضات کئے۔
نمبر۹: بخاری صاحب نے زینب کا مشہور واقعہ حفصہ کی طرف منسوب کیا بخاری ۲/۲۹۳، ۷، ۲/۱۰۳۱۔
نمبر۱۰: بخاری صاحب نے عبد اللہ بن عباس کی روایت عبد اللہ بن عمر کے نام سے لکھی ۱/۴۸۹، ۲/۷۔
نمبر۱۱: موصوف نے غلطی کر کے سید حمزہ کے قاتل کے نام کو تبدیل کر دیا ۲/۵۶۳
نمبر۱۲: امام صاحب نے مدینہ منورہ کا واقعہ مکہ مکرمہ کا قرار دیا بخاری ۲/۱۳۹۔
نمبر۱۳: بخاری نے روایت میں "ثم انصرف حتی اتی کے الفاظ غلطی سے چھوڑ دیئے جسکی وجہ سے فاطمہ کے گھر کی جگہ غلط ہو گئی بخاری ۱/۲۸۵۔
نمبر۱۴: بخاری نے ام رومان کو مسروق کا استاد بنادیا حالانکہ انکا زمانہ بھی ایک نہیں بخاری ۱/۴۷۹۔
نمبر۱۵: بخاری صاحب کے عقائد اور غلطیوں کی وجہ سے ان سے اپنے اساتذہ ابو حاتم ابوزرعہ، محمد بن یحی نے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا۔ الجرح والتعدیل ۷/۱۹۱۔
نمبر۱۶: امام مسلم کو بخاری صاحب کے محدث ہونے میں شک تھا اس لئے مسلم میں اس سے ایک روایت نہیں لی۔
نمبر۱۷: بخاری صاحب سے امام ابو داؤد اور امام ابن ماجہ نے ایک روایت نہیں لی۔
نمبر۱۸: بخاری کے صفحہ ۹ سے بے عمل کا کافر ہونا ظاہر ہوتا ہے، مگر ۲/۱۰۰۲، میں اسکو کافر نہیں کہتا۔
نمبر۱۹: بخاری صاحب نے عوف اعرابی سے تو روایت لی جو کہ قدری، رافضی شیطان تھا تہذیب ۸/۱۶۸ مگر امام ابو حنیفہ سے نہیں لی۔

نمبر ۲۰: بخاری نے جریر بن عثمان سے روایت تو لی جو علی پر لعنت کرتا تھا تہذیب ۲/۲۴۰ مگر امام جعفر صادق سے نہیں لی۔

نمبر ۲۱: جریر بن عبد الحمید سے تو روایت لی جو معاویہ کو گالی بکتا تھا تہذیب ۲/۷۷ مگر قاضی ابویوسف سے نہیں لی۔

نمبر ۲۲: عباد بن یعقوب، عثمان کو گالیاں دیتا تھا سے روایت لی تہذیب ۵/۱۰۹ مگر امام محمد سے نہیں لی۔

نمبر ۲۳: عبد الملک بن اعین اخبث رافضی سے روایت لی تہذیب ۶/۳۸۶ مگر امام زفر سے نہیں لی۔

نمبر ۲۴: محمد بن حازم خبیث مرجیہ سے روایت لی تہذیب ۹/۱۳۹ مگر حسن بن زیاد سے نہیں۔

نمبر ۲۵: بخاری صاحب نے محمد بن ثابت الکوفی، زہیر بن محمد التیمی، زیاد بن ربیع، سعید بن عبید اللہ الثقفی عباد بن راشد، محمد بن یزید کو خود ہی ضعیف قرار دیا، پھر خود ہی ان سے روایت لی۔

(تجلیات صفدر ۶/۲۹۸ تا ۳۰۰ ملتان)

اہل حدیث عالم فیض عالم صدیقی نے لکھا ہے:۔ کہ

ہمارے امام بخاری نے اپنی کتاب میں جو کچھ درج فرمادیا ہے۔ وہ صحیح اور لاریب ہے، خواہ اسمیں اللہ کی الوہیت انبیاء کرام کی عصمت اور ازواج مطہرات کی طہارت کی فضائے بسیط میں دھجیاں بکھرتی چلی جائیں کیا یہ امام بخاری کی اس طرح تقلید جامد نہیں جس طرح مقلدین ائمہ اربعہ کی کرتے ہیں۔

(صدیقہ کائنات ۱۰۶)

بخاری و مسلم کے وہ راوی جن پر کلام کیا گیا ہے۔

بخاری و مسلم کی صحت پر انتہائی مبالغہ سے کام لیا گیا ہے، اور انکی اصحیت کوئی اجماعی مسئلہ قطعا نہیں بلکہ تقلیدی رائے ہے، وہ اس طرح کہ پہلی یا ابتدائی دور میں چند لوگ اگر کسی کی تعریف کریں تو آنے والے اسی کو دیکھ کر ہی تعریف کرتے ہیں جسمیں اولین کی تعریف کچھ نہ کچھ شہادت کے زمرے میں آتی ہے، مگر آنے والے تو صرف تقلیدا ہی بولتے اور لکھتے ہیں، جو حجت قطعا نہیں، باقی اپنے دور میں تعدیل اور تجریح کچھ نہ کچھ حجت ہے، مگر اس دور میں انکی اگر چند محدثین نے تعریف کی ہے تو وہاں دسیوں نے انکی تجریح بھی تو کی ہے، خصوصا اپنے شیوخ اور اساتذہ نے، جیسا کہ امام ابوزرعہ، ابوحاتم محمد بن یحی الذہلی وہ

تو پھر سب سے بڑی حجت ہو گی خیر میں ان چند راویوں کا ذکر کرونگا جن پر امت کے مقتدر علماء یا محدثین نے کلام کیا ہے، باقی رہی بات جوابات کی تو برائے کرم بات سمجھنے کے کوشش کریں۔

دنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں، **نمبر ا:** وہ سلیم الطبع صحیح المزاج تندرست عقل والے جو اللہ تعالی اور انکے حکم کے مطابق انبیاء سے محبت رکھتے ہیں اور کسی قسم کی شخصیت پرستی مخلوق کی محبت غلو فی المحبت سے پاک اور عقیدت جیسے موذی مرض سے محفوظ ہوں، مگر ایسے لوگ پورے عالم دنیا میں انتہائی قلیل (وقليل من عبادی الشكور) ہیں۔

نمبر ۲: وہ ولگ جو عقیدت کے مریض شخصیت پرستی وغلو فی المحبت و مسلک پرستی کے دلدل میں پھنسے ہوئے ہیں۔

اب جب کسی بات، یا جزئے روایت پر اعتراض کیا جائے، تو پھر جوابات کی بھی بارش شروع ہو جاتی ہے، مگر یاد رہے جواب صرف وہی معتبر ہو گا جو پہلی قسم کے لوگوں کو قابل قبول ہوں۔ ورنہ دوسری قسم کے لوگ تو ہر زبان سے نکلے ہوئے لفظ کو جواب کافی وشافی تصور کرتے ہیں، اگر عقیدت مندوں کا بت دو جمع دو کو مساوی ہے پچیس کہدیں تو بھی عقیدت و محبت کے مریض اس پر واہ واہ ضرور کریں گے کہ بھائی اسمیں کچھ نکتہ ضرور ہے، مگر پہلے قسم کے لوگ یا غیر عقید تمند صرف قہقہہ لگائیں گے، کہ جھوٹ کو بھی شرمندہ کیا، اور پہلی قسم کے لوگوں اور غیر عقید تمندوں کے لئے جواب، دو جمع دو مساوی ہے چار کی طرح ضروری ہے۔

مسلمانوں کے دین سے پہلی صدیوں کے علاوہ جو آج تک غیر مسلمین جو متاثر نہیں ہو رہے، اسکی وجہ ہی یہی ہے کہ تمہارے جوابات صرف عقیدت مندوں کو چپ کراتی ہیں، نہ کہ سلیم الفطرت لوگوں کو، اس قوم کے جوابات کہ فلاں بدعتی تو ہے مگر بدعت کی طرف بلاتا نہیں فلاں شیعہ ہے مگر صرف علی کو اونچا سمجھتا ہے، فلاں راوی عراق جانے کے بعد گمراہ ہوا یا خراب ہوا اور روایت پہلے دور والی ہے' روایت کمزور ہے مگر اس کے شاہد یا شواہد ہیں فلان پر اختلاط آیا تھا، مگر روایت اختلاط سے پہلے کی ہے، وہ بھی غالب گمان کی باتیں سارے جوابات اسی قبیل سے ہیں، جو عقید تمندوں کے لئے تو جوابات بن سکتے مگر سلیم الفطرف غیر عقید تمندوں کے لئے لطیفوں کے سوا کچھ بھی نہیں۔

راوی نمبرا: بخاری کا راوی جو متکلم فیہ ہے، سعید ابن ابی عروبہ مہران ابو النضر العدوی متوفی ۱۵۵ھ یا ۱۵۶، ۱۵۷، پچھلی سماع الموتی کی بحث میں اسکی تفصیلی پر ہسٹری ذکر ہوئی ہے، یہ شخص عقیدے کے اعتبار سے قدری ہے، اگر آج کل مدارس سے استفتاء طلب کی جائے کہ تقدیر کا انکار کیا ہے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ تقدیر کا منکر کافر ہے، تو یہ شخص تقدیر کا منکر تھا، دماغ بھی خراب ہو چکا تھا، جنون لاحق تھا، اور بہت بڑا مدلس فراڈیہ مرسل دھوکہ باز تھا، تاریخ آپکے سامنے ہے، جوابات صرف عقید تمندوں کے لئے شافی ہونگے حقیقی جواب ناممکن ہے، تاریخ المذاهب الاسلامیہ ۱/ ۱۲۵ لمحمد الی ابی زہرہ، سیر ۵/ ۲/۱۷ ایسے لوگوں سے روایت کرتا جنکو دیکھا تک نہیں زبردست جھوٹا ہے۔ الطبقات الکبری لابن سعد ۲/۲۷۳/۷، العلل لاحمد ۱/ ۳۷۳ تحفۃ التحصیل فی ذکر رواۃ المراسیل ۸۲۶ رقم ۳۱۷ طبقات المدلسین ص ۵۰ النکت علی کتاب ابن الصلاح ۲/ ۶۳۹، تاریخ الثقات احمد بن عبداللہ العجلی متوفی ۲۶۱ ھ، ص ۱۸۷ کتاب المختلطین خلیل بن کیکلدی العلاتی متوفی ۷۶۱ ص ۱۴ رقم ۱۸ تاریخ الخلیفہ ۲۲۰ تاریخ الاوسط ۲/ ۹۵، تاریخ الکبریر ۳/ ۵۰۴ والمعرفت والتاریخ الفسوی ۱/ ۱۲۱ الکامل لابن عدی ۳/ ۳۹۴، تھذیب الاسماء واللغات ۱/ ۲۲۱ علوم الحدیث لابن الصلاح متوفی ۶۴۳ ھ، ص ۶۶۰ العلل ۱/ ۵۴، ۲/۲۵۶ سوالات الاجری ۱/ ۳۵۰۔ (تاریخ ابی زرعہ دمشقی ۲۱۲ رقم ۱۱۴۱۔

اب ثابت ہو چکا کہ امام بخاری صاحب کا یہ راوی ضعیف، بدعقیدہ، مدلس یعنی فراڈی مرسل یعنی دھوکے باز اور ایسے لوگوں سے روایت کرنے والا جو اس نے کبھی دیکھے نہیں، تو اس سے بڑا جھوٹا کون ہو گا؟ تو ایسے کمزور ضعیف بدعقیدہ (منکر تقدیر) سے روایت کرنے والے تو پھر ان سے بھی زیادہ گئے گزرے ہونگے۔ ایسے شخص سے نقل شدہ روایت کا کیا حال ہو گا، ملاحظہ ہوں اس سعید بن ابی عروبہ سے نقل کرنے والا پہلا آدمی۔

نمبرا: اسماعیل بن ابراھیم بن مقسم الاسدی ابن علیہ متوفی ۱۹۴ھ۔

نمبر۲: حماد ابن اسامہ الکوفی ابو اسامہ متوفی ۲۰۱ھ،

نمبر۳: حماد بن سلمہ بن دینار البصری ابو سلمہ المتوفی ۱۶۷ھ۔

نمبر۴: خالد بن الحارث بن عبید الجھیمی البصری المتوفی ۱۸۶ھ۔

نمبر۵: روح بن عبادہ القیسی البصری متوفی ۲۰۵ھ۔

نمبر۶: سفیان بن حبیب البصری البزار متوفی ۱۸۲ یا ۱۸۶ھ۔

نمبر ۷: عبد الاعلی بن عبد الاعلی السامی البصری متوفی ۱۸۹ھ۔
نمبر ۸: عبد اللہ بن مبارک المروزی متوفی ۱۸۱ھ۔
نمبر ۹: عبد الوھاب بن عطاء الخفاف البصری نزیل بغداد متوفی ۲۰۴ھ۔
نمبر ۱۰: عبدۃ بن سلیمان الکلابی الکوفی متوفی ۱۷۸ھ۔
نمبر ۱۱: عیسی بن یونس بن ابی اسحاق السبیعی الکوفی متوفی ۱۷۸ھ۔
نمبر ۱۲: محمد بن بشر العبدی الکوفی متوفی ۲۰۳ھ۔
نمبر ۱۳: محمد بن بکر بن عثمان البرسانی البصری متوفی ۲۰۴ھ۔
نمبر ۱۴: محمد بن سواء السدوسی البصری بضع ۱۸۰ھ۔
نمبر ۱۵: یحی بن سعید بن فروخ القطان البصری م ۱۹۸ھ۔
نمبر ۱۶: یزید بن زریع البصری م ۱۸۲ھ۔
نمبر ۱۷: یزید بن ھارون الواسطی م ۲۰۶ھ۔
نمبر ۱۸: شعیب بن اسحاق بن عبد الرحمن البصری الدمشقی م ۱۸۹ھ۔
نمبر ۱۹: عباد بن عوام بن عمر الواسطی م ۱۸۵ھ۔
نمبر ۲۰: محمد بن جعفر الھذلی البصری غندر م ۱۹۳ھ۔
نمبر ۲۱: محمد بن ابراھیم بن عدی البصری م ۱۹۴ھ۔
نمبر ۲۲: وکیع بن الجراح بن ملیح الرواسی الکوفی م ۱۹۶ یا ۱۹۷ھ۔

اب آپ خیال کریں کہ سعید بن ابی عروبہ جیسے بدعقیدہ شخص سے فراڈئے جھوٹے سے روایت نقل کرنے والے ۲۲ بندے ہیں، تو ان کی روایات کونسے عرش معلیٰ سے اترے۔ ہر جواب یا تقریر یا تحریر جواب نہیں بنتا، ہاں عقیدت کے مریضوں کے لئے ہر زبان سے نکلنے والی آواز جواب بن جاتا ہے۔ ہمارا دعوی یہ قطعا نہیں کہ ان راویوں کی کسی نے توثیق نہیں کی یا جوابا کچھ نہ کہا۔ صرف یہ دیکھانا ہے کہ ان راویوں پر زبردست جرح ہے لوگ جو ٹر خانے کی کوشش کرتے ہیں، کہ بخاری مسلم کے راویوں پر جرح نہیں یا متکلم فیہ نہیں ہے زبردست جھوٹ ہے۔

راوی نمبر ۲: بخاری و مسلم کا دوسرا راوی اسمعیل بن عبدالله بن اویس بن مالك بن ابی عامر الاصبحی ابو عبدالله المدنی ، تاریخ پیدائش ۱۳۹ھ وفات ۲۲۶ھ امام بخاری نے اپنی کتاب میں ۲۲۹ مرتبہ اس کو لائے ہیں۔

نمبر ۱: یحی بن معین نے انکو کئی مرتبہ ضعیف قرار دیا ہے "وضعفه مرات عديدة فقد ساله عثمان الدارمی عن اسمعیل فقال لاباس به، (تاريخ الدارمی عن ابن معین ۲۳۹) کہ عثمان دارمی متوفی ۲۸۰ھ نے یحی بن معین سے اسمعیل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے لاباس بہ کہا، حالانکہ یہ الفاظ انتہائی کمزور راوی کے بارے میں کہے جاتے ہیں۔ جس کے حافظہ میں کچھ نقص ہو (تقریب التہذیب ۱/۲۴)

نمبر ۲: امام عقیلی متوفی ۳۲۲ھ لکھتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن احمد اور انکو معاویہ بن صالح نے فرمایا کہ یحی بن معین انکے بارے میں فرمایا کرتے تھے، کہ باب بیٹا دونوں ضعیف تھے، نیز اسامہ الدقاق بصری نے یحی بن معین سے نقل کیا ہے، کہ اسماعیل بن ابی اویس ایک پیسے کے برابر ہے، یا دونوں باپ بیٹا دو پیسوں کے برابر نہیں۔ (الضفاء الكبير ۱/۸۷ میزان الاعتدال ۱/۲۲۳)۔

نمبر ۳: ابن ابی خیثمہ متوفی ۲۷۹ھ نے یحی بن معین سے نقل کیا ہے، کہ اسمعیل بن ابی اویس سچا تھا مگر ضعیف العقل، لیس بذالک۔ (تاریخ الکبیر ۲/۳۶۸)

نمبر ۴: مزی اور ذہبی لکھتے ہیں:۔ کہ ضعیف العقل اور لیس بذالک کا مطلب یہ ہے، کہ اسمعیل اتنے کمزور اور ان پڑھ تھے، کہ حدیث کو اچھی طرح نہیں جانتے تھے، اور حدیث کے الفاظ بھی آدا نہیں کرسکتے تھے، اور اپنی کتاب کے علاوہ دوسری کتاب میں پڑھ بھی نہیں سکتے تھے۔

(المزی ۳/۱۲۷) (سیر اعلام النبلاء ۱۰/۳۹۳) تھذیب التھذیب ۱/۲۸۰)

نمبر ۵: امام ابن عدی لکھتے ہیں، کہ مجھے ابو عصمہ اور انکو ابن ابی یحی نے ابن معین سے سنکر فرمایا، کہ ابو اویس اور انکا بیٹا اسمعیل دونوں احادیث کو چرانے والے تھے۔ (یسرقان الحدیث) ابن عدی ۱/۳۲۳)

نمبر ۶: ابراھیم ابن الجنید م ۲۶۰ھ یحی بن معین سے کہ اسمعیل مخلط یکذب لیس بشئ کہ اسمعیل روایات کو خلط ملط کرنے والا جھوٹ بولنے والا کوئی شئ نہیں"۔ (سوالات ابن الجنید لیحی بن معین ۴۷)

نمبر۷: ابن ابی خیثمہ متوفی ۲۷۹ھ نے اسمعیل بن ابی اویس کی رشوت لینے کا یک واقعہ نقل کیا ہے، ملاحظہ کریں۔ (ابن ابی خیثمہ ۲/۳۶۸)

نمبر۸: امام ذہبی متوفی ۷۴۸ھ نے لکھا کہ " ھذہ سخافة عقل واضحة " بے وقوف اور کم عقل تھا۔

(سیر اعلام ۱۰/۳۹۴)

نمبر۹: حافظ کبیر ابو علی الحسین بن محمد بن عبد الرحمن بن فھم البغدادی متوفی ۲۷۹ھ فرمایا کرتے تھے۔ کہ یحی بن معین فرمایا کرتے تھے کہ پوری قوم میں بدترین خاندان تین ہیں، نمبر۱: مجبر بن قحذم اور انکے بیٹے، نمبر۲ علی بن عاصم اور انکے بیٹے، نمبر۳ آل ابی اویس اسمعیل وغیرہ سب کے سب ضعیف ہیں۔

(ابن رجب ۲/۸۸۰)

نمبر۱۰: امام نواوی متوفی ۶۷۶ھ اور ابن رجب دونوں نے فرمایا کہ ابن معین نے اسمعیل کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (شرح مسلم ۱۴/۷۲) ابن رجب ۲/۸۸۰)

نمبر۱۱: امام نسائی متوفی ۳۰۳ھ نے انکو مطلق ضعیف قرار دیا ہے،

(الضعفاء والمتروکین ۵۱) ایک جگہ انکو غیر ثقہ قرار دیا۔ (المزی ۳/۱۲۸)

اور دوسری جگہ لیس بثقہ قرار دیا۔ (سیر اعلام ۱/۳۹۳)

اور اپنی کتاب میں ان سے کوئی روایت نہیں لی۔

نمبر۱۲: ابو القاسم الالکائی لکھتے ہیں، کہ ممکن ہے نسائی کے ساتھ اسمعیل کے بارے میں ایسا مواد ہو جسنے کسی سے بیان نہیں کیا۔ کیونکہ جو بھی اسکے بارے بیان کرتا ہے ضعف ہی کی طرف مائل ہوتا ہے۔

(المزی ۳/۱۲۸)

نمبر۱۳: ابن حجر نے مسلمہ بن شبیب کے حوالہ سے لکھا ہے، کہ اسمعیل بن ابی اویس نے کہا کہ میں مدینہ والوں کے لئے حدیث گھڑتا تھا۔

کہ وہ آپس میں اختلاف کر بیٹھیں۔ پھر ابن حجر نے کہا یہی وجہ ہے، کہ نسائی اسکو مطلقا ضعیف قرار دیتے تھے، اور ان سے روایت نہیں لیتے تھے۔ (تھذیب التھذیب ۱/۲۸۱)

مگر آخر میں عقیدت کے مریضوں کے لئے ابن حجر نے ایک لطیفہ لکھا ہے، جو عقیدت مندوں کے لئے جواب شافی لگتا ہے، کہ "لعل ھذا کان من اسمعیل فی شبیبتہ ثم انصلح " مگر اللہ گواہ ہے اس جملے کی قدر سوائے خداع اور دھوکے کے سوا کچھ نہیں۔

نمبر۱۴: سلمہ بن شبیب نے بھی ایسا کچھ نقل کیا ہے جو اسکی روایت کو چھوڑ دینے کو واجب کرتی ہے۔

(ھدی الساری ۳۹۱)

نمبر۱۵: برہان الدین حلبی نے اپنے شیخ ابن ملقن کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے، کہ انہوں نے اپنی شرح بخاری کے ابتداء میں فرمایا، کہ اسمٰعیل نے خود احادیث گھڑنے کا اقرار کیا ہے، جس طرح کہ امام نسائی نے سلمہ بن شبیب سے نقل کیا ہے۔ (سبط ابن العجمی ۹۸)

اور سلمہ بن شبیب ثقہ اور محدثین انکے صدق پر متفق ہیں، امام مسلم اور سنن اربعہ میں انکی روایات ہیں۔ (تہذیب التہذیب ۴/۱۳۲ تقریب ۳۱۶)

نمبر۱۶: امام دار قطنی نے بھی اسمٰعیل بن ابی اویس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (ھدی الساری ۳۶۳ نیز فرمایا "لا یحتج براویته اذا انفرد" (الدار قطنی الالزامات والتتبع ۳۵۴) اور یہ بھی فرمایا "لا اختاره فی الصحیح" (سیر اعلام ۱۰/۳۹۳، میزان ۱/۲۲۳، المغنی فی الضعفاء ۱/۷۹) ذکر من تکلم فیہ ۴۴، التہذیب ۱/۳۱۲)

نمبر۱۷: امام ابن رجب نے لکھا ہے "وضعفه ابن عبدالبر ابا اویس وابنیه وقال هم ضعاف لا یحتج بهم" (ابن رجب الحنبلی ۲/۸۸۴)

نمبر۱۸: امام ابن عدی نے لکھا نضر بن سلمہ المروزی کے حوالہ سے کہ انہوں نے فرمایا، ابن ابی اویس کذاب کہ ابن ابی اویس بڑھا جھوٹا ہے "کان یحدث عن مالك بمسائل عبدالله بن وهب" (ابن عدی ۱/۳۲۳)

نمبر۱۹: ابن حزم ابو الفتح الازدی سے وہ سیف بن محمد سے کہ "ان ابن ابی اویس کان یضع الحدیث" کہ ابن ابی اویس احادیث گھڑنے والا تھا۔ (المحلی لابن حزم ۱۱/۷۸)

بحرحال کافی محدثین نے اس پر جرح کی ہے۔ (سبط ابن العجمی ۹۸، میزان ۱/۲۲۲، العبر فی خبر من غبر ۱/۳۱۱، المغنی فی الضعفاء ۱/۷۹، الخلیلی ۱/۳۴۷، ابن ابی حاتم ۱/۲۱، ۳/۵۸، ابن معین التاریخ ۳/۱۶۰) التاریخ الکبیر ۲/۳۸۸، ابن حبان المجروحین ۱/۲۴۴)

نمبر۲۰: حافظ بغدادی یحی بن معین کے حوالہ سے ابن ابی اویس کو ضعیف کہتے ہیں۔ (تاریخ بغداد ۱۲/۲۴۷)

صرف ملا مافیا کا یہ جھوٹ دیکھانا مقصود ہے، کہ بخاری و مسلم یا انکے راوی اعتراض، تنقید یا کلام سے بری ہیں؟ یا اس پر تنقید یا کلام گناہ یا کفر ہے؟ یا یہ کتابیں قرآن کی طرح رسول اللہ ﷺ کی کتابیں ہیں؟ یا امت کا اس پر یا اسکی صحت پر اتفاق ہے؟ قطعا نہیں! یہ کلام کرنے والے بھی اسی امت کے افراد و علماء

بخاری و مسلم پہلے نو سو سال تک تقریبا اسمائی کتب نہیں شمار کی جاتی تھیں مگر تدریجا مبالغہ آمیز ملا ہیں۔ بخاری و مسلم پہلے نو سو سال تک تقریبا اسمائی کتب نہیں شمار کی جاتی تھیں مگر تدریجا مبالغہ آمیز ملا
صاحبان کے مبالغہ کا شکار ہوتے ہوتے اس مقام پر پہنچادئے گئے، ورنہ ابتدائی دور میں انکا حال یہ تھا۔
جو آپ حوالوں کے ساتھ پڑھ چکے ہیں اور پڑھ رہے ہیں۔"قال ابو حاتم كان مغفلا، احمد بن زهير سمعت ابن معين، اسمعيل ضعيف العقل، ليس بذالك، ليس بشئ وقال ابن الجنيد قال ابن معين ابن ابي اويس مخلط يكذب ليس بشئ"
(التجريح والتعديل ۲/۷ رقم ۱۷) یہ ہے حال بخاری و مسل کے اس راوی کا۔

راوی نمبر ۳: اسید بن زید بن نجیح الجمال المتوفی ۲۲۰ھ۔ (تاریخ اسلام ذہبی ۱۵/۷۱)

نمبر ا: امام ابن حبان لکھتے ہیں" يروى عن الثقات المناكير ويسرق الحديث ويحدث به "کہ معتمد محدثین کا نام استعمال کرکے منکر روایات بیان کرتا ہے، احادیث کو چوری کرنے والا ہے۔
(کتاب المجروحین ۱/۱۸۰)

نمبر ۲: ابن معین فرماتے ہیں" كذاب "کہ اسید بن زید جھوٹا راوی ہے، میں بغداد گیا وہاں محدثین سے سنا کہ یہ شخص جھوٹی احادیث بیان کرتا ہے۔ (سوالات ابن الجنید لابن معین ص ۱۳۱ رقم ۸۲)
ایک مرتبہ فرمایا کہ میں انکے ہاں کرخ شہر گیا تو میں نے سمجھا کہ کذاب ہے۔
(الروض المعطار فی خبر الاقطار للحمیری ۴۹۰)
جا کر میں نے ارادہ کیا کہ اسکو آواز دوں کہ اے کذاب! مگر راستے میں پہنچنے سے پہلے ہم جدا ہوئے۔
(التعدیل والتجریح ۹۳) (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری ۲/۳۹)

نمبر ۳: علامہ ابن حجر نے فرمایا" لم ار لاحد فيه توثيقا "کہ میں کسی کو اسید بن زید کی توثیق کرتے نہیں دیکھا۔ (ھدی الساری ۳۹۱)
امام ابن ماکولا نے ضعیف ٹھہرایا۔ (ابن ماکولا ۱/۵۶) امام ابن جوزی الضعفاء والمتروکین ۱/۱۲۴)
نمبر ۴: امام الھیثمی نے بھی کذاب جھوٹا لکھا۔ (مجمع الزوائد ۱/۲۷۸)
نمبر ۵: امام نسائی نے انکو متروک چھوڑا گیا فرمایا" (الضعفاء والمتروکین ۵۵ رقم ۵۶)
نمبر ۶: امام دار قطنی نے بھی متروک لکھا۔ (العلل ۱۰/۱۱۲) الضعفاء والمتروکین ۱۵۴ رقم ۱۱۴)
العلل میں لیس بالقوی فرمایا، کہ قوی نہیں۔ ابوزر کے حوالہ سے ضعیف الحدیث لکھا ہے۔ (التعدیل والتجریح ۹۳)

نمبر ۷: امام ذھبی نے بھی متروک چھوڑا گیا لکھا ہے، یعنی محدثین نے اس سے روایت لینا چھوڑ دیا تھا۔
(تلخیص المستدرک ۴/ ۲۰۹) المغنی فی الضعفاء ودیوان الضعفاء ۱/ ۹۰)
نمبر ۸: امام ابو حاتم نے فرمایا، کہ محدثین اسمیں کلام کرتے تھے۔(الجرح والتعدیل ۲/ ۳۱۸)
نمبر ۹: امام عقیلی نے انکو ضعفا میں شمار کیا ہے۔(الضعفاء الکبیر ۱/ ۲۸)
نمبر ۱۰: امام ابن عدی لکھتے ہیں کہ انکی روایات میں کمزوری صاف دکھتی ہے، اور انکی عام مرویات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔(الکامل فی ضعفاء الرجال ۱/ ۴۰۱)
نمبر ۱۱: خطیب بغدادی نے بھی انکی تضعیف کی ہے۔(تاریخ مدینۃ الاسلام ۷/ ۵۱۵، تاریخ بغداد ۷/ ۴۷)
نمبر ۱۲: ابن ماکولا نے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔(الاکمال ۱/ ۵۶)
نمبر ۱۳: امام ابن جوزی نے ضعیف قرار دیا ہے۔(الضعفاء والمتروکین ۱/ ۱۲۴)
یہی کچھ امام ذھبی نے لکھا ہے۔(المغنی فی الضعفاء ۱/ ۳۶ رقم ۷۴۷) اور (دیوان الضعفاء والمتروکین ۳۸ رقم ۴۶۵)
نمبر ۱۴: سبط بن العجمی نے لکھا ہے:۔ کہ

"وخلاصة القول في اسيد ابن زيد الجمال انه ضعيف حيث لم يرد على لسان اى من ائمة الجرح والتعديل ذكر له بخير ولم نر لاحد فيه توثيقا وليس فيما قال ابن حبان في اسيد تشدد فقوله فيه لايبعد عن اقوال ائمة النقد ممن سبقه اوجاء بعده بل كذب بعضهم اسيدا صراحة كابن معين من المتقدمين والهيثمي من المتاخرين " ۔ (الکشف الحثیث ۱۰۵ رقم ۱۵۸)

اسید بن زید الجمال کے بارے میں خلاصہ یہ ہے، کہ یہ ضعیف ہے، اس لئے کہ ائمہ جرح وتعدیل کی زبانوں پر اسید بن زید الجمال کے بارے میں خیر کے الفاظ نہیں ہیں، اور امام ابن حبان نے جو انکے بارے میں کہا ہے کہ کذاب ہے اسمیں کوئی تشدد نہیں ہے، بلکہ پچھلے ائمہ نقد والوں سے اسکا قول دور نہیں ہیں، یا بعد والوں سے بلکہ بعض نے اسید کی صراحۃ تکذیب فرمائی ہے جیسے ابن معین نے متقدمین میں سے اور ہیثمی متاخرین میں سے "۔ (کشف الحثیث ۱۰۵ ر قم ۱۵۸)
نمبر ۱۵: شیخ نافذ حسین الحماد انکے بارے میں لکھتے ہیں:۔ کہ

"واكثر ائمه الجرح والتعديل على ضعف اسيد هذا وكذبه " کہ اکثر ائمہ جرح وتعدیل اسید بن زید کے ضعیف ہونے اور کذاب ہونے پر متفق ہیں۔(احادیث الصحیحین ورجالهما ۳۵۹)

نیز یہ بھی لکھا ہے " ولم یرو لاسید احد من اصحاب الکتب الستته سوالبخاری الذی روی له حدیثا واحدا"۔ (احادیث الصحیحین ورجالهما ۳۶۱)

اصحاب کتب ستہ میں سے کسی نے بھی اسید بن زید سے روایت نہیں لی، سوائے امام بخاری نے جس نے ان سے صرف ایک روایت لی" عُرضت علی الامم " (بخاری کتاب الرقاق رقم ۶۵۴۱)

نمبر۱۶: علامہ ابن حجر نے یہاں بھی ایک لطیفہ لکھا ہے کہ " ولعله کان عنده ثقة "کہ ممکن ہے اسید بخاری کے نزدیک ثقہ ہو۔(فتح الباری ۱۱/۴۰۶)

مگر واللہ یہ جواب قطعاً نہیں البتہ لطیفہ ہے، جب ایک شخص تمام محدثین کے نزدیک مجروح ہو، تو ایک شخص کی رائے کی کیا وقعت ہو سکتی ہے، اگر ایک فرد کی حیثیت کا اعتبار کیا جائے تو پھر تو کوئی راوی مجروح رہیگا ہی نہیں۔ ہر محدث جس سے روایت کرتا ہے، انکے نزدیک وہ ثقہ ہوتا ہے، اور یہی لطیفہ صاحب شروط الائمۃ الخمسہ " ۷۲ نے بھی دہرایا ہے۔

راوی نمبر۴: "افلح بن سعید الانصاری القبائی المدنی ابو محمد متوفی ۱۵۶ھ یہ مسلم کا راوی ہے، بخاری والا افلح بن حمید ہے۔

نمبر۱: امام ابن حبان اسکے بارے میں لکھتے کہ "یروی عن الثقات الموضوعات وعن الاثبات الملزوقات لایحل الاحتجاج به ولا الروایة عنه بحال" (المجروحین ۱/۱۷۶)

افلح بن سعید الانصار صاحب ثقہ راویوں کے نام پہ جھوٹی روایات بیان کرتے تھے، اور قوی راویوں کے نام پہ منگھڑت روایات بیان کرتا تھا، اس سے احتجاج جائز نہیں، اور کسی حال میں اس سے روایت جائز نہیں۔(المجروحین ۱/۱۷۶)

نمبر۲: امام ابن حجر نے انکو انتہائی کمزور درجہ کی توثیق کی ہے، یعنی صدوق۔(تقریب التهذیب رقم ۵۴۸)

یہ تعدیل کا انتہائی نچلا درجہ ہے۔ دیکھیئے۔(تقریب التذیب ۱/۲۴ معرفت علوم الحدیث ۴۸۸)

ویسے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ ابن حجر اور افلح بن سعید کے درمیان کئی سو سال کا فاصلہ ہے۔ لھذا انکی تعدیل کا اعتبار ہی نہیں۔

نمبر۳: امام ابن معین نے اسکے بارے میں لکھا ہے "لیس به باس " (الجرح والتعدیل ۲/۳۲۴)

یہ بھی تعدیل کا نچلا درجہ ہے۔ حوالہ بالا

نمبر۴: امام احمد بن حنبل نے بھی لیس به باس" سوالات ابی داؤد لا حمد بن حنبل ۲۰۹ رقم ۱۶۲)۔

نمبر۵: امام نسائی نے بھی لیس بہ باس لکھا ہے۔ (تھذیب الکمال للمزی ۳/ ۳۲۳ نسخہ دیگر ۱/ ۵۵۸ دار الکتب العلمیہ)
نمبر۶: امام عقیلی نے انکو ضعیف قرار دیا ہے۔ (الضعفاء الکبیر ۱/ ۱۴۲)
نمبر۷: ابو حاتم فرماتے ہیں، شیخ صالح الحدیث "۔ (الجرح والتعدیل ۲/ ۳۲۴)
حالانکہ فلاں شیخ وہاں بولا جاتا ہے کہ نہ ہی جرح کا بیان ہو اور نہ ہی تعدیل کا۔ (تدریب الراوی ۱/ ۲۹۳)
اور صالح الحدیث یہ جرح کی طرف قرب پر دلالت کرتے ہیں۔ (تدریب الراوی ۱/ ۲۹۴)
امام مسلم نے ایک روایت افلح بن سعید کے سند سے روایت کی ہے مسلم کتاب الجنۃ باب النار یدخلھا الجبارون رقم ۵۳۵۴/ ۲۸۵۷ ان طالت بلث مدۃ او شکت ان تری قوما یغدون فی سخط اللہ ویروحون فی لعنتہ الخ" مگر امام ابن حبان نے اسی راوی کی وجہ سے روایت کو منگھڑت قرار دیا ہے "ھذا خبر باطل" ۔ (المجروحین ۴/ ۱۳۴)
نمبر۸: امام ابن جوزی نے بھی انہی کی وجہ سے روایت کو منگھڑت قرار دیا ہے۔ (الموضوعات ۳/ ۳۰۹ رقم ۱۵۴۴)
نمبر۹: امام ذہبی نے اگرچہ روایت اور راوی کا دفاع کیا ہے مگر پھر بھی غریب قرار دینے پر مجبور ہوئے ہیں۔ (میزان الاعتدال ۱/ ۲۷۴)

بہر حال جوابات کے لئے تو عقیدت کے مریض بہت زیادہ ہیں، مگر راوی پر کلام کیا گیا ہے۔
راوی نمبر ۵: الحارث بن عمیر ابو عمیر البصری نزیل مکہ طبقہ ثامنہ (۸) اگرچہ اکثریت نے انکی توثیق کی ہے، مگر موصوف مجروح اور متکلم فیہ ہے، اور آخری عمر میں حافظہ جواب دے چکا تھا۔
نمبر۱: عبد الغفار سلیمان البنداری وسید کردی حسن لکھتے ہیں، کہ واحادیثہ مناکیر ضعفہ بسببھا الازدی وابن حبان، انکے احادیث مین کافی روایات منکرہ ہیں، جسکے سبب پر ازدی اور ابن حبان نے انکی تضعیف فرمائی ہے۔ (موسوعۃ رجال الکتب التسعۃ ۱/ ۲۷۱) رقم ۱۳۸۷)
نمبر۲: امام ابن حجر نے من وعن یہی الفاظ لکھے ہیں۔ (تقریب التھذیب ۱۴۷ رقم ۱۰۴۱)
نمبر۳: امام ابن حبان لکھتے ہیں کہ " کان ممن یروی عن الاثبات الاشیاء الموضوعات " یہ ان لوگوں میں سے تھے۔ جو ثابت اور قوی راویوں کے نام پر منگھڑت اشیاء روایت کرتے تھے۔ (المجروحین ۱/ ۲۲۳)
نمبر۴: امام ابن الجوزی نے ابن خزیمہ کے حوالہ سے انکو کذاب لکھا ہے۔ (الموضوعات ۱/ ۲۴۵)
نمبر۵: امام حاکم لکھتے ہیں کہ حمید الطویل اور جعفر ابن محمد الصادق سے منگھڑت روایات نقل کرتا تھا۔
(المدخل الی الصحیح ۱۲۷ المیزان ۱/ ۴۴۰)

نمبر ۶: امام ابن حجر نے ازدی کے حوالہ سے انکو ضعیف اور منکر الحدیث لکھا ہے۔ (تھذیب التھذیب ۲/۱۴۱)
نمبر ۷: امام ذھبی انکے تضعیف کی طرف مائل ہیں، کیونکہ لکھا ہے کہ " له مناكير " انکی کافی روایات منکر ہیں۔ (المقتنی فی سرد الکنی ۱/۴۳۹)

پھر ایک جگہ لکھتے ہیں کہ "انا اتعجب كيف خرج له النسائى " مجھے تعجب ہے کہ امام نسائی نے انکی روایت کیسے لی پھر لکھتا ہے۔ ما اراه الا بين الضعف " میں اسکو صاف ضعیف سمجھ رہا ہوں۔

(میزان الاعتدال ۱/۴۴۰)

نمبر ۸: امام ابن حبان کے حوالہ سے ابن حجر نے لکھا کہ انکی احادیث منگھڑت ہیں۔ (ھدی الساری ۴۵۷)
نمبر ۹: دکتور ناقد حسین حماد لکھتے ہیں، "ربما خفى امره على من وثقه وان الجرح مقدم" کبھی کبھی توثیق کرنے والوں سے حقیقت پوشیدہ رہتی ہے، اور پھر جرح مقدم بھی ہے یعنی راوی چند ان معتبر نہیں البتہ متوسط سا ہے۔ (احادیث الصحیحین ور جالھما ۳۷۵)

راوی نمبر ۶: الحسن بن عمارہ بن المضرّب البجلی المتوفی ۱۵۳ھ

نمبر ۱: امام ابن حبان انکے بارے میں لکھتے ہیں کہ " كان يدلس عن الثقات ما وضع عليهم الضعفاء حسن بن عمارہ ثقات کے نام پر وہ منگھڑت روایات بیان کرتا تھا، جو ضعیف راویوں نے ان کے ناموں پر گھڑ لیا تھا، ثقہ معتمد راویوں کے نام سے دیگر محدثین کو دھوکہ دیتا تھا، تدلیس کا معنی ہے فراڈ اور دھوکہ۔ (المجروحین ۱/۲۲۹)
نمبر ۲: امام ابن حجر لکھتے ہیں کہ موصوف میں یہ بیماری تھی، کہ جب موسی بن مطیر اور ابو العطوف ابان بن ابی عیاش یا ان جیسے لوگوں سے کوئی روایت سن لیتا تو ان حضرات کا نام بیچ سے ہٹا کر انکے بڑے اساتذہ کے نام سے وہ منگھڑت روایات بیان کرتا، تو پھر وہی موضوعات منگھڑت روایات انہی کے نام سے چپک جاتے۔ (تھذیب التھذیب ۲/۲۷۷)
نمبر ۳: امام احمد نے اسے متروک (چھوڑا گیا) قرار دیا ہے۔ (علل احمد ۱۰۶)
نمبر ۴: امام مسلم نے بھی اسے چھوڑا گیا متروک قرار دیا ہے" الکنی والا سماء ۲/۴۷)
نمبر ۷،۶،۵: ،یعقوب بن شیبہ، فلاس، اور نسائی تینوں نے اسے متروک قرار دیا ہے۔
(تاریخ مدینۃ الاسلام للخطیب ۸/۳۳۰)
نمبر ۸: امام ابن ابی حاتم نے بھی متروک کہا۔ (الجرح والتعدیل ۳/۲۷)

نمبر۹: امام ابن حجر نے تقریب التھذیب رقم ۱۲۶۴ پر بھی متروک لکھا۔
نمبر۱۰: امام احمد نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ انکی روایات منگھڑت ہیں، انکی روایات نہ لکھی جائیں تو بہتر ہے۔ "احادیثہ موضوعة لا یُکتبُ حدیثه" (الجرح والتعدیل ۳/۲۷)
نمبر۱۱: تمام نقاد انکو ساقط غیر معتبر قرار دے چکے" (احوال الرجال ص ۶۲ رقم ۳۵ للجوزجانی)
نمبر۱۲: امام نسائی نے ایک جگہ لکھا" لیس بثقة لا یکتب حدیثه" (تھذیب الکمال ۶/۲۷۱)
نمبر۱۳: امام شعبہ لکھتے ہیں "یکذب جھوٹ بولتا تھا" (الجرح والتعدیل ۳/۲۷)
نمبر۱۴ امام ابن المدینی لکھتے ہیں، "یضع الحدیث "روایات گھڑتا تھا۔ (تاریخ مدینة الاسلام ۸/۳۲۹)
امام ابن معین، صالح جزرہ، ابن سعد لا یکتبون حدیثه یہ حضرات انکی روایات نہیں لکھتے تھے۔
(الطبقات الکبری لابن سعد ۸/۴۸۸ مدینۃ الاسلام للخطیب ۸/۳۳۰)

اور یہ حضرات اس سے قطعا روایت نہیں کرتے تھے، یحی القطان عبد الرحمن بن مھدی۔ (تھذیب التھذیب ۲/۲۷۹)
اور یہی تفصیل سبط بن العجمی نے الکشف الحثیث ۱۳۹ پر ذکر کیا ہے۔
نمبر۱۷: حسن بن عمارہ کے بارے میں سب سے چھوٹا فتوی یہ ہے، کہ موصوف پکا ضعیف ہے۔

(تاریخ مدینة الاسلام ۸/۳۳۰)

امام مسلم نے تو ان سے روایت ہی نہیں لی، اور بخاری نے بھی صرف کتاب المناقب باب سؤال المشرکین رقم ۳۶۴۲ ایک روایت نقل کی ہے۔ بہر حال یہ انتہائی کمزور راوی ہے۔
راوی نمبر۷: سوید بن عمرو ابو الولید الکلبی الکوفی متوفی ۲۰۳ھ یا ۲۰۴ھ
نمبر۱: امام ابن حبان لکھتے ہیں، "کان یقلب الاسانید ویضع علی الاسانید الصحاح المتون الواهیة لا یجوز الاحتجاج به بحال "کہ موصوف سندوں کو گڈمڈ کرتا رہتا تھا، صحیح سندوں پر منگھڑت احادیث ڈالا کرتا تھا، اس سے کسی بھی حال میں احتجاج جائز نہیں۔ (المجروحین ۱/۳۵۱)
راوی نمبر۸: شھر بن حوشب الاشعری الشامی المتوفی ۱۱۲ھ
نمبر۱: امام ابن حبان لکھتے ہیں۔" کان ممن یروی عن الثقات المعضلات وعن الاثبات المقلوبات کہ موصوف ثقہ راویوں سے معضلات اور ثابت راویوں سے مقلوبات روایت کرنے والا ہے، یعنی روایات گھڑتا ہے۔ (المجروحین ۱/۳۶۱)
نمبر۲: امام ابو زرعہ نے بھی لا باس بہ کہہ کر کے انکے کمزور ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے۔
(الجرح والتعدیل ۴/۳۸۲)

نمبر۳: ابن سعد نے انہیں ضعیف قرار دیا ہے۔ (الطبقات الکبیر ۹/ ۴۵۲)

نمبر۴: موسی بن ھارون نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (سنن الدار قطنی ۱/ ۱۸۳)

نمبر۵: الجوزجانی : "ایضا" (احوال الرجال ۹۶)

نمبر۶: امام نسائی: " ایضا" (الضعفاء والمتروکین ۱۹۴)

نمبر۷: امام الساجی: ایضا (تھذیب التھذیب ۴/ ۳۳۸)

نمبر۸: امام ابن عدی: ایضا (الکامل فی ضعفاء الرجال ۴/ ۳۶)

نمبر۹: امام الدار قطنی: ایضا (سنن الدار قطنی ۱/ ۱۸۲)

نمبر۱۰: امام ابن حزم: ایضا (المحلی ۷/ ۴۸۴)

نمبر۱۱: امام ابو حاتم بھی انکو قابل احتجاج نہیں سمجھتے۔ (الجرح والتعدیل ۴/ ۳۸۲)

نمبر۱۲: امام ابن شعبہ نے اس پر جرح کی ہے، اور اسکو قابل اعتبار نہ جانا بلکہ چھوڑ دیا۔
(الجرح والتعدیل ۱/ ۱۴۴، تھذیب الکمال ۱۲/ ۵۲۱)

نمبر۱۳: امام بخاری کا بے جا وکالت کرنے والا ابن حجر صاحب بھی اس سے خوش نہیں تھے، فرمایا کچھ سچے تھے، مگر بہت زیادہ ارسال (دھوکہ) کرنے والے روایات میں وھم کا شکار ہوتے تھے۔
(تقریب التھذیب رقم ۲۸۳۰)

نمبر۱۴: سب سے خطرناک جرح یا جرح کی تفصیل یہ ہے، کہ موصوف درباری ملا تھے، وقت کے سرکار کی نوکری کرتے تھے۔ (سنن ترمذی ۴/ ۷/ ۴۲)

راوی نمبر۹: عباد بن یعقوب الاسدی الرواجنی ابو سعید الکوفی المتوفی ۲۵۰ھ

نمبر۱: موصوف کٹر شیعہ ہے۔

(تاریخ الکبیر للبخاری ۶/ ۴۴، المغنی فی الضعفاء ۱/ ۵۱۸ للذہبی، تقریب التھذیب رقم ۳۱۵۴)

نمبر۲: امام ابن حبان لکھتے ہیں، " كان رافضيا داعية الى الرفض يروى المناكير عن اقوام مشاهير فاستحق الترك کہ رواجنی صاحب کٹر رافضی تھے، اور لوگوں کو اسی طرف دعوت دیتے تھے۔ اور مشاھیر راویوں کے نام سے منکر غیر معروف قسم کی روایات نقل کرتا تھا، اس لئے قابل ترک ہوا، اور یہ وہی شخص ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کرتے ہوئے یہ روایت گھڑی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ جب معاویہ کو میرے قبر پر دیکھو تو اسے قتل کرو۔ (المجروحین ۲/ ۱۷۲)

نیز ابن حبان حکم بن ظہیر الفزاری الکوفی کے ترجمہ میں عباد بن یعقوب الرواجنی پر بات کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ کہ

"کان یشتم اصحاب محمد ﷺ ویروی عن الثقات الاشیاء الموضوعات" موصوف رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کو گالیاں نکالتا تھا، اور ثقہ معتبر راویوں کے نام منگھڑت روایات لگاتا تھا۔ (المجروحین ۱/۲۵۰)

نمبر۳: امام طاہر المقدسی نے لکھا ہے، کہ حکم بن ظہیر روایات گھڑنے والا تھا، اور عباد بن یعقوب اس سے وہی منگھڑت روایات چوری کرتا، پھر اپنی طرف سے سند بنا کر عن عاصم عن زر عن عبد اللہ کہہ کر بیان کرتے تھے، اور یہ عباد کٹر رافضی غالی قسم کے رافضی تھے، اور مشاہیر راویوں کے نام منکر روایات بیان کرتا، امام بخاری کا اس سے روایت کرنا اسکے صدق کی دلیل نہیں، اور امام بخاری سے اپنے ہم عصر علماء اس بات پر ناراض تھے، کہ یہ ان سے روایت کیوں کرتا ہے۔ اور حفاظ کی ایک جم غفیر نے ان سے روایت کرنا چھوڑ دیا تھا۔ (تذکرۃ الحفاظ ۳۵)

نمبر۴: امام ابن عدی لکھتے ہیں، کہ عبدان نے ابو بکر بن شیبہ اور ھناد بن سری کا تذکرہ کیا، کہ ان دونوں یا ان میں سے کسی ایک نے اسے فاسق قرار دیا، اور کہا کہ موصوف سلف (صحابہ) کو گالیاں بکتا، غالی شیعہ تھے، اور اہل بیت کے فضائل میں منکر روایات بیان کرتا تھا۔ (الکامل ۴/۳۴۸)

نمبر۵: امام صالح بن محمد جزرہ فرماتے ہیں کہ عثمان کو گالیاں دیتا۔ (تھذیب الکمال لمزی ۱۳/۱۷۸)

نمبر۶: امام ابن الجوزی نے کئی جگہ اسکی سند سے عن عباد کی سند کو منگھڑت قرار دیا ہے، اور اسپر چوری اور گھڑنے کی تہمت لگادی۔ (الموضوعات ۱/۲۶، ۳۲۴)

اور معاویہ کے خلاف مندرجہ بالا روایت بھی نقل کردی۔

نمبر۷: امام خطیب بغدادی نے لکھا ہے، کہ امام ابن خزیمہ نے ان سے روایت کرنا چھوڑ دیا ہے، اور وہ اسکے اہل ہیں۔ (الکفایہ ۲۰۸)

نمبر۸: خطیب نے اپنی سند سے عن ابن خزیمہ سے روایت کیا ہے، کہ ان سے عباد بن یعقوب کی روایت کے بارے میں پوچھا گیا۔ تو اس نے منع کیا، اور پھر فرمایا، کہ میں اب ان سے انکے غلو کی وجہ سے روایت نہیں کرتا۔ (کفایہ ۲۰۹، شرح علل الترمذی ۱/۳۵۸)

نمبر ۹: امام ابن ابی حاتم نے انکو شیخ لکھا ہے، جو تعدیل کا ادنی درجہ ہے، اور جرح کے قریب ہے۔
(الجرح والتعدیل ۶/۸۸)

نمبر ۱۰: امام دار قطنی نے بھی انکو شیعہ لکھا ہے۔ (سوالات الحاکم النساپوری للدار قطنی ۲۵۳ر قم ۴۲۵)

نمبر ۱۱: امام ذہبی نے "شیعی غال" غالی شیعہ لکھا ہے۔ (المغنی فی الضعفاء ۱/۵۱۸ر قم ۳۰۵۸)

نیز ذہبی نے فرمایا، کہ عباد نے ایک رسالہ لکھا تھا جسمیں اہل بیت کے بارے میں ساقط (غیر ثابت) روایات لکھے گئے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۱۱/۵۳۸)

نمبر ۱۲: ابن حجر نے لکھا ہے، رافضی مشہور۔ (ھدی الساری ۴۱۲، تقریب التھذیب ۲۱۹ر قم ۳۱۵۳ فتح الباری ۱۳/۵۱۰)

نمبر ۱۳: سبط ابن العجمی لکھتا ہے " عباد من غلاۃ الشیعۃ ورأوس البدع کہ غالی قسم کے شیعوں میں سے تھے۔ اور بدعات کی جڑ تھا۔ (الکشف الحثیث ۱۴۶)

راوی نمبر ۱۰:۔ یحی بن محمد بن قیس المحاربی الضریر ابو محمد المدنی نزیل البصرہ لقبہ ابوزکیر اٹھویں طبقہ کے راوی ہے۔

نمبر ۱: امام ابن حبان فرماتے ہیں، " کان ممن یقلب الاسانید ویرفع المراسیل من غیر تعمد فلما کثر ذالك منه صار غیر محتج به "کہ موصوف سندات کو تبدیل کرنے والے اور مرسل روایات کو مرفوع کرنے والے تھے۔ جب اس نے یہ کام زیادہ ہی کرنا شروع کیا تو غیر معتمد ہوا۔
(المجروحین ۳/۱۱۹)

نمبر ۲: امام ابن معین نے انکو مطلق ضعیف قرار دیا۔ (الجرح والتعدیل ۹/۲۲۶، رقم ۱۶۴۱۹)

نمبر ۳: امام بوصیری نے بھی ضعف قرار دیا ہے۔ (مصباح الزجاجہ ۳/۸۹)

نمبر ۴: ابن طاہر المقدسی نے بھی ضعیف قرار دیا ہے۔ (ذخیرۃ الحفاظ لابن طاہر ۱/۴۱۷، ۳/۱۵۰۳، ۴/۱۹۳۶)

نمبر ۵: امام الساجی نے اسے وہمی قرار دیا ہے، نیز فرمایا وفی حدیثہ لین۔ (تھذیب التھذیب ۱۱/۲۴۰)

نمبر ۶: امام عقیلی لکھتے ہیں " لا یتابع علی حدیثه " (الضعفاء الکبیر ۴/۴۲۷)

نمبر ۷: امام ابن حجر نے فرمایا " صدوق یخطئ کثیرا " (تقریب التھذیب رقم ۷۶۳۹)

مزید اسکی ہسٹری (تاریخ) کے لئے ملاحظہ کریں۔ (الکامل لابن عدی ۳/۲۴۰، ضعفاء الجوزی رقم ۳۷۵۲، دیوان الضعفاء رقم ۴۶۸۰، تاریخ الاسلام ۲۹۰ المؤتلف للدار قطنی ۲/۱۱۰۵)

راوی نمبر ۱۱:۔ یحی بن ابی زکریا ابو مروان الغسانی شامی واسط میں رہتے تھے۔ (المتوفی ۱۹۰ھ)

Scanned with CamScanner

نمبر۱: امام ابن حبان لکھتے ہیں" كان ممن يروى عن الثقات المقلوبات حتى اذا سمعها من كان الحديث صناعته لم يشك انها مقلوبة لا يجوز الرواية عنه لما اكثر من مخالفة الثقات فيما يروى عن الاثبات " کہ موصوف ثقہ راویوں کے نام سے مقلوبات (تبدیل شدہ روایات) بیان کرتا ہے۔ جب بھی حدیث کا مشغلہ رکھنے ولا انسان اسکی روایت سن لے تو اسمیں شک نہیں کریگا، کہ روایت مقلوب ہے اس سے روایت کرنا ہی جائز نہیں، کیونکہ انہوں نے ثابت راویوں کے نام سے بہت زیادہ چیزیں روایت کیں جنمیں ثقہ راویوں کی روایت کی مخالفت کی گئی ہے۔

(المجروحین ۳/۱۲۶)

نمبر۲: یحی بن معین سے انکے بارے میں پوچھا گیا، انہوں نے فرمایا لا ادری میں اسے نہیں جانتا۔

(الجرح والتعدیل ۹/۱۴۶)

نمبر۳: شیخ ابو حاتم نے کہا" شیخ" ليس بمشهور " شیخ ہے مشہور نہیں۔ (الجرح والتعدیل ۹/۱۴۶)
یادرہے شیخ کا صیغہ انتہائی کمزور راوی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے، ہم پہلے اسکی وضاحت کر چکے ہیں۔
نمبر۴: امام ابو داؤد نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ (تھذیب الکمال ۳۱/۳۱۵)
نمبر۵: وکیل بخاری ابن حجر نے اسے مطلق ضعیف قرار دیا ہے۔ (تقریب التھذیب رقم ۷۵۵۰)
نمبر۶: امام بزار نے لیس بہ باس سے کمزوری کی طرف اشارہ کیا ہے۔ (مسند بزار ۶/۳۲۵)
نمبر۷: امام ذہبی نے یحی بن ابی زکریا اور ایک دوسرا راوی ذکر کئے ہیں، مگر ایک کے بارے میں فرمایا ضعفہ ابو داؤد کہ ابو داؤد نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، اور دوسرے کے بارے میں فرمایا، کہ ابن حبان نے فرمایا"لا تجوز الرواية عنه "کہ ان سے روایت کرنا جائز نہیں۔ (المغنی ۲/۵۱۵، رقم ۶۹۶۸)
اور امام ذہبی نے اسی طرح میزان میں بھی دونون کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(میزان الاعتدال ۴/۳۷۶، ۴/۴۱۳)

حقیقت میں اصحاب الرجال کو اشتباہ ہوا ہے، یہ ایک ہی شخص ہے، اور ضعیف ہے۔ (احادیث الصحیحین ۴۰۱)
یہی خطیب کی رائے ہے غنية الملتمس ايضاح الملتمس ۴۲۸) بخاری میں ان سے چار روایات مروی ہیں۔ (رجال صحیح البخاری ۲/۸۰۵، التعدیل والتجریح ۳/۱۲۲۷، حدیث اول رقم ۱۳۸۹ ثانی رقم ۱۶۲۶ الثالث رقم ۲۸۸۳ رابعہ رقم ۳۷۰۷، کئی جگہ تکرار بھی ہے۔ یہاں تک تو وہ راوی تھے جن پر شدید کلام ہے۔ اور ضعیف یا رافضی شیعہ ہیں۔

یہاں تک تو وہ راوی تھے جن پر شدید کلام ہے۔ اور ضعیف یا رافضی شیعہ ہیں۔

الغرض: تقریباً ۱۴ راوی ایسے ہیں۔ جن کا اپنے استاد سے سماع ہی ثابت نہیں۔

نمبر ۱: ابراھیم بن یوسف بن اسحاق بن ابی اسحاق السبیعی اپنے باپ سے روایت کرتا ہے مگر اس نے اپنے باپ سے کچھ بھی سنا نہیں۔ (جامع التحصیل فی احکام المراسیل ۱۴۲)

نمبر ۲: بشر بن شعیب بن ابی حمزہ عن ابیہ "انکا سماع بھی اپنے والد سے ثابت نہیں۔ (سوالات ابن الجنید ۷۰ تھذیب الکمال ۴/ ۱۲۸، الجرح والتعدیل ۲/ ۳۵۹)

نمبر ۳: بشر بن نھیک عن ابی ھریرۃ۔ (العلل الکبیر للترمذی ۱/ ۵۵۴)

نمبر ۴: الحسن البصری عن عمرو بن تغلب۔ (علل الحدیث و معرفۃ الرجال ۶۸)

نمبر ۵: الحسن البصری عن ابی بکرۃ۔ (تاریخ ابن معین ۴/ ۳۲۲)، التقریب ۴۵۲، التتبع والالزامات ۲۲۲)

نمبر ۶: سلیمان الاعمش عن مجاھد۔ (العلل الکبیر للترمذی ۲/ ۹۶۶، الجرح والتعدیل ۱/ ۲۲۴، ۱/ ۲۲۷، تاریخ ابن معین ۲/ ۲۳۴، تھذیب التھذیب ۴/ ۲۰۳)

نمبر ۷: سلیمان بن یسار عن عائشۃ۔ (تحفۃ التحصیل ۱۷۵)، الام ۱/ ۵۷)

نمبر ۸: عبد الرحمن بن عبد اللہ بن کعب بن مالک الانصاری عن جدہ کعب بن مالک۔ (علل حدیث الزھری ۱۲/ ۲۸۴، ھدی الساری ۳۶۳، تھذیب التھذیب ۶/ ۲۱۵)

نمبر ۹: عمران بن حطان عن عائشۃ۔ (تحفۃ التحصیل ۳۹۲)

نمبر ۱۰: عمرو بن عبد اللہ ابو اسحاق السبیعی عن البراء۔ (مسند احمد ۴/ ۲۸۲، سنن الترمذی رقم ۲۷۲۶، جامع التحصیل ۲۴۵، حاشیہ تحفۃ التحصیل ۳۸۴)

نمبر ۱۱: مجاھد بن جبر عن عائشہ۔ (تاریخ یحی ۲/ ۵۴۹، سوالات ابن الجنید ۲۵، العلل و معرفۃ الرجال لاحمد ۱/ ۲۶۹، المراسیل لابن ابی حاتم ۲۰۳، ۲۰۵، مقدمہ جرح والتعدیل ۱۳۰، تھذیب الکمال ۲۷/ ۲۳۲)

نمبر ۱۲: مسروق بن عبد الرحمن عن ام رومان۔ (رجال صحیح البخاری ۲/ ۸۵۹، الطبقات الکبری ۶/ ۸۳)

نمبر ۱۳: معن بن عبد الرحمن بن عبد اللہ بن مسعود عن ابیہ۔ (تحفۃ التحصیل ۵۱۱)

نمبر ۱۴: یحی بن یعمر عن عائشہ۔ (سؤالات ابی عبید الاجری اباداؤد فی الجرح والتعدیل ۲۶۹)

مگر تعجب کی بات یہ ہے، کہ جب محققین نے ان راویوں کے سماع پر اعتراض کیا کہ بخاری کے اساتذہ نے اپنے اساتذہ سے جھوٹی نسبت کر کے روایت کی، تو عقیدت کے مریضوں نے بخاری ہی کو معیار بنا کر جواب دینے کی کوشش کی ہے، کہ جی بخاری میں سماع کی تصریح موجود ہے۔

اسی طرح مزید چار راوی ایسے ہیں، کہ انہوں نے اپنے اساتذہ سے کچھ سنا نہیں، مگر روایت کرتے ہیں۔

نمبر۱: سالم ابی النضر عن عبداللہ بن ابی اوفی۔ (التتبع ۲۰۵)

نمبر۲: عبداللہ بن المثنی عن ثمامہ بن عبداللہ۔ (التتبع ۲۵۱)

نمبر۳: اور ثمامہ بن عبداللہ عن انس۔ (التتبع ۲۵۱)

نمبر۴: ابو عثمان النهدی عن عمر۔ (التتبع ۲۶۱، فتح الباری ۱۰/۲۸۶، تحفۃ الاشراف ۸/۸۴)

مزید گیارہ راوی ایسے ہیں جنکا سماع ثابت نہیں یا سماع میں شک ہے۔

نمبر۱: خالد بن معدان عن المقدام بن معدیکرب۔

(تهذیب الکمال ۸/۱۶۸، ۸/۴۵۹، تحفۃ الاشراف ۸/۵۰۶)

انکے بیچ میں جبیر بن نفیر ہے۔ (سنن الکبری للبیهقی ۶/۳۲)

نمبر۲: زہرہ بن معبد عن ابن عمر۔ (المراسیل ۶۵)

نمبر۳: سالم بن ابی الجعد عن عبداللہ بن عمرو ابن العاص۔ (التتبع ۱۵۵)

نمبر۴: سلیمان الاعمش عن طلحہ بن نافع۔ (تحفۃ التحصیل ۱۷۱)، تهذیب الکمال ۱۳/۴۳۹)

نمبر۵: عامر الشعبی عن علی۔ (الاعتبار فی الناسخ والمنسوخ من الآثار ۳۰۲، فتح الباری ۱۲/۱۱۹)

نمبر۶: عکرمہ عن عائشہ۔ (المراسیل ۱۵۸، جامع التحصیل ۲۳۹)

نمبر۷: مجاہد بن جبر عن عبداللہ بن عمرو بن العاص۔ انکے بیچ میں جنادہ بن ابی امیہ ہے۔ (التتبع ۱۵۳)

نمبر۸: الزہری عن عبدالرحمن بن کعب بن مالک۔ (المراسیل ۱۹۰)

نمبر۹: منصور بن المعتمر عن الشعبی۔ (تاریخ یحیی ۳/۵۰۲)

نمبر۱۰: نافع عن عائشہ۔ (المراسیل ۲۲۵)

نمبر۱۱: ابو اسحق السبیعی عن سعید بن جبیر۔ (العلل الکبیر للترمذی ۲/۹۶۵)

ابو اسحق پکا مدلس (فراڈی) ہے۔

یہ تقریبا ۳۹ راوی ہوئے، جن پر کلام اور اعتراض کیا گیا۔ کیا یہ اعتراض کرنے والے سارے منکر حدیث ہیں۔

اسی پر اکتفاء کرتا ہوں: ورنہ بخاری و مسلم کے اور بھی بہت سارے راوی ہیں، جن پر کلام کیا گیا ہے، اور کسی نے بھی ان کتابوں کو صحیفہ اسمانی نہیں سمجھا اور نہ اعتراض کرنے والوں کو منکر حدیث ٹھرایا۔ باقی رہے جوابات اور چودہ سو سال کے لوگوں کا اس پر خاموش ہونا، تو اگر یہ حقانیت کی دلیل ہیں، تو پھر تو یہودیت پر کئی ہزار سال سے اپنے یہودیوں کا اجماع بھی ہے اور خاموش بھی، اور انہوں نے اپنے اوپر کئے گئے اعتراضات کے جوابات بھی دئے ہیں۔ جب کہ جوابات سے انکا عقید تمند طبقہ مطمئن بھی ہیں۔

آتے ہیں مسئلہ جادو کی طرف دوبارہ:۔

(باب السحر حدیث نمبر ۵۷۶۶): "حدثنا عبيد بن اسماعيل حدثنا ابو اسامة عن هشام عن ابيه عن عائشة قالت: سُحر النبيُّ ﷺ حتى انه ليخيل اليه انه يفعل الشئ وما فعله حتى اذا كان ذات يوم وهو عندى دعا الله ودعاه ثم قال اشعرت يا عائشة ان الله قد افتانى فيما استفتيته فيه قلت وما ذاك يا رسول الله قال جاءنى رجلان فجلس احدهما عندراسى والآخر عندرجلى ثم قال احدهما لصاحبه ما وجع الرجل قال مطبوب قال ومن طبه قال لبيد بن الاعصم اليهودى من بنى زريق قال فيما ذا قال فى مشط ومشاطة وجف طلعة ذكر قال فاين هو قال فى بئر ذى اروان قال فذهب النبى ﷺ فى اناس من اصحابه الى البئر فنظر اليها وعليها نخل ثم رجع الى عائشة فقال والله لكان ماءها نقاعة الحناء ولكان نخلها رءوس الشياطين قلت يا رسول الله افاخرجته قال لا اما انا فقد عافانى الله وشفانى وخشيت ان أُثوِّر على الناس منه شرا وامربها فدفنت"

ہم سے عبید بن اسماعیل نے حدیث بیان کی ان سے ابو اسامہ نے حدیث بیان کی ان سے ہشام نے ان سے ان کے والد نے اور ان سے عائشہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کر دیا گیا تھا، اور اس کا اثر یہ تھا کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ کوئی چیز کر چکے ہیں، حالانکہ وہ چیز نہ کی ہوتی۔ ایک دن آنحضور ﷺ میرے یہاں تشریف رکھتے تھے، اور مسلسل دعائیں کر رہے تھے، پھر فرمایا عائشہ تمہیں معلوم ہے اللہ

تعالی سے جو بات میں نے پوچھی تھی اس کا جواب اس نے مجھے دے دیا۔ میں نے عرض کی وہ کیا بات ہے، یارسول اللہ آنحضور ﷺ نے فرمایا، میرے پاس دو فرشتے (جبرئیل ومیکائیل) آئے اور ایک میرے سر کے پاس کھڑے ہو گئے اور دوسرے میرے پاوں کی طرف۔ پھر ایک نے اپنے ساتھی سے کہاان صاحب کی تکلیف کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا کہ ان پر جادو ہے۔ پوچھا کس نے ان پر جادو کیا ہے؟ فرمایابنی زریق کے لبید بن اعصم یہودی نے پوچھا کس چیز میں جواب دیا کہ کنگھے اور بال میں جو نر کھجور کے خوشے میں رکھا ہوا ہے۔ پوچھااور وہ جادور کھا کہاں ہے؟ جواب دیا کہ ذروان کے کنوئیں میں ۔بیان کیا کہ پھر حضور اکرم ﷺ اپنے چند صحابہ کے ساتھ اس کنوئیں پر تشریف لے گئے اور اسے دیکھاوہاں کھجور کے درخت بھی تھے۔ پھر آپ واپس عائشہ کے یہاں تشریف لائے اور فرمایا کہ واللہ۔ اس کاپانی مہندی کے عرق جیسا(سرخ) ہے اور اس کھجور کے درخت شیاطین کے سروں جیسے ہیں۔ میں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے اسے کھولا بھی یعنی جادو کو نکالا کہ نہیں؟ فرمایا کہ نہیں مجھے اللہ تعالی نے اس سے عافیت دے ہی دی اور شفادے دی لیکن مجھے خوف ہوا کہ کہیں اسکی وجہ سے لوگ کسی برائی میں مبتلاء نہ ہو جائیں پھر آپ کی حکم سے اسے دفن کر دیا گیا۔

یہ روایت میں نے بخاری ۲ / ۸۵۸ کتاب الطب، باب السحر حدیث نمبر ۵۷۶۶ سے لی۔ یہ روایت بخاری میں سات جگہ ذکر کی گئی ہے۔

نمبر۱: ۳۱۷۵، نمبر ۲: ۳۲۶۸ نمبر ۳: ۵۷۶۳: نمبر ۴: ۵۷۶۵ نمبر ۵: ۵۷۶۶ نمبر ۶: ۶۰۶۳ نمبر ۷: ۶۳۹۱۔

مسلم کے اندر ۵۶۹۷ پر تفصیلی اور مسند احمد میں ۲۴۲۳۷، ۲۴۳۰۰ پر مذکور ہے۔

اس روایت کے دیگر حوالے بھی ہم آگے ذکر کریں گے ان شاء اللہ تعالی۔

پہلی بات:۔ یہ ایک ایسی روایت ہے، کہ دو قرنوں یا دو زمانوں تک اسکو روایت کرنے والے صرف ایک ایک ہیں، پورے زمانہ صحابہ کرام کے اندر جبکہ رسول اللہ ﷺ کے بیک وقت نو بیویاں تھیں، بے شمار پوتے پوتیاں، بیٹیاں سوالاکھ صحابہ کرام میں اس روایت کو اگر منسوب کیا گیا تو صرف عائشہ کی طرف، یعنی جب رسول اللہ اتنے سخت بیمار تھے کہ انکو چیزیں یاد نہیں رہتی تھیں (حدیث کے الفاظ میں" ما وجع الرجل" علامہ ابن منظور لکھتے ہیں، کہ

"الوجع : اسم جامع لکل مرض مولم" مادہ وجع ۲۲۴) اور انکو تکلیف دہ مرض تھا۔ درد والا مرض تھا مگر پھر بھی پورے زمانہ اصحاب میں صرف اور صرف عائشہ ہی کو پتہ ہو۔ اور کوئی صحابی زبان تک نہ ہلائے ،اور پھر پورے زمانہ تابعین میں بھی صرف اور صرف عروہ کے علاوہ اور کسی کو یہ روایت نہ سوجی۔

نوٹ:۔ ایک بات یادرہے کہ یہ روایت جہاں بھی آپ دیکھیں گے اسکے ان دوزمانوں میں صرف دو ہی راوی آپکو نظر آئیں گے ہشام صاحب اور انکے والد عروہ عن عائشہ رضی اللہ عنھا۔ راویوں پر ہم آگے بات کریں گے ان شاء اللہ تعالی۔

دوسری بات اضطراب: سب سے پہلے تو عوام بھائی اضطراب کو سمجھیں: جب کوئی بات سچ ہوتی ہے وہ آدمی جب بھی بیان کرتا ہے۔ جہاں کہیں بھی بیان کرتا ہے، تو ایک ہی طرح بیان کریگا۔ دس سال بعد پوچھو تو اسی طرح دہرائے گا۔ لیکن جب بات سچ نہ ہو۔ اپنی طرف سے گھڑی ہوئی ہو۔ تو وہ آج ایک طرح بیان کریگا کل دوسری طرح تیسری جگہ کسی اور شکل پر بیان کریگا۔ یہ ہر جگہ اور ہر کسی کو مختلف انداز اور ترتیب سے بیان کرنے کو اضطراب کہا جاتا ہے، یعنی گڑبڑ بیان۔

تو آیئے دیکھتے ہیں، کہ اس روایت میں کتنا گڑبڑیشن ہے جسکو اضطراب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

روایت کے پہلے جملے میں گڑبڑیشن ملاحظہ کریں۔

روایت نمبر ۳۱۷۵ " حتی کان یخیل الیہ انہ صنع شیئا ولم یصنعہ

روایت نمبر ۳۷۶۳" یخیل الیہ انہ یفعل الشئ وما فعلہ

روایت نمبر ۵۷۶۵" کان یری انہ یاتی النساء ولا یاتیھن

روایت نمبر ۳۲۶۸ " کان یخیل الیہ انہ یفعل الشئ وما یفعلہ

روایت نمبر ۶۰۶۳ "یخیل الیہ انہ یاتی اھل ولا یاتی

روایت نمبر ۶۳۹۱ " حتی انہ لیخیل الیہ قد صنع الشئ وما صنعہ

روایت نمبر ۵۷۶۶ " انہ لیخیل الیہ انہ فعل الشئ وما فعلہ

فرق واضح ہے سات جگہ سات قسم کے الفاظ اور جملے۔

دوسرا فرق یا گڑبڑیشن (اضطراب)

نمبر ۳۲۶۸ " حتی کان ذات یوم دعا ودعا۔

نمبر ۵۷۶۳ " حتی اذا کان ذات یوم او ذات لیلة وهو عندی

نمبر ۵۷۶۵ " فانبته من نومه ذات یوم

نمبر ۵۷۶۶ " حتی اذا کان ذات یوم وهو عندی

نمبر ۶۰۶۳ " فقال لی ذات یوم

نمبر ۶۳۹۱ " وانه دعا ربه ثم قال

تیسرا فرق یا گڑبڑیشن (اضطراب)

روایت نمبر ۳۲۶۸ " اشعرت ان الله قد افتانی فیما فیه شفائی؟

نمبر ۵۷۶۳ " اشعرت ان الله افتانی فیما استفتیته فیه؟

نمبر ۵۷۶۵ " اعلمت ان الله قد افتانی فیما استفتیته فیه؟

نمبر ۵۷۶۶ " اشعرت یا عائشة ان الله قد افتانی فیما استفتیته فیه؟

نمبر ۶۰۶۳ " یا عائشة ان الله افتانی فی امر استفتیته فیه

چوتھا فرق یا گڑبڑیشن (اضطراب)

۳۲۶۸ " اتانی رجلان فقعد احدهما عند راسی والآخر عند رجلی

۶۰۶۳ " اتانی رجلان فجلس احدهما عند رجلیّ والآخر عند راسی

۶۳۹۱ " جاءنی رجلان فجلس احدهما عند راسی والآخر عند رجلی

پانچواں فرق گڑبڑیشن (اضطراب)

۳۲۶۸ فقال احدهما للآخر

۵۷۶۳ " فقال احدهما لصاحبه ۔ ۶۳۹۱ میں بھی الفاظ ہیں۔

۵۷۶۵ " فقال الذی عند راسی للآخر۔

۶۰۶۳ " فقال الذی عند رجلی للذی عند راسی۔

چھٹا فرق یا گڑبڑیشن

۳۲۶۸ " ما وجع الرجل قال مطبوب قال ومن طبه؟ قال لبید بن اعصم۔ وایضا ۵۷۶۳ وایضا: ۶۳۹۱ واو کے بغیر۔

۵۷۶۵" ما بال الرجل ؟ قال مطبوب قال و من طبه ؟ قال لبید بن اعصم رجلٌ من بنی زریق حلیف الیهود کان منافقاً۔

۵۷۶۶" واوجع الرجل ؟قال مطبوب قال و من طبه ؟ قال لبید بن اعصم الیهودی من زریق۔

۶۰۶۳" ما بال الرجل ؟ قال مطبوب یعنی مسحور قال و من طبه ؟ قال لبید ابن اعصم ـــ قالت لبید بن اعصم رجل من زریق حلیف لیهود۔

ساتواں فرق یا گڑبڑیشن۔

۳۲۶۸ " قال فیما ذا ؟ قال فی مشط ومشاقة وجفِ طلعة ذکر قال فاین هو ؟ قال فی بیر زوان

۵۷۶۳" قال فی ای شیئ ؟ قال فی مشط ومشاطة وجبّ طلع نخلة ذکر قال فاین هو؟ قال فی بیر اروان

۵۷۶۵ قال فی مشط ومشاقة قال فاین ؟ قال فی جف طلعة ذکر تحت رعوفة فی بیر ذی اروان

۵۷۶۶" ومشاطة وجب طلعة ذکر قال فی بیر ذی اروان۔

۶۰۶۳" ومشاقة تحت رعوفة ذکر قال فی بیر ذی اروان۔

۶۳۹۱" فائن هو قال فی ذی اروان وذواروان بیر فی بنی رزیق۔

آٹھواں فرق یا گڑبڑیشن

۳۲۶۸" فخرج الیها النبی ﷺ ثم رجع فقال لعائشة حین رجع نخلها کانه رأوس الشیاطین۔

۵۷۶۳" فاتاها رسول الله ﷺ فی ناس من اصحابه فجاء فقال یا عائشة کان ماءها نقاعة الحناء او کان راوس نخلها راس الشیاطین۔

۵۷۶۵" قال فاتی البیر حتی استخرجه فقال هذه البیر التی اریتها وکان ماءها نقاعة الحناء وکان نخلها راوس الشیاطین۔

۵۷۶۶" فذهب النبی ﷺ فی ناس من اصحابه الی البیر فنظر الیها وعلیها نخل ثم رجع الی عائشة فقال والله لکان ماءها نقاعة الحناء ولکان نخلها رؤوس الشیاطین۔

۶۰۶۳" فجاء النبی ﷺ فقال هذه البیر التی اریتها کان رؤس نخلها رؤس الشیاطین وکان ماءها نقاعة الحناء

۶۳۹۱" فاتاها رسول الله ﷺ ثم رجع الی عائشة فقال والله لکان ماءها نقاعة الحناء ولکان نخلها روس الشیاطین : قالت اتی رسول الله ﷺ فاخبرها عن البیر۔

نواں فرق یا گڑبڑ یشن

۳۲۶۸" فقلت استخرجته ؟ فقال لا اما انا فقد شفانی الله وخشیت ان یثیر ذالك علی الناس شرا ثم دفنت البیر۔

۵۷۶۳" قلت یا رسول الله افلا استخرجته ؟ قال قد عافانی الله فکرهت ان اثور علی الناس فیه شرا فامربها فدفنت۔

۵۷۶۵" فاتی البیر حتی استخرجه ۔۔۔۔۔ قال فاستخرج قالت فقلت افلا تنشرت ؟ فقال اما الله فقد شفانی واکره ان اثیر علی احد من الناس شرا۔

۵۷۶۶" فقلت یا رسول الله ﷺ افاخرجته ؟ قال لا اما انا فقد عافانی الله وشفانی وخشیت ان اثور علی الناس منه شرا وامربها فدُفنت۔

۶۰۶۳" فامر به النبی ﷺ فاخرج قالت عائشة فقلت یا رسول الله فهلا!تعنی تنشّرت فقال النبی ﷺ اما الله فقد شفانی ، واما انا فاکره ان اثیر علی الناس شرا۔

۶۳۹۱" فاتی رسول الله ﷺ فاخبرها عن البیر فقلت یا رسول الله ! فهلّا اخرجته ؟ فقال اما انا فقد شفانی الله وکرهت ۔۔ الخ

میرے خیال میں عوام الناس سلیم الفطرت مسلمان سمجھ سکتے ہیں کہ اگر یہ روایت سچ ہے تو ایک ہی راوی صاحب چھ اور سات جگہوں میں یہ قصہ ہر جگہ مختلف طریقے سے کیوں بیان کرتا ہے، کبھی کہتا ہے، کہ جادو فلاں چیز میں ہوا کبھی کہتا ہے فلاں میں ہوا۔ کبھی کہتا ہے لبید ابن اعصم یہودی تھا، کبھی کہتا ہے منافق تھا کبھی کہتا ہے، بنی زریق سے تھا، کبھی کہتا ہے کہ جادو والی چیزیں کنوں سے نکالی گئیں کبھی

کہتا ہے نہیں نکالی گئیں کبھی کہتا ہے رسول اللہ خود گیا کبھی کہتا ہے، دوسروں کو بھیجا، یہ گڑبڑیشن صاف جھوٹ کی علامت ہے، اسے اضطراب کہتے ہیں، جس سے روایت کی قدر کم اور شکوک بڑھتے ہیں۔

باقی رہے وہ علماء جو کہ عقیدت کے مریض ہیں، ان کے لئے تو یہ گڑبڑیشن ہے ہی نہیں بلکہ روایت کا حسن ہے۔ ان سے میری کوئی گفتگو نہیں۔

اس قسم کی روایات کتب کے اندر زید بن ارقم سے مروی ہیں، انمیں تفصیل سے بیان ہوا ہے۔ کہ جادو والی مواد نکالے گئے پتلا تھا اسمیں سوئیاں تھیں بالوں کو تیرہ گانٹیں دی گئیں تھیں معوذات پڑے گئے گانٹیں کھلتے گئیں مگر عائشہ کی روایات میں ہے کہ بنا نکالے جانے کے دفن کئے گئے، اور خود عائشہ کی روایت میں بھی تضادات ہیں، حالانکہ مقدمہ ابن الصلاح ص ۴۴ میں ہے کہ اضطراب (گڑبڑیشن) موجب ضعیف ہے ایضا (نور الانوار ۱۹۳)

جادو کا زمانہ اور عرصہ محرم کا مہینہ اور ۷ ہجری:۔ امام المورخین واقدی، امام ابن سعد اور امام ابن حجر تینوں نے تصریح کی ہے۔

"وقد بين الواقدى السنة التى وقع فيها السحر، اخرجه عنه ابن سعد بسندله الى عمر بن الحكم مرسل قال لما رجع رسول الله ﷺ من الحديبية فى ذى الحجة ودخل المحرم من سنة ۷ھ سبع جاءت رؤساء اليهود الى لبيد بن الاعصم وكان حليفا من بنى زريق وكان ساحرا فقالوا له يا ابا الاعصم انت اسحرنا وسحرنا محمدا فلم نصنع شيئا ونحن نجعل لك جعلا على ان تسحره لنا سحرا ينكؤه فجعلو له ثلاثة دنانير۔ (فتح الباری ۱۰/ ۷/ ۲۳۷، حدیث نمبر ۵۷۶۳ / الطبقات الکبری ۲/ ۱۵۲)

ان مؤرخین کی تصریحات سے ثابت ہوتا ہے کہ صلح حدیبیہ سے ذی الحجہ مہینے میں واپس ہو کر جیسے محرم مہینے ۷ ھجری میں داخل ہوئے تو یہود کے کہنے پر لبید بن اعصم نے جادو کی کارروائی کی۔ سلیم الفطرت پڑھنے والے مسلمان ۷ ھجری ماہ محرم کو ذہن میں رکھیں۔

جادو کا اثر کتنے عرصے تک رہا

نمبر ۱: بخاری کتاب الادب روایت نمبر ۵۷۱۶ میں عرصہ مذکور نہیں صرف مکث النبی کذا وکذا کا ذکر ہے۔

نمبر ۲: مسند احمد روایت نمبر ۱۸۷۸۱ عن زید ابن ارقم قال سحر رسول اللہ ﷺ رجل من الیھود قال فاشتکی لذالک ایاما" یعنی سحر کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کئی دن بیمار رہے۔ یہاں بھی عرصہ مذکور نہیں۔

نمبر ۳: امام ابن حجر عسقلانی فتح الباری ۱۰/۷/۲۳۷۔

ووقع فی روایة ابی ضمره عندالاسماعیلی فاقام اربعین لیلة کہ جادو کا اثر چالیس دن رہا۔

نمبر ۴: وفی روایة وهیب عن هشام عند احمد ستة اشهر" (فتح الباری ۱۰/۲۳۷)
کہ جادو کا اثر تقریبا چھ مہینے رہا۔

مگر آخر میں ابن حجر نے فیصلہ کیا ہے "وقد وجدناه موصولا باسنادالصحیح فهوالمعتمد۔ کہ 1
صحیح بات یہ ہے کہ چھ مہینے والی بات معتمد ہے، اور مسند احمد میں بھی چھ مہینے کا ذکر ہے ۴۰/۴۰۵)

نمبر ۵: امام عبدالرزاق نے لکھا ہے۔ حُبس رسول الله ﷺ عن عائشة سنة " (مصنف عبدالرزاق ۱۰/۷۷ نسخه دیگر ۱۱/۱۳)

روایت نمبر ۱۹۹۳۵ کہ رسول اللہ ﷺ کو عائشہ سے سحر کے زریعے ایک سال تک باندھا گیا تھا۔

اس روایت میں رسول اللہ ﷺ کو نعوذ باللہ ایک سال تک نامرد رکھا گیا ہے۔ اگر چہ روایت سارے گئے گزرے ہیں۔

نمبر ۶: ابن کثیر لکھتے ہیں کہ "وا ن الحال استمر نحوستة اشهر" یہ حال جاد کا رسول اللہ ﷺ پر چھ ماہ تک رہا۔ (البدایہ ۲/۳۹ی ہ روایت جامع معمر ۱۱/۱۴ پر بھی موجود ہے۔

خلاصہ:۔ یہ ہوا کہ جادو محرم ۷ھ میں ہوا، اوبقول محدثین سال یا چھ ماہ تک جاری رہا جسمیں رسول اللہ ﷺ ابن ماجہ محشی سندھی کے بقول) جماع پر قدرت نہیں رکھتے تھے۔ انکو باندھا گیا تھا۔ یخیل الیه القدرة علی الفعل ثم یظهر له عندالمباشرة انه غیر قادر علیه " (حاشیه سندی علی سنن ابن ماجه ۲/۳۶۴)

عبدالرزاق کے بقول صرف عائشہ سے باندھے گئے تھے، بقول بخاری کہ بیوی سے جماع کرتے تو خیال ہوتا کہ نہیں کی، یا نہ کی ہوتی خیال ہوتا کہ کی ہے۔ بعض روایات میں آتا ہے جتی انکر بصره کہ دیکھتا کچھ تھا، ہوتا کچھ اور تھا۔ پھر محدثین صاحبان کہتے ہیں، کہ اثر ظاہر بدن پر تھا باطن پر نہ تھا۔ دنیوی امور پر تھا دینی امور پر نہ تھا عقیدت کے مریض مانتے چلے جا رہے ہیں۔

خدارا! ذرا انصاف سے سوچیئے بصیرت سے۔ نا کہ عقیدت سے، کہ جب عقل اندر سے گمانات اور احساسات میں غلطی کرنا شروع کرے کہ میں نے یہ کام کیا ہے حالانکہ نہیں کیا ہوتا ہے۔ نظر اور عقل

دونوں اندر سے کسی کے دیکھنے کی خبر دیتا ہے۔ حقیقت میں وہ نہیں ہوتا۔ عقل تمہیں جماع پر قدرت کی رپورٹ دیتی ہے۔ مگر عین موقع پر شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ تو تمہیں رب کا واسطہ یہ ظاہری بیماری ہے؟ یا باطنی کیا عقل اندر باطن میں ہوتی ہے، یا باہر ظاہر میں؟ کیا قدرت علی الجماع باطنی قوت ہے یا باہر کیا ہر گھومنے والے کے ظاہر سے پتہ چلتا ہے کہ نامرد ہے؟۔

اللہ کے بندوں عقیدت کی پٹی اتاردو یہ سب باطنی امراض اور قوتیں ہیں۔ پھر کیسے بولا اور لکھا گیا کہ جادو نے صرف ظاہر پر اثر کیا تھا، باطن پر نہیں ظاہری مرض ہم تب کہتے کہ آنکھ پر پوڑا نکل آتا، سر پر کہیں خارش یا دانہ ظاہر ہوتا۔

پھر دوسرا ناٹک کہ دنیوی امور میں متاثر ہوا تھا، دینی امور میں نہیں، پہلے تو اس پر دلیل کیا ہے؟ دوسرا یہ کہ پیغمبر کا جماع کرنا یا اس پر قدرت نہ پاتا دنیوی امر ہے؟ اللہ کے بندو تم تو جماع کو سنت کہتے ہو تو سنت دنیوی امر ہے؟ پھر جماع کر کے میں نے غسل کیا ہے یا میں جنابت کے اندر ہوں کیا پاکی اور جنابت دنیوی امور ہیں؟ اور دیکھتا کچھ ہوتا کچھ ایک پیغمبر جو دن رات احکامات، فیصلے، رجم، قطع ید، کوڑوں کے قضاءت پر مامور ہیں، ان کے لئے دیکھنا اور ہونا اور دنیوی معاملہ ہو گا؟ جبکہ چھ ماہ یا ایک سال تک یہ کشمکش جاری رہے۔

محرم ۷ھ سے جادو کا اثر جو چھ ۶ ماہ یا ایک سال تک رہا!

یہ بات پکی ہے کہ غزوہ خیبر ۷ھ میں محرم سے شروع ہو کر صفر کے آخری دنوں تک جاری رہا۔

آمین دویدار اپنی کتاب " صور من حیات الرسول " میں لکھتے ہیں۔ استغرقت غزوة خيبر نحو شهر ونصف فقد ذهب النبی ﷺ اليها فی اوائل المحرم من السنه السابعة ورجع منها فی اواخر صفر " فاقام رسول الله ﷺ بالمدينة حين رجع من الحديبية ذالحجه وبعض المحرم ثم خرج فی بقية المحرم سنة سبع الی خيبر " (صور من حیات الرسول ۴۲۱)

کہ غزوہ خیبر ایک ماہ پندرہ دن رہا (رسول اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ سن ۶ ہجری میں کر کے) ذی الحجہ میں مدینہ تشریف لائے، سن ۷ ہجری میں محرم کے ابتدائی ایام میں خیبر چلے گئے، صفر کے آخری دنوں میں واپس ہوئے۔ ابوالحسن علی ندوی نے بھی حدیبیہ ۶ھ میں لکھا ہے۔

اور یہی کچھ ابن کثیر نے لکھا کہ ماہ ذی الحجہ ۶ ہجری میں رسول اللہ ﷺ نے چھ آدمیوں کو مقوقس، قیصر و ملک فارس کی طرف بھیجا۔ (بدایہ والنھایہ ۴/۱۸۰)

نیز فرمایا کہ صحیح بات یہی ہے کہ غزوہ خیبر ۷ھ کے شروع میں ہوا۔ (البدایہ ۴/۱۸۱)

اب سوال یہ ہے:۔ کہ مسلّمہ امور میں سے ہے، کہ جنگ یا معرکہ کے اندر قائد اور امیر کا ذہنی اور جسمانی صلاحیت نہایت ہی ضروری ہوتی ہے۔ قرآن کے اندر طالوت کے بارے میں ارشاد مبارک ہے۔

"ان الله اصطفاه علیکم وزاده بسطة فی العلم والجسم " (بقرہ ۲۸۶)

بے شک اللہ نے طالوت کو تمہارے لئے منتخب فرمالیا، اور اسکو علم اور جسم میں زیادہ کشادگی عطا فرمائی ہے۔

ایت کریمہ سے ثابت ہوتا ہے، کہ امارت جنگ یا جیش کے لئے امیر کا جسمانی طور پر اور علمی طور پر تندرست ہونا ضروری ہوتا ہے۔

اب بتائیں کہ عین جس زمانے اور تاریخ کو فارس (ایران) کے مجوسی النسل و عجمی النسل ملاؤں نے جادو ہونے اور انکے ذہنی صلاحیت کو متاثر ہونے کا دعوی کیا ہے، عین انہیں دنوں میں پوری امت مسلمہ کا اتفاق ہے، کہ غزوۃ خیبر ہو رہا تھا اور بادشاھان عالم کو رسول اکرم ﷺ خطوط لکھ رہے تھے، مگر پوری دنیائے تاریخ نے کہیں نہیں لکھا کہ غزوہ خیبر کے وقت رسول اکرم ﷺ شدید بیمار تھے، یا کسی کو خط لکھنا بھول گئے۔ یا کسی بادشاہ کو دو مرتبہ خط لکھا، یا کسی کو نامناسب الفاظ لکھے۔

حالانکہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی آنکھ کی معمولی زخم کی تکلیف کا ذکر تمام مؤرخین نے کیا ہے۔ تو اتنے عظیم واقعہ کو مؤرخین نے نظر انداز کیوں کیا۔ اگر ساحر لبید بن اعصم، صاحب، پیغمبر اسلام کو بیویوں سے روک سکتا ہے، دماغ اور قوت حافظہ کو متاثر کر سکتا ہے، تو رسول اللہ ﷺ کو خیبر سے کیوں نہ روکا۔ بخاری نے سحر زدگی کے متاثر ہونے کی بیماری لکھی ہے، کہ کبھی خیال ہوتا کہ ازواج مطہرات کے پاس گئے ہیں، حالانکہ ایسا نہ ہوتا تھا، اور یہی امام بخاری انہی دنوں کی مصروفیات کا ذکر یوں کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ نے بادشاہوں کو خطوط لکھنے کا ارادہ فرمایا، تو صحابہ نے عرض کیا کہ بادشاہ لوگ خطوط کو تب قبول کرتے ہیں، جب ان پر مہر لگی ہو، تو آپ نے چاندی کی انگھوٹی بنوائی جس پر محمد رسول اللہ ﷺ نقش تھا۔ جسکی شکل کچھ یوں تھا (بخاری ۲/۸۷۲ بحوالہ رحیق المختوم ۴۷۶)

اس کے بعد قاصدوں کے زریعے خطوط روانہ کئے، شاہ حبش نجاشی کے نام، شاہ فارس (ایران) خسرو پرویز کے نام، شاہ روم قیصر کے نام، بحیرن کے حاکم منذر، صاحب یمامہ ھوذہ بن علی حاکم دمشق حارث

بن ابی شمر غسانی، عمان کے بادشاہ حیفر اور اسکے بھائی عھد کے نام خطوط بھیجے، وہ سارے خطوط ذرا ملاحظہ کرنے کے ہیں، کہ کیا وہ کسی ذہنی مریض کے خطوط ہو سکتے ہیں؟

شاہ مصر مقوقس نے احترام کی ساتھ جوابی خط ساتھ دو لونڈیاں، کپڑے، اور سواری کے لئے ایک خچر ھدیۃ روانہ کئے، آپ نے ایک لونڈی ماریہ رضی اللہ عنھا اپنے پاس رکھا اور انہیں کے بطن سے آپ کے صاحبزادے ابراھیم رض پیدا ہوئے، دوسری لونڈی حسان بن ثابت انصاری کے حوالہ کیا۔ جادو کے قائلین کے نزدیک آپ ﷺ ایک سال تک یا چھ مہینے تک سحر زدہ رہے، اور عن عائشۃ حدیث نمبر ۳۶۶ کے مطابق العیاذ باللہ آپ ایک سال تک باندھے گئے تھے۔ پھر آپ نے ماریہ کو اپنے پاس کیوں رکھا اور ان کے بطن سے ابراھیم رضی اللہ عنہ کیسے پیدا ہوئے؟

اور یہ بھی یاد رہے کہ غزوۃ خیبر سے واپسی پر راستے میں رسول اللہ ﷺ نے صفیہ بنت حی رضی اللہ عنھا سے شادی کی، اور سر صہبا کے مقام پر پہنچ کر دولہے کی حیثیت سے ان کے ہمراہ صبح کی، اور لوگوں کو ولیمہ کھلایا، اور تین رات وہیں پر انکے ساتھ قیام فرمایا۔ (بخاری ۱/ ۵۴) بحوالہ رحیق المختوم ۵۱)

اب آپ ہی بتائیں جو سحر کے ذریعے بیویوں پر قادر نہ ہو وہ ایسی حالت میں دو شادیاں کر سکتا ہے؟ اور پھر وہ بچہ پیدا کر سکتا ہے؟ خیبر کے بعد زہر الود بکرے کے گوشت کا تذکرہ جب موجود ہے، تو غزوہ خیبر میں اتنے بڑے سحر زدگی کا واقعہ کیسے چپایا گیا؟

پیغمبر اسلام پر جھوٹ باندھنے سے پہلے ذرا یہ بھی پڑھ لیں! کہ جادو کے منگھڑت قصے کے لئے محرم ۷ھ کے وقت کا تعین کیا گیا ہے پچھلے صفحہ کو ذرا دہرائیں مگر بدقسمتی سے یہود کے تین قبیلے نمبر ۱: بنو قینقاع آخری شوال ۲ھ کو نمبر ۲: بنو نضیر ۴ھ کو جبکہ نمبر ۳ بنو قریظہ ذیقعدہ ۵ھ کو جلا وطن ہوا۔ ملاحظہ کریں سیرۃ مصطفی ص ۲۴۵ باب المدینہ کراچی تفسیر فوائد القرآن عبدالقیوم مدنی تحت سورۃ الحشر المغازی ۲/ ۴۵۴ (طبقات ابن سعد ۲/ ۴۷ تو ۷ھ میں یہودیوں کا مدینہ میں نام ونشان نہ تھا، تو جادو کے لئے لبید ابن اعصم کو رکھیں گے کہاں؟

کچھ قرآن کے بارے میں! میرے خیال مین عوام الناس کو اس بات میں تامل نہ ہو گا کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے اور ہر لحاظ سے کامل اور معجز اور لاریب ہے، آیئے ذرا ملاحظہ کریں کہ اللہ تعالی نے اس قرآن کے بارے میں کیا فرمایا ہے۔

"تلك آيات الكتاب المبين (یوسف ۱)

یہ واضح کرنے والی کتاب کی آیتیں ہیں۔
"تلك آيات الكتاب وقرآن مبين (الحجر۱)
یہ (برگزیدہ) کتاب اور واضح کرنے والی قرآن کی آیتیں ہیں۔
"تلك آيات القرآن وكتاب مبين" (النمل۱)
یہ قرآن اور واضح کرنے والی کتاب کی آیتیں ہیں۔
"تلك آيات الكتاب المبين (القصص۲)
یہ واضح کرنے والی کتاب کی آیتیں ہیں۔
"والكتاب المبين (الزخرف ۲) اور قسم ہے واضح کرنے والے کتاب کی۔

ایک ادنی سا مسلمان بھی ان آیات سے سمجھ سکتا ہے کہ قرآن کریم کی آیات کے ذریعے حق باطل صحیح یا غلط کی وضاحت کی جائے گی، نا کہ مختلف آراء، اسرائیلیات، ضعیف منگھڑت روایات یا احادیث یا کسی مفسر یا محدث کی تشریح کو قرآن پر حجت بنانا۔ اور کتاب اللہ پر مخلوق کی بات کو قاضی بنانا، کوئی مفسر یا محدث یا فقیہ، نحوی، صرفی، منطقی، فلاسفی خواہ کتنا ہی بلند مرتبہ کیوں نہ ہو اللہ کا کلام سب پر حجت ہے۔ بلکہ انبیاء اور دیگر اسمانی کتابوں پر بھی فوقیت رکھتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ کتاب ہے جو ہر چیز کو واضح اور روشن کرتا ہے اسکا دعوی اور دلائل اتنے واضح ہیں کہ باطل اس کے سامنے جرات ہی نہیں کر سکتا، اور پیغمبر اسلام پر جب قرآن نازل ہوا تو آپ کو تین خدمتین تفویض ہوئیں۔

نمبر۱: تبلیغ: "يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك من ربك" (مائدہ ۶۷)
اے پیغمبر جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے، آپ وہ لوگوں تک پہنچائیں۔
نمبر۲: تعلیم: "ويعلمهم الكتاب والحكمة "(ال عمران ۱۶۴)
اور انہیں کتاب اللہ کی تعلیم دیں۔
نمبر۳: تبیین یا توضیح:۔ "وانزلنا اليك الذكر لتبين للناس ما نزل اليهم "(النحل ۴۴)
ہم نے اس نصیحت کی کتاب کو تمہاری طرف سے اس لئے اتارا ہے، تا کہ آپ اسے لوگوں کو کھول کر بیان کر دیں۔

یہ تین خدمتیں در حقیقت ایک ہی بات کی تین نوعیتیں ہیں، اس لئے کہ بغیر تبیین کے تعلیم ناقص ہے اور بغیر تعلیم کے تبلیغ نا مکمل ہے، لھذا مکمل تبلیغ وہ ہے، جو تعلیم و تبیین کے ساتھ ہو۔

رسول اللہ ﷺ کی تعلیم، تبیین یا تبلیغ مختلف نہیں ہو سکتی:۔ جیسا کہ اللہ تعالی نے رسول کے ذمے تبیین اور وضاحت لگائی تو تبیین کا ایک مقصد یہ بھی ہے، کہ رسول کی تبیین اور وضاحت میں اختلاف واضطراب کی گنجائش نہیں ہو گی۔

قرآن کریم نے اسکو ایک اور انداز سے بیان فرمایا ہے۔

"وما انزلنا عليك الكتاب الا لتبيّن لهم الذى اختلفو فيه وهدى ورحمة لقوم يؤمنون" (النحل ٦٤)

اور ہم نے یہ کتاب اس لئے آپ پر اتاری کہ جو لوگ دینی باتوں میں اختلاف رکھتے ہیں، آپ اس کتاب کے بیان کے زریعے انکے دینی اختلافات کا فیصلہ واضح طور سے ان کے سامنے بیان کریں۔ اور یہ کتاب ایمان رکھنے والی قوم کے لئے وثیقہ ہدایت اور وسیلہ رحمت ثابت ہو۔ اس ایت سے صاف ثابت ہوتا ہے، کہ اس کتاب کا جب رسول اللہ ﷺ بیان فرمائیں گے قولا یا عملا اس میں ٹکراؤ اور اختلاف قطعا نہ ہو گا، کیونکہ کتاب اللہ کے بھیجنے کا مقصد ہے، اختلاف مٹانا ہے۔ نا کہ اختلاف پیدا کرنا۔

لھذا کسی ایت کی تفسیر صحابہ، یا پیغمبر اسلام سے نقل نہ ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ ایت واضح اور روشن ہے، لھذا چاہیے یہ کہ ایت کی ظاہر معنی کو حجت اور دلیل تسلیم کیا جائے، نا کہ مفسرین، محدثین، کے اقوال کو قرآن پر فوقیت دیکر حجت بنا کر کتاب اللہ کے واضح معانی بدل ڈالنے کی کوشش کی جائے، اور قرآنی ایت اور اسکے معنی پر ہر طرف سے وار کرکے انکے شاخوں کو کاٹ کھینچ کر اسکو باطل خود ساختہ روایات کے مطابق بنانے کی کوشش کریں، قرآن کے الفاظ مفسرین کے لئے دلیل ہیں، نہ کہ مفسرین کے اقوال قرآن کے لئے حجت۔

واضح رہے مفسرین کی آراء واقوال کتاب اللہ پر حجت نہیں نہ ہی نہ ماننے والوں پر دلیل، خوا اقوال تابعین ہی کی کیوں نہ ہوں جیسا کہ امام ابن کثیر نے مقدمہ میں اصول تفسیر بیان فرمائے ہیں۔

اقوال التابعين فى الفروع ليست حجة فكيف تكون حجة فى التفسير۔

(ابن کثیر ۱/۵ دارلمعرفت)

اور اقوال صحابہ یا حدیث رسول بھی بشرط صحت سند و متن وبشرط موافقت قرآن و سنت صیحہ حجت ہونگے نہ کہ ان شرائط کے بغیر۔

رسول ﷺ کو ساحر یا مسحور یعنی جادوگر یا سحر زدہ سمجھنا! اللہ تعالی کی کتاب نے ہمیں بتادیا ہے، کہ پیغمبر اسلام کو مشرکین مکہ و دشمنان اسلام کبھی ساحر (جادوگر) کہتے کہ محمد ﷺ جس سے بات کرتا ہے، اسکو اپنی طرف مائل کرتا ہے لھذا یہ حق کی علامت نہیں بلکہ یہ شخص اپنے جادو کے بل بوتے اور طاقت پر لوگوں کو متاثر کرتے ہیں۔

اور جب آپس میں پیغمبر اسلام کی دعوت اور انکی نبوت کے دعوں کو ایمان بالغیب، قیامت، میزان، حشر اجساد کی باتیں سنتے جو انکے تبدیل کردہ دین کے سراسر خلاف تھے، تو ان پر مسحور (سحر زدہ) کا گمان کرتے، کہ بھائی اس پر کسی نے جادو کرکے پاگل بنادیا ہے۔ اس لئے العیاذ باللہ اوٹ پٹانگ باتیں کرتا ہے۔ مگر رب کی کتاب پر قربان جاؤں اس نے ساحر کی نسبت کرنے والوں کے لئے صرف ماضی کے صیغے استعمال فرمائے ہیں" قال الکافرون ان ھذا لساحر مبین" (یونس ایت ۲)

کافر کہتے کہ بیشک یہ شخص تو کھلا جادوگر ہے۔

"وقال الکافرون ھذا ساحر کذاب" (ص ایت ۴

کافر کہتے ہیں یہ تو جادوگر ہے جھوٹا۔

مذکورہ بالا دونوں ایتوں میں ماضی کے صیغے استعمال کرکے ہمیں بتایا گیا کہ پیغمبر اسلام کو ساحر یا جادوگر کہنے والے ماضی کا حصہ بن گئے اب ساحر کہنے والے موجود نہیں، حالانکہ کفار سے دنیا بھری پڑی ہے۔ مگر نبی کو مسحور یا سحر زدہ کہنے والے پہلے بھی تھے، اور آب بھی انکی کمی نہیں۔ اس واسطے میرا قرآن کہتا ہے،: "وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا" (الفرقان ایت ۸)

اور ان ظالموں نے کہا کہ تم محض ایک سحر زدہ شخص کی پیروی کررہے ہو اس ایت میں لفظ قال ماضی ہے۔ اور یہ کہنے والے بھی گذر چکے ہیں، مگر اتنے عالم الغیب رب کی کتاب سورۃ بنی اسرائیل ایت نمبر ۴۷ میں پیش گوئی کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں۔

"اذ یقول الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا" جب یہ ظالم لوگ کہتے ہیں اور کہتے رہیں گے کہ تم تو محض ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جو سحر زدہ ہے (یعنی اس پر جادو کیا گیا ہے، اور پاگل ہو کر اوٹ پٹانگ باتیں کرتا ہے) مسلمان بھائیوں اور بہنوں یہاں ہمارے پروردگار نے یقول مضارع کا صیغہ استعمال فرمایا، کہ جب تک قرآن پڑھا جائے گا ایسے ظالم لوگ موجود رہیں گے، اور قرآن کا اعجاز دیکھیں کہ ساحر کے ساتھ الکافرون مگر مسحور کے ساتھ الظالمون صاف بتارہا ہے کہ

پیغمبر کو مسحور کہنے والے دعوی اسلام کا کریں گے مگر ہونگے پکے ظالم اب اگر پیغمبر کارٹون بنانے والے کارٹون بنا کر دیکھاتے ہیں، تو وہ جہاں کے پکے ظالم ہیں تو منبر نبی پر بیٹھ کر نبی کو مسحور کہنے والا بھی ظالم ہے، اور ایسا ہی ایک ظالم فرعون تھا جس نے موسی کو مسحور کہا۔ "انی لاظنك یا موسی مسحورا" (اسراء ۱۰۱) اور کفار قومِ صالح نے صالح کو انما انت من المسحّرین کہا۔(الشعراء ۱۵۳)

مسحور کا معنی حقیقی

سَحر یَسحر سِحرا سین کے زیر اور حاء کے سکون کیساتھ یہ اسم مفعول کا صیغہ ہے، جسکا معنی تمام اہل لغت المنجد، مصباح اللغات، لسان العرب وغیرہ نے سحر زدہ کیا ہے۔ مگر ایک جھوٹی روایت کے لئے ظالم لوگوں نے قرآن کریم کے اس لفظ کے حقیقی اور مشہور معنی کو تبدیل کئے ہیں۔

نمبر ۱: حالانکہ مسحور کا یہی معنی حقیقی اور اصل ہے، چنانچہ امام رازی لکھتے ہیں، متوفی ۶۰۶ھ "والمسحور الذی قدسحر فاختلط علیه عقله وزال عن حدالاستواء هذا هو القول الصحیح" (التفسیر الکبیر ۳۵۱/۲۰)

کہ مسحور اسے کہتے ہیں جس پر جادو کیا گیا ہو، اور اسکی عقل خراب ہو گئی ہو، اور اسکی صحیح حالت باقی نہ رہی ہو اور یہ سب سے صحیح ترین قول ہے۔

نمبر ۲: امام بیضاوی المتوفی ۶۸۵ھ لکھتے ہیں "والمسحور هو الذی سحر فزال عقله" (انوار التنزیل واسرار التاویل ۲۵۷/۳) اور ۱۱۸/۴ کہ مسحور اسے کہتے ہیں، جس پر جادو کیا جائے پس اسکی عقل زائل ہو جائے۔

نمبر ۳: حافظ ابن کثیر متوفی ۷۷۴ھ لکھتے ہیں "انه رجل مسحور من السحر علی المشهور"
(تفسیر ابن کثیر ۷۶/۵)

کہ مسحور بمعنی سحر زدہ (جسپر جادو کیا گیا ہو) یہ سب سے مشہور قول اور معنی ہے۔

نمبر ۴: امام آلوسی متوفی ۱۲۷۰ھ نے لکھا "سحر فغلب علی عقله فالمراد بالسحر مابه اختلال العقل" (روح المعانی ۵۸۱/۱۸)

کہ کفار کا مسحور سے مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ پر جادو کیا گیا ہے، وہ جادو آپ کے عقل پر غالب آگیا ہے، پس سحر سے ایسی چیز مراد ہے، جسکی وجہ سے عقل میں خلل آجائے۔

امام آلوسی نے اس قول کے بعد دیگر اقوال بھی بیان کئے ہیں، پھر آخر میں فرمایا، "والاظہر علی ما فی البحر التفسیر الاول وذکر انہ ھو الانسب بحالھم "کہ البحر کے مطابق پہلی تفسیر، کہ مسحور وہ ہے۔ جسکی عقل میں خلل آئے یہ تفسیر ظاہر بھی ہے۔ اور انکے حال کیساتھ مناسب بھی۔

نمبر۵: اور صاحب بحر المحیط نے لکھا ہے، "ای خبل عقلہ السحر " ۲/۵۴) وہ شخص جسکا عقل سحر کی وجہ سے خراب ہو گیا ہو۔

نمبر۶: مفسر ابو السعود نے فرمایا متوفی ۹۸۲ھ "قد سحر فغلب علی عقلہ " (تفسیر ابی السعود ۶/۲۰۴) یعنی کفار رکھتے تھے، کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے، پس وہ جادو آپ کے عقل پر غالب آگیا ہے۔

نمبر۷: مفسر دکتور وحبۃ الزحیلی نے لکھا ہے، "سحر فغلب علی عقلہ واختل تفکیرہ یعنی کفار کا کہنا تھا کہ آپ پر جادو کیا گیا ہے۔ اور وہ آپ کے عقل پر غالب آگیا ہے، اور اسکی قوت فکر میں خلل پڑھ گیا ہے۔ (تحت ایت سورۃ الفرقان ۸ تفسیر منیر ۱۹/۲۱)

اور جلد ۱۵/ ۹۴ بنی اسرائیل ایت نمبر ۴۷ پر لکھا ہے۔ مسحور ای مخبول العقل، کقولھم ان ھو الا رجل بہ جنۃ "یعنی مسحور کا معنی ہے مجنون اور پاگل۔

نمبر۸: ابو بکر الحداد نے لکھا ہے ۔ مسحور ای مغلوب العقل قد سحروا زیل عن حدالاستواء۔ (تفسیر الحداد ۴/۱۹۳)

کہ مسحور کہ معنی ہے، وہ شخص جو مغلوب العقل (مجنون پاگل) ہو اس پر سحر کیا گیا ہو اسکی صحیح حالت باقی نہیں رہی ہو۔

نمبر۹: احمد بن المہدوی نے اشارہ کیا ہے "قد سحر من السحر " التحصیل ۴/۱۰۹ کہ یہ سحر ہی سے لیا گیا ہے جسکا معنی ہے سحر زدہ۔

نمبر۱۰: آمین شنقیطی نے فرمایا" انہ اثر فیہ السحر فاختلط عقلہ فالتبس علیہ امرہ "کہ اس پر سحر نے اثر کیا ہے، پس اسکی عقل بگڑ گئی ہے اس لئے اس پر اپنے کاموں میں التباس آتا ہے۔

(اضواء البیان ۶/ ۲۸۴)

نمبر۱۱: علامہ طنطاوی لکھتے ہیں "والمسحور ھو الذی سحر فاختلط عقلہ وزالت عنہ الھیئۃ السویہ " مسحور اسے کہتے ہیں جس پر جادو کیا گیا ہو، اور اسکی عقل خراب ہوگئی ہو اور اسکی صحیح حالت باقی نہ رہی ہو۔ (الوسیط ۸/ ۳۶۶)

نمبر ۱۲: علامہ ابن القیمؒ الجوزی متوفی ۷۵۱ھ کافی بحث و تمحیص اور مختلف مطالب بیان کرنے کے بعد لفظ مسحور کا صحیح مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں" ان المسحور علی بابه وهو من سحر حتی جن فقالو مسحور مثل مجنون ای زائل العقل لایعقل ما یقول فان المسحور الذی لا یتبع هو الذی فسد عقله بحیث لا یدری ما یقول فهو کالمجنون ۔(التفسیر القیم ۶۳۳)

مسحور کا لفظ اپنے اصل معنی پر ہے، اور وہ یہ کہ مسحور ایسا آدمی ہے، جس پر جادو کیا گیا ہو، حتی کہ وہ مجنون ہو، پس اہل عرب میں مسحور مثل مجنون کے ہے، جسکی عقل زائل ہو چکی ہو، اور اپنے کہے کو نہ سمجھتا ہو، بس بے شک اس مسحور کی اتباع نہیں کی جاتی جسکی عقل فاسد ہو چکی ہو، اور یہی عبارت۔ (بدائع الفوائد ۲/۲۲۶) پر بھی ہے۔

اور اللہ خوب جانتا ہے، کہ روایات سحر صراحتہ یہ ثابت کرتی ہے۔ کہ معاذاللہ رسول اللہ ﷺ کی عقل جادو سے متاثر ہو چکی تھی، آپ ناکردہ کو کردہ خیال کرتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کو بیداری کی حالت میں توہماتی مناظر نظر آتے تھے، لھذا یہ بات ثابت ہے کہ مسحور کا سحر زدہ کے علاوہ کوئی معنی ہے ہی نہیں، اور جن مفسرین نے دیگر معانی پہنانے کی کوشش کی ہے، وہ صرف روایات موضوعہ کی لاج رکھنے کی وجہ سے کیا ہے۔ اور مفسرین نے جو مسحور کے معنی جو مجنون پاگل، مخدوع، مصروف عن الحق وغیرہ سے کئے ہیں، یہ سب مسحور کے صفات ہیں معانی نہیں۔

اصول تفسیر، ابن کثیر سے! کچھ لوگ مسحور کے بارے میں مرجوح اقوال نقل کرتے ہیں، لھذا مسلمہ اصول پیش کئے جاتے ہیں، نمبر ۱: تفسیر القرآن بالقرآن ، نمبر ۲: تفسیر القرآن بالسنة النبوی ﷺ ۔

نمبر ۳: تفسیر القرآن باقوال الصحابہ مگر سنت نبوی او اقوال صحابہ سے تفسیر اس وقت قابل قبول ہو نگی جب روایت سند اور متن کے اعتبار سے صحیح اور اصول حدیث کے مطابق ہو، اور روایت اسرائیلی نہ ہو، اگر روایت قرآن یا حدیث صحیح کے مخالف ہو گی تو مردود ہو گی۔ اسرائیلیات بطور دلیل پیش نہیں کی جائیگی۔

نمبر ۴: تفسر باقوال التابعین، تفسیر کے اندر حجت نہیں، جب تک کسی قول پر سب متفق نہ ہوں۔

اقوال التابعین فی الفروع لیست حجة فکیف تکون حجة فی التفسیر ؟ ۔۔۔۔۔۔
اما اذا اجمعوا علی الشئ فلا ایرتاب فی کونه حجة " (تفسیر ابن کثیر ۱/۵/۱۰۴)

ابن ابی العز الحنفی لکھتے ہیں، تاویل کا معنی ہے، کلام اللہ کی وضاحت چاہے ظاہر نص کے موافق ہو یا مخالف" وھذا التاویل کا التفسیر یحمد حقه ویرد باطله "۲۱۴ لھذا تفسیر میں جو حق بات ہے وہ قبول کی جائے اور باطل کو رد کیا جائے۔ مگر افسوس کہ مفسرین نے اکثر اوقات ان اصول کا پاس نہیں رکھا، جس کی وجہ سے خلجان پیدا ہوا، اور کسی ایک تفسیر پر چمٹنے کی ضرورت نہیں، صحیح وسقیم کا خیال کرنا ضروری ہے۔

نمبر۱۳: علامہ ابن ملتانی کافی بحث کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ روایت سحر مشرکین مکہ کے الزام کی تصدیق وتائید کرنے والی ہے بہر حال یہ تو طے ہے، کہ کفار مکہ آپ کو جس معنی میں بھی مسحور کہتے ہوں ،وہ اس کی وجہ جادو ہی قرار دیتے تھے۔ کفار مکہ آپ کو معاذاللہ مجنون یا دھوکہ دیا ہوا یا حق سے پھرا ہوا یا لفظ مسحور سے جو بھی مراد لیتے تھے، اسکی وجہ یہی سمجھتے تھے کہ آپ ﷺ یہ سب کچھ کسی جادو کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے کر رہے ہیں۔ کیونکہ جادو کے اثر کی وجہ سے معاذاللہ آپ ﷺ کی عقل ٹھیک نہیں رہی ہے، یعنی لفظ مسحور کو وہ جادو زدہ" کے معنی میں ہی لیتے تھے، البتہ مجنون، پاگل، مخدوع (دھوکہ زدہ اور مصروف عن الحق (حق سے پھرا ہوا) یہ سب جادو زدہ ہونے کے نتائج اور اسکے مختلف تعبیرات ہیں مطلب یہ کہ لفظ مسحور کا سوائے جادو زدہ کے کوئی اور معنی ہے ہی نہیں لھذا ایت: وقال الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا "قطعی الثبوت ہونے کیساتھ ساتھ قطعی الدلالت بھی ہے۔ (معصوم پیغمبر ۸۳)

مسحور کا غلط معنی:- علامہ ابن القیم صاحب مسحور کے معنی قیل "من له سحر وھی الرئه یاکل ویشرب لیس بملك وھو جواب غیر مرضی وھو فی غائة البعد ولا یعرف ھذ فی لغة من اللغات" (بدائع ۳۰۹) کہ بعض لوگوں نے جو مسحور کا معنی پھیپڑوں والا کیا ہے، جو کھاتا پیتا ہے، ملائکہ نہیں، تو یہ انتہائی ناپسندیدہ جواب اور معنی ہے، جو حقیقت سے بہت دور اور کسی لغت میں معروف نہیں۔
ایک جگہ یہ معنی ابو عبیدہ نے کیا ہے، مگر اس پر ابن قتیبہ نے رد فرمایا ہے "لا ادری مالذی حمل ابا عبیدہ علی ھذا التفسیر المستکرہ مع ان السلف فسروہ بالوجوہ الواضحة "(البحر المحیط ۶/۵۴) کہ میں نہیں جانتا کہ ابو عبیدہ کو ایسے ناپسندیدہ اور منکرہ تفسیر پر کس چیز نے امادہ کیا ہے، حالانکہ سلف نے اسکی واضح تفسیر کی ہے۔

اور علامہ آلوسی نے بھی اس غلط معنی کی تردید فرمائی ہے۔" ولا یخفی ما فیه من البُعد "(روح المعانی ۱۵/۱۱۶)
اور یہ بات پوشیدہ نہیں کہ اس تفسیر میں حقیقت سے کتنی دوری ہے۔
علامہ ابن جریر طبری شیعی صاحب نے مسحور کا ایک اور معنی کیا ہے، سنیوں کو ورغلانے کے لئے " المسحور ای معلم یعنی عالم بالسحر " کہ انکو جادو سکھایا گیا ہے، گویا کہ یہ سمجھدار جادوگر ہے ۔ابن القیم صاحب فرماتے ہیں، کہ یہ معنی ویسے اچھا ہے، بشرطیکہ ان ساعدت علیه اللغة ولا یکاد هذا یعرف فی الاستعمال ولا فی اللغة " (بدائع التفسیر ۳۰۹)
اگر لغت ساتھ دیتی تو یہ معنی بہتر ہوتا، مگر استعمالات لغت میں یہ معنی معروف نہیں۔
پھر آخر میں فرماتے ہیں کہ صحیح معنی وہی ہے جو صاحب کشاف نے کئے ہیں، کہ اپنے باب سے ہے" وهو من سحر حتی جن مسحور مثل المجنون زائل العقل ما یقوله من قول فان المسحور الذی لا یتبع وهو الذی فسد عقله بحیث لا یدری ما یقوله فهو کالمجنون " کہ مسحور مجنون کی طرح ہے جسکی عقل زائل ہوتی ہو، اور جو کچھ خود کہتا ہے، اسکو بھی نہیں سمجھتا، اس لئے کہ ایسا مسحور جسکی اتباع نہ کی جاتی ہو وہ وہی ہوتا ہے جسکی عقل زائل ہوتی ہو، اور اپنے کہے کو بھی نہ جانتا ہو جیسے مجنون (پاگل) اور اسی معنی کی تائید قرآن سے ہوتی ہے۔ (الدخان ۱۴) معلم مجنون " اور جسمانی مرض کی وجہ سے اتباع سے منع نہیں کیا جاتا، اور نہ عیب ہے، بلکہ انکا عقیدہ تھا کہ یہ پاگل ہے، اپنے کہے ہوئے باتوں کو بھی نہیں سمجھتا۔ جب ہی تو اللہ نے فرمایا" انظر کیف ضربوا لك الامثال فضلوا فلا یستطیعون سبیلا" (الاسراء ۴۸) دیکھئے تمہارے واسطے کیسے مثال بیان کرتے ہیں، پس گمراہ ہوگئے انکو کسی راستے کا پتہ نہیں کبھی تمہیں شاعر کہتے ہیں کبھی مجنون کبھی مسحور"فضلوا فی جمیع ذالك "ان سب میں خطا پر ہیں۔

محدثین نے بھی مسحور کا معنی سحر زدہ ہی لیا ہے:۔ امام بخاری باب قول الله تعالی ان الله یامر بالعدل والاحسان: میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی جادو والی روایت نقل کر کے آخری جملوں میں لکھتے ہیں، ما بال الرجل؟ قال مطبوب یعنی مسحورا کہ اس آدمی کا کیا حال ہے، دوسرے نے جواب دیا، مطبوب ہے، یعنی مسحور ہے، امام بخاری نے خود مطبوب کا معنی مسحور سحر زدہ کر لیا ہے۔(امام طبرانی نے المعجم الاوسط ۱۰۱/۶) میں یہی روایت نقل کیا، جسکے آخری الفاظ ہیں مسحور کہ سحر زدہ ہے یہ وہی حدیث سحر ہے، جسکو اکثر مفسرین صاحبان صحیح مانتے ہیں، اگر بالفرض بخاری اور طبرانی کی احادیث میں

لفظ مسحور کا معنی سحر زدہ ہے، اور یقینا یہی معنی ہے، یعنی جس پر جادو ہوا ہو، تو پھر قرآن کریم کی سورۃ بنی اسرائیل ۴۷ اور سورۃ الفرقان ایت ۸ میں لفظ مسحور کی معنی کیوں جدا ہونگے، کیا قرآن میں تحریف معنوی زیادہ اسان ہے ؟ کہ قرآن میں تو لفظ مسحور کے کئی معانی نکال کر اصل معنی کو ہی دفن کر دیا جائے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ لفظ مسحور کا معنی اس حدیث کی روشنی میں کرتے جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے خود اصول بیان کئے ہیں، جو پچھلے صفحات میں ہم لکھ آئے ہیں، پھر اگر حدیث اس ایت کے خلاف کہ رہا ہے، تو اس حدیث کو رد کر دیتے لیکن ایسا نہیں ہوا، تفسیر میں اس حدیث کو چھوڑ کر ایت میں تاویلیں کرنے لگ گئے، کیونکہ ایت سے ثابت ہو رہا ہے، کہ جو شخص پیغمبر پاک مسحور کہتا ہے، وہ ظالم ہے، اس سے بچنے کے لئے اکثر مفسرین نے اس ایت کے لفظ مسحور کا مفہوم ہی بدل دیا" وقال الرسول یا رب ان قوم التخذوا هذالقرآن مهجورا" قیامت کے روز رسول اللہ ﷺ رب سے فریاد کریں گے کہ میری قوم نے اس قرآن کو ترک کر دیا تھا۔

دوسری بات یہ کہ لفظ مسحور عربی لغت میں صرف ایک ہی معنی کے لئے استعمال ہوتا ہے، آپ کسی بھی عربی یا اسکے چھوٹے بچے سے پوچھیں کہ لفظ ساحر اور مسحور کے کیا معنی ہیں، وہ بھی بلا جھجک کے بتادیں گے کہ سحر زدہ" لیکن روایت سحر سے مرعوب ہو کر مفسرین صاحبان نے قرآن میں لفظ مسحور کی تاویلیں کرنا شروع کر دیں، اور پھر وہ تاویلیں بمنزلہ قول اللہ اور قول رسول ﷺ کی ہو گئیں، کہ ان کو رد کرنا ایسا سمجھا جارہا ہے، جیسا کہ کوئی قرآنی ایت یا صحیح حدیث کو رد کر دیتا ہے، مگر آپ دیکھیں کہ بعض جراتمند مفسرین نے خود ان بے بنیاد اقوال یا تاویلات اور معانی کو رد کر دیا ہے۔ ملاحظہ کریں

نمبر ۱: میرے خیال میں اولین معنی تبدیل کرنے والے ابن جریر طبری شیعی صاحب ہیں جو ۲۱۰ھ میں گزرے ہیں۔ وہ سورۃ اسراء" فقال له فرعون انی لاظنك یا موسی مسحورا " تحت تحریر کرتے ہیں" وقد یجوز ان یکون مرادا انی لاظنك یا موسی ساحرا فوضع المفعول موضع فاعل "(جامع البیان ۱۷/۵۸۶)

اور یہ بھی جائز ہے کہ فرعون کے موسی کو مسحور کہنے سے مراد ساحر ہو، اسم مفعول کی جگہ اسم فاعل رکھدیا۔

جواب:۔ مگر محمود بن حمزہ اس تاویل و تفسیر کو عجیب و غریب قرار دیکر رد فرماتے ہیں، لکھتے ہیں الغریب (مسحور) بمعنی ساحر کہ یہ انتہائی نامناسب تفسیر ہے۔(غرائب التفسیر و عجائب التاویل ۱/۶۴۴)

مگر ادنی عقل والا جانتا ہے، کہ اگر ساحر بمعنی مسحور اور مسحور بمعنی ساحر لیں تو اوپر چار آیات میں کوئی فرق نہیں رہتا بلکہ بے جا تکرار ہو جائیگا، مگر ادنی سا فہم رکھنے والا بھی جانتا ہے، کہ ان چار آیات میں زمین واسمان کا فرق ہے، جس طرح پیغمبر کو ساحر کہنا ظلم اور کفر ہے اسی طرح مسحور کہنا بھی گستاخی اور ظلم ہے۔

نمبر ۲: ابو اللیث ثمرقندی متوفی ۳۷۳ھ لکھتے ہیں، کہ مسحور بمعنی مخدوع ہے، جس کو دھوکہ دیا گیا ہو، اس قول کا پہلا قائل یا موجد یہی شخص ہے،"وذکر القتبی عن مجاهد انه قال مسحورا ای مخدوعا"کہ قتبی نے مجاہد سے نقل کیا ہے، کہ مسحور کا معنی ہے مخدوع یعنی دھوکہ دیا گیا۔(بحر العلوم ۲/۳۱۴)

جواب:۔ مگر امام مجاہد متوفی ۱۰۴ کی تفسیر میں یہ قول موجود نہیں، یہ قول بلا سند ہے، اس لئے تمام مفسرین نے بغیر سند کے مجاہد کی طرف منسوب کیا ہے، یا یوں لکھا ہے"مخدوعا فی تفسیر بعضهم"

(تفسیر القرآن العزیز لابن ابی زمنین مالکی متوفی ۳۹۹)

یعنی بعض نے مسحور کے معنی مخدوع کیا ہے، مگر یہ قول بلا سند ہے، اس لئے مذکورہ مفسر نے اس کو مناسب نہیں سمجھا کہ بلا سند اسے مجاہد کی طرف منسوب کرے۔

اور لفظ مسحور بمعنی مخدوع عبد اللہ ابن عباس کی طرف بھی بلا سند منسوب ہے، جیسا کہ امام ثعلبی متوفی ۴۲۷ اپنی تفسیر الکشف والبیان ۶/۱۳۸ میں سورۃ اسراء ایت ۱۰۱ کے تحت لکھتے ہیں، وقال ابن عباس مخدوعا کہ ابن عباس نے مسحور کا معنی مخدوع دھوکہ دیا ہوا کیا ہے۔ مگر ثعلبی نے اسکی کوئی سند بیان نہیں فرمائی، اور بعد آنے والے مفسرین آنکھیں بند کرکے اس قول کو بلا سند ابن عباس کی طرف منسوب کرتے رہے ہیں۔ مگر کوئی قول بلا سند اور نص قرآن کے خلاف قطعا قابل قبول نہیں۔

نمبر ۳: مسحور بمعنی صاحب معدہ یعنی"رجلا له سحر"جو کھاتا پیتا ہو۔

جواب: ماشاء اللہ یا اللہ بھلا کرے اگر یہی معنی مراد لئے جائیں، کہ وہ شخص ظالم ہے جو رسول اللہ ﷺ کو صاحب معدہ کھاتا پیتا گمان کرے، تو سب سے پہلے العیاذ باللہ اسکا مرتکب میرے رب اور اسکی کتاب ہے، جس نے الفرقان ایت ۲۰ "وما ارسلنا قبلك من المرسلين الا انهم لياكلون الطعام"ترجمہ اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول نہیں بھیجا، مگر یہ کہ وہ سب (صاحب معدہ ہو کر) کھانا کھاتے تھے، یعنی بشر تھے۔

ہاں البتہ کفار ایسے تھے، کہ وہ رسالت کیساتھ معدہ اور کھانا پینا منافی سمجھتے تھے، چنانچہ الفرقان ایت ۷ میں ہے"وقالوا مالهذا الرسول یاکل الطعام ویمشی فی الاسواق"اور کفار کہتے تھے کہ یہ کیسے

رسول ہیں، کہ کھانا بھی کھاتا ہے، اور بازاروں میں بھی گھومتا ہے (یعنی یہ تو ہماری طرح بشر ہے) گویا کہ وہ رسول کو مافوق البشر کوئی چیز یا ملائکہ گمان کرتے تھے۔ تو یہ کیسے معنی ہے جو قرآن کے فہم کے مطابق کفار کے قول کے عین مطابق ہے۔

اور یہ معنی ابو عبیدہ کی طرف منسوب ہے۔" قال ابو عبیدہ یرید بشرا ذاسحر ای ذاراۃ" پچھلے صفحات میں بدائع التفسیر ۳۰۹ کے حوالہ سے اس پر رد ہو چکا ہے کہ یہ بڑا ناپسندیدہ جواب ہے۔ بحر المحیط ۶/ ۵۴ کے حوالہ سے بھی اس پر رد ہم کر چکے ہیں، اور امام آلوسی کی روح المعانی ۱۵/ ۱۱۶ میں بھی اسکو بڑا بعید معنی قرار دیا گیا۔

امام فخر الدین رازی نے بھی اس پر رد کر کے لکھا ہے، کہ" قال ابن قتیبہ ولا ادری مالذی حملہ علی ھذالتفسیر المستکرہ مع ان السلف فسّروہ بالوجوہ الواضحۃ " (التفسیر الکبیر ۲۰/ ۳۵۱) ابو عبیدہ لکھتا ہے کہ " مسحور سے مراد صاحب معدہ یعنی کھاتا پیتا شخص ہے، کے بارے میں ابن قتیبہ فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ ابو عبیدہ صاحب کو اس مکروہ اور قبیح تفسیر پر کس چیز نے مجبور کیا ہے؟ حالانکہ سلف نے اس لفظ مسحور کی واضح تفسیر بیان کی ہے، کہ مسحور کا معنی ہے، سحر زدہ۔

اور علامہ ابن القیم طویل بحث کے بعد لکھتے ہیں:۔ کہ "وای مناسبۃ لذکر الراۃ فی ھذالموضع فھذالجواب فی غایۃ الضعف " (تفسیر ابن القیم ۳۳۲) کہ مسحور سے کھانے پینے والا مراد لینا یہ انتہائی ضعیف جواب یا تفسیر ہے، اور اس جگہ میں صاحب معدہ مراد لینے کی آخر مناسبت ہی کیا ہے؟

ھذا ثابت ہوا! : کہ مسحور کا صحیح ترین معنی صرف اور صرف یہی ہے، کہ مسحور بمعنی سحر زدہ لھذا قرآن ماننے والوں اور پڑھنے والوں کو اس بات میں ذرا برابر شک نہیں کہ کفار ہمارے نبی کو سحر زدہ قرار دیکر مجنون سمجھتے تھے۔ اور اللہ تعالی نے صاف فرمایا کہ جو میرے نبی کو سحر زدہ کہتا ہے وہ بہت بڑا ظالم (کافر اور مشرک) ہے۔ باقی بات رہی روایت کی وہ کسی نے رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ گھڑا ہے، اس کا حال آگے بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ

احادیث کا روایتی و درایتی معیار : اسمیں شک نہیں کہ ذخیرہ حدیث مدون ہو چکا ہے، مگر اس ذخیرہ میں جہاں بڑی مقدار صحیح اور ثابت احادیث کی ہے، وہیں ایک بڑی مقدار غیر ثابت یا ضعیف احادیث کی بھی ہے، ائمہ نے اگرچہ بہت احادیث کو اصول روایت کی کسوٹی پر پرکھ کر اپنی فہم کے مطابق ایک

حکم لگا دیا ہے، تاہم بڑی مقدار میں روایات پر ابھی مزید کام کرنے ضرورت ہے تو احادیث مبارکہ کے روایتی پہلو یعنی سند پر بہت کام ہوا ہے۔ اور محدثین عظام احادیث کی سندی پہلو کو جانتے بھی ہیں۔ مگر بدقسمتی سے احادیث مبارکہ کی درایتی پہلو پر کام نہ ہونے کے برابر ہے، اور محدثین کرام کا یہ فن بھی نہیں۔ وہ اس فن سے تقریبا ناواقف ہیں، اور اس فن کا ملکہ اللہ تعالی نے فقہا امت کو عنایت فرمایا ہے، مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ اس معیار پر کام ابھی باقی ہے۔

چونکہ کتاب اللہ نے ہمیں کسی خبر کو پرکھنے کے لئے دو معیار عطا کئے ہیں، نمبر۱: نقد رجال نمبر۲: درایت متن۔ پہلی معیار کے لئے حکم ہے " یا ایھا الذین آمنوا ان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا ان تصیبوا قوما بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین" (حجرات۶)

اے مسلمانوں اگر تمہیں کوئی فاسق خبر دے تو اسکی اچھی طرح تحقیق کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ نادانی میں کسی قوم کو ایذا پہنچادو، پھر اپنے کئے پر پشیمان ہوں۔

اور یہ بھی یاد رکھیں کہ مذکورہ ایت کریمہ اکثر مفسرین کے نزدیک ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ جیسے صحابی کی خبر دینے کے بارے میں نازل ہوئی ہے، جس نے بنو المصطلق کے بارے میں اطلاع دی تھی کہ وہ زکوۃ دینے سے انکاری ہیں، حالانکہ بات ایسی نہ تھی کچھ غلط فہمی تھی، توجب صحابی کے بارے میں یہ حکم ہے، تو پھر ملا، محدث فقیہ امام، کس باغ کی مولی ہے، لھذا قرآن نے بتادیا کہ تحقیق سند کی ضروری ہے۔

دوسرے درایتی معیار کے لئے میرا اللہ فرماتے ہیں، "لولا اذ سمعتموہ قلتم ما یکون لنا ان نتکلم بھذا سبحانک ھذا بھتان عظیم" (النور۱۶)

تم نے ایسی بات کو سنتے ہی کیوں نہ کہہ دیا کہ ہمیں ایسی بات منہ سے نکالنی بھی لائق نہیں، یہ تو بہت بڑا بہتان ہے۔

حالانکہ اس الزام یا روایت کے سند میں، سیدنا حسان رضی اللہ، سیدنا مسطح رضی اللہ عنہ سیدہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا جیسے صحابہ تھے جنکو حد قذف بھی لگائی گئی۔ (مسند احمد ۶/ ۳۰) ترمذی ۳۱۸۱ ابو داؤد ۴۴۷۴ ابن ماجہ ۲۵۶۷ مگر سند کا اعتبار کئے بغیر اللہ تعالی نے متن پر غور کرنے کا حکم دیا، کہ متن روایت ہی کتاب اللہ، اور عصمت انبیاء، حفاظت حرم رسول اور عقل سلیم کے خلاف ہونے کی وجہ سے اتنی مردود ہے، کہ اس لائق ہے کہ سنتے ہی اسکی تردید کرنا فرض ہے، سند وغیرہ پر نظر بھی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔

درایت حدیث کی اہمیت:

درایت کی ضرورت واہمیت کہیں ہماری اختراع واشتہا نہیں بلکہ جبال العلم جیسے فقہا وعلماء نے بھی اسکی تصریح فرمائی ہے۔

نمبر۱: امام شافعی لکھتے ہیں "لا یستدل علی اکثر صدق الحدیث وکذبہ الا بصدق المخبر وکذبہ الا فی الخاص العلیل من الحدیث وذالك ان یستدعلی الصدق والکذب فیہ بان یحدث المحدث ما لایجوز ان یکون مثلہ او ما یخالفہ ما ھو اثبت واکثر دلالات بالصدق منہ "(الرسالہ ۲۹۹)

یعنی اکثر احادیث کے صحیح اور غلط ہونے کا معیار تو راوی کا صادق یا جھوٹا ہونا ہی ہے، مگر چند مخصوص احادیث کہ ان کا صحیح اور غلط ہونا بایں طور جانا جاتا ہے کہ حدیث بیان کرنے والا ایسی حدیث بیان کرے کہ اس جیسا مضمون عقلا ممکن نہ ہو، یا ایسی حدیث بیان کرے جو اس سے مضبوط درجہ کی دلیل یا ایسی حدیث کے معارض ہو، جسمیں صدق اور صحت کے قرائن اس سے زیادہ ہوں۔

نمبر۲: امام سرخسی لکھتے ہیں کہ

"اصل البدع والاھواء انما ظھر من قبل ترك عرض اخبار الاحاد علی کتاب اللہ والسنۃ المشھورۃ ثم تاولو علیھا الکتاب والسنۃ المشھورۃ فجعلوا التبع متبوعا وجعلوا الاساس ماھو غیر متیقن بہ فوقعوا فی البدع والھواء "(اصول سرخسی ۱/۲۷۷)

اخبار آحاد کا کتاب اللہ اور سنت مشہورہ پر پیش نہ کرنے کی وجہ سے بدعات وخواہشات کا ظہور ہوا پھر علماء نے ان اخبار احاد کی وجہ سے کتاب اللہ اور سنت مشہورہ کے اندر تاویلات شروع کیں، اور جو چیز اصل اور بنیاد تھی اسکو فرع اور تابع بنادیا، اور جو چیز غیر یقینی ظنی تھی اسکو اصل قرار دیا لھذا بدع وہوا کے اندر قوم گر گئی۔

نمبر۳: امام دبوسی متوفی ۴۳۰ھ نے بھی یہی لکھا ہے، کہ خبر واحد کو قرآن اور سنت مشہورہ پر پیش نہیں کیا جاتا ہے، اور خبر واحد پر عمل کرنا شروع کیا، اور خبر واحد کی بنیاد پر نصوص قطعیہ میں تاویلات شروع ہوئیں، اور اصل کو فرع اور فرع کو اصل قرار دیا تو اسی طرح اخبار احاد کو ماننے کا ضرر نہ ماننے سے زیادہ ہے۔

(تقویم الادلہ ۱/۱۹۷)

نمبر ۴: امام ابن القیم نے لکھا کہ " صحت الاسناد ليست موجبة لصحة الحديث فانما يصح الحديث بجميع امور منها صحة سنده انتفاء علته وعدم شذوذه ونكارته وان لا يكون راويه قد خالف الثقات اور شذ عنهم ۔(الفروسیہ ۶۴)

صحت سند صحت متن کو واجب نہیں کرتی، کیونکہ متن حدیث کی صحت چند امور کے مجموعہ سے ثابت ہوتی ہے، جن میں سے اس کی سند کا صحیح ہونا اور اسمیں علت خفیہ کا نہ ہونا، اسکا شاذ اور منکر نہ ہونا، اور یہ بات ہے، کہ اس کے راوی نے دیگر ثقات سے الگ ہو کر انکی مخالفت نہ کی ہو۔

نمبر ۵: علامہ شبیر احمد عثمانی کی تحریر کا خلاصہ: کہ محدثین کا اصل کام اسنادی پہلو سے بحث کرنا ہے۔ متن کے اعتبار سے حکم لگانے سے گریز کرتے ہیں، کیونکہ یہ فقہاء و اصولین کا کام ہے، اور ہر فن کے اپنے ماہرین ہوتے ہیں۔ خلاصہ (مقدمہ فتح الملھم ۵۱)

نمبر ۶: امام حاکم نیشاپوری ایک جگہ ایک شبہ کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔ کہ اگر کوئی یہ شبہ کرے کہ ایک صحیح الاسناد حدیث کے خلاف یا معارض کوئی صحیح حدیث نہیں ہوتی، تو ہم ایسے شخص کو مشورہ دیتے ہیں، کہ وہ صحیح مسلم کا مطالعہ کریں چنانچہ وہ صحیح متعارض حدیثوں کی اتنی مثالیں پائے گا کہ تھک جائے گا۔(مستدرک ۱/۲۲۶)

سند کے علاوہ متن حدیث پر غور کر کے روایت کو قبول کرنا یا رد کرنا فرض ہے، جسکی پہلی دلیل تو پیش کر چکے ہیں، سورۃ النور ۱۶) کہ ایسی بات جو عقلا و نقلا محال اور نامناسب ہو اسکو سنتے ہی رد کرنا فرض ہے، نہ کہ سند کا لحاظ کرتے ہوئے رجال کی رٹ لگانا۔

دوسری دلیل: ابو حمید اور ابو اسید رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ پیغمبر اسلام نے فرمایا ہے " اذاسمعتم الحديث عني تعرفه قلوبكم تلين له اشعاركم وابشاركم وترون انه منكم قريب فانا اولاكم به . واذا سمعتم الحديث عني تنكره قلوبكم تنفره منه اشعاركم وابشاركم وترون انه منكم بعيد فانا ابعدكم منه " (مسند احمد ۵/۴۲۵، ۳/۴۹۷، ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں ۲/۲۵۵) پر اسے جید الاسناد قرار دیا ہے اگر تم کو میرے حوالہ

سے کوئی حدیث پہنچے جسکو تمہارے قلوب اوپری اور انوکھی نہ جانیں نیز اس حدیث کے مضمون سے تمہارے بال کھال نرم ہو جائیں (یعنی وہ تمہارے ظاہر کو متاثر کردے) اور وہ حدیث تمہارے دین سے تمہیں قریب نظر آئے، تو میں اس حدیث کے بولنے سے زیادہ مستحق ہوں، اور اگر برعکس ہو، تو ایسی حدیث کے صدور سے میں زیادہ بعید ہوں (یعنی وہ میری حدیث نہیں ہو سکتی)

اس حدیث مین درایت متن کی ترغیب دی گئی ہے

صحابہ کے دور میں ایسی مثالیں موجود ہیں، کہ ایک صحابی نے اگر کوئی روایت پیش کی اگرچہ صحابی سے جھوٹ بولنا ممکن نہیں اور دوسرے نے اسکو قرآن یا سنت مشہورہ کے خلاف پاکر رد کیا۔

نمبر ا: چنانچہ عمر فاروق رضی اللہ عنہ ک سامنے فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کی حدیث پیش کی گئی کہ طلاق بائن کے بعد رسول اللہ ﷺ نے انکو شوہر پر نفقہ، ورہائش مقرر نہ فرمائی، تو عمر رضی اللہ عنہ نے نورا رد فرمایا، کہ یہ روایت قرآن کے خلاف ہے، پیغمبر ایسا نہیں کرسکتے اللہ کا اشاد ہے "لا تخرجو ھنّ من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یاتین بفاحشۃ مبینۃ"

(مسلم کتاب الطلاق باب المطلقہ ثلاثا لا نفقۃ لھا ۱۴۸۰)

نمبر۲: مقدمہ مسلم میں ہے کہ ابن عباس کے پاس ایک کتاب لائی گئی کہ اسمیں علی کے فیصلے ہیں، انہوں نے غور سے دیکھا پھر ایک ذراع کے بقدر چھوڑ کر باقی سارا مٹا دیا، اور فرمایا کہ علی نے یہ فیصلے کئے ہی نہیں ہیں، الا یہ کہ گمراہ ہو گئے ہوں۔

نمبر۳: محمد بن عیسی طباع متوفی ۲۲۴ھ کا قول ہے، "کل حدیث جاءک عن النبی لم یبلغک ان احدا من اصحابہ فعلہ، فدعہ" (الفقیہ والمتفقہ ۱/ ۳۹۲ ہر ایسی حدیث جو تمہیں رسول کے حوالے سے پہنچے اور تمہیں یہ معلوم نہ ہو سکے (باوجود کافی تحقیق کے) کہ صحابہ میں سے کسی نے اس پر عمل کیا ہے، تو تم اس حدیث کو چھوڑ دو۔

سند کے اعتبار سے صحیح مرفوع متصل ثقہ مامون سے مروی حدیث بھی مندرجہ ذیل صورتوں میں رد کر دی جاتی ہیں۔

نمبر ا: جب حدیث خلاف عقل ہو:۔ چونکہ شریعت ممکنات عقلیہ کو بیان کرتی ہے، لھذا جو حدیث، عقل جس بات کو ضروری قرار دیتی ہو اسکے خلاف جارہی ہو تو ایسی حدیث کو رد کیا جائیگا۔

مثلا: "حدیث ولد الزنا شر الثلاثة" کہ زنا سے پیدا ہونی والی اولاد، زانی، اسکی والدہ مزنیہ تینوں سے بدتر ہے، امام حاکم نے اس حدی ث کو نقل کر کے صحیح قرار دیا اور ذھبی نے بھی انکی موافقت کی ہے مگر صحابی رسول عبد اللہ بن عباس نے اس روایت کو سن کر عقل کی کسوٹی پر جانچا تو رد کر دیا اور فرمایا " لو کان شر الثلاثة ما استوفی ب امه ان ترجم حتی تصنعه " اگر ولد الزناء تینوں میں بدترین ہوتا، تو اسکی ماں کو رجم کئے جانے می ں اتنی مہلت نہ دی جاتی کہ وہ اسے جن لے۔ (الاجابہ للزرکشی ۱۲۰)

نمبر ۲: جب حدیث قرآن کے خلاف ہو:۔ جب کسی روایت کا مضمون قرآن کے کسی ایت سے معارض ہو، تو روایت کو بے بنیاد کہ اجائیگا، یا مؤول۔ اسکی ایک مثال پچھلے صفحہ میں گزر چکی ہے، کہ عمر فاروق نے فاطمہ بنت قیس کی روایت کو قرآن کی ایت کی وجہ سے رد فرمایا مسلم کے حوالہ سے۔

دوسری مثال: حدیث "ولد الزناء ل ا یدخل الجنة الی سبعة ابناء " کہ زنا کی اولاد سات نسلوں تک جنت میں نہیں جائیگی، مگر اس ر وایت کو قرآن کی ایت "لا تزر وازرة وزر اخریٰ" کیساتھ صریح معارضے کی وجہ سے رد فرما کر موضوع قرار دیا۔ (للالئی المصنوعة ۲/ ۱۹۴)

مثال نمبر ۳ : ولید بن عبد الملک نے امام زہری سے سوال کیا، کہ اہل شام نے ہم سے یہ حدیث بیان کی کہ "ان الله اذا استرعی عبدا رعیته کتب له الحسنات ولم یکتب له السیئات " کہ اللہ جب کسی بندے کو اپنی مخلوق پر بادشاہت عطاء کرے تو پھر اسکی نیکیاں لکھی جاتی ہیں، اور برائیاں نہیں لکھی جائیں گی۔

تو امام زہری نے اس روایت کو باطل قرار دیا، اور فرمایا، قرآن کہتا ہے " یا داؤد انا جعلنك خليفة فی الارض فاحكم بين الناس بالحق ولا تتبع الهوی فيضلك عن سبيل الله ان الذين يضلون عن سبيل الله لهم عذاب شديد بما نسوا يوم الحساب " جب اللہ تعالی نے پیغمبر

داؤدؑ کو اتباع ھواء کی اجازت نہ دی اور دھمکی دی وعید سنائی وہ بادشاہ تھے اور پیغمبر بھی، پھر دوسرے بادشاہ کی کیا حیثیت ہے۔(نفحۃ العرب ۴۹)

مثال نمبر۴: حدیث ہے " ان رسول اللہ ﷺ امر فیمن زنی ولم یحصن بجلد مائۃ وتغریب عام "(بخاری شہادات ۲۶۴۹)

ایسی روایت صحاح میں کئی سندات سے مروی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جو شخص غیر شادی شدہ ہو کر زنا کرے اس سے سزا کے طور پر سو کوڑے اور ایک سال جلاوطن کیا جائے گا۔

مگر یہ حدیث قرآن کی ایت " الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل واحد منھما مائۃ جلدۃ " سے صاف معارض ہو رہی ہیں، کیونکہ ایت میں جلاوطنی کا ذکر نہیں، اس لئے ابو بکر جصاص رازی فرماتے ہیں:۔

کہ اگر جلاوطنی سزا کا حصہ ہوتا تو قرآن کی طرح تواتر سے ہمیں پہنچ جاتا، مگر یہ خبر واحد ہے، اگر ایت سے پہلے ہو تو ایت سے منسوخ شمار ہوگا۔ اور اگر بعد کا ہے، تو اسکو اصل سزا کا حصہ قرار دینا خبر واحد کے زریعے قرآن کو منسوخ کرنے کا مترادف ہوگا جو قطعاً جائز نہیں۔ اس لئے حدیث کا احترام کرتے ہوئے کہا جائے گا کہ جلاوطن اصل سزا کا حصہ نہیں البتہ بطور تعزیر حاکم کسی وقت اسکو لاگو کر سکتا ہے۔

(تقریب شرح معانی الآثار ۲/۳۳۳)

عرض الحدیث علی القرآن :۔ عرض الحدیث علی القرآن کے دلائل کے لئے ملاحظہ کریں امام ابو حنیفہ کی کتاب العالم والمتعلم ۱۰۰، ۱۰۳ توثیق السنہ فی القرن الثانی ۲۸۹، ابو یوسف کی کتاب الرد علی سیر الاوزاعی ۲۵، اصول سرخسی ۱/۳۶۵ احناف کے ہاں یہ نظریہ اتفاقی ہے کہ حدیث کو کتاب اللہ پر پیش کی جائیں گی۔

مخالف قرآن روایت کا حکم:

ابن علامہ احمد سعید ملتانی لکھتے ہیں۔

اصول حدیث کے اعتبار سے بھی یہ روایت نا قابل قبول ہے کیونکہ فقہاء و محدثین کے نزدیک یہ طے شدہ اصول ہے کہ جو روایت کتاب اللہ کے خلاف ہو وہ قابل رد ہے۔

علامہ جمال الدین قاسمیؒ روایات کے موضوع ہونے کی علامات بیان کرتے ہوئے ایک علت یہ بھی لکھتے ہیں:

"ومنھا مخالفۃ لصریح القرآن" (قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث معرفۃ الوضع والحامل علیہ: ص ۱۵۰)

اور ان علامات میں سے اک علامت یہ بھی ہے کہ وہ روایت قرآن کے صریح بیان کے خلاف ہو۔
اسی طرح حافظ ابن القیم الجوزیہ اپنی کتاب: نقد المنقول" میں لکھتے ہیں:

"ومنها مخالفة الحديث لصريح القرآن"

اور روایت کے موضوع ہونے کی یہ بھی علامت ہے کہ وہ قرآن کی تصریح کے خلاف ہو۔(نقد المنقول والمحك المميز بين المردود والمقبول فصل مخالفة الحديث الموضوع لصريح القرآن)

اسی طرح علامہ نظام الدین الشاشی ؒ لکھتے ہیں:

"شرط العمل بخبر الواحد ان لا يكون مخالفا للكتاب "

خبر واحد پر عمل کرنے کی یہ شرط ہے کہ وہ کتاب اللہ کے مخالف نہ ہو" (اصول الشاشی بحث شرط العمل بخبر الواحد)
یعنی اگر بالفرض اس روایت کی سند بے غبار ہی کیوں نہ ہو پھر بھی قرآن کی مخالفت کی وجہ سے یہ نا قابل قبول ہے کیونکہ سند کا صحیح ہونا متن کے صحیح ہونے کو مستلزم نہیں ہے۔

الباحث الحثیث میں ہے:

"صحة الاسناد لا يلزم منه صحة الحدث" سند کی صحت سے حدیث کا صحیح ہونا لازم نہیں ہے۔
(الباعث الحثیث فی اختصار علوم الحدیث)

اس کی مختلف وجوہ لکھتے ہوئے ایک وجہ یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ

"مثل ان يكون الحديث معارضا للقرآن" (الباعث الحثیث)

مثلاً حدیث قرآن کے خلاف ہو۔

حافظ ابن حجر موضوع روایت کی علامات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "ومنها مايوخذ من حال المروی کان يكون مناقضا لنص القرآن ۔۔ الخ۔ (شرح نخبۃ الفکر لابن حجر: ص۷۹)
اور ان علاامات میں سے ایک یہ ہے کہ وہ روایت قرآن کی نص کے خلاف ہو۔

بہر حال اس اصول پر محدثین وفقہاء کا اتفاق ہے کہ جو روایت کتاب اللہ کی مخالف و معارض ہو وہ قابل تسلیم نہیں ہے۔ لہذا روایت سحر چونکہ کتاب اللہ اور عصمت مصطفی ﷺ کے خلاف ہے اس لئے قابل قبول نہیں ہے۔

نوٹ:۔ معرفة السنن والآثار للبیھقی وغیرہ کتب حدیث میں ایک حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے منبر پر کھڑے ہو کر لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

"ان الحدیث سیفشو عنی فما اتاکم عنی یوافق القرآن فھو عنی وما اتاکم عنی یخالف القرآن فلیس عنی"

بے شک حدیثین میری نسبت بہت پھیلیں گی پس جو قرآن کے موافق ہو وہ میری حدیث ہے اور جو قرآن کے خلاف ہو وہ میری حدیث نہیں۔

اس حدیث کو ضعیف کہا گیا ہے، مگر الدکتور مصطفی الباعی صدر شعبہ فقہ اسلامی جامعہ دمشق اپنی شہرہ آفاق کتاب" السنة ومکانتھا فی التشریع الاسلامی " میں لکھتے ہیں۔(اگر اس حدیث کو متن کی بناء پر رد کیا گیا ہے تو یہ حدیث مختلف الفاظ کے ساتھ روایت کی گئی ہے اکثر روایات کے الفاظ یوں ہیں۔ "جو قرآن کے موافق ہو اسے قبول کر لو۔ اور جو اس کے مخالف ہو یا موافق نہ ہو اسے رد کر دو اور یہ الفاظ ایسے نہیں کہ ان کی بناء پر اس حدیث کو ضعیف قرار دیا جائے چہ جائیکہ عبدالرحمن بن مہدی کی طرح اس کے بارے میں یہ فیصلہ صادر کیا جائے کہ " یہ حدیث خوارج اور زنادقہ کی ساختہ پرداختہ ہے۔ اس کی وجہ علماء کا وہ متفقہ فیصلہ ہے جو قبل ازیں ہم ذکر کر چکے ہیں کہ جو حدیث قرآن کریم اور سنت صیحہ کے خلاف ہو وہ موضوع ہوتی ہے۔ جب کوئی حدیث ایسے حکم پر مشتمل ہو جو خلاف قرآن ہو یا اس کے موافق نہ وہ اور اس میں تاویل کی گنجائش نہ ہو تو ہم بالاتفاق اس کو موضوع قرار دیں گے۔ ظاہر ہے کہ حدیث زیر قلم میں اس سے زیادہ کچھ مذکور نہیں۔ (السنة ومکانتھا فی التشریع الاسلامی ۲۴۴،۲۴۵ فلھذا مذکورہ بالا حدیث اگرچہ سند کے لحاظ سے کمزور ہے، لیکن اسکا متن صحیح ہے۔(معصوم پیغمبر ۹۰،۸۹،۸۸،۸۷)

موسوم بہ حدیث رسول کا تشریعی مقام

نمبر۳: جب روایت سنت مشہورہ کے خلاف ہو:۔ جب کوئی روایت سنت مشہورہ کے معارض یا خلاف آئے تو اسکو بھی منسوخ یا مؤوّل قرار دیکر رد کی جائیگی مثلا ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، "اذا نودی للصلوة الصبح واحدکم جنب فلا یصم یومئذ "(مسند احمد ۲۴۸/۲،ابن ماجہ ۱۷۰/۲)

یہ روایت سند کے ایک اعتبار سے صحیح ہے بوصیری نے زوائد میں فرمایا"ھذا اسناد صحیح ، رجالھم ثقات"۔

مگر جمہور محدثین نے اس روایت کو سنت مشہورہ کے خلاف ہونے کیوجہ سے رد اور ترک کر دیا ہے، کیونکہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ اور ام سلمہ دونوں سے کثیر طرق سے مروی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں صبح کرتے کہ آپکو غسل جنابت کی ضرورت ہوتی، لھذا وہ مبارک غسل فرماتے، اور نماز فجر کے لئے تشریف لے جاتے اور اس روز آپ کا روزہ بھی ہوتا تھا۔ (شرح معانی الآثار، باب الرجل یصبح فی یوم من شهر رمضان جنبا هل یصوم ام لا؟)

نمبر ۴: جب روایت اجماع کا مخالف ہو۔ مثلا روایت ہے، " من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعة فاقتلوه "جو شراب پیئے تو اسکو کوڑے لگاؤ اگر دوبارہ پیئے تو اسے قتل کرو۔

مگر امام ترمذی نے امت یعنی صحابہ کرام کا اجماع نقل فرمایا ہے، کہ رسول اللہ کے پاس ایسے شخص لائے گئے جس نے چوتھی مرتبہ شراب نوشی کی تھی، مگر پیغمبر اسلام نے اسے کوڑے لگا کر چھوڑ دیا، قتل نہ فرمایا۔

اس طرح ترمذی میں کتاب المناقب میں روایت نمبر ۳۷۲۱ آئی ہے، کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پرندے کا پکا ہوا گوشت پڑا تھا، اور رسول اللہ ﷺ نے دعا کی یا اللہ میرے پاس ایسے شخص کو بھیج دیں جو تیری مخلوق میں سب سے زیادہ تجھے محبوب ہو، جو میرے ساتھ اس پرندے کا گوشت کھائے، چنانچہ علی تشریف لائے۔ اس روایت سے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، پوری امت پر۔

مگر تمام صحابہ کا اجماع ہے، کہ امت میں افضل ترین شخص ابو بکر ہے، لھذا مذکورہ بالا روایت میں محدثین کے کلام کے ساتھ اسکی تاویل بھی فرمائی۔ (تحفۃ الاحوذی ۱۰/ ۱۵۳)

نمبر ۵: جب روایت شاذ ہو!

جب ایک یا دو راوی ایسے بات روایت کرنے میں اکیلے ہوں، جس بات کا علم بہت سارے لوگوں کو ہونا ضروری ہو، تو سمجھ جاؤ کہ یہ روایت مکمل بے اصل اور منگھڑت ہے، امت کے فقہاء ایسی روایات کو شاذ کہتے ہیں، جیسے حدیث قلتین " کا صرف ابن عمر سے نقل ہونا، پھر ابن عمر سے صرف انکے صاحبزادوں کا نقل کرنا، دیگر ابن عمر رضی اللہ عنہ کے شاگرد بھی اس سے بے خبر ہیں، تفصیل کے لئے۔ (تھذیب سنن ابی داؤد ۱/ ۶۲ لابن القیم) ملاحظہ کریں۔

نمبر ۶: جب مسئلہ ایسا ہو جو تواتر، شہرت کا تقاضا کرتا ہو

جب روایت ایسے واقعے یا مسئلے سے متعلق ہو، جو عادۃ بہت سارے لوگوں کو اسکا علم ہونا چاہیے، مگر بد قسمتی سے اس کے نقل کرنے والے یا باخبر لوگ انتہائی کم یا چند ہو، خوا روایت سند کے اعتبار سے کتنی بھی اچھی ہو، تو مردود ہو گی مثلاً حدیث بسرہ بنت صفوان میں ذکر کے متعلق۔ (اصول سرخسی ۱/۳۶۸) یا حدیث سحر۔

ھذا روایت سحر !:۔ روایت سحر نبی کریم ﷺ پر، عقل، قرآن، سنت مشہورہ، اجماع امت، چاروں اصول کے خلاف ہے، اور شاذ بھی ہے، اور واقعہ ایسا ہے، جو تواتر شہرت کا بھی متقاضی ہے، پیغمبر اسلام کا چالیس دن یا چھ ماہ، یا ایک سال بیمار ہونا ایسا واقعہ ہے، جو اگر سچ ہوتا تو ہر صحابی کو معلوم ہوتا، اور ہر ایک اپنا تجزیہ، عیادت کا حال بھی ذکر کرتا، مگر روایت کا حال آپ کے سامنے ہے۔

امام مالک کا نظریہ ! امام مالکؒ کا بھی یہی نظریہ ہے کہ کتاب پر احادیث کو پیش کرنا لازم ہے اصحاب مطالعہ پر یہ بات مخفی نہیں، امام شاطبی نے اپنی معرکت الآراء کتاب الاعتصام میں اسکی کافی مثالیں پیش فرمائی ہیں۔

امام شافعیؒ نے شد و مد سے اس نظریہ کی تردید فرمائی ہے، مگر اس پر کوئی دلیل پیش نہ کر سکے البتہ انکے سارے دلائل اس غلط فہمی پر بنا ہیں، کہ جو لوگ صرف کتاب اللہ کو کافی سمجھتے ہیں، یہ نظریہ کافی خطرناک ہے، اس لئے موصوف نے سارے دلائل حجیت حدیث پر پیش فرمائی ہیں۔ اور اسمیں کسی کو دو رائے نہیں ہو سکتے، بلکہ حجیت حدیث اتفاقی مسئلہ ہے، ہاں امام شافعیؒ مسئلہ کو اس سمت پر لے گئے ہیں۔ جو احناف اور مالکیہ کی مراد ہی نہیں۔ چنانچہ ہمارے علماء نے امام شافعی کو جوابات دینے کی کوشش کی ہیں۔ (دیکھیئے حدیث اور فہم حدیث ۳۹۷)

بہر حال درایت کے اعتبار سے احادثِ پر کام نہ ہونے کے برابر ہے، اور احادیث سحر درایت کے کسوٹی پر پوری نہیں اترتی، بلکہ مکمل منگھڑت لگتی ہیں۔

آیئے ایک اور دوغلہ پن ملاحظہ کریں :۔ ہمارے ماضی کے بزرگان تحریر و تقریر پر جب رسول اللہ ﷺ پر جادو کے حملہ کرنے کا وقت آتا ہے، تو چیخ چیخ کر بخاری و مسلم کارٹ لگاتے نہیں تھکتے، کیونکہ عوام کے بنائے گئے اعتقاد بر بخاری و مسلم سے فائدہ اٹھاتے ہیں ۔ کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کا قصہ بخاری و مسلم نے ذکر کیا ہے، مگر بد قسمتی سے جب قصہ یا کہانی شروع کرتے شفایاب ہونے پر پہنچ جاتے ہیں، تو پھر بخاری مسلم کو چھوڑ کر دیگر کتب کا سہارا لینا شروع کرتے ہیں، کیونکہ دیگر کتب نے کہانی میں

اچھے رنگ بھرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر صرف بخاری مسلم پر اکتفاء کریں گے تو کہانی میں مزہ نہیں آتا کیونکہ انہوں نے صرف اتنا لکھا، کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی اللہ تعالی نے شفایاب فرمایا، مگر دیگر کتب میں معوذتین کا نزول بیچ میں لاکر۔۔ مواد جادو نکالنا پھر ان پر ایک ایک گرہ کا کھل جانا وغیرہ۔

آیئے امام بخاری صاحب کیا فرماتے ہیں کہطط جب جادو ہوا۔۔ تو حدیث نمبر ۳۲۶۸ میں انہوں نے ذکر کیا، کہ پیغمبر اسلام نے بار بار دعا فرمائی ۶۳۹۱ میں فرمایا کہ انہوں نے اللہ سے دعا کی، کتاب الجزیہ والموادعہ باب هل یعفی عن الذمی اذ سحر، میں ہے کہ دو دفعہ دعا کی، باب السحر میں دو دفعہ دعا کا ذکر ہے۔ پھر امام بخاری اس کے لئے باب باندھتے ہیں، باب تکریر الدعاء، یعنی بار بار دعا مانگنا، پھر عیسی بن یونس لیث بن سعد کی روایت سے استدلال کرتے ہیں، فدعا ودعا، اور مسلم میں ہے "دعا رسول الله ثم دعا ثم دعیٰ"۔

بہر حال کہیں ایک دفعہ دعا کہیں دو دفعہ کہیں تین دفعہ دعا کا ذکر ہے، خیر یہ تو ہشام بن عروہ ہی کو معلوم کہ کتنی مرتبہ دعا مانگی گئی، عاجز سے خلط ملط ہو گیا قصہ۔۔ بہر حال بخاری مسلم کی روایت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دعا مانگی اللہ تعالی نے فرشتے بھیجے اور پیغمبر اسلام نے فرمایا، عافانی اللہ مجھے اللہ نے عافیت بخشی یا عفانی اللہ وشفانی اللہ، اور بخاری کے ایک روایت کے مطابق مواد جادو نکالے ہی نہیں گئے، مواد سمیت کنواں دفن کیا گیا۔ (ملاحظہ کریں ۳۲۶۸، ۵۷۶۶، ۵۷۶۳)

باب السحر عبید بن اسماعیل وہ ابو اسامۃ وہ ہشام اور وہ اپنے والد عروہ اور وہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں (اس روایت کے صرف وہ حصے ہم نقل کرتے ہیں جو ہمارا مقصود ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہے، وہ فرماتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تو آپ ﷺ کی حالت یہ ہوگئی کہ کسی کام کے متعلق خیال فرماتے کہ میں نے کر لیا ہے حالانکہ وہ کیا نہیں ہوتا تھا۔۔۔ پھر عائشہ عرض گزار ہوئیں کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ نے انہیں نکال لیا؟ فرمایا کہ نہیں کیونکہ اللہ تعالی نے مجھے صحت بخشی اور شفاء عطا فرمائی، لہذا خدشہ محسوس کیا کہ کسی کی برائی کو لوگوں میں مشہور کروں اور حکم فرمایا اور کنواں دفن کر دیا گیا۔ اس روایت سے صاف پتہ چلتا ہے کہ مواد جادو نہیں نکالا گیا بلکہ کنواں دفن کر دیا گیا، اکثر علماء نے اس روایت کو قبول نہیں کیا، بخاری کی اس روایت کے ساتھ یہ سوتیلے پن کا سلوک اس لئے برتا گیا کہ اسے قبول کرنے کی صورت میں ان پر کشش واقعات کا وجود

میں آتا ہے۔ جن میں کہا گیا کہ کنوئیں میں پتھر کے نیچے سے جادو کی اشیاء نکالی گئیں، ان میں
ںطرے موم کا پتلا تھا جس میں مختلف جگہوں پر سوئیاں چبھی ہوئی تھیں (تفصیل آگے دیکھیں)
اگر بخاری کی اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے جس میں جادوئی اشیاء پوشیدہ رکھنے کی بات کہی گئی ہے، تو پھر یہ تمام کہانی وجود میں نہیں آتی۔ کچھ لوگوں نے موم کا پتلا اور اس میں چبھی ہوئی سوئیاں، تانت میں لگی ہوئی گرہیں اور معوذتین کو دافع جادو ثابت کرنے کی غرض سے بخاری کی روایت رد کر دیں، اور دیگر کتب کی روایت بخوشی اپنالی۔ اس عمل سے بہر حال بخاری کی تردید ہو گئی اور بخاری کی تردید سے بچنے کے لئے الٹی سیدھی تاویلات کرنے والے بالاخر بخاری کی تردید کے مجرم ٹھر گئے۔
یہ حضرات اس روایت یا بخاری کی اس حصے کو نہیں مانتے جسمیں شفا بذریعہ دعا بتایا گیا ہے، یہ لوگ جب تک جادو اور منتر نکالتے نہیں تب تک قصہ پورا نہیں ہوتا۔

جادو کو مؤثر سمجھنے والوں سے ایک سوال

آپ حضرات ہی کا یہ نظریہ یا عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پر جب جادو ہوا، اور اس جادو نے بقول آپ کے خوب خوب اثر بھی کر دکھایا، پچھلے صفحات میں مذکورہ حوالوں کے مطابق چالیس دن، چھ مہینے یا ایک سال تک آپ بیمار رہے، مگر نہ ہی رسول اللہ کے علم کی جادو تک رسائی ہوئی اور نہ ہی ڈیڑھ لاکھ صحابہ کرام میں سے کسی کو یہ معلوم ہوا۔ بلکہ اللہ نے وحی فرمائی اور پیغمبر اسلام کو بتایا گیا۔

اب ذرا ہمیں بتائیں:- کہ ختم نبوت پر تو تم لوگوں کا ایمان ضرور ہو گا۔ لیکن اگر آج کسی پر جادو کیا گیا (بقول آپ کے کیونکہ جادو میں اثر تم لوگ مانتے ہو ہم نہیں) تو کون ہو گا رسول اللہ ﷺ اور صحابہ سے بھی بڑے علم والا جسکو معلوم ہو سکے، یا کس پر وحی آئی گی (ختم نبوت کے بعد) کہ اس پر جادو ہوا ہے؟
ہاں مشاہدے سے ثابت ہے، کہ لوگ جادو اور منتر ہی والوں کے پاس جائیں گے، اور وہی لوگ بذریعہ شیطانی وحی بتائے گا، اور وہ جو بھی بکے گا تمہارے توہم پرست مقتدی مانتے جائیں گے، اور بالآخر وہی علم غیب اور شرکیات ہی پر بات پہنچی گی۔

حدیث سحر براویۃ ھشام بن عروۃ

رسول کریم ﷺ پر انگشت نمائی کرنے والے آپ کے بدخواہوں کو مسلمان مصنفین کی کتابوں سے ایسی باتیں حاصل ہو گئی جن کی بنیاد پر انہوں نے آپ ﷺ کی ذات اقدس پر نازیبا الزامات عائد کر دئے اور آپکے منصب کو مشکوک بنا کر ہوشمند غیر مسلموں کو آپ ﷺ سے بدظن کر دیا اس طرح

وہ اسلام سے مزید دور ہو گئے، رسالت کو مشکوک کر دینے والے عناصر میں وہ روایت بھی شامل ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ایک یہودی نے آپکو ایک سال بندھے رکھا آپ ﷺ کے ذہن میں ایسا نقص پیدا کر دیا کہ آپ ﷺ فیصلہ نہیں کر پاتے تھے کہ آپ ﷺ نے کیا کام کیا ہے اور کیا کرنے سے رہ گیا، مسلمان اہل قلم اور خطیبوں کو چاہیئے تھا کہ کتب احادیث میں اس روایت کی علمی اور عقلی بنیادوں پر تکذیب کرتے اور یہ ثابت کرتے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک اس سے بہت بلند ہے کہ کوئی جادو گر آپ ﷺ پر اثر انداز ہو سکے مگر انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ اس روایت کی تکذیب کے بجائے مسلمان اس کی صحت پر غیر علمی رویہ اپنائے ہوئے ہیں ان فضلاء کی تعداد اس قدر ہے کہ بعض اہل علم کی جانب سے اس روایت کی تکذیب پر نہایت معقول دلائل دی جانے کے باوجود کوئی کوشش کامیاب نہیں ہوئی لہذا صورت حال یہ ہے کہ معدود چند کے علاوہ ہر شخص اس خیال کا حامل ہے۔ کہ آپ ﷺ پر ایک یہودی نے جادو کر دیا آپ ﷺ اس کے جادو سے ایک سال پریشان رہے اور بالآخر اللہ تعالی نے فرشتوں کی مدد سے آپ ﷺ کو جادو کے اثر سے نجات عطا فرمائی۔

بخاری و مسلم کی روایتوں کی عزت و توقیر کو اللہ تعالی اور اسکے رسول ﷺ کی ذات طیبہ پر ترجیح دینے والے مسلمانوں کی خاصی تعداد گزشتہ کافی زمانوں سے ہر جگہ موجود رہی بعض پڑھے لکھے مسلمانوں میں بھی ان روایتوں کو جو مقام حاصل ہے ان کے سامنے علم و عقل کی کوئی قدر و قیمت نہیں، جادو کی روایت چونکہ بخاری مسلم میں موجود ہے اسلئے فضلاء کے نزدیک اس کی صحت شک وشبہ سے بالاتر ہو گئی حالانکہ یہ روایت منصب رسالت کی توہین کا موجب ہے، کوئی جادو گر گھر بیٹھ کر آپ ﷺ کو اس حالت میں پہنچا دے کہ آپ ﷺ کی ذہنی اوصاف میں نقص پیدا ہو جائے تو پھر رسالت کی تحفظ کا آسمانی انتظام ناقص ہو جائے گا، پھر اگر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہ معاملہ ممکن ہے تو ایک عام انسان تو نہایت آسانی سے ایسی حالت میں پہنچایا جا سکتا ہے کہ وہ بازاروں میں لباس تار تار لئے پھرے، یہ واضح صورت حال فضلاء کی سمجھ میں اس لئے نہیں آتی کہ انہوں نے بخاری و مسلم کی روایت کو وہی مقام دیا ہے جو صرف قرآن کا حق ہے۔

بخاری و مسلم کی روایت پر ہر دور میں کلام کیا گیا ہے جو کتاب کی شروع میں آپ پڑھ چکے ہیں، یہاں ہم صرف اس دور حاضر کی چند علماء و محدثین کے اقتباسات پیش خدمت کرتے ہیں تا کہ کوئی یہ نہ سمجھیں کہ ہم اس دنیا میں اکیلے ہیں جو ان کتابوں کی راویوں پر جرح کرتے ہیں ملاحظہ ہو۔

ا: مولانا سرفراز خان مرحوم اپنی مایہ ناز کتاب تصنیف احسن الکلام میں ایک غیر مقلد کے جواب میں رقم طراز ہیں (کیونکہ اس سے ضعیف تر راوی صحیح بخاری میں موجود ہیں) حاشیہ ص ۲۲۱)

ایک جگہ لکھتے ہیں۔ "لیکن حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر جو الزام لگایا گیا ہے کہ وہ معوذتین کو قرآن کریم کی سورتیں نہیں سمجھتے یہ خالص افتراء اور بہتان ہے علامہ ابن حزمؒ لکھتے ہیں (وکل ما روی عن ابن مسعود من ان المعوذتین وام القرآن لم تکن فی مصحفه فکذب موضوع لا یصح") (محلی ابن حزمؒ ۱/۱۳،۱۱۳ احسن الکلام ۱/۱۲۳)

جتنی روایتیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس مضمون کی نقل کی گئی ہیں کہ معوذتین اور ام القرآن ان کے مصحف میں نہ تھیں تو وہ خالص جھوٹی اور جعلی ہیں جو کسی طرح صحیح نہیں ہیں حالانکہ یہ روایتیں بخاری کتاب التفسیر حدیث ۴۹۴۶، ۴۹۷۷ میں موجود ہے۔

امام نوویؒ اور علامہ سیوطیؒ لکھتے ہیں۔

(وما نقل عن ابن مسعود فی الفاتحة والمعوذتین باطل لیس بصحیح "

(شرح مھذب ۳/۳۹۶) احسن الکلام ۱/۱۲۳، اتقان ۱/۷۹)

معوذتین اور فاتحہ کے قرآن میں نہ ہونے کی جتنی روایتیں ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہیں وہ سب باطل اور غیر صحیح۔

امام سبکیؒ فرماتے ہیں کہ دلیل قاطع اس پر قائم ہے کہ یہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر جھوٹ باندھا گیا ہے اور وہ اس سے بالکل بری ہے۔ (طبقات ۲/۲۰۷، احسن الکلام ۱/۱۲۳)

ہم عرض کرتے ہیں کہ معوذتین سے انکار کی یہ حدیث متعدد کتابوں کے علاوہ صحیح بخاری میں بھی ذکر ہے ملاحظہ ہو۔ (کتاب التفسیر میں بخاری صاحب نے عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے بارے میں ذکر کیا ہے، کہ وہ "قل اعوذ برب الفلق اور "قل اعوذ برب الناس" کو قرآن کی سورتیں نہیں مانتا تھا۔ (ملاحظہ کریں بخاری ۴۹۷۷)

مولانا صاحب نے اس روایت کو باطل، موضوع اور جھوٹ قرار دیا ہے نہ تو اس کی سند پر بحث کی اور نہ متن پر، بلکہ متعدد محدثین کی اقوال ذکر کر کے ان سے محض اس لئے اتفاق کیا کہ اس کو صحیح ماننے سے ایک تو صحابی رسول ﷺ منکر قرآن قرار پاتا ہے دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہیں کہ ایک قرآن پر صحابہ رضی اللہ عنہم کا اتفاق نہیں تھا جو کہ باطل اور جھوٹ ہے، ایک اور مقام پر مولانہ صاحب صحیح مسلم کے ایک راوی پر کلام کرتے ہوئے لکھتے ہیں " ترجمان الحدیث صفحہ ۹ تا ۲۷ ماہ جولائی ۱۹۷۲ء میں

اس کا خوب رونا رویا ہے کہ مؤلف احسن الکلام ایک طرف تو بخاری اور مسلم کو صحیح مانتے ہیں اور دوسری طرف مسلم کے راوی پر کلام کرتے ہیں اور یہ ان کا مذہبی تعصب ہے اور تضاد بیانی، اسکے بعد مولانا صاحب جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں۔

الجواب یہ سبق ہم نے آپ حضرات ہی سے سیکھا ہے کہ حضرت قتادہؒ اور سلیمان تیمیؒ وغیرہ جو ثقہ اور بخاری اور مسلم کے مرکزی راوی ہیں مگر آپ حضرات نے باوجود ان کے ثقہ متابع ہونے کے ان کو معاف نہیں کیا حالانکہ صحیحین کی صحت آپ حضرات کے ہاں بھی برائے نام مسلم ہے۔

پھر آگے لکھتے ہیں تو اگر ہم نے ٹھوس حوالوں کے ساتھ العلاء بن عبدالرحمن کی غلطی واضح کر دی تو کیا جرم کیا۔(احسن الکلام ۲/۵۴)

ہم کہتے ہیں کوئی جرم نہیں کیا۔نہ ہی جرم ہے، اس اقتباس سے دو چیزیں عیاں ہیں، ایک یہ کہ ٹھوس حوالوں سے بخاری و مسلم کے راویوں کی غلطی واضح کرنا کوئی جرم نہیں اگر کوئی بضد ہے کہ جرم ہے تو اس جرم میں سب سے پہلے اکابر دیوبند شامل ہیں احسن الکلام پر اٹھارہ علماء دیوبند کی تصدیقات و تقاریظ موجود ہیں کسی نے مولانا صاحب پر تنقید نہیں کی کہ جناب والا آپ بخاری و مسلم کی احادیث کو موضوع ،یا جھوٹ، کیوں کہہ رہے ہیں اان کی صحت پر امت کا اجماع ہے۔

اس جرم میں علماء اہلحدیث بھی شامل ہیں کیونکہ مولانا ان کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں " یہ سبق ہم نے آپ حضرات سے سیکھا شاید کسی غیر مقلد کو یہ ناگوارہ لگے کہ ہم سے مولوی صاحب نے نہیں سیکھا بلکہ یہ مولانا صاحب کا اپنا سبق ہے، چلیے ہم ان کو محدث العصر علامہ ناصر الدین الالبانیؒ کے حوالے سے یہ سبق دکھا دیتے ہیں۔

علامہ البانیؒ اپنی کتاب اداب الزفاف میں اپنے مخالف کا یہ قول نقل کر کے لکھتے ہیں مخالف کا قول"وقد جفت الصحف ورفعت الاقلام عن احادیث الصحیحین والا کانت الامة باتفاقها علی صحة الصحیح قد ضلت عن سوا السبیل" (اداب الزفاف ص ۵۴)

اس بات پر تو صحیفوں کی سیاہی خشک ہوگئی ہے اور قلم اٹھ گئے ہیں کہ صحیحین کی احادیث کی صحت پر امت کا اتفاق ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ساری امت صراط مستقیم سے گمراہ ہو جاتی۔

اسکے رد میں علامہ البانیؒ لکھتے ہیں (وھذالقول وحدہ یکفی القاری اللبیب ان یقنع بجھل ھذاالمتعالم وافترائه علی المتقدمین منھم والمتاخرین فی ادعائه الاجماع المذکور . فانھم مازالوا الی الیوم ینتقد احدھم بعض احادیث الصحیحین مما یبدو له انه موضع الانتقاد بغض النظر عن کونه اخطا فی ذلك ام اصاب ۔(اداب الزفاف ص ۵۴)

ایک عقلمند کے لئے اسکا یہ قول اسکی جہالت کے دلیل کے لئے کافی ہے کہ اس شخص نے علماء متقدمین اور متاخرین پر جھوٹ اور افتراء باندھ لیا ہے وہ یہ کہ صحیحین کی احادیث کی صحت پر امت کا اجماع ہے، جبکہ حال یہ ہے کہ علماء حدیث آج تک انکی بعض احادیث پر تنقید کرتے چلے آرہے ہیں اس میں چاہے وہ غلطی پر ہیں یا صواب پر ہو۔

آگے شیخ احمد بن محمد الغماریؒ کا قول نقل کرتے ہیں (ومنھا احادیث الصحیحین فان فیھا ما ھو مقطوع ببطلانه فلا تغتر بذلك ولا تتھیب الحکم بالوضع لما یذکرونه من الاجماع علی صحة ما فیھما ، فانھا دعوی فارغة لاتثبت عند البحث والتمحیص فان الاجماع علی صحة جمیع احادیث الصحیحین غیر معقول ولا واقع ۔۔۔ قلت وھذا مما لا یشك فیه کل باحث متمرس فی ھذا العلم وقد کنت ذکرت نحوہ فی مقدمة شرح الطحاویة "

(اداب الزفاف ۶۲)

صحیحین میں کئی احادیث باطل ہیں اور انکا باطل ہونا اٹل ہے (شک کی کوئی گنجائش نہیں) تو آپ ان کی (بعض فضلاء) کے اس بات سے دھوکے میں نہ آئیں اور نہ اس بات سے گھبرائیں، کہ فلان حدیث موضوع اور باطل ہے (جو کہتے ہیں کہ صحیحین کی احادیث پر اجماع ہے) کیونکہ یہ صرف دعوی ہے جو بحث اور تحقیق سے ثابت نہیں، کیونکہ صحیحین کی سب احادیث پر اجماع عقل کے خلاف ہے " آگے علامہ غماری لکھتے ہیں اس بات میں کوئی شک نہیں (کہ صحیحین کی احادیث کی صحت پر اجماع صرف ایک دعوی فارغہ (کھوکلا دعوی) ہے۔

میں (البانیؒ) کہتا ہوں اس میں وہ شخص شک نہیں کر سکتا جو اس علم (علم حدیث) میں تحقیق اور بحث کرتا رہتا ہے اور میں نے اسی طرح مقدمہ شرح الطحاویہ میں لکھا ہے پھر آگے لکھتے ہیں (فاقول کلا ثم

كلا ان الامة لم تضل ولن تضل باذن الله تعالى وانما ضل من افترى عليها ونسب الاتفاق اليها في امرهم مختلفون فيه)

میں (علامہ البانیؒ) کہتا ہوں نہیں کبھی نہیں امت گمراہ نہیں ہوئی اور نہ آئندہ گمراہ ہوگی بلکہ گمراہ وہ شخص ہے جو امت کی طرف ایسی چیز کی نسب کرتا ہے جس میں ان کے درمیان اختلاف موجود ہے تو اس لئے یہ شخص جھوٹا ہے۔ (اداب الزفاف ص ٦٢)

علامہ البانیؒ کی ان تصریحات سے ثابت ہوا: کہ

١: صحیحین کی سب احادیث کی صحت پر اجماع یہ محض ایک دعوی ہے حقیقت سے اسکا کوئی تعلق نہیں۔

٢: جو شخص یہ دعوی کرے وہ جھوٹا ہے۔

٣: صحیحین کی احادیث پر تنقید متقدمین اور متاخرین کرتے چلے آرہے ہیں۔

٤: جب تک تحقیق و تمحیص کا سلسلہ جاری رہے گا امت گمراہ نہیں ہوگی جب یہ کام رک جائے گا تو گمراہی کے علاوہ اور کچھ نہیں۔

٥: صحیحین کی سب احادیث صحیح ماننا عقل اور واقع حال کے خلاف ہے۔

شاید کچھ لوگوں کو یہ بات عجیب معلوم ہو کہ علامہ البانیؒ جیسا محدث بخاری اور مسلم کی سب احادیث کو صحیح ماننا عقل کے خلاف کہتے ہیں، اگر شروح کی کتابوں کا صحیح مطالعہ کریں تو آپ پر بالکل واضح ہو جائے گا کہ علامہ صاحب بالکل صحیح فرمارہے ہیں۔

ایک مثال ملاحظہ فرمایئے:

حافظ ابن حجرل بخاری کی مندرجہ ذیل حدیث کو اس لئے مشکل کہہ رہے ہیں کہ عقل اور مشاہدے کے خلاف ہے۔

آدم علیہ السلام کو اللہ تعالی نے جب پیدا کیا تو اسکی لمبائی ٦٠ ذراع (گز) تھی پھر اسکی اولاد کی لبائی کم ہوتی گئی اور اس امت پر یہ گھٹائی رک گئی (ويشكل على هذا ما يوجد الآن من آثار الامم السالفة كديار ثمود فان مساكنهم تدل على ان قاماتهم لم تكن مفرطة الطول على حسب ما يقتضيه الترتيب السابق ولا شك ان عهدهم قديم وان الزمان

الذی بینهم وبین آدم دون الزمان الذی بینهم وبین اول هذه الامة ، ولم یظهر لی الی الآن ما یزیل هذا الاشکال)(فتح الباری ۶/۳۶۷)

اس حدیث پر یہ اشکال وارد ہوتا ہے جیسے پچھلے امتوں کے آثار مثال کے طور پر قوم ثمود کے گھر بار ان سے ہمیں یہ دلیل ملتی ہے کہ ان کی قدو قامت زیادہ نہیں تھی اور وہ آدم علیہ السلام کے زمانہ کے زیادہ قریب تھے اور اس اشکال کو دور کرنے کے لئے مجھے کوئی واضح دلیل نہیں ملی۔

اگر یہ بات رسول اللہ ﷺ سے سو فیصد ثابت ہو کہ آدم علیہ السلام کی قد ۶۰ گز تھی پھر اشکال کی کیا معنی پھر شک کی کیا گنجائش لیکن حافظ ابن حجرؒ کو معلوم ہے کہ جو حدیث عقل اور مشاہدے اور تاریخ کے خلاف ہو اس کی صحت میں شک کی گنجائش ہے ورنہ حافظ صاحب یہ بات کبھی نہ لکھتے، اسرائیلیات کی مثالوں میں آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا امام خطابیؒ اللہ کی ذات طرف انگلیوں کی حدیثوں کو رد کرتے ہیں کہ کسی قطعی دلیل سے اللہ تعالی کے لئے انگلیاں ثابت نہیں چاہے بخاری و مسلم میں انگلیاں ثابت ہے لیکن یہ قطعی دلیل نہیں یہ دلیل ظنی ہے (وان الظن لا یغنی من الحق شیئا) انگلیوں کی حدیث امام موصوف اس لئے رد کرتے ہیں کہ عقیدہ کے اثبات کے لئے قطعی دلیل کی ضرورت ہے نہ کہ ظنی، شروح حدیث کی کتابوں سے بیشمار مثالیں پیش کی جا سکتی ہے۔

صحیح بخاری کی روایت ہے کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام اللہ تعالی سے عرض کرینگے کہ یا اللہ تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ قیامت کے روز مجھے رسوانہ کریگا اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں (وقد استشکل الاسماعیلی هذالحدث من اصله وطعن فی صحته) حافظ اسماعیلی نے اس حدیث پر اشکال وارد کیا ہے اور اس کی صحت پر کلام کیا ہے۔(فتح الباری ۸/۵۰۰)

صحیح مسلم کتاب الجہاد باب الفی میں روایت ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا (یا امیر المومنین ،اقض بینی وبین هذالکاذب الآثم الغادر الخائن) (صحیح مسلم باب حکم الفی ۲/ ۹۰ مسلم حدیث ۲/۱۸۰۵)

میرے اور اس جھوٹے گنہگار، غدار اور خائن کے مابین فیصلہ کر دیجئے،

اس حدیث کی نسبت علامہ مارزی لکھتے ہیں (واذا انسدت طرق تاویلها نسبنا الکذب الی رواتها)(شرح النووی علی مسلم ۱۲/ ۷۲)

جب تاویل کے تمام راستیں بند ہو جائیں گے تو ہم راویوں کو جھوٹا کہیں گے۔

مولانا محمد عبد الشکورؒ حدیث کساء کے بحث میں جو شیعوں کی رد میں ایک بحث ہے لکھتے ہیں" اہل سنت سب دیکھتے ہیں مگر وہ قرآن پر ایمان رکھتے ہیں قرآن کے خلاف روایتوں کو راوی کے منہ پر مار دیتے ہیں ہاں مخالفین کو اپنی حالت پر افسوس کرنا چاہیے کہ انہوں نے قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے اور قرآن کے مخالف روایات اور احکامات پر اپنے مذہب کا گھروندہ قائم کیا ہے۔ (مجموعہ تفاسیر لکھنوی ص ۸۳۳)

اس موضوع پر مزید مطالعہ کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں:-

۱: الالزامات والتتبع (حافظ الدار قطنیؒ) اس کتاب میں بخاری و مسلم کی تقریبا دو سو حدیثوں پر تنقید کی ہے۔

۲: علل الاحادیث فی کتاب الصحیح لمسلم " (ابو الفضل بن عمار الشہیدؒ)

۳: تقیید المهمل و تمییز المشکل (ابو علی الحسین بن محمد الغسانی الجیانیؒ ۳ جلدیں)

۴: غرر الفوائد المجموعة فی بیان ماوقع فی صحیح مسلم من الاسانید المقطوعة (یحی بن علی العطارؒ)

۵: جامع العلوم والحکم (ابن رجبؒ)

۶: المدرج الی المدرج (امام السیوطیؒ)

بہر حال کتاب کے شروع میں ہم اسپر تفصیلاً لکھ چکے ہیں۔

اب ہم اپنے موضوع کی طرف آتے ہیں حدیث هشام بن عروة :

بخاری ۵۷۶۵ مسند احمد ۲۴۳۰۰ مسلم ۵۷۰۳

"عن عائشة رضى الله عنها قالت: كان رسول الله ﷺ سحر، حتى كان يرى انه ياتى النساء ولا ياتيهن ، قال سفيان : وهذا اشد ما يكون من السحر، اذا كان كذا، فقال: ياعائشة ، اعلمت ان الله قد افتانى فيما استفتيته فيه ، اتانى رجلان ، فقعد احدهما عند راسى، والآخر عند رجلى ، فقال الذى عند راسى للآخر: ما بال الرجل ؟ قال: مطبوب، قال: ومن طبه؟ قال: لبيد بن اعصم رجل من بنى زريق حليف ليهود كان منافقا قال:وفيمَ؟قال: فى مشط ومشاقة ، قال: واين ؟ قال فى جف طلعة ذكر، تحت راعوفة فى بئر ذروان" قالت :فاتى النبى ﷺ البئر حتى استخرجه ،فقال:" هذه البئر التى أُرِيتُها،وكان ماءها نقاعة الحناء، وكان نخلها رءوس الشياطين " قال: فاستخرج

قالت: فقلت: افلا؟ ای تنشرت فقال" اما الله فقد شفانی، واکره ان اثیر علی احد من الناس شرا"۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہے وہ فرماتی ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا تو آپ ﷺ کی یہ حالت ہو گئی کہ آپ خیال فرماتے کہ اپنی ازواج کے پاس ہو آیا ہوں حالانکہ آپ نہیں آئے ہوتے سفیان راوی کا بیان ہے کہ جب یہ حالت ہو جائے تو یہ جادو کی سخت ترین صورت ہے چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اے عائشہ کیا تم جانتی ہو کہ جو چیز میں معلوم کرنا چاہتا تھا وہ مجھے اللہ تعالی نے بتادی، یعنی میرے پاس دو شخص آئے اور ان سے ایک میرے سرہانے اور دوسرا پائنی کی طرف بیٹھ گیا جو میرے سرہانے کی طرف بیٹھا تھا اس نے دوسرے سے کہا کہ اس مرد (آدمی) کا کیا حال ہے دوسرے نے کہا کہ اس پر جادو کیا گیا ہے، پوچھا کس نے کیا ہے کہا لبید بن اعصم نے جو بنی زریق کا ایک فرد یہودیوں کا حلیف اور منافق تھا پوچھا کیسے کیا ہے جواب دیا کہ کنگھی اور ان بالوں پر جو کنگھی سے جھڑتے ہیں پوچھا کہ یہ کہاں رکھا گیا ہے جواب دیا کہ نر کھجور کی جھلی میں لپیٹ کر پتھر کے نیچے ذی زروان کے کنویں، میں وہ فرماتی ہے کہ پھر نبی ﷺ اس کنویں پر تشریف لے گئے یہاں تک کہ ان چیزوں کو نکال (۱) لیا جن پر جادو کیا تھا، آپ نے فرمایا یہی کنواں (خواب میں) مجھے دکھایا گیا تھا اس کنویں کا پانی مہندی کے نچھوڑ کی طرح تھا اور اس کی کھجور کے درخت شیطانوں کے سروں جیسے تھے عروہ راوی کا بیان ہے کہ پھر انہیں نکلوا لیا گیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ میں عرض گزار ہوئی آپ نے اس بات کو مشتہر کیوں نہ کیا فرمایا مجھے اللہ تعالی نے شفاء عطا فرمادی لہذا میں ناپسند کرتا

---

(۱) **مواد جادو نکالنے والوں کے مختلف نام:** مواد جادو نکوانے والوں کے مختلف نام کتب احادیث میں ذکر ہے نمبر ا: جناب رسول اللہ ﷺ خود جیسا اس حدیث کے الفاظ سے مترشح ہے بلکہ کتاب شرح السنۃ للبغوی ت ۵۱۶ھ ۱۲/۱۸۶ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرشتوں کے حکم سے مواد جادو نکالا (ان الملکین قالا له: انطلق الی البئر. فاستخرج منها سحرا" نمبر ۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ (مسند احمد ۱۴/۳۲) مسند ابن ابی شیبۃ ۱/۳۵۱، المصنف لابن ابی شیبۃ ۵/۴۰، شرح مشکل الآثار ۱۵/۱۸۱، نمبر ۳ حضرت عمار بن یاسر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما، الطبقات الکبری ۲/۳۳۲ نمبر ۴: کچھ نامعلوم صحابہ کرام (فاخرجوه، الطبقات الکبری ۲/۱۵۳، مسند البزار ۱۰/۲۱۵) نمبر ۵: ایک نامعلوم صحابی (فاستخرجها السنن الکبری للنسائی ۳/۴۵۰، نمبر ۶: ایک آدمی (فبعث رجلا معجم الکبیر للطبرانی ۵/۱۸۹، المستدرک علی الصحیحین ۴/۴۰۱) نمبر ۷: جبیر بن ایاس الزرقی الطبقات الکبری ۲/۱۵۲ نمبر ۸: قیس بن محصن الطبقات الکبری ۲/۱۵۳) کیا سچ میں اتنا اختلاف اور اتنی گڑبڑ ہوتی ہے؟

ہوں کہ کسی کی برائی کا لوگوں میں عام چرچا کروں (بخاری کتاب الطب باب هل يستخرج السحر) دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے حکم دیا اور کنواں دفن کر دیا گیا (وأمر بها فَدُفِنَت) بخاری کتاب الطب باب السحر) پہلی روایت میں ہے کہ مواد جادو نکال دیا گیا دوسری روایت میں بتایا گیا ہے کہ مواد جادو نکالا نہیں گیا بلکہ کنواں بمعہ مواد جادو دفن کر دیا گیا۔

هشام کی یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ مندرجہ ذیل کتابوں میں ذکر ہے (۱ صحیح البخاری جسکے تمام حوالہ جات لکھے جا چکے ہیں۔ ۲. صحیح مسلم ۱۹/۴/۷/۵۷۰۳، ۳ مسند الحمیدی ۲۸۷/۱، ۴ المعجم الاوسط للطبرانی ۱۵۱/۶، ۵ شرح مشکل الآثار ۱۷۹/۱۵، ۶ الکتاب المصنف ابن ابی شیبه ۴۱/۵، ۷ سنن ابن ماجة ۱۱۷۳/۲ ۸ صحیح ابن حبان ۵۴۵/۱۴، ۹ مسند اسحاق بن راهویه ۲۲۹/۲، ۱۰: السنن الصغیر للبیهقی ۲۶۵/۳، ۱۱ السنن الکبیر للبیهقی ۲۳۵/۸، ۱۲ مسند الامام احمد ۲۸۴/۴۰، ۳۴۳، ۴۰۶، ۱۹۴/۴۱، ۱۳ الحجة فی بیان المحجة وشرح عقیدة اهل السنة ۵۲۰/۱، ۱۴ مسند الامام الشافعی ۸۸/۲، ۱۵ غوامض الاسماء المبهمة والواقعة فی متون الاحادیث المسندة ۲۶۰/۲، ۱۶ الطبقات الکبری العلمیه ۱۵۱/۲)

احادیث سحر کے بارے میں امام ابو بکر الجصاص ؒ نے سخت موقف اختیار کیا ہے چنانچہ ہم پہلے امام موصوف کے بارے میں چند سطور لکھ دیتے ہیں تا کہ پڑھنے والے انکو معمولی شخص نہ سمجھیں اس کا مقام ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، اسکے بعد اس قول کا ترجمہ جو احادیث سحر کے بارے میں ہے۔

مندرج ذیل حنفی مصنفین نے اپنی تصانیف میں ابو بکر الجصاص کے اقوال نقل کئے ہیں۔

بدائع الصنائع ، البناية شرح الهداية ، الهداية فی شرح بداية المبتدی ، المحيط البرهانی فی الفقه النعمانی ، الغرة المنيفة فی تحقيق بعض مسائل الامام ابی حنيفة ، العناية شرح الهداية ، درر الحكام شرح غرر الاحكام ، البحر الرائق شرح كنز الدقائق ، رد المختار علی الدر المختار ، النهر الفائق شرح كنز الدقائق۔

امام ذہبی ؒ اسکو حفاظ الحدیث میں شمار کرتے ہیں (وقال ابوبکر احمد بن علی الرازی الحافظ (تذکرة الحفاظ ۱۹۸/۲) سیر اعلام النبلاء ۹۸/۱۱) امام ذہبی ؒ اسکو الامام العلامة المفتی المجتهد عالم العراق صاحب حدیث زاہد و تعبد کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔(سیر اعلام النبلاء ۳۴۰/۱۶)

(سنة سبعین وثلاثمائة قلت: وفیها مات علم الحنفیة وصاحب التصانیف ۳/۱۱۳) ۳۷۰ھ میں احناف کے عالم اور مصنف ابو بکر احمد بن علی فوت ہوئے، اور تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں (وتصانیفه تدل علی حفظه للحدیث وبصره به ۲۶/۴۳۲)

امام جصاصؒ کی تصانیف اس بات کی دلیل ہے کہ وہ حافظ حدیث اور صاحب بصیرت تھے۔

علامہ امیر کاتب الاتقانیؒ لکھتے ہیں (الشیخ ابوبکر الجصاص من کبار علمائنا العراقیین وهو بالمرتبة الاعلی والدرجة القصوی فی العلم والورع، صاحب التصانیف فی الاصول والفروع" (غایۃ البیان ۲/لوحۃ/۴۵/ب)

شیخ ابو بکر الجصاصؒ ہمارے اکابر علماء عراق میں سے تھے وہ بہت بلند علم و تقوی والے اور اصول و فروع میں تصانیف کے مالک ہیں۔

خطیب بغدادیؒ شافعی جو امام ابو حنیفہؒ اور ان کے ماننے والوں سے انتہائی تعصب رکھتے ہیں۔ لیکن امام ابو بکر الجصاص کے بارے میں لکھتے ہیں (احمد بن علی ابو بکر الرازی الفقیہ امام اصحاب الرای فی وقتہ، کان مشہورا بالزھد والورع (تاریخ بغداد ۵/۵۱۳) یہ اپنے وقت میں احناف کے امام اور زہد میں مشہور تھے۔

متاخرین علماء احناف عموما اور علماء دیوبند کی شاید ہی کوئی تصنیف ہو اور امام ابو بکر الجصاص کا حوالہ یا اقتباس انمیں نہ ہوں ملاحظہ ہوں چند مثالیں۔

۱: حکیم الامت مولانہ اشرف علی تھانویؒ "حیلہ ناجزہ عورتوں کا حق تنسیخ نکاح" میں لکھتے ہیں "علامہ ابو بکر جصاصؒ فقہاء حنفیہ کے معتمد ترین فقہاء میں سے ہیں ص ۲۲۳ اور دیکھئے ۲۳۰،

۲: شیخ الحدیث مولانا سرفرازؒ کی متعدد تصانیف میں امام موصوف کا ذکر ہے لیکن مثال کے لئے دو حوالے ملاحظہ ہو اپنے مایہ ناز تصنیف احسن الکلام میں لکھتے ہیں: امام ابو بکر الجصاصؒ (المتوفی سنہ ۳۷۰ھ ، الامام اور کبیر الشان تھے امام خطیب بغدادیؒ اور علامہ سمعانیؒ نے ان کی بڑی تعریف کی ہے۔ دیکھئے (فوائد بھیہ ۲۸، احسن الکلام ۱/۱۶۰) پھر اسکے اگلے صفحے پر لکھتے ہیں۔

مگر ہمارا مقصد صرف منصف مزاج لوگوں کے لئے معتبر مفسرین کے چند اقوال بطور نمونہ پیش کرنے تھے صفحہ ۱۶۱ یعنی اگر امام موصوف معتبر ترین مفسرین میں نہ ہوتے تو مولانا صاحب اپنی کتاب میں ہر گز جگہ نہ دیتے۔

۳: احکام القرآن جو حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی کی افادات کی روشنی میں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب اور مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ اور مولانا جمیل احمد تھانوی نے مرتب کیا ہے جگہ جگہ علامہ جصاصؒ کے اقتباسات اور حوالے ملیں گے۔

۴: معارف القرآن میں جو اردو تفاسیر کی مشہور تفسیر ہے، مولانا مفتی محمد شفیعؒ جگہ جگہ علامہ موصوف کے حوالے ذکر کرتے ہیں۔

ان حوالوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ امام الجصاصؒ کو اللہ تعالی نے ایک خاص مقام سے نوازہ ہے جو آج تک قائم ہے اگر امام موصوف میں خوبیاں نہ ہوتیں تو امام ابو بکر الابہریؒ جو مالکی مذہب تھے چیف جسٹس کے عہدے کے لئے علامہ جصاص کا نام پیش نہ کرتے، بلکہ نہ کہتے (لانی لا اعرف مثلہ" (تاریخ بغداد ۵/۵۱۳) امام الجصاصؒ جیسا میں کسی اور کو نہیں جانتا۔

احادیث سحر کے متعلق امام ابو بکر الجصاص کی رائے امام موصوف اپنی کتاب احکام القرآن ۱/۶۰ پر لکھتے ہیں (مثل هذه الاخبار من وضع الملحدين تعليا بالحشو الطغام واستجرارا لهم الى القول بابطال معجزات الانبياء عليهم السلام والقدح فيها وانه لا فرق بين معجزات الانبياء وفعل السحرة وان جميعه من نوع واحد والعجب ممن يجمع بين تصديق الانبياء عليهم السلام واثبات معجزاتهم وبين التصديق بمثل هذا من فعل السحرة مع قوله تعالى (ولا يفلح الساحر حيث اتى) فصدق هولاء من كذبه الله واخبره ببطلان دعواه وانتحاله)

دراصل اس طرح کی حدیثیں ملحدوں کی وضع کردہ ہیں جو ذیلوں اور اوباشوں کی بات کو اہمیت دینے اور بتدریج لوگوں کو اس بات کے لئے تیار کرنے کے واسطے گھڑی گئی ہیں تاکہ انبیاء کے معجزات کو باطل کیا جائے اور ان میں شبہ ڈالا جائے اور اس کا قائل کیا جائے کہ انبیاء کے معجزات اور جادوگروں کی شعبدہ کاریوں میں کوئی فرق نہیں ہے اور سب ایک ہی قسم سے تعلق رکھتی ہیں اس قسم کی روایات بیان کرنے والوں پر تعجب ہوتا ہے کہ ایک طرف تو وہ انبیاء کی تصدیق بھی کرتے ہیں ان کے معجزات کو ثابت بھی کرتے ہیں اور دوسری طرف وہ اس کی تصدیق بھی کرتے ہیں کہ جادوگر بھی یہ کچھ کر سکتا ہے حالانکہ حق تعالی فرماتے ہیں جادوگر کہیں اور کبھی بھی آجائے کامیاب نہیں ہوتا، تو یہ لوگ اسے سچا سمجھ رہے ہیں جسے اللہ نے جھٹلا دیا ہے اور جس کی دعوے اور کاریگری کے باطل ہونے کی خبر دیدی ہے۔

موصوف جو حفاظ حدیث میں سے تھے اور حجۃ الاسلام کے القاب سے ملقب ہیں اکابر دیوبند کی تصانیف اسکی اقتباسات سے مزین ہیں سحر کی روایات کو وضعی قرار دے رہے ہیں اور وہ اس نظریے کو ملحدوں کی نیز رزیلوں اور اوباشوں کی بات فرمارہے ہیں واضح رہے امام موصوف صحیحین کی روایات اور ان کے راویوں کے لئے ہی اتنے سخت الفاظ استعمال کرر ہے ہیں، کیا کیا جائے احناف بھی عجیب ہیں رفع الیدین کی حدیث بخاری میں ہوتے ہوئے اسکو مضطرب (ضعیف حدیث کی ایک قسم) کہتے ہیں لیکن حدیث سحر کو باطل کہنے کو انکار حدیث میں شمار کرتے ہیں ملاحظہ ہو سرفراز خان صفدر کی شرح ترمذی۔

(خزائن السنن ص ۳۵۲)

مولانا سرفراز خان صفدرؒ صاحب لکھتے ہیں جواب نمبر ا اس روایت میں چھ قسم کا اضطراب ہے پھر آگے لکھتے ہیں اضطراب متن میں ہو یا سند میں موجب ضعف ہوتا ہے (ص ۳۵۲)

مذکورۃ اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا مرحوم رفع یدین کی حدیث کو بخاری میں ہوتے ہوئے بھی ضعیف سمجھتے ہیں اور اس میں چھ قسم کا اضطراب ثابت کرتے ہیں سند پر ایک حرف بھی نہیں لکھتے لیکن یہ حدیث پھر بھی ضعیف ہے۔

ہم پوچھتے ہیں اگر ایک فروعی مسئلہ کے لئے مولانا صاحب بخاری کی حدیث کو ضعیف کہہ کر جرم نہیں کرتے تو جو شخص پیغمبر کی دفاع کے لئے ایک حدیث کو ضعیف کہدے وہ کیونکر مجرم بن سکتا ہے۔

دوسری بات بخاری و مسلم یا دیگر احادیث کی کتابیں اس لئے قابل قدر ہیں کیونکہ کتابوں میں آپ ﷺ کے اقوال وافعال ذکر ہیں یعنی ان کی نسبت آپ ﷺ سے جوڑی ہوئی ہے سو اگر کسی حدیث سے آپ ﷺ کی شان میں گستاخی کے آثار نظر آرہے ہوں وہ حدیث مردود باطل اور من گھڑت ہوگی چاہے نقل کرنے والا ثقہ ہی کیوں نہ ہوں، کیونکہ بعض دفعہ ثقہ راوی بھی غلطی کر جاتے ہیں ہمارا ایمان محمد رسول اللہ ﷺ پر ہے (ھشام اور اعمش پر نہیں) اعمش کے بارے میں تفصیل تو ہم نے نزول معوذتین کے ضمن میں ذکر کیا ہے کہ یہ حضرت کوفہ میں حدیث بگاڑنے والا تھا ھشام کا تذکرہ ابھی آرہا ہے۔ ہم ان حضرات کے لئے دعا ہی کرسکتے ہیں جو حدیث رفع یدین کو ضعیف سن کر خوش ہوتے ہیں لیکن حدیث سحر کو ضعیف سننا گوارہ نہیں کرتے بلکہ طرح طرح کے فتوے صادر کردیتے ہیں۔

ہشام بن عروہ کی روایت میں اضطراب پر طائرانہ نظر:

۱: ساحر (جادوگر) کی حقیقت میں اختلاف

لبید بن الاعصم (امام لیثؒ اور انس بن عیاضؒ کی روایات میں کچھ بھی ذکر نہیں کہ یہ یہودی تھا یا منافق) امام لیثؒ کی روایت صحیح بخاری میں معلق ذکر ہے یعنی امام لیثؒ تک کوئی سند نہیں واضح رہے امام لیثؒ سنہ ۱۷۵ھ میں فوت ہوئے اور امام بخاریؒ کی ولادت سنہ ۱۹۴ھ میں ہوئی ہے اسلئے امام بخاریؒ اس روایت کو معلق ذکر کرتے ہیں۔ (امام بخاری کی پیدائش سے ۱۹ سال پہلے امام لیث فوت ہوگئے تھے۔

۲: سفیانؒ کی روایت میں ہے لبید منافق اور یہود کے حلیف تھے۔ یعنی بظاہر مسلمان تھا۔ بخاری، باب ھل یستخرج السحر ۱۳۷/۷)

۳: ابو اسامہؒ کی روایت کے مطابق لبید بن الاعصم یہودی تھے اور قبیلہ بنو زریق سے تعلق رکھتے تھے۔۱ (بخاری کتاب السحر ۱۳۷/۷)

۱تطبیق کی ناکام کوشش حافظ ابن حجرؒ نے کوشش کی ہے کہ دونوں روایتوں کے درمیان جمع و تطبیق کی جائے لیکن کسی خاص نتیجے پر نہیں پہنچ سکے (یہ بھی ہو سکتا ہے وہ بھی ہو سکتا ہے) چنانچہ لکھتے ہیں جس نے یہودی کہا ہے اس نے حقیقت کو لیا ہے اور جس نے منافق کہا ہے اس نے لبید کے ظاہر پر فیصلہ کیا ہے، ابن الجوزی اور قاضی عیاض کہتے ہیں لبید اسلام لایا تھا، یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہودی اس لئے کہا گیا ہے کیونکہ یہودیوں کا حلیف تھا دین پر نہیں! ہم کہتے ہیں (ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین) ان سب باتوں پر دلیل دی جائے بغیر دلیل کے بات نہیں مان سکتے (ویجمع بینھما بان من اطلق انه یھودی نظر الی ما فی نفس الامر ومن اطلق علیه منافقا نظر الی ظاھر امرہ وقال بن الجوزی ھذا یدل علی انه کان اسلم نفاقا وھو واضح وقد حکی عیاض فی الشفاء انه کان اسلم ویحتمل ان یکون قیل له یھودی لکونه کان من خلفائھم لا انه کان علی دینھم فتح الباری ۲۲۶/۱۰) امام بخاریؒ خود صحیح بخاری میں اس کو اہل کتاب مانتے ہیں (جس کا صاف مطلب ہے منافق نہیں یہودی تھے) باب ھل یعفی عن الذمی اذا سحر، وقال ابن وھب اخبرنی یونس، عن ابن شھاب، سئل: اعلی من سحر من اھل العھد قتل؟ قال: بلغنا ان رسول اللہ ﷺ قد صنع له ذلك فلم یقتل من صنعه. وکان من اھل الکتاب) مصنف عبد الرازق نے بھی اس کو اہل العہد لکھا ہے (حدود اھل العھد (لا یقتل ساحرھم" زعموا ان رسول اللہ ﷺ قد صنع به بعض ذلك، فلم یقتل النبی ﷺ وکان من اھل العھد) زعموا سے واضح اشارہ مل رہا ہے کہ یہ سارے زعم یعنی وہم و گمان میں مبتلا ہو کر یہ باتیں کہہ رہے ہیں، واضح رہے یہ ساری روایات بخاری کی ہیں جن میں ہشام کبھی ساحر کے نام لینے پر اکتفاء کرتے تھے کبھی منافق بیان کر دیتے تھے تو کبھی اسکو یہودی کہتے تھے جو شخص افضل الرسل ﷺ کی

قال لبید بن اعصم بن الیھودی من بنی زریق، یہاں پر یہ قول ملائکہ کیطرف منسوب ہے۔ کہ لبید بنو زریق قبیلہ کا یہودی تھا۔ حالنکہ بنو زریق قبیلہ یہود کا نہیں بلکہ مسلمانوں کے قبیلہ انصار خزرج کا ایک شاخ ہے۔

قبیلہ بنو زریق ایک بابرکت اور خوش نصیب قبیلہ:

بنو زریق قبیلہ خزرج کا ایک شاخ تھا نہ کہ یہودی قبیلہ اس قبیلہ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہاں پر مسجد کی تعمیر پیغمبر ﷺ کی ھجرت مدینہ سے پہلے ہوئی تھی اور سب سے پہلے قرآن کی تلاوت اسی مسجد میں ہوئی، اس قبیلے کو ایک اعزاز یہ بھی حاصل ہے کہ ابو رافع عبید بن زید عامر بن عجلان بن عامر البدری رضی اللہ عنہ انصار میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔

(جمہرۃ انساب العرب لابن حزم ۱/۳۵۸) (الزرقی ھذہ نسبۃ الی بنی زریق وھم بطن من الانصار)

(الانساب للسمعانی ۶/۲۸۵) (اللباب فی تھذیب الانساب لابن الاثیر ۲/۶۵، معجم قبائل العرب ۲/۴۷۱)

الزرقی بنی زریق کی طرف نسبت ہے اور یہ انصار (خزرج کا شاخ تھا) امام ابن حزم اور امام سمعانی نے قبیلہ بنو زریق کے ان مشہور لوگوں کے نام ذکر کئے ہیں۔ مگر انمیں مشہور جادوگر لبید کا نام قطعاً نہیں۔ کتنی چالاکی سے کسی دجال اور انصار کے دشمنوں نے بنو زریق کو ایک یہودی قبیلہ ظاہر کر کے لبید (۱) کو اسی قبیلہ کا ایک فرد قرار دیا، ہمارے خطیبوں نے بھی انکے ہاں میں ہاں ملا کر منبروں پر یہی بیان کرنا شروع کر دیا کہ بنو زریق یہودی قبیلہ تھا، بنو زریق کو پیغمبر پاک ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے

طرف یہ منسوب کرے کہ معاذاللہ آپ کے عقل میں نقص پیدا ہو گیا تھا کہ کونسا کام کیا ہے اور کونسا رہ گیا اللہ تعالی نے اسی شخص کی دماغ میں یہ نقص اور فتور پیدا کر دیا جسکو یہ بھی یاد نہ رہا لبید کون تھا منافق یا یہودی۔

(۱) لبید کا حال: لبید (ھم اس کو بلید بن اعتم کہتے ہیں) ایک گمنام شخص ہے مدینہ میں کوئی لبید نامی شخص گزرا ہی نہیں نہ انکے دادا کا نام معلوم نہ بہنوں کے نام! یہ لبید کبھی (رجل) آدمی، کبھی (غلام یہودی یخدمہ (دلائل النبوۃ ۷/ ۹۲) ایک یہودی بچہ جو آپ ﷺ کا خادم تھا، کبھی یہودی، کبھی منافق، کبھی رجل من الانصار طبقات الکبری ۲/ ۱۵۳، مسند البزار، البدایۃ والنہایۃ) انصاری صحابی، کبھی کہتے ہیں اس نے جادو نہیں کیا بلکہ اسکی بہنوں نے جادو کیا تھا (انما سحرہ بنات اعصم اخوات لبید، وکن اسحر من لبید واخبث، وکان لبید ھو الذی ذھب بہ فادخلہ تحت ارعوفۃ البئر الطبقات الکبری ۲/ ۱۵۶۹ اس روایت کو ابن سعد نے اپنے استاد واقدی سے نقل کیا ہے جو باتفاق ائمہ جرح وتعدیل جھوٹا اور وضاع الحدیث تھا (کان احمد بن حنبل یکذبہ، علی بن المدینی یقول الواقدی یضع الحدیث المجروحین لابن حبان ۲/ ۲۹۰ قال البخاری محمد بن عمر المدینی قاضی بغداد متروک الحدیث ترکہ احمد، وابن نمیر، قال النسائی محمد بن عمر الواقدی متروک الحدیث الکامل فی الضعفاء ۷/ ۴۸۱

دشمن کے طور پر پیش کیا گیا لیکن فی الواقع یہ قبیلہ انصار کا جان نثار کا قبیلہ تھا ان کے دشمنوں نے یہ قصہ ان کی طرف منسوب کر دیا۔

۲: لبید کی تعریف کرنے والا کون فرشتہ یا سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا؟

ھشام کبھی یہ الفاظ کہ "لبید بن الاعصم من بنی زریق فرشتے کی طرف منسوب کرتا ہے کہ فرشتے نے اسکو منافق کہا (قال : و من طبه ؟ قال: لبید بن الاعصم رجل من بنی زریق حلیف لیهود کان منافقا" کان منافقاً" کے الفاظ کسی راوی کے ہیں۔ یا پورا جملہ

۲) لیکن کتاب الادب (صحیح بخاری کتاب الادب باب قول الله تعالى ان الله یامر بالعدل والاحسان ۱۸/۸ ، مسند الحمیدی ، مسند الامام الشافعی ۸۹/۲، ، غوامض الاسماء المبهمة ۲/ ۲٦٠. میں یہی الفاظ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہے (قالت ولبید بن الاعصم رجل من زریق حلیف الیهود) اس میں منافق کا لفظ نہیں ھشام کبھی یہ جملہ فرشتے کی طرف منسوب کرتا ہے کبھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف۔

۳: دو فرشتے یا دو آدمی

صحیح البخاری کتاب الادب کتاب الطب وغیرہ، صحیح مسلم ۱۷۱۹/۴ ، مسند الامام الشافعی، ۳۹۳/۳ مسند الحمیدی ۲۸۷/۱ ، مسند احمد ۱۹۴/۴۱ ، ابن ماجة ۱۱۷۳/۲ ، الطبقات الکبری، ۱۵۱/۲ السنن الکبری للبیهقی ۲۳۲/۸، السنن الصغیر للبیهقی ۲٦۵/۳ میں ہے (اتانی رجلان) میرے پاس دو آدمی آئے لیکن صحیح ابن حبان ٦۵/۵ نسخہ دیگر ۵۴۷/۱۴ مسند اسحاق بن راھویہ ۲۲۹/۲، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث رقم ۵۹۲٦ میں ۱۰۱/٦ (اتانی ملکان) میرے پاس دو فرشتے آئے، جامع معمر بن راشد ۱۱/ ۱۴ احدیث رقم ۲٦٦ میں ہے (اتاہ ملکان) آپ ﷺ کے پاس دو فرشتے آئے، پہلے دو اقوال رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب جبکہ وآخر الذکر سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ کیطرف منسوب ہے۔ جمع و تطبیق والے کہتے ہیں فرشتے دو آدمیوں کی صورت میں حاضر ہوئے لیکن زبان سے کیوں مختلف الفاظ بیان کرتا ہے صاف کہہ دیتے کہ فرشتے دو آدمیوں کے شکل میں آئے تھے اس لئے ھشام کبھی آدمی کبھی فرشتے کے الفاظ کہتے ہیں، اس کا اسان جواب تو یہ ہے کہ اگر یہی کہنا تھا تو ھشام پیغمبر پاک ﷺ کی زبان سے کیوں مختلف الفاظ بیان کرتا

ہے، صاف کہہ دیتے کہ فرشتے دو آدمیوں کی صورت میں حاضر ہوئے لیکن قصہ ہی بناوٹی ہے اسکے کچھ الفاظ بائبل (انجیل سے لئے گئے ہیں) جیسا ہم آئندہ سطور میں ثابت کرینگے۔

کیونکہ کہ قصہ گھڑنے والا ہی ایک مسیحی پادری ہے جو اسلامی لباس میں کام کرتا تھا دیکھئے انجیل میں حضرت عیسیٰؑ کی صلیب سے اتارنے کے بعد کی کہانی (انجیل متی) مریم قبر کو دیکھنے آئیں اور دیکھو ایک بڑا بھونچال آیا کیونکہ خداوند کا فرشتہ آسمان سے اترا (ب ۲۸/ ۲۳)

انجیل لوقا (وہ اس بات سے (مریم) حیران تھی تو دیکھو دو اشخاص براق پوشاک پہنے انکے (مریم) کے پاس آکھڑے ہوئے (ب ۲۴/ ۴۔۔۵)

اب انجیل یوحنا کی الفاظ دیکھیں (لیکن مریم باہر قبر کے پاس کھڑی روتی رہی اور جب روتے روتے قبر کی طرف جھک کر اندر نظر کی تو دو فرشتوں کو سفید پوشاک پہنے ہوئے ایک کو سرہانے اور دوسرے کو پیتائے (پیر) کی طرف بیٹھے دیکھا) (ب ۲۰/ ۱۱۔۱۲)

حدیث سحر میں بھی کبھی جبریلؑ (جیسا کہ نسائی وغیرہ کی روایت میں ہے) کبھی دو آدمی کبھی دو فرشتے ذکر کئے جاتے ہیں۔

بعینہ یہی الفاظ مختلف اناجیل میں ذکر ہے یہ قصہ اعمش اور ھشام کو ایسے شخص نے سنایا جس کو ان اناجیل پر عبور حاصل تھا،

(۴) جادو کا پتہ بتانے والا کون؟

آگے ان دو آدمیون یا فرشتوں میں سے کس نے جادو کا پتہ بتایا وہ بھی سن لیجئے صحیح بخاری (کتاب الطب باب هل يستخرج السحر) کی روایت میں ہے (فقعد احدهما عند راسى ،للآخر: مابال الرجل) میرے پاس دو آدمی آئے ایک میرے سرہانے اور ایک پائنی بیٹھ گیا (جو سر کی طرف تھا سوال کرتا ہے اور جو پاوں کی طرف تھا اس نے تشخیص بتادیا کہ اس پر جادو کیا گیا ہے اور طریقہ اور پتہ بھی بتادیا کہ جادو کہاں ہے) یعنی جادو بتانے والا فرشتہ پاوں کی طرف بیٹھا تھا۔

لیکن بخاری کی دوسری روایت (کتاب الادب ۸/ ۱۸ باب قول اللہ تعالی ان اللہ یامر بالعدل والاحسان) میں ہے (فجلس احدهما عند رجلي والآخر عند راسي ، فقال الذى عند رجلي للذى عن راسي : مابال الرجل؟)

ایک میرے پائینی طرف بیٹھ گیا اور دوسرا سرہانے کی طرف تب جو پاوں کی طرف تھا اس نے جو سرہانے کی طرف تھا پوچھا کہ اس آدمی کو کیا ہو گیا ہے جو سر کی طرف بیٹھا تھا (اس نے تشخیص اور جگہ بتادیا) یعنی جادو بتانے والا فرشتہ سر کی طرف بیٹھا ہوا تھا۔

اب آیئے بخاری (کتاب الطب باب السحر ۷/۱۳۷ باب التکریر فی الدعاء ۸/۸۳) السنن الکبری للبیهقی ۸/۲۳۲، السنن الصغیر للبیهقی ۳/۲۶۵ میں ہے (فجلس احدهما عند راسی، والآخر عن رجلی، فقال احدهما لصاحبیه: ما وجع الرجل) ایک نے دوسرے سے پوچھا (کس نے کس سے پوچھا) یہ هشام ہی بتا سکتے ہیں اگر هشام زندہ ہوتے تو ہم یقیناً یہ سوال ان سے کرتے کہ جناب ہمیں بتائیں یہ جادو بتانے والے فرشتے تھے یا آدمی پھر جادو کا پتہ کس نے بتایا آپ کے الفاظ میں اضطراب کیوں ہے کیا آپ کا حافظہ (۱) ٹھیک تو ہے۔

(۵) مواد جادو میں اختلاف (کس چیز پر جادو کیا گیا تھا)؟

کتاب الطب باب السحر ۷/۱۳۷ اور باب تکریر فی الدعاء ۸/۸۳ میں (فی مشط ومشاطة) لیکن کتاب بدء الخلق، باب صفة ابلیس وجنوده ۴/۱۲۲، کتاب الطب هل یستخرج السحر ۷/۱۳۷، کتاب الادب باب قول الله تعالی ان الله یامر بالعدل والاحسان ۸/۱۸ میں یہ الفاظ ہیں (فی مشط ومشاقة) پہلی روایات کے مطابق جادو کنگھی اور اس سے جو بال نکلتے ہیں ان پر جادو کیا گیا تھا (بال اور کنگھی) دوسری روایات کے مطابق جادو کنگھی اور ایک کپڑے پر کیا گیا تھا (کتان لینن کا کپڑا)

فی مشط ومشاقة (قال الکرمانی: ما یغزل من الکتان" (عمدۃ القاری ۱۵/۱۷۰)

مشاقة جو کتان (۲) سے کپڑا بنتا ہے۔

،اے هشام اللہ آپ پر رحم کرے جو الفاظ آپ، آپ ﷺ کی طرف منسوب کر رہے ہیں وہ کیا تھے کنگھی اور بال یا کنگھی اور لینن کا کپڑا۔

---

[1] جھوٹے راویوں کے مختلف انداز:۔ کبھی جبرائیل علیہ السلام کا نام لیا جاتا ہے۔ مسند ابن ابی شیبہ کتاب المصنف لابن ابی شیبہ، مسند عبد بن حمید، سنن النسائی، شرح مشکل الآثار، غوامض الاسماء المبهمة، (فاتاه جبریل علیه السلام) کبھی کہتے ہیں اللہ تعالی نے بلا واسطہ جادو بتا دیا، کوئی فرشتہ یا آدمی نہیں (حتی دله الله علیه الطبقات الکبری ۲/۱۵۲)

[2] مشاطہ اور مشاقہ:۔ حافظ ابن حجر "مشاقة اور مشاطة" کو ایک ہی سمجھتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں وقیل المشاقة هی المشاطة بعینها والقاف تبدل من الطاء لقرب المخرج والله اعلم (فتح الباری ۱۰/۲۳۲) مگر امام عینی اسکو رد کرتے ہیں، کہ یہ ایک چیز ہے وفیه نظر،،، والصواب: المشاقة من الکتان) بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ مشاطہ کنگی میں بال جبکہ مشاقہ کتاب کے کپڑے کو کہا جاتا ہے۔

۶- کنویں کے نام میں اختلاف:

بخاری کی سب روایات میں (بئر ذروان) ایک کنواں جس کا نام ذروان تھا، لیکن کتاب الطب باب السحر میں (بئر ذی اروان) اروان والا کنواں، بلکہ بقول حافظ ابن حجر امام اصمعی سے نقل کرتے ہیں کہ ذروان غلط ہے۔ یعنی بخاری کے پانچ راوی کنویں کے نام کو غلط نقل کرتے ہیں۔ وقال الاصمعی من قال ذروان فقد اطاء وانما هي ذواروان " (فتح الباری ۱/۹۹)

کنویں کے نام میں اختلاف: جامع معمر راشد کی روایت زھری سے (بئر ابی فلان ۱۴۱۴/۱۱) اور تفسیر ابن جریر ۲۲/۴۳۸۴۳۸ زھری سے (بئر حزم)، المعجم الاوسط للطبرانی ھشام سے (بئر بنی ریسان ۶۶/۱۱۰۱)، باب المیم من اسمه محمد، الطبقات الکبر ۲۲/۱۵۳ ۱۵۳ مسند الامام احمد حدیث ۱۹۲۶۸۱۹۲۶۸، سنن النسائی حدیث ۴۰۸۰. السنن الکبری للنسائی حدیث ۳۵۲۹ ۳۵۲۹، غوامض الاسماءالمبهمه، مسند البزار ۱۰۲۱۵۲۱۵ مسند جابر بن سمرة رضی الله عنه الاعمش (بئر کذاوکذا) شرح مشکل الآثار حدیث ۵۹۳۵ مسند عبدحمید عن الاعمش حدیث ۲۷۱ (بئر فلان) المعجم الکبیرحدیث ۵۰۱۱ المستدرك ۸۰۷۴ (بئر رجل من الانصار)

اسی کتاب الطب والی حدیث کی طرف امام حاکم ت ۴۰۵ھ اشارہ کرتے ہیں کہ یہ حدیث شاذ ہے (ضعیف کی ایک قسم) (وحدیث ابی اسامة عن هشام بن عروة عن ابیه عن عائشة رضی الله عنها انها قالت طب رسول الله ﷺ حتی کان یخیل الیه انه یفعل الشیء ولا یفعله قال الحاکم هذاالحدیث مخرج فی الصحیح وهو شاذ بمرة) (المدخل الی کتاب الکلیل ۳۹/۱) حافظ ابن حجر فتح الباری ۱۰/۲۳ باب هل یستخرج السحر میں لکھتے ہیں (فروایة البخاری عن عبید بن اسماعیل عنه افلا اخرجته وهکذا اخرجه احمد عن ابی اسامة ووقع عندمسلم عن ابی کریب عن ابی اسامة افلا احرقته بحاء مهملة وقاف وقال النووی کلا الروایتین صحیح کانها طلبت انه یخرجه ثم یحرقه قلت لکن لم یقعامعا فی روایة واحدة وانما وقعت اللفظة مکان اللفظة وانفرد ابوکریب بالروایة التی بالمهملة والقاف فالجاری علی القواعد ان روایته شاذة۔)

کافی بحث اور کئی احتمالات بیان کرنے کے بعد کہ جادو نکالا گیا یا نہیں حافظ ابن حجر اس نتیجے پر پھونچے)
بخاری کی روایت میں ہے افلا اخرجتہ ، امام احمد نے ابو اسامۃ سے افلا احرقتہ نقل کیا ہے ، امام نووی کہتے ہیں دونوں روایتیں صحیح ہیں جس کا مطلب یہ ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے درخواست کی۔ کہ مواد جادو نکال لیں پھر اسکو جلائیں، میں (حافظ ابن حجر) کہتا ہوں یہ دونوں الفاظ ایک روایت میں نہیں تاکہ یہ مطلب لیا جائے سو اصول حدیث کے مطابق ابو اسامۃ کی روایت شاذ (ضعیف) ہے ، ماشاءاللہ حافظ ابن حجر بھی کہتا ہے کہ حدیث سحر جو اسامۃ نے نقل کی ہے، ضعیف ہے اگرچہ بخاری میں ہے۔

۷:۔ کنویں کا کسی کو پتہ نہیں تھا فرشتے نے بتادیا

بخاری کی سب روایات میں ہے کہ جادو کا مواد ذروان یا ذی اروان کنویں میں دفن ہے اسکے بعد پیغمبر ﷺ خود جاتے ہیں یا پھر صحابہ کی جماعت کے ساتھ جاتے ہیں یعنی گویا کہ کنواں سب کو معلوم ہے۔
باب تکریر الدعاء میں فرشتہ کنویں کا پتہ بھی بتادیتے ہیں (وذروان بئر فی بنی ذریق) ذروان نامی کنواں بنی ذریق قبیلہ میں واقعہ ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ پیغمبر اور صحابہ کو پتہ نہیں تھا بلکہ فرشتے نے بتادیا کہ یہ کنواں بنی ذریق میں واقع ہے۔
ہم ان ظالم راویوں سے پوچھنے کا حق رکھتے ہیں، کہ آخر میرے نبی کی زبان کے الفاظ یا انکی کہی بات کونسی ہے، تاکہ ہم وہ فرمان سینے سے لگائیں، اور تمہارے بنائے اور گھڑے گئے الفاظ کونسے ہیں۔
تو پیغمبر ﷺ کی طرف منسوب باتیں کیا تھیں صرف ذروان یا ذی اروان یا یہ بھی کہ ذروان کنواں بنو زریق میں واقع ہے۔

۸: کیا مواد جادو نکالا گیا یا نہیں:۔

صحیح البخاری بدء الخلق باب صفة ابلیس وجنوده ۱۲۲/۴ اور کتاب الطب باب السحر ۱۳۶/۷ میں ہے۔(فقلت استخرجته ؟فقال: "لا اما انا فقد شفانی الله ، وخشیت ان یثیر ذلك علی الناس شرا" ثم دفنت البئر)
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب ہے کہ میں عرض گزار ہوئی کہ آپ ﷺ نے جادو کو نکال لیا؟ تو آپ نے جواب دیا: نہیں، اللہ تعالی نے مجھے شفادی اور میں نہیں چاہتا کہ اسی وجہ سے شر پھیل جائے اس کے بعد آپ ﷺ نے حکم فرمایا اور کنواں دفن کردیا گیا۔

لیکن اسکے بر عکس کتاب الطب باب ھل یستخرج السحر اور کتاب الادب میں ہے (فاتی النبی) تب آپ ﷺ کنویں کی طرف تشریف لے گئے اور آپ ﷺ کے حکم سے جادو نکال لیا گیا۔

بخاری کی کچھ روایات میں ہے کہ جادو نکال لیا گیا اور بعض میں نفی ہے بلکہ کنواں ہی دفن کر دیا گیا، اب بخاری کی روایات کے ساتھ ھشام کی روایات دیگر کتابوں سے بھی ملایا جائے تو اضطراب اور بھی شدید تر ہو جاتا ہے،

دیکھئے صحیح مسلم ۴/۱۷۱۹ میں (افلا احرقتہ) آپ ﷺ نے جادو کو جلایا کیوں نہیں اور آگے ہے (فامرت بھا فدفنت) میرے (آپؐ) کے حکم سے کنواں دفن کر دیا گیا۔ مسند احمد ۴۰/۷۰۴ میں ہے۔ افلا احرقتہ کہ آپ اسکو (مواد جادو یا لبید کو) جلا دیجئے۔

صحیح ابن حبان میں ہے فقلت: یا رسول اللہ فھلّا اخرجتہ اواخرقتہ"(۵/٦۴ حدیث رقم ٦۵۸۳)او طبع توستہ الرسالہ ۱۴/۵۴٦)

یارسول اللہ ﷺ اگر آپ اس جادو کو جلاتے یا نکال لیتے اور آگے ہے (فامر بھافدفنت) پھر آپ ﷺ نے حکم فرمایا اور کنواں دفن کر دیا گیا۔

کنویں کی مختلف حالات :۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ آپ ﷺ سے جب حارث بن قیس نے کنویں کی دفنانے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے ناراضگی کا اظہار کیا لیکن حارث رضی اللہ عنہ کچھ صحابہ کے ساتھ ملکر کنواں دفنا دیا اور اس کے بدلے ایک اور کنواں کھودا جس میں آپ ﷺ نے بھی شرکت کی (قال الحارث بن قیس، یارسول اللہ الا نھور البئر؟ فاعرض عنہ رسول اللہ ﷺ فھورھا الحارث بن قیس واصحابہ وکان یستعذب منھا، قال: وحفرو بئرا اخری فاعانھم رسو اللہ ﷺ علی حفرھا ۲/۱۵۲) یہ ہے اس روایت کے گھڑنے والوں کی گڑبڑیشن ہے کہ جھوٹ کے پر نہیں ہوتے۔

اور شرح اصول الاعتقاد ۷/۱۲۸۵ میں ہے فقلت لہ: الا تنتصر؟ قال: "اما انا فقد شفانی اللہ، واکرہ ان اثیر علی احد شیئا" قالت: "ونزلت قل اعوذبرب الفلق، من شر ما خلق، حتی ختمت السورۃ) یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا کہ آپ ﷺ بلید سے بدلہ کیوں نہیں لیتے تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالی نے مجھے شفاء بخشی اور میں اسکی وجہ سے لوگوں میں شر پھیلانا نہیں چاہتا اور یہ سورت قل اعوذ برب الفلق، من شر ما خلق آخر تک نازل ہوئی) یعنی ایک سورۃ الفلق نازل ہوئی، تو یہ ہے وہ تخبط اور اضطراب جو ھشام ام المؤمنین کی طرف منسوب کرتے ہیں۔

۱: صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مشورہ دیا کہ آپ اسکو جلائیں۔ یعنی مواد جادو نکالا گیا۔

۲: مسند اسحاق بن راھویہ میں ہے کہ آپ ﷺ اسکو نکال لیجئے۔ یعنی مواد جادو نہیں نکالا گیا۔

۳: صحیح ابن حیان میں ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے تعجب سے پوچھا کہ آپ ﷺ نے جادو کو جلایا یا نکالا کیوں نہیں

۴: بخاری وغیرہ میں ہے فھلا تنشرت (کہ آپ نے اپنے آپ کو جادو سے (پانی وغیرہ) سے کھولا کیوں نہیں)

۵: شرح اصول الاعتقاد میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جادوگر لبید سے بدلا لینے کا مشورہ دیتی ہے اور ساتھ یہ بھی بتاتی ہے کہ سورۃ الفلق بھی اسی قصہ کے لئے نازل ہوئی (صرف ایک سورت سورۃ الفلق)

جادو کی مدت میں اختلاف

اس پر پہلے بھی ہم خوب روشنی ڈال چکے ہیں۔

امام بخاریؒ کے استاد امام احمد بن حنبلؒ اپنی کتاب مسند الامام احمد میں ھشام کے ذریعے مدت سحر یعنی وہ عرصہ جس میں آپ ﷺ جادو کے زیر اثر رہے چھ مہینے بتاتے ہیں عن معمر، عن ھشام بن عروۃ (لبث رسول اللہ ﷺ ستۃ اشھر یری انہ یاتی ولا یاتی ۴۰/۴۰۵)

لیکن لگتا ہے کہ بعد میں ھشام یہ مدت بھول گیا اس لئے صحیح بخاری کتاب الادب میں ہے "حدثنا سفیان، حدثنا ھشام بن عروۃ ،(مکث النبی ﷺ کذا وکذا، یخیل الیہ انہ یاتی اھلہ ولا یاتی)

کہ آپ ﷺ جادو کے زیر اثر اتنا عرصہ رہے۔

۸: صحیح بخاری کتاب الجزیۃ والموادعۃ ۱۰۱/۴ اور مسند الامام احمد ۲۸۴/۴۰ حدیث ۲۴۲۳۷ میں یحی بن سعید ھشام بن عروہ سے یہ روایت بہت مختصر نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ اس سے زیادہ نہیں (ان النبی ﷺ سحر، حتی کان یخیّل الیہ انہ صنع شیئا ولم یصنعہ)

یعنی آپ ﷺ پر جادو کیا گیا جسکی وجہ سے آپ ﷺ کو خیال میں آتا تھا کہ آپ ﷺ نے کوئی کام کیا ہے لیکن حقیقت میں نہ کیا ہوتا اسکے علاوہ ھشام نے یحی کو کوئی تفصیل نہیں بتائی یہ تو ھشام ہی جانتا ہے کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔

کیا ھشام کو یحی بن سعیدؒ کی یہ عادت معلوم تھی کہ آخر یہ شخص چھان بین کے بعد حقیقت تک پہنچ ہی جاتا ہے اس لئے ھشام نے عافیت اسی میں سمجھی کہ ایک ہی جملہ بیان کر دو ایسا نہ ہو یحی بن سعید سوالوں کا انبار نہ کھڑا کر دے۔

اس لئے امام حاکمؒ نے معرفۃ علوم الحدیث میں ھشام کو ایسے مدلسین میں شمار کیا ہے جو تدلیس سے کام لیتے ہوئے روایت بیان کرتے ہیں لیکن اگر کوئی ان سے مراجعت سوال یا اصرار کرتے تو "سماع" بیان کرتے یعنی پہلے تو عن سے روایت کرتے ہیں لیکن اصرار اور الحاح کے بعد سمعت یا اخبرنی کے الفاظ استعمال کرتے اور روایت میں بھی کمی بیشی کرتے (واما الجنس الثانی من المدلسین فقوم یدلّسون الحدیث فیقولون: قال فلان ، فاذا وقع الیھم من ینقّر سماعاتھم ، ویلح یراجعھم ، ذکروا فیہ سماعاتھم" معرفۃ علوم الحدیث ۱/۱۰۴) یعنی دوسری قسم ان مدلسین کی وہ ہے جو پہلے ان الفاظ سے روایت کرتے ہیں "قال فلان" فلان نے کہا ہے لیکن اگر کوئی الحاح اصرار اور مراجعت کرے تو اپنا سماع بیان کرتا ہے کہ میں نے فلاں کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے۔

پھر آگے امام یحی بن سعید کا واقعہ نقل کرتے ہیں۔

(یحی ، یقول: کان ھشام بن عروۃ یحدث عن ابیہ ، عن عائشۃ ، قالت: "ما خیر رسول اللہ ﷺ بین امرین ، وما ضرب بیدہ شیئا قط" الحدیث قال یحی: فلما سالتہ ، قال: اخبرنی ابی عن عائشۃ ، قالت: ما خیر رسول اللہ ﷺ بین امیرین ، لم اسمع من ابی الا ھذا ، والباقی لم اسمعہ ، ص ۱/۱۰۵) یعنی ھشام بن عروہ اپنے باپ کا نام لے کر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بیان کیا کرتا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں (ما خیر رسول اللہ ﷺ بین امرین ، وما ضرب بیدہ شیئا قط) امام یحی فرماتے ہیں جب میں نے خود ھشام سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا تو کہنے لگے مجھے میرے والد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بتائی (اخبرنی) کہ (ما خیر رسول اللہ ﷺ بین امرین) میں نے باپ سے صرف یہی الفاظ سنے ہیں باقی (وما ضرب بیدہ شیئا قط) والے الفاظ زہری کے ہیں۔

سبحان اللہ ھشام نے ایک تو (عن) کے بجائے (اخبرنی) کا لفظ استعمال کیا دوسری بات اپنے باپ کا نام لے کر اگلے جملے کا بھی اضافہ کر دیا اس سے صاف ظاہر ہے کہ ھشام اگر

ا: زہری کو تدلیسا ساقط کر سکتا ہے تو دجال قسم کے راوی کیوں ذکر کرینگے یا

۲: یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ھشام زہری کو بھی قابل اعتماد راوی تصور نہ کرتا ہو تو ھشام کی ہمت یحی بن سعید کے سامنے نہیں ہوئی کہ حدیث سحر کا پورا قصہ سناتے اس حالت میں ھشام کو کئی سوالات کا سامنا

کرنا پڑتا کیونکہ ھشام بن عروہ یحیٰ بن سعید کی عادت سے بخوبی واقف تھے تو اس نے عافیت اسی میں سمجھی کہ ایک مختصر سا جملہ جو بخوبی یاد ہو وہ سنادو، حالانکہ اس جملے میں بھی اضطراب ہے دیکھئے:۔

یحیٰ ؒ ھشام سے یہ جملہ اس طرح نقل کرتا ہے (یخیل الیہ انہ صنع شیئا ولم یصنعہ)

انس بن عیاض ؒ عن ھشام (لیخیل الیہ انہ قد صنع الشئ وما صنعہ)

وھیب عن ھشام (کان یخیل الیہ انہ یصنع الشیئ ، ولم یصنع)

لیث ؒ ھشام (کان یخیل الیہ انہ یفعل الشیئ وما یفعلہ)

ابو اسامۃ ؒ عن ھشام (لیخیل الیہ انہ یفعل الشیء وما فعلہ)

لیکن سفیان ؒ تو کچھ اور ہی بتاتا ہے۔ (یخیّل الیہ انہ یاتی اھلہ ولا یاتی بخاری کتاب الادب ۱۸/۸)، یری انہ یاتی النساء ولا یاتیھن ، کتاب الطب باب ھل یستخرج السحر ۱۳۷/۷، مسند الامام الشافعی ص ۲۸۲)

یعنی آپ ﷺ اس طرح دیکھتے تھے کہ آپ ﷺ ازواج مطہرات کے پاس جاتے ہیں لیکن حقیقت میں نہیں جاتے (یعنی ایسے مناظر جاگتے میں دیکھتے تھے کہ آپ ﷺ ازواج مطہرات میں سے کسی کسی سے مباشرت کررہے ہیں، لیکن حقیقت میں ایسا نہ ہوتا تھا) آپ نے ملاحظہ کرلیا کہ ھشام کا حافظہ اتنا کمزور ہوگیا تھا کہ ایک جملہ بھی صحیح یاد نہیں تھا جس کو وہ ام المؤمنین حضرت عائشۃ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کررہا ہے کہ وہ کیا ہے (جو شخص رسول اللہ ﷺ کی صاف وشفاف عقل کو ناقص تصور کرکے ایک شیطانی قوت کے حوالے کی بات کرتا ہے آخر اسکے عقل پر پردے ڈالے ہی جاتے ہیں)۔

بلکہ ھشام کو تو یہ بھی یاد نہیں رہا کہ پہلے میں نے جو بات کہی تھی وہ کسی کی طرف منسوب تھی کتاب العلل ومعرفۃ الرجال لاحمد بن حنبل ۳۹/۳) حدثنا سفیان بن عیینۃ قال جاء ھشام بن عروۃ الکوفۃ فجاؤہ فسالوہ فقال رسول اللہ ﷺ او ابو بکر او عمر فقلت لہ ما کذا قلت لی عن النبی ﷺ قال صدقت واللہ کذا قلت قال قال بعض اھلی ھو رسول اللہ ﷺ او ابو بکر اوعمر)

سفیان بن عیینۃ فرماتے ہیں جب ھشام بن عروہ کوفہ آئے تو لوگوں (محدثین) نے ان سے کسی حدیث کے متعلق پوچھا تو ھشام نے کہا رسول اللہ ﷺ یا ابو بکر یا عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہے، میں نے (ابن عیینۃ) عرض کیا اے ھشام مجھ سے تو آپ نے کہا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تو ھشام نے کہا (صدقت) آپ صحیح کہہ رہے ہیں اللہ کی قسم ایسا ہی کہا تھا پھر اپنے تدلیس اور اختلاط پر پردہ ڈالنے کے لئے کہا میرے اہل میں سے کسی نے کہا ہے (وہ رسول اللہ ﷺ یا ابو بکر یا عمر رضی اللہ عنہما ہے)

ان سارے نصوص اور واقعات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ھشام اختلاط کا شکار تھا اور ساتھ ہی ایک جھوٹا اور بدترین قسم کا مدلس (دھوکہ باز) تھا۔
بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ھشام ان اوصاف کا مجموعہ تھا۔
۱: مدلس (فراڈیہ) ۲: جھوٹا ۳: مختلط
ان پر ہم آنے والے سطور میں عرض کرینگے کیونکہ ابھی ہمارے سامنے اس اشکال کا جواب واضح کرنا ہے کہ اگر ھشام مدلس ہے تو یحی بن سعید کی روایت اس اشکال کو رفع کر دیتا ہے جس میں یحیٰؒ حدثنا ھشام قال حدثنی ابی سے روایت کرتے ہیں (عنعنہ سے نہیں)
جواب ۱: تو آپ نے ملاحظہ کر لیا کہ جو شخص اپنے باپ کی طرف کسی اور کی حدیث کی الفاظ منسوب کر سکتا ہے (ھشام کی باتوں سے اپنی والد کے لئے نفرت کی بو آتی ہے جیسا آپ نے پہلے ملاحظہ کر لیا ہے) اسکے لئے عن سے حدثنی یا اخبرنی بنانا کونسا مشکل کام ہے آپ نے امام حاکم کے حوالے سے یہ بات پہلے ہی ذہن نشین کر لی ہو گی (صفحہ) سابقہ
جواب نمبر ۲: ہو سکتا ہے کہ ھشام نے پہلے یحی کے سامنے عن ابی عن عائشۃ رضی اللہ عنہا) کے ساتھ روایت کی ہو جب اختلاط شدید تر ہو گیا تب حدثنی ابی کیونکہ کوفہ میں تو ھشام کو یہ بھی یاد نہیں تھا کہ بات پیغمبر ﷺ کی ہے یا ابو بکر یا عمر رضی اللہ عنہما کی۔
ہماری اس بات کی دلیل یہ ہے یہی یحی بن سعید ھشام سے اسی روایت کو "عن" سے روایت کرتے ہیں دیکھئے تفسیر ابن جریر الطبری۔ (تفسیر سورۃ البقرۃ آیت ۱۰۲) ۲/۴۳۸)

حدثنی احمد بن الولید وسفیان بن وکیع ، قالا حدثنا یحی بن سعید ، عن ھشام بن عروۃ ، عن ابیہ ، عن عائشۃ: ان النبی ﷺ لما سحر ، کان یخیل الیہ انہ یفعل الشیء ولم یفعلہ) تو اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ یحی کے سامنے پہلے ھشام نے عن سے روایت کی ہے بعد میں حدثنی سے۔
جواب نمبر ۳: حدثنی کی روایت کو شاذ کہا جائیگا کیونکہ یحی کے علاوہ (سفیان بن عیینۃ الکوفی ، عیسی بن یونس الکوفی ، حماد بن اسامۃ بن زید الکوفی ، عبداللہ بن نمیر الکوفی، علی بن مسھر الکوفی ۱۲۰۔ ۱۸۹ ، مرجّی بن رجاء ، معمر ، وھیب بن خالد بن عجلان البصری، انس بن عیاض المدنی) سب اس روایت کو عن سے روایت کرتے ہیں تو ہو سکتا یہ یحیٰؒ بن سعید کی غلطی ہو، امام حنبل کہتے ہیں کہ حدیث میں کم غلطی کرنے والا یحی بن سعیدؒ سے کسی اور کو نہیں دیکھا اور اس نے بھی کئی احادیث میں غلطی کی ہے یعنی محدثین میں سب سے کم غلطی کرنے والا

یحی بن سعید القطان ہی ہے لیکن اسکے باوجود بھی احادیث میں ان سے بھی غلطی ہوتی ہے، "ما رایت احدا اقل خطا من یحی بن سعید ولقد اخطا فی احادیث "(تھذیب الکمال ۳۱/۳۳۸)
تو یہ احتمال موجود ہے کہ عن سے حدثنی میں یحی بن سعید کی غلطی ہو۔
آخری بات (جواب نمبر ۴) یہ کہ ھشام پر صرف تدلیس کا الزام ہی نہیں کہ صرف حدثنی سے رفع ہو جائے اور اسکی حدیث کو قبول کر لیا جائے کیونکہ وہ عراق جانے کے بعد بدل گئے تھے۔
امام ذہبیؒ فرماتے ہیں:۔
(قلت : فی حدیث العراقین . عن ھشام اوھام تحتمل" (سیر اعلام النبلاء ۶/۲۱۸)
بہت سے دفاعی جملے لکھنے کے بعد امام ذہبیؒ کو اقرار کرنا پڑا کہ جو امام مالک کہتے ہیں وہی صحیح ہے کیونکہ ھشام کی ان احادیث میں جو عراقیوں نے روایت کی ہے ان میں توھمات کا احتمال ہے، یحی بن سعید ۱۲۰ ھ بصرۃ عراق میں پیدا ہوئے تو بقول امام الذھبی ھشام سے اسکی حدیث میں توھمات کا احتمال ہے۔
ھشام بن عروہ:۔ ھشام کے بارے میں ضمنا کچھ تو آپ نے ملاحظہ کر لیا یہاں کچھ تفصیل عرض کر دیتے ہیں آخر میں ھشام اور اعمش کی مشترکہ خصوصیات ذکر کرتے ہیں احادیث سحر کی یہی دو بنیادی راوی ہیں۔
۱: ھشام کی جوانی کے ایام : ایام جوانی میں ھشام ناچ گانے بجانے کے شوقین تھا اس لئے اپنے دوستوں کے ساتھ محفل سجاتے تھے، جس ذہن کے مالک ھشام تھے ویسے ہی دوست بھی رکھے تھے (المرء علی دین خلیله ، فلینظر احدکم من یخالل مسند الامام احمد. الطیالیسی وغیرھما) انسان اپنے دوستوں سے پہچانا جاتا ہے پس ہر آدمی دیکھے کہ دوستی کے لئے کسے چنتا ہے ھشام میں صحیح حدیث کا شرط ہی مفقود ہے اور وہ "العدالة" اما الحدیث الصحیح فھو الحدیث المسند الذی یتصل اسنادہ بنقل العدل الضابط عن العدل الضابط الی منتھاہ ، ولا یکون شاذا ولا معللا الباعث الحثیث ۱/۲۱ یعنی راوی حدیث فسق وفجور میں مبتلا نہ ہو (احمد بن یحیؒ البلاذری ت ۲۷۹ ھ اپنی کتاب جمل من انساب الاشراف ۹/۴۴۵) میں لکھتے ہیں (واما ھشام بن عروۃ ، ویکنی ابا المنذر، فکان فقیھا نبیلا له عقب بالمدینة والکوفة والبصرة، وکان ھشام فی وسط من ایامه علی تدینه یسمع الغناء ، فواعد قوما من اھل المدینة ان یاتوا منزل جاریة تتغنی فسبقوہ ومضی لیلحقھم ، وجعل یقول:
قائمتی الحقانی بالقوم ۔۔۔۔۔ لا تعدانی کسلا بعد الیوم

فلما سمع غناء الجارية قال: اعيذك بالله انه لينبغي ان يكتب على صدرك آية الكرسي، وبين كتفيك المعوذتين ثم خرج)

اور ہشام بن عروہ جس کی کنیت ابو منذر ہے ایک عقلمند فقیہ تھے انکے شاگرد مدینۃ المنورۃ، کوفہ، اور بصرۃ میں پھیلتے ہوئے تھے ہشام ایام جوانی میں اسکے باوجود کہ ایک دیندار انسان تھے لیکن گانے سننے کے شوقین تھے ایک دن اپنے دوستوں کے ساتھ ایک گھر میں پروگرام بنایا کہ وہ وہاں آئے اور ایک لڑکی کے گانے سنے، لیکن دوست وہاں پہلے پہنچے اس لئے ہشام نے اپنے پیروں کے لئے کچھ اشعار کہے جن کا مطلب یہ تھا کہ اے میرے دونوں پیروں مجھے اپنے دوستوں کے پاس جلدی پہنچادو آج سستی سے کام مت لو تو جب محفل ختم ہوا ہشام نے لڑکی کو مخاطب کر کے کہا اللہ کی پناہ آپ کے سینہ پر آیت الکرسی اور دونوں کندوں (پشت پر) کے درمیان معوذتین لکھنا چاہیے (یعنی کہیں آپ کو نظر بد نہ لگ جائے) ہشام کے پاس نظر بد کے لئے یہی علاج رہ گیا تھا کہ ایک ناچ گانے والی لڑکی کے جسم پر قرآن عظیم لکھنا چاہتے تھے۔

۲: ہشام نہایت فحش گو انسان تھے۔: ایک شخص نے جو اکثر ہشام کی خدمت میں رہتا تھا ہشام کے والد عروہ بن زبیر اور انکے تایا عبد اللہ بن زبیر میں موازنہ کرتے ہوئے نافع (متوفی ۱۱۷ھ) مولی ابن عمر کا قول انکے سامنے پیش کیا اور کہا (يا ابا المنذر، نافع مولى ابن عمر كان يفضل اباك عروة على اخيه عبدالله۔ فقال: كذب نافع، وما يدرى نافعا عاض بظر امه؟ عبدالله، والله، خير وافضل من عروة"

(تاریخ بغداد ۵۶/۱۲، سیر اعلام النبلاء ۱۰۰/۵ ترجمہ نافع)

اے ابو منذر نافع ابن عمر کے غلام تمہارے باپ عروہ کو ان کے بھائی عبد اللہ پر ترجیح دیتے ہیں ہشام نے کہا نافع جھوٹا ہے نافع اپنی ماں کی شرم گاہ چاٹے وہ کیا جانے واللہ عبد اللہ عروہ سے بہتر ہے۔

قارئین کرام آپ کے سامنے اگر کوئی آپکے والد کی تعریف کرے تو کیا کوئی ذی شعور ذی عقل انسان اس طرح کے گالی بک سکتا ہے؟ اگر آپ کے والد اس تعریف کا مستحق نہیں بھی ہو۔

گالی نہ دینگے زیادہ سے زیادہ چپ ہو جائینگے، اگر ہشام تعریفی کلمات میں فحش گالی دے سکتا ہے تو پھر ذرہ سوچیں اگر اس شخص کی کسی کے ساتھ لڑائی جھگڑا ہوتا تو کیا گل اگلتا ہو گا۔

لیکن کیونکہ یہ تو عروہ کا بیٹا ہے اس لئے شاید اس کے لئے یہ حدیث نہ ہو (سباب المسلم فسوق وقتاله کفر) متفق علیہ، مسلمان کو گالی دینا فسق ہے یعنی مسلمان کو گالی دینے سے آدمی فاسق بن جاتا ہے، حالات وواقعات سے پتہ چلتا ہے کہ ھشام پر اپنے والد عروۃ کی تربیت کے اثرات بہت کم تھے اس لئے اپنے والد کو کم نظری سے دیکھتے تھے، ایک دفعہ گھر تشریف لائے بچے کچھ بحث کررہے تھے بیوی سے پوچھا کس چیز کی بحث ہورہی ہے بیوی نے بتایا آپ کے بچے کچھ بحث کررہے تھے بیوی سے پوچھا کس چیز کی بحث ہورہی ہے بیوی نے بتایا آپ کے بچے اپنے دادا عروۃ کو میرے والد منذر سے بہتر سمجھتے ہیں، ھشام نے کہا بچو! آپ کے دادا عروۃ تینوں بھائیوں میں بدترین تھے "ان هشام ابن عروة بن الزبير دخل على زوجته فاطمة بنت المنذر بن الزبير، وبنوها بنو هشام يفاخرون بعروة الى المنذر ، فقال: في اى شيء انتم؟ فقالت فاطمة: زعم بنوك ان اباك افضل من ابي! فقال لبنيه: يا بني ، كان والله ابوكم اخس الثلاثة يريد بني اسماء : عبدالله ، والمنذر، وعروة، (جمهرة نسب قريش واخبارها المؤلف: الزبير بن بكار بن عبدالله القرشي الاسدى المكى (المتوفى :٢٥٦ ھ) یا یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عروۃ بقول ھشام اپنے بھائیوں میں بدترین شخص تھے، اللہ تعالی نے قرآن کریم میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے لئے دعاء کرنا بعد میں آنے والے مؤمنین کی صفت بتائی ہے) (الحشر ١٠)

اور وہ لوگ (بھی) جو ان (مہاجرین وانصار) کے بعد آئے (اور) عرض کرتے ہیں: اے ہمارے رب ! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی، جو ایمان لانے میں ہم سے پہلے گزر گئے اور ہمارے دلوں میں ایمان والوں کے لئے کوئی کینہ اور بغض باقی نہ رکھ اے ہمارے رب! بیشک تو بہت شفقت فرمانے والا بہت رحم فرمانے والا ہے) لیکن عروۃ خود کہتا ہے میں حسان بن ثابت الانصاری رضی اللہ عنہ کو برا بھلا گالیاں دینے لگا تو حضرت عائشۃ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے منع فرمایا، ملاحظہ ہو صحیح بخاری باب هجاء المشركين (عن هشام بن عروة ، عن ابيه ، قال: ذهبت اسب حسان عند عائشة ،فقالت، لا تسبه) قال ابو زرعة الرازى رحمه الله اذا رائت الرجل ينتقص احدا من اصحاب رسول الله ﷺ فاعلم انه زنديق " (تاريخ دمشق ٣٨/٣٢)

امام ابوزرعۃ کہتے ہیں کہ صحابہ رضی اللہ عنھم اجمعین میں خامیاں اور کمی نکالنے والا دیکھو تو سمجھ لو کہ وہ شخص زندیق ہے۔

۳: ھشام ہر رطب ویابس اپنے باپ کی طرف منسوب کرتا تھا۔

"وقال يعقوب بن شيبة : ثبت ، ثقة ، لم ينكر عليه شيء الا بعدما صار الى العراق فانه انبسط في الرواية عن ابيه ، فانكر ذلك عليه اهل بلده، والذى يرى ان هشاما يسهل لاهل العراق انه كان لا يحدث عن ابيه الا بما سمعه منه فكان تسهله انه ارسل عن ابيه مما كان يسمعه من غير ابيه عن ابيه"

(تهذيب الكمال في اسماء الرجال ۳۰/۲۳۸)

یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں کہ ھشام کی کسی روایت کا انکار نہیں کیا گیا مگر جب وہ عراق گئے تو انہوں نے اپنے باپ سے روایات میں وسعت پیدا کر دی تب اہل مدینہ نے اسکے اس فعل پر انکار کیا (یعنی ان احادیث کو منکر قرار دیا) اور جو ہم دیکھتے ہیں وہ یہ کہ ھشام نے عراق والوں کے لئے یہ کیا پہلے وہ وہی کچھ بیان کرتے جو انہوں نے اپنے باپ سے سنا تھا اب یہ تسہیل کی کہ جو اپنے باپ کے علاوہ کسی اور سے سنا تھا اسے مرسلا (تدلیسا) اپنے باپ سے بیان کرنا شروع کر دیا۔

اسی کو تدلیس کہتے ہیں ایک راوی کو ساقط کر کے اس کی جگہ کسی اور کا نام لیتے تھے۔

ھشام بن عروۃ اور حدیث ام زراع

حدیث ام زرع طوالت کی وجہ سے ہم یہاں نہیں لکھ رہے لیکن عصر حاضر کے شیخ الحدیث کا اقتباس پیش کر کے اور اس بنا پر محدث محترم کا فیصلہ بھی لکھ دیتے ہیں پھر کچھ محدثین کے اقوال پیش کر کے فیصلہ قارئین پر چھوڑ دیتے ہیں محدث موصوف لکھتے ہیں" نیز پورے قصہ کو پڑھیئے تو معلوم ہو گا کہ ان عورتوں نے اپنے اپنے شوہروں پر جو کچھ تبصرے کئے ہیں ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ بخاری شریف پڑھنے والا طالب علم بڑی مشکل سے ہنسی ضبط کر پاتا ہے" آگے لکھتا ہے" اس لئے کوئی بھی عاقل یہ کہنے کی جسارت نہیں کریگا کہ امام بخاری نے حیا سوز قصے صحیح بخاری میں بھر دیئے۔۔اگر کوئی کہتا ہے تو یہ اس کے خبث باطن کی عکاسی کرتا ہے۔(فضائل اعمال پر اعتراضات ایک اصولی جائزۃ صفحہ ۵۶)

محدث محترم اس قصے کو حیا سوز قصے سے تعبیر کرتا ہے اس سے اندازہ لگائیے کہ شیخ الحدیث صاحب کو یہاں بھی امام بخاری کی عصمت تو یاد آئی مگر ایک سیکنڈ کے لئے یہ نہ سوچا کہ یہ قصہ پیغمبر ﷺ کیسے بیان کر سکتا ہے اس لئے محدث محترم جب طالب علم حضرات کے سامنے یہ حدیث بیان کرتے ہیں تو بیچارے بڑی مشکل سے ہنسی ضبط کرتے ہیں لگتا ہے حدیث ام زرع محدث موصوف کے نزدیک ایک مزاحیہ ڈرامہ ہے جب یہ بیان ہوتا ہے تو طالب علم حضرات بجائے عبرت حاصل کرنے کے ہنسی میں

مشغول ہو جاتے ہیں اگر یہ حدیث نبوی ہے تو اس پر ہنسنا عظیم گناہ ہے اور اگر یہ ہشام کی دماغی اختراع ہے تو لازمی ہے بقول محدث محترم کے کہ یہ حیاسوز قصہ ہے اس لئے اس قصہ کو ابو الاسودؒ جو یتیم عروہ کے نام سے یاد کئے جاتے ہیں عروہ کے حدیث میں ھشام سے زیادہ قابل اعتماد ہیں (وابو الاسود یتیم عروۃ اوثق من ھشام " (شرح علل الترمذی ۲/۶۸۱)

ھشام کی قریبی دوستوں میں سے ہیں بلکہ یہ ھشام کی رضاعی بھائی ہے۔ (کان ابو الاسود یتیم عروۃ ، اخا لھشام بن عروۃ من الرضاعۃ"۔

(سیر اعلام النبلاء ۷/۵۹۳ ط الحدیث ، ترجمۃ عبدالرحمن بن مھدی)

عروہ کے پاس پلے اور بڑے اور انہی سے پڑھے ہیں۔

انہوں نے اس حدیث کو بھی قبول نہیں کیا تو یہ قصہ محدث محترم جیسے صاف باطن والوں کو نصیب ہو ہم تو ابو الاسودؒ کی طرح اس حدیث کو نہ ازواج مطہرات کی طرف منسوب کر سکتے ہیں اور نہ آپ ﷺ کی طرف۔

اجری ابو داؤد سے نقل کرتے ہیں کہ جب ھشام نے حدیث ام زرع بیان کیا تو ابو الاسودؒ نے ھشام کو چھوڑ دیا بالفاظ دیگر ابو الاسودؒ کے نزدیک ھشام اس حدیث کی وجہ سے متروک الحدیث ہوئے اور وہ ھشام پر تعجب کیا کرتے تھے کہ یہ اپنے باپ کی طرف ایسی روایتیں منسوب کرتا ہے جو انہوں نے بیان نہیں کی اور بعض اوقات تو اس قرب تعلق کے باوجود اس غلط بیانی پر سال بھر بات نہیں کرتے تھے (کان ابو الاسود یعجب من حدیث ھشام بن عروۃ ، عن ابیہ وربما مکث سنۃ لا یکلمہ"

(شرح علل الترمذی ۲/۶۸۱ تھذیب التھذیب ۱۱/۴۴)

سبحان اللہ ابو الاسودؒ محض ایک قصہ بیان کرنے کی وجہ سے (جسکو محدث محترم حیاسوز قصہ سے تعبیر کرتا ہے) سال بھر باتیں نہیں کرتا، تو ذرہ سوچیئے اگر یہی شخص جادو کی داستان سنتے تو شاید زندگی بھی باتین نہ کرتے اور ہو سکتا قسم اٹھا کر کہتے کہ اس شخص (ھشام) کا چہرہ کفن میں بھی نہیں دیکھونگا اگر ہم حدیث ام زرع کی تاریخ کی طرف جائیں تو ہمیں پہلے ابو الاسودؒ کی تاریخ وفات معلوم کرنا پڑیگا امام ذہبی نے ۱۳۰ھ کے بعد لکھا ہے (الکاشف ۲/۱۹۴ ابن سعد نے اپنی کتاب الطبقات الکبری ۱/۱۲۲ میں سال متعین کر کے ۱۳۲ھ لکھا ہے ہمارے نزدیک سن وفات یہی صحیح ہے ۱۳۲ھ)

ابن حبانؒ اور علامہ سخاویؒ نے ۱۱۷ھ لکھا ہے۔ (الثقات ۷/۳۶۵، التحفہ اللطیفہ فی تاریخ المدینہ الشریفہ ۲/۵۱۹) رجال صحیح مسلم ۲/۱۹۱)

اگر ہم علامہ ذہبی اور ابن سعد کا قول لے لیں تو حدیث ام زرع مدینہ میں ھشام نے ۱۲۹ یا ۱۳۰ھ کو بیان کی ہوگی کیونکہ ابوالاسودؒ آخر میں مصر چلے گئے تھے اور وہیں فوت ہوگئے (سیر اعلام النبلاء ۶/ ۲۹۲ فرض کریں ۱۳۱ھ میں ابوالاسود مصر چلے گئے اور حدیث ام زرع ھشام نے جب بیان کردی تو ایک سال تک بات نہیں کی یعنی ۱۳۰ - ۱۳۱ تک اور ۱۳۲ھ کے اوائل مصر چلے گئے اور اسی سال فوت ہوگئے تو اس حساب سے حدیث ام زرع حدیث سحر سے تقریبا ۱۴ سال پہلے بیان ہوئی ہے۔

یہ سارے اعداد وشمار تقریبی ہیں ہوسکتا ہے ہشام نے حدیث ام زرع اس سے بھی پہلے بیان کی ہو) ابوالاسودؒ یتیم عروہ کے مطابق یہ حدیث نبوی نہیں ہے اس لئے ھشام سے ایک سال تک کلام تک نہیں کیا اب ہشام نے یہ حرکت کیوں کی؟ اسکے دو احتمالات ہوسکتے ہیں۔

احتمال نمبر ۱: ھشام نے دانستہ طور پر یہ کیا اور ظاہر یہی ہے اس لئے ابوالاسودؒ نے ایک سال کے لئے باتیں بند کردی تو اس وجہ سے ھشام ایک عظیم گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں جس کی سزا جہنم ہے (من کذب علی متعمدا ، فلیتبوا مقعده من النار (بخاری کتاب الجنائز باب مایکره النیاحة علی المیت و مقدمة مسلم باب فی التحذیر من الکذب علی رسول الله ﷺ۔ ایک عام قصہ کو اسناد لگا کر اپنے والد اور خالہ کے ذریعے پیغمبر پاک ﷺ کی طرف منسوب کرنا اور یہی بدترین جھوٹ ہے جو انسان کی زبان سے نکلے۔

احتمال نمبر ۲: ھشام کا حافظہ کمزور تھا ایک عام قصہ جو والد نے سنایا ہو گا حافظہ کی کمزوری کی وجہ سے غلطی سے اپنے والد کی طرف اور اسکے ذریعے اپنی خالہ اور پیغمبر ﷺ کی طرف منسوب کردیا" لم یکن عروة یرفع حدیث ام زرع الی النبی ﷺ انما کان یقطع به الطریق شرح علل الترمذی ۲/ ۶۸۱) عروۃ حدیث ام زرع کو پیغمبر پاک ﷺ کی طرف منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ اس کے ذریعے راستہ کاٹتے تھے) تو اس حالت مین بھی ہشام بری الذمہ نہیں اگر ۱۳۰ھ یا ۱۱۶ھ میں ھشام کے حافظہ کی یہ حالت تھی تو اسکے ۱۴ سال یا ۲۸ سال بعد اندازہ لگائیں کہ حافظہ کا کیا حال ہو گا؟ اس بات کا اعتراف حافظ ذہبی کو بھی ہے کہ آخری عمر میں حافظہ کمزور ہو گیا تھا" حجة امام ، لکن فی الکبر تناقص حفظه -- نعم الرجل تغیر قلیلا ولم یبق حفظه کهو فی حال الشیبة ، فنسی بعض محفوظه او وهم ، ولما قدم العراق فی آخر عمره حدث بجملة کثیرة من العلم ،

في غضون ذلك يسير احاديث لم يجودها ، ومثل هذا يقع لما لك ولشعبة ولوكيع ولكبار الثقات۔ (میزان الاعتدال ۴/۳۰۱)

بڑھاپے میں حافظہ کمزور ہو گیا تھا جوانی جیسا نہیں رہا اور جب آخری عمر میں عراق آئے تو تھوڑے سے عرصے میں بہت زیادہ حدیثیں سنادی ان میں تھوڑی سی احادیث کو صحیح طریقے سے بیان نہیں کر پائے اور یہ تو مالک، شعبۃ اور وکیع جیسے محدثین کو بھی ہو جاتا ہے۔

اگر امام ذہبی زندہ ہوتے تو ہم ضرور ان سے یہ سوال کرتے کہ ہمیں وہ حدیثیں بتادو جو ھشام نے آخری عمر عراق میں صحیح بیان نہیں کی، کیا ان احادیث میں حدیث سحر تو نہیں؟ ہم نے بحمد اللہ اضطراب حدیث ھشام مدلل ثابت کر دیا کہ ھشام نے اس حدیث کو صحیح بیان نہیں کیا بلکہ اس حدیث میں شدید اضطراب کے شکار ہوئے۔

لیکن ھشام کی دماغی کمزوری کے اعتراف کے لئے حافظ ذہبی نے امام شعبۃ، امام وکیع، اور امام مالک کو بھی اس وصف سے رنگ ڈالا۔ ان ائمہ کو بھی نہیں بخشا حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ امام شعبۃ، وکیع، اور امام مالک کے بارے میں ایسے شواہد نہیں ملتے جو ھشام کے بارے میں جگہ جگہ ملتے ہیں۔

مگر ائمہ رجال سے ایسی کمزوریاں بہت زیادہ سرزد ہوتی ہیں، کہ لوگ گند اور بدعقیدہ راویوں کو بچانے کے لئے ایسا ہی کرتے ہیں، انکی یہ غلط فہمی ہے، کہ انکا خیال ہے، کہ کتب روایات میں پیغمبر اسلام کی طرف منسوب روایات بلاشک وریب پیغمبر کی باتیں ہیں، مگر نقل کرنے والے یہ راوی اگر ضعیف ٹھہر گئے تو حدیث رسول ضائع ہونے کا خطرہ ہے، حالانکہ بات اسکے برعکس ہے، اگر راوی معیاری ٹھہرے تو بات پیغمبر اسلام کے ذمے ہو جائیگی ورنہ یہ بات ہی بے حقیقت ہو گی۔

ھشام بن عروہ کذاب تھا

جیسے آپ نے اوپر ملاحظہ کر لیا کہ حدیث ام زرع میں ھشام نے جھوٹ سے کام لیا ہے شاید کوئی اسکو ہماری دماغی اختراع کہے اور ہم پر یہ الزام عاید کریں کہ ھشام پر جھوٹ کا الزام کسی نے نہیں عاید کیا! لیکن حقیقت اس سے برعکس ہے ھشام عراق جانے کے بعد تبدیل ہو گیا تھا اور اس نے جھوٹ بولنا شروع کر دیا تھا حافظ ذہبی سیر اعلام النبلاء ۷/۳۸ میں ط الحدیث ابن اسحاق کے ترجمہ کے تحت خطیب بغدادی کا قول نقل کرتے ہیں (قال الخطيب : ذكر بعضهم : ان مالكا عابه جماعة من اهل العلم في زمانه باطلاق لسانه في قوم معروفين بالصلاح ، والديانة ، والثقة ، والامانة)

بعض محدثین نے امام مالکؒ کے بارے میں جماعت اہل علم کا ایک تنقیدی قول ذکر کیا ہے کہ اس نے ایسے راویوں کے متعلق لب کشائی کی ہے جو اصل میں صلاح، دیانت، ثقاہت، اور امانت میں مشہور تھے پھر اسکی تاکید اور تائید میں خطیب بغدادی نے اپنی سند سے امام مالک کا قول ھشام بن عروہ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ وہ جھوٹا ہے۔ ملاحظہ کیجئے

(قد ذکر بعض العلماء ان مالکا عابه جماعة من اهل العلم فی زمانه ، باطلاق لسانه فی قوم معروفین بالصلاح والدیانة والثقة والامانة ، واحتج بما اخبرنی البرقانی ، قال: حدثنی محمد بن احمد بن محمد بن عبدالملک الادمی ، قال: حدثنا محمد بن علی الایادی ، قال: حدثنا زکریا الساجی، قال: حدثنی احمد بن محمد البغدادی ، قال: حدثنا ابراهیم بن المنذر، قال: حدثنا محمد بن فلیح ،قال:قال لی مالک بن انس :هشام بن عروة کذاب) (تاریخ بغداد ۲/۷ بشار)

پھر اس روایت کو خطیب بغدادی نے رد بھی کر دیا ہے کہ یہ محفوظ نہیں کیونکہ اس میں احمد بن محمد البغدادی غیر معروف (مجھول) ہے (وراویها عن ابراهیم بن المنذر ، غیر معروف عندنا ، فالله اعلم)

پھر علامہ ذہبی بھی لکھتے ہیں قلت فهی مردودة یہ روایت قابل قبول نہیں اس اقتباس میں کئی اشکالات ہیں اور ان کے جوابات ضروری ہیں۔

ا: خطیب بغدادی کے پاس امام مالکؒ پر تنقید کے لئے صرف "ذکر بعض العلماء" کا جملہ ہی ملا یہ بعض العلماء کون ہیں، پہلے انکی تعیین ہونا ضروری ہے پھر جماعة اہل العلم بھی متعین ہونی چاہیئے اس جملے سے امام مالکؒ پر کوئی فرق نہیں پڑتا اس لئے علامہ ذہبیؒ نے بھی اس قول کو قبول نہیں کیا اور لکھا" قلت : کلا ، ما عابهم الا وهم عنده بخلاف ذلك ، وهو مثاب علی ذلك، وان اخطاء اجتهاده رحمۃ اللہ علیہ "(سیر اعلام النبلاء ۷/۳۸)

میں (امام ذہبیؒ) کہتا ہوں امام مالکؒ نے جن پر تنقید کی ہے وہ صلاح، دیانت، ثقاہت، اور امانت میں امام مالک کے نزدیک اسکے برعکس تھے (صالح امانتدار نہیں تھے" اور امام موصوف کو اس اجتہاد پر ثواب ملے گا اگر غلطی پر بھی ہے) تو ھشام کو جھوٹا قرار دینے پر امام مالک کو ثواب ملے گا کیونکہ ھشام نے پیغمبر ﷺ پر جھوٹ باندھا ہے۔

۲: عجب ہے خطیب بغدادی پر، وہ اس قول سے امام مالک کے خلاف احتجاج بھی کرتے ہیں کہ امام صاحب، صالح دیانتدار لوگوں، جیسے ھشام بن عروہ کے خلاف بولتے تھے لیکن ساتھ ہی اس قول کو غلط بھی ثابت کرتے ہیں اگر خطیب بغدادی کے ہاں یہ قول غلط ہے تو پیش کیوں کیا اور اس سے احتجاج کیسے صحیح ہو سکتا ہے بعد میں آنے والوں نے بھی خطیب بغدادی کے قول کو نقل کیا ہے لیکن انکے تذبذب کو نہ جانچ سکے کہ امام مالکؒ صالح اور ثقہ راویوں کی عیب گوئی کرتے تھے اور ساتھ ہی اس کو رد بھی کر دیتے ہیں فواعجبا!!

حافظ ذہبیؒ نے تو کمال ہی کر دیا کیونکہ علامہ صاحب امام احمد کا یہ قول (قال احمد : وھو الاثرمُ ان شاء الله) نقل کرکے بھی کہتے ہیں فھی مردودۃ یہ روایت مردود ہے مقبول نہیں، یعنی احمد بن محمد البغداد سے مراد الاثرم ہے (ان شاء اللہ) اگر یہ الاثرم ہے تو پھر مجھول کیسا کیونکہ خود علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے وہ لکھتے ہے" الاثرم الحافظ الکبیر العلامۃ ابوبکر بن محمد بن ھانی الاسکافی صاحب الامام احمد وصنف التصانیف ۔۔ ولہ کتاب فی العلل تذکرۃ الحفاظ ۲/۱۱۴) الاثرم بڑے حافظ علامہ امام احمد کے ساتھی ہیں، اسکی کافی تصانیف ہیں جن میں سے ایک کتاب العلل ہے ۲۶۱ھ میں فوت ہوئے تفصیل کے لئے ملتقی اہل الحدیث (فوائد منثورۃ عن حال ابن محرز صاحب السؤالات عن ابن معین وغیرہ) دیکھیں۔

http:/www.ahlalhdeeth.com/vb/showthreed.php?t=242439

۳: اعتراض کرنے والے کہتے ہیں کہ امام ابن معینؒ نے امام مالکؒ کے قول کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس سے مراد حدیث کے روایت میں جھوٹ نہیں بلکہ یہ روزمرہ کے کلام میں جھوٹ مراد ہے۔(قال احمد بن محمد : فسالت یحی بن معین ، فقال: عسی اراد فی الکلام ، واما فی الحدیث فھو ثقۃ، وھو من الرواۃ عنہ) کیونکہ امام مالکؒ نے اپنی کتاب موطا میں ان سے روایت کی ہے تو اگر روایت میں جھوٹ مراد ہوتا تو ان سے کبھی روایت نہ کرتے۔

الجواب: اس میں شک نہیں کہ موطا میں ھشام سے ۵۰ (تقریبا) روایتیں موجود ہیں(ولہ عنہ فی الموطا خمسون حدیثا، منھا ستۃ وثلاثون مسندۃ وسائرھا مراسل تستند من وجوہ صحاح، الجوھرۃ فی تسب النبی واصحابہ العشرۃ ۲/۳۰۴) لیکن اگر ہم پھر تاریخی حقائق کی طرف جائیں تو معلوم ہو جائے گا کہ یہ سب روایات ھشام کی ذہنی تبدیلی سے پہلے کی ہیں۔

امام مالکؒ ۹۳ھ میں پیدا ہوئے ھشام ۱۲۰ھ تک مدینہ میں ہی رہے ۱۲۰ھ میں بصرہ (عراق) گئے یہ اسکا پہلا سفر تھا اس سفر کے بعد ھشام میں تھوڑی سی تبدیلی آئی لیکن ہو سکتا ہے دوسرا سفر ۱۳۲ھ کے بعد ہوا ان بارہ سالوں میں کچھ زیادہ تبدیلی ضرور ہوئی ہو گی پہلے سفر کے دوران ھشام حدثنی ابی سمعت عائشۃ، دوسری سفر جو کم از کم بارہ سال کے بعد ہم نے لگایا ہے اس میں اخبرنی ابی عن عائشۃ اور تیسرا سفر ۱۴۴ھ عن ابی عن عائشۃ ۔ امام مالکؒ نے علم حدیث کا حصول کم عمری میں شروع کیا تھا" طلب العلم وھو حدث" (سیر اعلام النبلاء ط الرسالہ ۸/ ۴۹) اگر بالفرض، ۱۲۰ھ تک ھشام کو صحیح مان لیا جائے تو ۱۲۰ھ تک امام مالک ۲۸ سال کے تھے اگر امام مالک نے ھشام سے ۱۵ سال کی عمر میں بھی حدیث لینا شروع کیا ہو تو ۱۲ سال طویل مدت میں ۵۰ حدیثیں (تقریبا) یعنی ہر تین ماہ میں ایک حدیث سنی ہے تو کیا یہ نہ ممکن ہے ؟ بلکہ یہ تو بہت ہی کم ہے لیکن عجیب بات یہ ہے حدیث سحر ایک مشہور حدیث اور حدیث ام زرع کتاب الموطا میں ذکر نہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ امام مالک نے ھشام کی یہ قصے کہانیاں قبول نہیں کی، خصوصا حدیث سحر تو ھشام کی آخری سفر کی حدیث ہے جیسا ہم نے پہلے باحوالہ ثابت کیا ہے امام یعقوب بن شیبہ کا قول ہم پہلے ہی نقل کر چکے ہیں کہ ھشام کی کسی حدیث پر انکار نہیں کیا گیا بجز ان روایات پر جو انہوں نے عراق جانے کے بعد بیان کی ہے اور امام یحی کی بھی یہی رائے ہے کہ ھشام کی عراق میں آخری عمر کی روایات ضعیف ہیں۔ (قال القاضی اسماعیل المالکی: بلغنی عن علی ابن المدینی ان یحی القطان کان یضعف اشیاء حدث بھا ھشام بن عروۃ فی آخر عمرہ لاضطراب ، حفظہ بعدما اسن واللہ اعلم ، وسمعتُ علی بن نصر وغیرہ یذکرون نحو ھذا عن یحی بن سعید" (شرح علل الترمذی ۲/ ۶۸۲)

قال یحی: رائیت مالك بن انس فی النوم فسالتہ عن ھشام بن عروۃ ، فقال: اما ما حدث بہ وھو عندنا بہ فھوای کانہ یصححہ ، وما حدث بہ بعدما خرج من عندنا ، فکانہ یوھنہ)۔
(تھذیب الکمال ۳۰/ ۲۳۸)

کے اندر امام المزی متوفی ۸۴۲ امام یحی بن سعید کا قول نقل کرتے ہیں کہ میں نے امام مالکؒ کو خواب میں دیکھا اور ھشام کے متعلق پوچھا تو امام مالکؒ نے کہا کہ جب تک ھشام ہمارے ہاں مدینہ میں تھے تو اس کی وہ احادیث صحیح ہیں لیکن جب مدینہ سے نکلے تو انکی روایات کمزور (ضعیف) ہیں۔

ہم خوابوں پر یقین نہیں رکھتے لیکن یہ خواب ایک تو معتبر محدث جس کے سامنے امام ابن معین اور امام احمد جیسے جلیل القدر لوگ بغیر اجازت بیٹھنے کی ہمت نہ کر سکتے تھے دوسری بات یہ خواب امام یعقوب بن

شیبہ کی بات کی تائید کرتا ہے اور تیسری بات یہ کہ آج کا مسلمان خواب نبوت کا چھالیسواں حصہ سمجھتے ہیں اور جادو جیسے گندے چیزوں میں اثر ماننے والے تو خوابوں کے پوجاری ہیں، ورنہ اس کے لئے امام یعقوب کا قول ہی کافی ہے یہ خواب اور عبدالرحمن بن خراش کا قول اس پر متزاد ہے ان اقتباسات سے روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ امام مالکؒ کے ہاں ھشام کی صرف وہی روایات قابل اعتماد ہے جو اس نے مدینہ میں سفر عراق سے پہلے بیان کی تھی اگر ہم امام یحی بن سعید کے خواب پر غور کریں تو ہم سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں کہ آخر امام یحی نے صرف ھشام کے متعلق خواب میں کیوں پوچھا، ہم سمجھتے ہیں امام یحی کو ھشام کے متعلق کچھ شک و شبہ تھا اللہ تعالی نے اس کو خواب کے ذریعے دور کر دیا کیونکہ انسان جب کسی چیز کے متعلق سوچتا ہے وہی خواب میں بھی دیکھتا ہے۔

امام مالکؒ نے جادو کے متعلق حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی روایت کو اپنی کتاب میں جگہ دی ہے لیکن ایک مشہور حدیث جس کے مطابق پیغمبر اسلام ﷺ ۴۰ دن یا ۶ ماہ یا ایک سال تک مسحور رہے اس کو قبول نہیں کیا بلکہ اس کے خلاف فتوی بھی دیا کہ ساحر کو قتل کر دیا جائے جبکہ ھشام کی سحر والی حدیث کے مطابق ساحر کو معاف کر دینا چاہیئے عقل اس بات کو ماننے کے لئے تیار نہیں کہ حضرت عمر، حفصہ رضی اللہ عنھم، امام مالک اور امام ابو حنیفہؒ، چاروں ہستیاں پیغمبر پاک کے عمل کے خلاف کیسے فتوی دے سکتے ہیں۔ ظاہر ہے یہ حدیث ھشام نے ابن جریج کے بیان کے بعد سنانا شروع کیا تھا۔

الخلاصہ: امام مالک اپنے استاد اور شیخ (ھشام) کی صحیح و سقیم روایات کو جانتے تھے جس وقت ھشام ٹھیک تھے امام موصوف نے ان سے روایت کی ہے لیکن جب ھشام میں تبدیلی آئی امام مالک اور اہل مدینہ کے محدثین نے روایت بھی ترک کر دی بلکہ ان کے متعلق یہ فیصلہ بھی سنا دیا کہ ھشام بن عروہ کذاب یعنی ھشام بن عروہ جھوٹا ہے۔

یہاں آکر ہم ایک اور وضاحت کرتے چلیں وہ یہ کہ امام ابن معین نے جھوٹ کے دو قسم بیان کی ہے ایک حدیث نبوی اور ایک عام کلام میں ہم کہتے ہیں جھوٹ تو جھوٹ ہی ہوتا ہے اللہ تعالی کا ارشاد پاک ہے (یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله وکونوا مع الصادقین) (التوبۃ ۱۱۹)

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور اہل صدق (کی معیت) میں شامل رہو۔

بلکہ جھوٹ تو مزاح میں بھی جائز نہیں ارشاد نبوی ہے۔ (انا زعیم ببیت۔۔۔۔ وببیت فی وسط الجنة لمن ترك الكذب وان كان مازحا ۔۔۔ ابو داوود باب فی حسن الخلق) میں جنت کا ضامن ہوں اس شخص کے لئے جو جھوٹ بولنا چھوڑ دے اگرچہ مزاح کے طور پر بھی ہو، جھوٹ

ہر طرح کا ہو مذموم ہے لیکن حدیث نبوی میں اسکی مذمت اشد ہے بلکہ اس شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے جو رسول پاک ﷺ پر جھوٹ باندے یا آپ ﷺ کی طرف جھوٹ منسوب کرے۔

حدیث سحر بواسطہ ھشام بن عروہ کا خلاصہ:

ا: اسکے بیان کرنے والا پہلا شخص ابن جریج رومی انگریز ہے، جسکا اصلی نام وحال ہم آگے بیان کرنے والے ہیں ان شاء اللہ۔

۲: اسکا بیان سب سے پہلے کوفہ (عراق) میں ہوا ہے۔

۳: ۱۴۴ھ سے پہلے اس روایت کا کوئی وجود نہیں تھا

۴: حدیث سحر بیان کرنے والے دونوں راوی اعمش ۸۵ سال اور ھشام ۸۴ سال کوفہ میں اور دونوں بوڑھے تھے۔

۵ ھشام کا حافظہ کمزور ہو گیا تھا حتی کہ یہ بھی یاد نہیں تھا کہ امیر المومنین ابو جعفر ہمارے گھر کب تشریف لائے تھے یا نہیں، اس لئے یحی بن سعید جو ھشام کے نوجوان شاگردوں میں سے تھے اس کی آخری عمر کی روایات کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ حافظ اضطراب کا شکار تھا۔

۶: ھشام اختلاط کا شکار تھا امام ذہبی کے دفاع کو کوئی اعتبار نہیں (ولم یختلط ابدا)۔

(میزان الاعتدال ۴/۳۰۱)

بلکہ قرائن وشواہد اس پر دال ہیں کہ اختلاط کا شکار ہو گئے تھے اور اس کے متعلق ابو الحسن القطان کی بات ہی صحیح ہے، سفیان بن عیینہ کے سامنے جس طرح روایت بیان کی کبھی پیغمبر ﷺ اور کبھی ابو بکر صدیق اور کبھی حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا نام لیا، اختلاط کہنے والے ابو الحسن القطان کے علاوہ برھان الدین الحلبی (المتوفی: ۸۴۱ھ) بھی ہے۔ ملاحظہ کریں" الاغتباط بمن رمی من الرواۃ بالاختلاط ۱/۳۵۹)

اس کے علاوہ حدیث سحر میں شدید اضطراب ہم نے باحوالہ ثابت کر دیا۔

جب اسکی روایت میں اضطراب، واختلاط اب بھی موجود ہے، نظر آرہا ہے، تو ہمیں کسی سے پوچھنے کی ضرورت ہی کیا ہے، کہ اختلاط کا شکار تھے یا نہیں۔

۷: ھشام مدلس تھا اپنے والد کی طرف وہ باتیں منسوب کرتا تھا جو انہوں نے بیان نہیں کی تھی ھشام کو مدلس کہنے والے محدثین۔

ا: ابو عبد اللہ الحاکم متوفی ۴۰۵ھ و معرفۃ علوم الحدیث ۱/۱۰۴،

۲: حافظ ابن حجرؒ متوفی ۸۵۲ طبقات المدلسین ص۲۶ وھی تقتضی انه حدث عنه بمالم یسمعه منه وهذا هو التدلیس۔

۳: امام سیوطی متوفی ۹۱۱ھ اسماء المدلسین ص ۱۰۰۔

۴: امام ابوزرعۃ ولی الدین متوفی ۸۲۶ المدلسین ۱/۹۸

۵: امام طحاویؒ (ان هشام بن عروة ایضا، لم یسمع هذا من ابیه، وانما اخذه من ابی بکر، فدلس به عن ابیه، شرح معانی الآثار ۱/۷۳) اس سند میں ھشام نے بھی اپنے باپ سے تدلیس کی یہ روایت سنی ابوبکر سے اور نسبت اپنے باپ کی طرف کردی۔

۸- امام دار الھجرۃ امام مالکؒ:۔ (ھشام کے شاگرد) ابوالاسود یتیم عروہ سمیت اہل مدینہ نے جب دیکھا کہ عراق جاکر ھشام میں تبدیلی آگئی، عراق جاکر جو بے سروپا باتیں قصے اپنے باپ کی طرف منسوب کرنے لگے تو اس وجہ سے ان سب نے ھشام سے گریز کرنا شروع کردیا اور انکی روایات ترک کرنے پر مجبور ہوئے "فانكر ذلك عليه اهل بلده، والذی نری ان هشاما یسهل لاهل العراق انه كان لا یحدث عن ابیه الا بما سمعه منه فكان تسهله ان ارسل عن ابیه مما كان یسمعه من غیر ابیه عن ابیه" (تھذیب الکمال ۳۰/۲۳۸)

یتیم عروہ نے ایک سال تک باتیں کرنا چھوڑدی (وربما مكث سنة لا یكلمه)

(شرح علل الترمذی ۲/۶۸۱)

۹: اپنی بیوی کی متعلق غلط بیانی، کمزوری حافظہ یا اختلاط : ھشام ہر قسم کا جھوٹ بولتا تھا اس وجہ سے امام مالکؒ نے اس دروغ گوئی پر اسکو کذاب قرار دیا، ھشام نے یہ دروغ گوئی اپنی بیوی فاطمہ بنت منذر کی عمر میں بھی بیان کردیا ایک دفعہ کہا (لقد دخلت بها وهی بنت تسع سنین) تاریخ بغداد ۲/۷) یعنی بناء کے وقت فاطمہ کی عمر ۹ سال تھی دوسری روایت میں ہے (وقال هشام بن عروة : كانت اكبر منی بثلاث عشرة سنة، تھذیب الکمال ۳۵/۲۶۶) مجھ سے فاطمہ ۱۳ سال بڑی تھی خطیب بغدادی کی روایت میں ہے کہ بناء ۹ سال کی عمر میں ہوئی ہے ان دونوں روایتوں کے حساب سے حضرت ھشام کی فاطمہ سے بناء ھشام کی پیدائش سے چار سال پہلے بنتی ہے (جادووہ جو سر چڑ کر بولے) اتنا بڑا نالائق و مدہوش۔

ھشام بن عروۃ کا ایک اور جھوٹ (ھشام کی صحیفہ حدیث کو کوئی قبول کرنے کو تیار نہیں تھا)

خطیب بغدادی متوفی ۴۶۳ھ الکفایۃ فی علم الروایۃ میں لکھتے ہیں (عن هشام بن عروة ، عن ابیه ، انه كان یقول "كتبت فاقول نعم ، قال: عرضت كتابك قلت لا قال لم تكتب)

ہشام بن عروۃ سے روایت ہے کہ اس کے باپ عروۃ نے کہا تو نے حدیث لکھ لیا تو ہشام نے کہا ہاں، باپ نے پوچھا مقابلہ کرلیا؟ کہا نہیں، باپ نے کہا تو نے گویا لکھا ہی نہیں) اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہشام مقابلہ نہیں کرتے تھے ملاحظہ کریں کفایۃ فی علم الروایۃ) لیکن والد کے وفات کے بعد جب عراق گئے تو کہنے لگا (قد عرضتها وصححتها) میں نے مقابلہ کر کے اس کی تصحیح کی ہے (یحی بن الزبیر اخو ہشام (سمعت ابي يقول ذلك: ويقال انه كان اعلم من هشام بن عروة "(الجرح والتعدیل ۹/۱۷۵) قال: سالت هشام بن عروة يعطيني حديثه ويحدثنيه فاعطاني صحيفة له قال: هذه صحيفتي قد عرضتها وصححتها فخذها عني ولا تقل كما يقول هؤلاء۔ "

(التاریخ الکبیر المعروف بتاریخ ابن ابی خیثمۃ ۲/ ۳۱۲ السفر الثالث)

یحی بن زبیر کہتے ہیں مجھے ہشام حدیث دیتے اور سناتے تھے ایک دفعہ ایک صحیفہ (کتاب) دیکر کہنے لگا یہ لے لو کیونکہ میں نے مقابلہ کر کے اس کی تصحیح کی ہے ان (محدثین) کی طرح مت کہو کہ ہم یہ تب تک نہیں لینگے جب تک اسکا مقابلہ نہیں کرتے۔ یعنی والد کے سامنے کچھ کہا اور بھائی کے سامنے کچھ اور۔

۱۰: حدیث سحر مندرجہ ذیل قرآنی نصوص کے خلاف ہے۔

(۱) ولا يفلح الساحرون (سورۃ یونس ۷۷) اور جادوگر (کبھی) فلاح نہیں پاسکیں گے۔ اگر رسول اللہ ﷺ پر اسکا اتنا بھی اثر مان لیا جائے کہ وہ بھول جاتے تھے۔ یا سوچتے کچھ اور ہوتا کچھ اور، تو پھر جادوگر اپنے منصوبے میں کامیاب ہونگے۔ جبکہ قرآن کہتا ہے، کہ جادوگر کامیاب نہیں ہونگے۔

(۲) ولا يفلح السّحر حيث اتى" (سورۃ طہ ۶۹)

جادوگر جہاں کہیں بھی آئے گا کامیاب نہیں ہوگا۔

جادوگر مفرد ہو یا گروہ کبھی کامیاب نہیں ہونگے لیکن ہشام اور اعمش نے پیغمبر پاک ﷺ پر جادو ثابت کر کے دیکھا دیا کہ کامیاب ہو سکتے ہیں، ہم اللہ کی کتاب کو ماننے والے ہیں ہشام اور اعمش کے خلاف قرآن روایت کے ماننے والے نہیں۔ وہ دونوں اور دیگر ماننے والے، بچانے اور تعدیل کرنے والے محدثین اللہ کو جواب خود دینگے۔

(۳) (اذ يقول الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا) جب یہ ظالم لوگ کہتے ہیں کہ تم تو محض ایک ایسے شخص کی پیروی کر رہے ہو جو سحر زدہ ہے (یعنی اس پر جادو کر دیا گیا ہے) حدیث سحر ماننے والے اللہ تعالی کی اس ایت کی تکذیب اور منکرین نبوت کی تصدیق کرتے ہیں۔

ایک اعتراض:۔ حدیث سحر کے دفاع کرنے والے کہتے ہیں کہ حدیث سحر ھشام سے صرف عراقی نہیں بلکہ انس بن عیاض (۱۰۴-۲۰۰) مدنی بھی نقل کرنے والوں میں شامل ہے، اس لئے یہ اعتراض غلط ہے کہ ھشام نے یہ حدیث صرف کوفہ میں بیان کیا ہے۔

الجواب:۔ اگر انس بن عیاض خالص مدنی ہوتے تب تو یہ اعتراض بلکل صحیح تھا لیکن یہ راوی توجوانی میں ہی مدینہ چھوڑ کر براستہ عراق افغانستان کے شہر بلخ گئے تھے پیدائش اسکی سنہ ۱۰۴ھ میں ہوئی جب ہشام ۴۳ سال کے تھے، ظاہر ہے ۱۵-۲۰ سال کی عمر میں اس نے فن حدیث کے حصول میں قدم رکھا ہو گا، ۱۲۰ھ میں ھشام مدینہ میں نہ تھے بلکہ عراق چلے گئے تھے اور یہ عراق کا پہلا سفر تھا یعنی ۶۰ سال کی عمر میں، تاریخ خلیفة بن خیاط البصری المتوفی سنہ ۲۴۰ھ اپنی کتاب میں ۱۲۰ھ کے واقعات نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں (سنة عشرين ومائة ـ ـ ـ وفيها قدم هشام بن عروة البصرة في ولاية خالد بن عبدالله القسري، وفيها ولد يحى بن سعيد القطان" (تاریخ خلیفہ ۱/۳۵۰)

یعنی خالد بن عبد اللہ القسری جسکی ولایت ۱۰۶ھ سے ۱۲۰ھ تک رہی اسی سال (سن ۱۲۰ھ) ھشام بن عروۃ بصرۃ تشریف لائے تھے اور اسی سال یحی بن سعید القطان پیدا ہوئے، وہاں کتنا عرصہ رہا یہ نہیں معلوم جبکہ انس بن عیاض اسی عرصہ میں بلخ چلے گئے تھے رجال صحیح بخاری ۱/۸۸ میں ہے (انس بن عياض ابو ضمرة المدنى الليثى وكان قدم بلخ في ولاية نصر بن سيار سمع شريك بن عبدالله بن ابي نمر وموسى بن عقبة وهشام بن عروة وعبيد الله بن عمر ـ ـ ـ مات سنة ۲۰۰ھ) انس بن عیاض ابو ضمرۃ اللیثی، نصر بن سیار کی ولایت میں بلخ (افغانستان) آئے تھے اس نے شریک بن عبد اللہ، موسی بن عقبہ، ھشام بن عروہ اور عبید اللہ بن عمر سے حدیث سنی ہے۔ سن ۲۰۰ھ میں فوت ہوئے) نصر بن سیار کی ولایت افغانستان بلخ پر سنہ ۱۲۱ھ سے سن ۱۳۱ھ تک رہی (وجاء عهد نصر بن سيار في رجب سنة احدى وعشرين ومائة) تاریخ دمشق ۸/۳۲۰، فتوفي بساوة . في سنة احدى وثلاثين ومائة . وقد ولى امرة خراسان عشره سنين (سیر اعلام النبلاء ۶/۱۷۴) سنہ ۱۲۰ھ میں انس ۱۶ سال کے تھے اس لئے قرین قیاس یہی ہے کہ سنہ ۱۲۶ھ یا اس کے بعد بلخ چلا گیا ہو یعنی ۲۰ یا ۲۲ سال کی عمر میں، ان اقتباسات سے معلوم ہوا کہ انس بن عیاض جوانی کی ایام میں مدینہ میں نہیں تھے بلکہ افغانستان چلے گئے تھے، کیونکہ انس ایک لمبی عمر کے مالک تھے، یہ بھی پتہ نہیں کب واپس آیا ہے اگر ۱۵-۱۶ سال بعد واپس آیا ہو تو عین ممکن ہے کہ کوفہ یا بصرۃ میں ھشام سے ملے ہو اور

یہ حدیث روایت کی ہو کیونکہ سنہ ۱۴۴ھ تک کسی نے حدیث سحر کوفہ میں نہیں سنائی تھی، جیسا آئندہ سطور میں ملاحظہ کر لینگے۔ ان شاء اللہ تعالی

۱۲انس بن عیاض:۔ چونکہ عراق آتا جاتا تھا عراقیوں سے اچھے تعلقات تھے اور اپنی کتابیں انکے حوالے کردیتا، عراقیوں کی عادت تھی کتابوں میں ردوبدل کرنا، (ا) حافظ ابن حجر امام مالک کا قول نقل کرتے ہیں (ذکر ابو ضمرة عند مالك فقال لم ار عند المحدثين غيره ولكنه احمق يدفع كتبه الى هؤلاء العراقين قال ابوداؤدوحدثنا محمود ثنا مروان وذكر ابا ضمرة فقال: كانت فيه غفلة الشاميين ووثقه ولكنه كان يعرض كتبه على الناس"(تهذيب التهذيب ۱/۳۷۶)

میں نے محدثین کے پاس ابوضمرۃ کو ہی پایا لیکن وہ بیوقوف تھے اپنی کتابیں عراقیوں کے حوالے کردیتا تھا اسی طرح مروان بھی اسکو مغفل یعنی اپنی کتابوں سے غفلت برتنے والا لکھتے ہیں۔

تو یہ احتمال بھی موجود ہے کہ اس نے اپنی کتاب کسی عراقی محدث کے حوالے کی ہو اور اس نے بہت کچھ اپنی طرف سے داخل کر دیا ہو، خاص کر کوفہ والے تو اس فن کے ماہر تھے ملاحظہ ہو

"يذكر عن مالك وغيره من اهل المدينة انهم لم يكونوا يحتجون بعامة احاديث اهل العراق، لانهم قد علموا ان فيهم كذابين ولم يكونوا يميزون بين الصادق والكاذب فاما اذاعلموا صدق الحديث فانهم يحتجون به كما روى مالك عن ايوب السختياني وهو عراقي"

(مجموع الفتاوی ابن تیمیة ۲۴۱/۳۰)

امام مالک اور مدینہ کے محدثین عراقیوں کی احادیث حجت نہیں سمجھتے تھے کیونکہ عراقی راوی ایسے جھوٹے تھے جو سچے اور جھوٹے میں فرق نہیں کرتے تھے لیکن جب کسی کی سچائی کو جان لیتے تب ان سے روایت کرلیتے جیسے امام مالک نے ایوب السختیانی سے روایت کی ہے، عجب ہے امام مالک کو کوفہ کے جم غفیر محدثین میں ایک ہی شخص ملا جس سے روایت لی ہے، اس لئے بہت سے محدثین نے اس خوف سے اپنی کتابیں یا تو دفنا دی یا پھر جلا دی تھی۔

قال ابو عبدالله الحاكم : اسحاق، وابن المبارك ، محمد ابن يحى هؤلاء دفنوا كتبهم ، قال مطين : اوصى ابو كريب محمد بن العلاء بكتبه ان تدفن فدفنت .قلت(الذهبى) ٣٢٧/٩" فعل هذا بكتبه من الدفن والغسل والاحراق عدة من الحفاظ خوفا من ان يظفر بها محدث قليل الدين، فيغير فيها ، ويزيد فيها ، فينسب ذلك الى الحفاظ . او ان اصوله كان فيها مقاطيع وواهيات ما حدث بها ابدا" (سیر اعلام النبلاء ٩/ ٣١٣)

عبد اللہ بن مبارک، محمد بن یحی محمد بن کریب اپنی اپنی کتابیں دفنا دی تھیں اسکی وجہ امام ذھبی یہی بتاتے ھیں، کہ یہ اس خوف کی وجہ سے کہ ایسا نہ ھو کوئی بد دین محدث ان کتابوں میں رد و بدل نہ کرے اور وہ بات ان حفاظ کی طرف منسوب ہو یا ان کتابوں میں کچھ ایسی واھیات باتیں تھیں جو کبھی ان حفاظ نے بیان ہی نہیں کی ہو۔

عراقی راویوں کے بارے میں ھشام بن عروۃ کا اپنا فتوی سن لیجئے:

"وقال طاوس : اذاحدثك العراقى مائة حديث فاطرح تسعة وتسعين ، وقال هشام بن عروة : اذا حدثك العراقى بالف حديث فالق تسعمائة وتسعين ، وكن من الباقى فى شك"

امام طاووس کہتے ہیں اگر کوئی عراقی تمہیں سو حدیث سنائے تو ۹۹ پھینک دو، اور ھشام بن عروۃ کہتے ہیں اگر کوئی عراقی تمہیں ہزار حدیث سنائے تو ۹۹۰ پھینک دو اور باقی میں بھی شک میں رہو یعنی ۹۹٪ کو ہاتھ بھی نہ لگاؤ اور باقی ۱٪ میں بھی شک میں رہو، اہل کوفہ کا تو معاملہ ہی الگ تھا وہ جھوٹے حدیث کے جھوٹے اسناد بھی بنالیتے تھے۔

الارشاد فی معرفۃ علماء الحدیث ابو یعلی الخلیلی (ت ۴۴۶ھ) لکھتے ہیں:" قال اهل المدينة : وضعنا سبعين حديثا نجرب بها اهل العراق ، فبعثنا الى الكوفة والبصرة ، فاهل البصرة ردوها الينا ولم يقبلوها ، وقالو: هذه كلها موضوعة، اهل الكوفة ردوها الينا ، وقد وضعوا لكل حديث اسانيد" (الارشاد فی معرفت علماء الحدیث ۱/ ۴۱۹)

اہل مدینہ کے محدثین کہتے ہیں، کہ ہم نے بطور تجربہ ۷۰ حدیثیں بصرۃ اور کوفہ بھیجی تو بصرہ والوں نے کہا کہ یہ من گھڑت حدیثیں ہیں چنانچہ انہوں نے تو قبول نہیں کی اور واپس کر دی لیکن کوفہ والوں نے تو وہی حدیثیں اسناد کے ساتھ واپس کر دی۔

یعنی حدیث کے لئے اپنی طرف سے سند بھی بناڈالی مگر ہمارے اندھے ملائیں ماننے کے لئے تیار ہی نہیں کہ سند بھی اپنی طرف بنانا ان کذابوں کے لئے مشکل نہ تھا۔

"وقال عمرو بن عبد الواحد : حدثنا صدقة بن عبدالله (ت ١٦٦ ھ) قال: قدمت الكوفة ، فاتيت الاعمش ، فاذارجل غليظ ممتنع ، فجعلت اتعجرف عليه تعجرف اهل الشام ، فقال : من اين تكون؟ قلت: من دمشق ، قال: وما اقدمك ؟ قلت: جئت لا سمع منك ومن مثلك الخبر، فقال وبالكوفة جئت تسمع ؟ اما انك لا تلقى فيها الاكذابا حتى تخرج منها" (سیر اعلام النبلاء۷/۲۰)

صدقۃ بن عبداللہ ت ۱۶۶ھ اعمش کی حدیث سننے کے لئے دمشق (شام) سے کوفۃ آئے تو اعمش نے تعجب سے پوچھا حدیث سننے کے لئے کوفۃ آئے ہو! اما انك لا تلقى فيها الاكذابا "تمہیں کوفہ میں ماسوائے جھوٹوں کے اور کوئی نہیں ملے گا۔

التاريخ الكبير المعروف بتاريخ ابن ابي خيثمة السفر الثالث میں امام ابو بکر احمد بن ابی خیثمہ (المتوفی ۲۷۹ھ) اخبرنا معمر، قال : سمعت الزهری يقول: يخرج الحديث شبرا فيرجع ذراعا، قال: يعنى : من العراق واشار بيده"۔

لکھتے ہیں امام زھری نے ایک دفعہ عراق کی طرف اشارۃ کرکے کہا ہم سے حدیث ایک بالشت نکلتی ہے وہاں سے واپس ایک ہاتھ لوٹ کر آتی ہے (عراقی محدثین بہت کچھ لگا کر واپس کر دیتے ہیں۔

ایک دفعہ سفیان الثوریؒ نے یحی بن سعید القطان سے کہا اپنی کتابیں مجھ پر پیش کر دو یعنی مجھے اپنی کتابیں دے دو تو یحی نے کہا کہ ایسا نہ ہو کہ آپ میری (کتابوں) کے ساتھ وہی کرے جو زائدۃ کے ساتھ ہوا تھا، سفیان نے کہا زائدۃ کو کیا ہو گیا تھا، یحی نے کہا میں نے اس کی کتابوں کی اصلاح کر دی یعنی اس نے اپنی کتابیں کسی کے حوالے کر دئے تھے تو اس میں ردوبدل کر دیا گیا تھا میں نے وہ ٹھیک کر دیا(کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ بھی میری کتابوں میں ردوبدل کرو) ۔

یاد رہے سفیان ثوریؒ مشہور محدث ہے اگر عراق میں اتنے مشہور محدث بھی یہ کام کرتے رہے ہوں تو جو گمنام ہیں ان کا کیا ہو گا۔ (بشر بن الحارث یقول: کان عیسی بن یونس یعجبه خطی، فکان یاخذ القرطاس ، فیقروہ علیّ، کتبت من نسخة قوم شیئا لیس من حدیثه، قال: کانهم لما راوا اکرامه لی ، ادخلوا علیه فی حدیثه: قال: فجعل یقراء علیّ، ویضرب علی تلك الآحادیث ، فغمنی ذلك ، فقال: لا یغمك ، لو کان واوا، ما قدروا ان یدخلوه علی ، اوقال: لو کان واوا لعرفته"

بشر بن الحارث کہتے ہیں، کہ عیسی بن یونس کو میرا خط پسند تھا وہ کاپی لیکر مجھ کو پڑھ کر سناتا تھا۔ میں نے کوفہ کے کچھ محدثین کی احادیث لکھ دی جو اسکی نہیں تھی ان محدثین نے کچھ عیسی کی احادیث میں داخل کرایا تھا تو عیسی میرے سامنے وہ حدیثیں پڑھنے لگا اور ایک ایک پر لکیر پھیر تا رہا مجھے رنج ہو گیا تو کہنے لگا آپ خفہ نہ ہو اگر میری احادیث میں ایک حرف (واو) بھی زیادہ لکھیں گے تو میں پہچان لونگا۔

(سیر اعلام النبلاء ۷/۴۳۹)

امام بشر بن الحارث کہتے ہے عیسی بن یونسؒ الکوفی (ت ۸۷ھ) اعمش کے قابل ترین شاگردوں میں سے ہے۔ اور اعمش سے نہ جدا ہونے والے شاگردوں میں سے تھے۔(حدیث سحر اعمش سے روایت نہیں کرتے، بلکہ ھشام سے نقل کرتے ہیں، آخر کیا راز ہے ؟)

محمد بن عبید : قال : رائت اصحاب الاعمش الذین لا یفارقونه : عیسی بن یونس"۔

عیسی بن یونس اعمش کے نہ جدا ہونے والے شاگردوں میں سے تھے۔ (سیر اعلام النبلاء ۷/ ۴۴۰)

الخلاصہ:۔

پچھلے صفحات میں ذکر شدہ تاریخی نصوص وحقائق سے مندرجہ ذیل نتائج بر آمد ہوئے

ا: انس بن عیاض خالص مدنی نہیں، عراق آتے جاتے تھے عراقیوں سے دوستی تھی انکو اپنی کتابیں حوالے کر دیا کرتے تھے۔

۲: عراق میں مشہور محدثین سمیت عراقیوں کی عادت تھی کتابوں میں اپنی خواہش کے مطابق ردوبدل کرنا۔

۳: اہل کوفہ حدیثیں بھی گھڑ لیتے تھے اور انکے اسناد بھی بنا لیتے تھے۔

ا: ممکن ہے انس نے عراق میں ھشام سے یہ حدیث سن لی ہو۔

ب: یا کسی عراقی راوی نے ہی اسکی کتاب میں یہ حدیث لکھ دی ہو۔

لهذا اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال"

ایک اور اعتراض: کچھ اہل علم حضرات کہتے ہیں کہ سحر کی روایت کرنے والے صرف عراقی، مدنی ہی نہیں بلکہ ابن جریج مکی نے بھی حدیث سحر ھشام سے نقل کی ہے، بلکہ اسکو سبقت بھی حاصل ہے، کیونکہ ابن جریج حدیث سحر عراق میں بیان کرنے والا ھشام سے پہلے ہے چنانچہ صحیح البخاری کتاب الطب باب هل یستخرج السحر ۷/۱۳۷ میں سفیان بن عیینہؒ کہتے ہیں (اول من حدثنا به ابن جريج ، يقول: حدثني آل عروة ، عن عروة ، فسالت هشاما ، عنه ، فحدثنا عن ابيه) مسند الحمیدی حدیث ۲۶۱ میں بھی یہی الفاظ ہیں (قال سفيان وكان عبدالملك بن جريج حدثناه اولا قبل ان نلقى هشاما فقال: حدثني بعض آل عروة فلما قدم هشام حدثناه ص ۲۸۹/۱) یعنی ھشام کی ملاقات سے پہلے ابن جریج یہ حدیث ہمیں سنا چکے تھے اس کے بعد ھشام کوفہ آئے اور ان سے ملاقات ہوئی تو اس نے بھی یہ حدیث سنادی۔

الجواب: اگر سفیان بن عیینہؒ کے یہ الفاظ نہ ہوتے اول من حدثنا تو شاید ہمیں اس حدیث کی تاریخ کا پتہ نہ چلتا اللہ رحم کرے ابن عیینہؒ پر کہ اس نے اس جملے کے زریعے حدیث سحر کی تاریخی حیثیت بھی متعین کردی (حافظ ذھبی سیر اعلام النبلاء ط الرسالة ۶/۳۳۴ میں لکھتے ہیں (قد قدم عبد الملک بن جریج الی العراق قبل موته، وحدث بالبصرة) ابن جریج اپنے وفات سے پہلے عراق آئے تھے، اور بصرہ میں حدیث سنائی ابن جریج بصرۃ سنہ ۱۴۴ھ میں آئے تھے (اخبرنا محمد بن عبدالله الانصاری قال: قدم علینا ابن جریج البصرة فی ولاية سفيان بن معاوية قبل خروج ابراهيم بن عبدالله بسنة) (الطبقات الکبری ۶/۳۸)

محمد بن عبد اللہ الانصاری کہتے ہیں:۔ کہ ابن جریج بصرۃ ہمارے پاس سفیان بن معاویۃ بن یزید، المهلبی کے ولایت میں آئے وہ بھی ابراھیم بن عبد اللہ بن حسن کے بغاوت سے ایک سال پہلے کتاب البصرة فی العصر العباسی الاول ص ۳ میں دکتور صلاح عبد الھادی مصطفی سفیان بن معاویۃ والی بصرۃ کے دو دور بتاتے ہیں۔

۱: سنہ ۱۳۲ھ یہ دور چند ماہ تک رہا

۲: سنہ ۱۳۹ھ سنہ ۱۴۵ھ

ابراھیم بن عبد اللہ کی خروج (بغاوت) ذی القعدہ سنہ ۱۴۵ھ میں ہوئی۔ (البدایۃ والنہایۃ ۱۰/۸۹)

ابراھیم بن عبد اللہ بن حسن ابو جعفر سے لڑنے کے لئے بصرۃ سے نکلے اسکے دائیں طرف عیسی بن زید اور بائیں طرف برد بن لبید الیشکری تھے ابو جعفر المنصور نے ان کے مقابلے کے لئے ایک بڑا لشکر عیسی بن موسی کی قیادت میں روانہ کر دیا اور دونوں لشکروں کا آمنا سامنا باخمری کے مقام (بصرۃ اور کوفہ کے درمیان ایک جگہ) پر ہوا، اس معرکہ میں عیسی بن زید اور اسکے ساتھی شکست سے دوچار ہوئے اور ابراھیم بن عبد اللہ بن حسن شہید ہوئے یہ واقعہ ذی الحجۃ (یا ذی القعدۃ) سنہ ۱۴۵ھ میں پیش آیا (ثم دخلت سنة خمس واربعين ومائة فمما كان فيها من الاحداث مخرج محمد بن عبدالله بن حسن بالمدينة واخيه ابراهيم بالبصرة البداية والنهاية ۸۹/۱۰ كان مقتل ابراهيم في يوم الخميس لخمس بقين من ذى الحجة من هذه السنة ۱۰۱/۱۰) تاریخ الطبری۔ الکامل فی التاریخ لابن اثیر ۵ / ۵۷۰ ماہ ذی القعدہ بتاتے ہیں، سال پر تینوں متفق ہیں (۱۴۵ھ)

تاریخ الطبری ۹ / ۲۵۹) الکامل فی التاریخ ۵ / ۵۷۰)

تو ابن جریج اس معرکہ سے ایک سال پہلے بصرۃ وارد ہوئے تھے یعنی سنہ ۱۴۴ھ میں، کیونکہ بصرۃ اور کوفہ عراق ہی کے شہر ہیں اور دونوں کے درمیان تقریبا ۴۰۰ کلو میٹر کا فاصلہ ہے تو ہو سکتا ہے کہ ھشام اور ابن جریج بصرہ میں ملے ہوں اور بعد میں کوفہ گئے ہوں، سنہ ۱۴۵ھ میں ھشام کوفہ میں تھے اور سفیان بن عیینہ کوفی ہے، ابن جریج ھشام سے پہلے کوفہ پہنچے ہوں اور اس نے یہ حدیث ابن عیینہ کے سامنے آل عروۃ کی طرف منسوب کر دی۔

لھذا یہ بات پکی ہے کہ روایت سحر نہ مدنی اور نہ مکی ہے بلکہ عراق ہی میں تخلیق شدہ ہے اور ہشام ہی کی دماغی کمزوری کا کارنامہ ہے۔

ابن جریج بدترین قسم کے مدلسین میں شامل ہے بہت سے موضوع روایات مرسل بیان کر لیتا تھا جیسا حدیث سحر میں اس نے کیا ہے (عبد اللہ بن احمد) قال ابي: وبعض هذه الاحاديث التي كان يرسلها ابن جريج احاديث موضوعة ، كان ابن جريج لا يبالي من اين اخذها تهذيب الكمال ۱۶۳/۱۵) ابو خلف ياسين بن معاذ الزيات ، .من اهل الكوفة ،وكان ممن يروى الموضوعات عن الثقات ويتفرد بالمعضلات عن الاثبات ، لا يجوز الاحتجاج به بحال وكل ما وقع في نسخة ابن جريج عن ابي الزبير من المناكير كان

ذلك مما سمعه ابن جريج عن ياسين الزيات عن ابي الزبير فدلس عنه الانساب للسمعانی ۳۵۶/۶(ابوزبیر سے ابن جریج نے تدلیسا یاسین الزیات کی روایات نقل کی ہے جو جھوٹی اور من گھڑت حدیثیں نقل کرتا تھا، ابو بکر محمد بن عبدالله بن محمد بن محمد بن ابي سبرہ (السبری) من اهل المدينة ، روى عن هشام بن عروة ، ولاه المنصور القضاء ببغداد ، وكان ممن يروى الموضوعات عن الاثبات ، لا يحل كتابة حديثه ولا الاحتجاج به بحال، كان احمد ابن حنبل يكذبه ، وروى صالح بن احمد عن عبدالله بن احمد عن ابيه انه قال: ابن ابي سبرة يضع الحديث ، وكان ابن جريج يحدث عن ابي بکر بن ابي سبرة الانساب للسمعانی ۶۰/۷) محمد بن عبد اللہ بن ابی سبرۃ اس سے کسی حالت میں احتجاج صحیح نہیں اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں جھوٹ اور من گھڑت حدیث بنانے والا ھشام سے روایت کرتا ہے(ھشام کی احتجاج صحیح نہیں اس کی حدیث لکھنا جائز نہیں جھوٹا اور من گھڑت حدیث بنانے والا ھشام سے روایت کرتا ہے (ھشام کی طرف موضوع روایات کی نسبت کرتا ہے)اور ابن جریج اس سے روایت لیتا ہے، تو کہیں حدیث سحر اس شخص کی گھڑی ہوئی روایت تو نہیں؟ جو ابن جریج نے آل عروہ کی طرف طرف منسوب کر دی، ابن جریج اپنی کتاب الجامع "لابن جریج میں کوئی مسند متصل روایت نہیں تھی بلکہ مجھے بتایا گیا ہے یحی کی جانب سے، مجھے بتایا گیا ہے زھری کی جانب سے، صفوان کی جانب سے وقال عبدالله بن احمد بن حنبل ، عن ابيه : رءايت سنيد بن داود عند حجاج بن محمد وهو يسمع منه كتاب "الجامع " لابن جريج ، فكان في كتاب " الجامع" ابن جريج اخبرت عن يحى ، واخبرت عن الزهرى ، واخبرت عن صفوان بن سليم" (تھذیب الکمال ۱۵/ ۱۶۳)

ہشام کے آنے کے بعد سفیان نے استفسار کیا(فسالت ھشاما) تو ھشام نے ابن جریج کے ہاں میں ہاں ملالیا ورنہ ابن جریج نے ھشام کا نام نہیں لیا تھا، کتاب العلل ۱/ ۱۸۲ میں ہے کہ ھشام سنہ ۱۴۵ھ کو کوفہ میں تھے (حدثني ابي قال حدثنا وكيع قال سمعت الاعمش سنة خمس واربعين فجاءنا خبر محمد يعني بن عبدالله بن الحسن خرج بالمدينة قال وكيع هشام بن عروة عندنا بالكوفة)، ملاحظہ ہو یہ اقتباسات (۱) عبد الرحمن بن ابی الزناد (۱۰۰ھ - ۱۷۴ھ) مدنی ہے بغداد

میں فوت ہوئے ھشام کے خاص شاگردوں میں سے ہیں (اثبت الناس فی ھشام) یعنی ھشام سے روایت کرنے والوں میں سب سے زیادہ قابل اعتماد راوی ہے لیکن حدیث سحر روایت نہیں کرتے۔ (سیر اعلام النبلاء ۸/ ۱۶۹: قدم عبد الرحمن بن ابی الزناد الکوفۃ تاریخ ابن ابی خیثمہ السفر الثالث ۳/ ۱۵۳

(۲) کہتے ہیں (حدثنا عبدالرحمن بن ابی الزناد، قال: شهدت ابن جريج جاء الى هشام بن عروة فقال: يا ابالمنذر الصحيفة التي اعطيتها فلانا هي حديثك؟ فقال: نعم قال محمد بن عمر: فسمعت ابن جريج بعد ذلك يقول: حدثنا هشام بن عروة مالا احصى"

(الطبقات الکبری طبع علمیہ ۶/ ۳۸)

ایک دفعہ ابن جریج ھشام کے پاس آئے اور پوچھا اے ابو منذر وہ صحیفہ جو فلاں شخص کو آپ نے دیا ہے آپکی ہی حدیث ہے ھشام نے جواب دیا ہاں محمد بن عمر کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے لاتعداد دفعہ ابن جریج کو حدثنا ھشام بن عروۃ کہتے ہوئے دیکھا۔(۳) العلل الصغیر للترمذی (ت ۲۷۹ھ -۱/ ۷۵۳) میں لکھتے ہیں

(قال جاء بن جريج الى هشام بن عروة بكتاب فقال هذا حديثك اوريه عنك فقال نعم)

ابن جریج ھشام کے پاس ایک صحیفہ لائے اور کہا ابو منذر یہ حدیثیں آپ کی ہیں اس سے میں آپ سے روایت کروں تو ھشام نے کہا ہاں، جو واقعہ عبد الرحمن بیان کرتے ہیں ہو سکتا ہے یہ بصرۃ یا کوفہ میں پیش آیا ہو ابن جریج نے صحیفہ کے متعلق دریافت کیا ھشام نے ہاں میں جواب دیا، ابن جریج ھشام سے پہلے بصرۃ سے کوفہ پہنچے ابن عیینہ کے سامنے سحر کی حدیث سنادی چالاکی سے ھشام کا نام نہیں لیا ایسا نہ ہو ھشام کو یاد ہو کہ میں نے تو یہ حدیث آپکو نہیں سنائی اس لئے آل عروۃ کی طرف منسوب کر دیا، کیونکہ ھشام ۸۴ سال کے بوڑھے تھے حافظہ خراب تھا جب ابن عیینہ نے ابن جریج کی حدیث سنادی تو اس نے فوراً اپنے باپ کی طرف اور ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کر دیا، ادھر اعمش جو ۸۵ سال کا بوڑھا شیعہ اور حدیث کو بگاڑنے والا تھا اس نے جب یہ حدیث سنی اس کو ایک اور سند کے ساتھ جادو کرنے والا شخص انصار الرسول ﷺ میں سے اور جادو نکالنے والا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بنادیا، سفیان بن عیینہ کوفی اعمش کے شاگرد ہے لیکن عجب ہے کہ اعمش نے کبھی بھی ابن عیینہ کے سامنے ابن جریج سے پہلے یہ حدیث نہیں سنائی ھشام ۸۴ سال کا بوڑھا تھا اسکو تو یہ بھی یاد نہیں تھا کہ خلیفہ ہمارے گھر آیا تھا یا نہیں یہ بھی یاد نہیں تھا میں نے پہلے جو بیان کیا تھا وہ قول پیغمبر پاک ﷺ کا تھا یا ابو بکر رضی اللہ عنہ جس شخص کو آخری ایام میں خلیفہ وقت کا اپنے شہر یا گھر آنا یاد نہ ہو اسکو حدیث کیا یاد ہو گی ابو جعفر المنصور جو سنہ ۱۳۶ھ میں خلیفہ بنے اور ھشام اپنے آخری ایام میں قرض اتارنے کے لئے بغداد آئے تو ابو جعفر المنصور نے پوچھا ابو منذر آپکو یاد ہے کہ میں اپنے بھائیوں سمیت اپنے والد

کے ساتھ آپ کے پاس آیا تھا اور آپ گنا چوس رہے تھے۔ تو ھشام نے جواب دیا نہیں یاد (قال المنصور لهشام بن عروة : يا ابالمنذر تذكر يوم دخلت عليك انا واخوتي مع ابي وانت تشرب سويقا بقصبة يراع ؟فلما خرجنا ، قال ابونا : اعرفوا لهذا الشيخ حقه فانه لا يزال في قومكم بقية ما بقي؟ قال: لا اذكر ذلك يا امير المؤمنين.

(سیر اعلام النبلاء ط الرسالة ۶/ ۴۴)

اللہ اکبر! خلیفہ اور اس کا پورا خاندان مدینۃ المنورۃ آتے ہیں اور ھشام کو انکا آنا بھی یاد نہیں تو حدیث کیا یاد رکھیں گے۔

الخلاصہ: ابن جریج رومی انگریز نے اپنے بڑھاپے (۶۴ سال) میں حدیث سحر کوفہ میں بیان کی وہ بھی چالاکی سے آل عروہ کی طرف منسوب کر کے کیونکہ اسکی قریبی ملاقات بصرۃ یا کوفہ میں ھشام سے ہوئی تھی ھشام جب کوفہ پہونچے ابن عیینہ نے ابن جریج کی حدیث سامنے بیان کر دی ھشام جو ۸۴ سال کا بوڑھا تھا ، بغیر سوچھے اپنے والد اور ام المومنین حضرت عائشہ عمر رضی اللہ عنھا کی طرف منسوب کر دیا ادھر اعمش انصار پر غصہ نکالنے کے لئے تیار بیٹھا تھا اور اس نے انصار کو جادو گر اور حضرت علی کو مواد جادو نکالنے والا قرار دیا۔

جادو کی اصلی حدیث: ابن جریج کے والد عبد العزیز جادو کی یہ روایت اس طرح نقل کرتے ہیں "

حدثني الحسن بن طريف حدثنا محمد بن حاتم ، ثنا عبد الرحيم من محمد السكري، ثنا عباد بن العوام ، عن ابي جناب الكلبي ، عن عبدالعزيز بن جريج ، حدثني عبدالله بن ابي الحسن ، عن رجل ، من قريش ، عن عمر بن الخطاب ، رضي الله عنه قال: دخلت انا وابو بكر على رسول الله ﷺ وبه حمّى شديدة ، منصوب على فراشه ، قال: فسلمنا عليه فما ردَّ علينا فلما رائنا ما به خرجنا من عنده ، فما مشينا الا قريبا حتى ادركنا رسوله ، فدخلنا عليه وليس به باس ، وهو جالس ، فقال: انكما دخلتما علي ، فلما خرجتما من عندي نزل الملكان ، فجلس احدهما عند راسي والآخر عن رجليَّ ، حمّى شديدة ،فقال الذى عند رجلي: مابه ؟ قال الذى عند راسي حمّى نشديدة قال الذى عن رجليّ عوِّذه، قال: بسم الله ارقيك ، والله يشفيك ، من كل داء يوذيك ، ومن كل نفس حسدة ، وطرفة عين ، .والله يشفيك، خذها فلتهنك، قال: فما نفث ولا نفخ فكشف ما بي، فارسلت اليكما لاخبركما" (رقم الحديث ۵۶۴)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں اور ابو بکر عمر رضی اللہ عنہ پیغمبر پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے وہ سخت بخاری کی وجہ سے بستر پر لیٹے ہوئے تھے ہم نے سلام کیا آپ نے جواب نہیں

دی تو ہم واپس ہوئے اور قریب ہی تھے کہ آپ نے قاصد بھیجا جب ہم واپس آئے تو آپ بیٹھے ہوئے تھے اور فرمایا آپ دونوں آئے اور جب واپس ہوئے تو میرے پاس دو فرشتے آئے ایک فرشتہ میرے سر کی طرف اور دوسرا پائینی طرف بیٹھ گیا جو پاؤں کی طرف تھا دوسرے سے پوچھتا ہے اسکو (پیغمبر پاک) کو کیا ہو گیا؟ تو جو سر کی طرف تھا اس نے اس نے جواب دیا کہ اسکو شدید بخار ہو گیا ہے، پائینی طرف والے نے کہا اسکو دم کر دو تو جو سر کی طرف تھا اس نے یہ دعا پڑھی: (بسم الله ارقيك، والله يشفيك، من كل داء يوذيك، ومن كل نفس حاسدة، وطرفة عين، والله يشفيك) تو میں ٹھیک ہو گیا اس لئے آپ دونوں کو بتانے کے لئے میں نے قاصد بھیجا (عمل الیوم واللیلۃ ۱/۵۲۰، الدعاء للطبرانی ۱/۳۳۴) سند کے لحاظ سے دونوں روایتوں میں فرق ہے۔ سنداً یہ روایت صحیح نہیں۔ لیکن متناً بالکل صحیح ہے۔

ابن جریج کے والد یہ بیان کرتے ہیں لیکن ابن جریج نے کچھ اور بیان شروع کر دیا اس روایتی تبدیلی میں کوئی اور پادری بھی ملوث ہو سکتا ہے اور وہ ابن جریج، ھشام اور اعمش کا مشترکہ استاد ہے اس پر ہم بعد میں لکھیں گے۔ ان شاء اللہ تعالی

ابن جریج (جریج کا بیٹا): عبد الملک بن عبد العزیز ابن جریج رومی الاصل اور بنو امیہ کے آزاد کردہ غلام ہے انکی وفات ۱۵۰ھ ہے تمنا عمادی کی انتظار مہدی مسیح ص ۵۴۔ مگر تمنا کو تو شیعوں نے بدنام کیا ہے، اس لئے ہم زیادہ تر ترجمہ سیر اعلام النبلاء ۶/ ۳۲۵ سے لیتے ہیں، جہاں کوئی عبارت کسی اور کتاب سے لیا ہے اسکا حوالہ درج ہے۔

نام: عبد الملک، والد کا نام: عبد العزیز، دادا کا نام: جریج

ہمیں قابل اعتماد حوالوں سے یہ ثبوت نہیں ملا کہ واقعی جریج عبد الملک کا دادا تھا بلکہ (وقیل: کان جده جريج عبدا) کہا جاتا ہے کہ اسکے دادا جریج غلام تھے، قیل کے لفظ کمزوری کی علامت ہے تو غالب یہی ہے کہ جریج اسکا لقب family name تھا۔ اس وقت (۶۵۰ عیسوی کی بعد سے) یہ نام عیسائی پادریوں کے ساتھ مخصوص تھا بعد میں کچھ ممالک کی عیسائیوں نے بھی یہی لقب رکھنا شروع کر دیا (ایرلینڈ، انگلینڈ، مشرق وسطی، لبنان وغیرہ) یہی وہ زمانہ تھا جب ابن جریج پیدا ہوئے (تقریبا ۷۰۰ ع) تو یہ ممکن ہے کہ ابن جریج اسلامی لباس میں عیسائی پادری ہو۔

About the mid-7th century ;by the 680s, roman named Georgios .George is a surname(family name) of irish, Enlish,welsh,Middle,Eastern Christian.(usually Lebanese) ,or French origin(ref:encyclopedia of Catholic Devotions and practices)

ابن جریج پیدائش ۸۰ھ وفات ۱۵۰ھ

کنیت: ابو ولید اور ابو خالد (شاید دھوکے اور تدلیس کے لئے دو کنیتے رکھے ہوں، جرائم پیشہ افراد کی علامت ہے کہ وہ کئی کئی نام رکھتے ہیں، ابن جریج کی بھی ۴ نام ہیں (۱: عبدالملک ۲: ابو خالد ۳: ابو الولید ۴: ابن جریج اسی سے مشہور ہے، وہ کیوں؟ آگے ملاحظہ کریں)

لقب: ابن جریج (اسی لقب سے مشہور ہے اپنے حقیقی نام سے کتابوں میں بہت کم ہی ذکر ہے) انگریزی نام son of George سے مشہور ہے، ابن کا معنی بیٹا اور جریج اسم تصغیر ہے جورج کا)

معنی اسم جورج: اسم علم لاتيني اصله جيور جيوس Georgius وبالايطالية .Giorgio وبالارمنية كيورك، على اسم القديس جرجس الذى قتل عام ۳۰۳م. ويعيدون له فى (۲۳ نيسان) وهوعند العرب: الخضر معناه: الزارع، الحارث، ويصغرونه فيقولون: جريج (انظره)، ويخففون نطقه فيقولون: جرجى، وجوجى. (قاموس معانى الاسماء معنى اسم جوج) قاموس معانى الاسماء مادة ج "۔

جورج کے تحت لکھتے ہیں یہ نام اصل میں لاتینی نام جیور جیس سے لیا گیا ہے اٹلی زبان میں اس کو جیر جیو اور ارمنی میں کیورک کہا جاتا ہے یہ اس مقدس پادری جرجس کی طرف نسبت ہے جو ۳۰۳ عیسوی میں قتل ہوئے تھے، عیسائی ہر سال ۲۳ اپریل کو اس کی عید مناتے ہیں، عربی میں اس کا معنی کسان ہے اور اس نام کی تصغیر کر کے اس کو جریج کر دیتے اس کو خضر کی نام سے یاد کرتے ہیں کبھی کبھی اسانی کے لئے اس کو جرجی اور جوجی بھی کہتے ہیں۔

عبدالملک بن عبدالعزیز ایک رومی انگریز (اصلہ رومی) التاریخ الکبیر للبخاری ۵/۴۲۲) ابن جریج سے مشہور ہے علم حدیث کا حصول زندگی کی آخری سالوں میں شروع کیا تھا (شاید ۵۰ سال کے بعد) شروع شروع میں عرب کے اشعار اور تاریخ جمع کرتا تھا۔

(ولم يطلب العلم الا فى الكهولة، ولو سمع فى عنفوان شبابه لحمل عن غير واحد من الصحابة، فانه قال: كنت اتبع الاشعار والعربية والانساب حتى قيل لى: لو لزمت عطاء فلزمته ثمانية عشر عاما (العبر فى خبر من غبر سنة خمسين ومئة ۱/۱۶۳) ایک شہوت پرست انسان تھا جنس کو رائج کرنے کے لئے خود بھی ۶۰ – ۹۰ عورتوں سے نکاح متعہ (زنا) کیا تھا اس پر فتویٰ بھی دیتے تھے "وقال زنيج محمد بن عمرو بن بكر الرازى روى له مسلم، وابو داود، وابن ماجه، ورائت ابن جريج، ولم اكتب عنه فانه اوصى بنيه بستين امراة، وقال: لا تزوجوا بهن، فاهم امهاتكم، كان يرى المتعة، (سير اعلام النبلاء ۷/۳۴۹) قد تزوج نحوا من سبعين امراة نكاح المتعة، كان يرى الرخصة فى ذلك ميزان الاعتدال ۲/۶۵۹ الشافعى يقول: استمتع ابن جريج بتسعين امراة حتى انه كان يحتقن فى الليلة باوقية شيرج طلبا للجماع۔

زیج کہتے ہیں میں نے ابن جریج کو دیکھا لیکن ان سے احادیث لکھا نہیں کیونکہ انہوں اپنے بیٹوں کو ۶۰ عورتوں کے بارے میں وصیت کی تھی کہ ان سے شادی نہ کریں کیونکہ وہ ان کی مائیں ہیں، متعہ کو حلال سمجھتے تھے، امام ذھبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں ابن جریج نے ۷۰ عورتوں سے متعہ کیا تھا اور متعہ کو جائز سمجھتے تھے، امام شافعی ۹۰ عورتوں کا ذکر کرتے ہیں بلکہ جنسی ہوس کے لئے ایک خاص قسم کی دوائی بھی استعمال کرتے تھے تا کہ جماع پر قدرت زیادہ ہو سوال یہ پیدا ہوتا ہے وہ اولاد جو ابن جریج کی ان ۶۰-۹۰ عورتوں سے تھا ان کی شرعی حیثیت کیا ہوگی حلال یا زنا کی اولاد؟ دوسرا سوال جب ابن جریج صاحب کا مشغلہ ہی عورتیں تھی اس کے لئے وہ اوقیہ شیرج دوائی استعمال کرتے تھے تو حدیث کے لئے کیا وقت نکالتے، صرف یہی کہ جہاں سے کوئی کہانی مل جائے لوگوں کو سنادو۔

متعہ یا زنا:۔ "ان رجلا سال عبدالله بن عمر عن المتعة فقال حرام قال فان فلانا يقول فيها فقال والله لقد علم ان رسول الله ﷺ حرمها يوم خيبر وما كنا مسافحين" الکامل فی ضعفاء الرجال ۶/۴۰ ط العلمیۃ بیروت لاحمد بن عدی الجرجانی (المتوفی: ۳۶۵ھ) ایک شخص نے عبداللہ بن عمر سے متعہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا حرام ہے اس شخص نے کہا کہ فلاں شخص اس کے جواز کا قائل ہے تو عبداللہ بن عمر نے فرمایا اللہ تعالی کی قسم کہ وہ بیشک جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خیبر کے موقعہ پر اسے حرام قرار دیا تھا اور ہم زنا کرنے والے نہیں (السفاح بمعنی زنا)

بہر حال متعہ زنا ہی ہے اس پر بندہ اپنی جگہ ایک مستقل تحریر پیش کریگا، کیونکہ اسکو رب نے سورۃ المؤمنین ایت ۶ کیساتھ مکہ ہی کے ابتدائی دور میں منع فرمایا تھا، احادیث کی کتابوں میں صحابہ اور پیغمبر اسلام کو اس گھناؤنے فعل سے بدنام کرنے والے، محدیثین نہیں بلکہ پکے شیعہ اور دین کے دشمن ہیں۔

اور مصنف ابن ابی شیبۃ میں ہے " حدثنا ابن عيينة ، عن الزهري، عن سالم ، عن ابيه، قال: سئل عن متعة النساء؟ فقال: لا نعلمها الا السفاح" ۳/۵۵۱ مکتبۃ الرشد-الریاض

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے عورتوں کے متعہ کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا ہم اس کو زنا کے سوا اور کچھ شمار نہیں کرتے، تو صحابہ متعہ کو زنا تصور کرتے ہیں لیکن ابن جریج صاحب اس کی تبلیغ کرتے چلے جارہے تھے۔ کالے رنگ سے خضاب لگاتے تھے (سیر اعلام النبلاء) وعن عبدالرزاق قال: كان ابن جريج يخضب بالسواد"

جھوٹے اور حدیث گھڑنے والوں سے روایت کرتے جیسا ابو بکر محمد بن عبداللہ بن ابی سبرۃ (الانساب للسمعانی ۷/۶۰) جھوٹے راویوں کو ساقط کر دیتے تھے تا کہ سننے والوں کو شبہ نہ ہو کہ یہ روایت کسی جھوٹے سے لی ہے ابو بیر کی روایات میں اس نے ابو خلف یاسین بن معاذ الزیات کو ساقط کیا ہے (الانساب للسمعانی ۶/۳۵۶ اس کے مدلس ہونے میں کسی کو بھی اختلاف نہیں بلکہ امام الدارالقطنی نے اسکی تدلیس سے بچنے کی تاکید کی ہے کیونکہ یہ بدترین اور مشہور مدلس تھے" وقال الدارقطني تجنب تدليس بن جريج فانه

قبیح التدلیس لا یدلس الا فما سمعه من مجروح مثل ابراهیم بن ابی یحی وموسی بن عبیدة وغیرهما۔ (تهذیب التهذیب ۶/۴۰۵، سؤالات الترمذی للبخاری ۲/۸۵۹)

اسکی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ حدیث کہاں سے لی ہے بس روایات جمع کرنے کا ہوس اور شوق تھا، اور پیغمبر اسلام اور صحابہ کو بدنام کرنا اسکی ڈیوٹی تھی۔

ان احادیث میں من گھڑت موضوع قسم کی روایات ہوتی تھی جن کو ابن جریج تدلیسا مرسل بیان کرتا تھا (عبداللہ بن احمد) قال ابی : وبعض هذه الاحادیث التی کان یرسلها ابن جریج احادیث موضوعة ، کان ابن جریج لا یبالی من این اخذها یعنی قوله :اخبرت عن فلان وحدیثه عن فلان "(تهذیب الکمال ۱۲/۱۶۳)

اس قاعدہ کی تحت حدیث سحر موضوع من گھڑت ہے کیونکہ ابن جریج کہتا ہے حدثنی ال عروۃ سے مرسل روایت کرتا ہے (ال عروۃ کون ہے؟ فلاں، فلاں؟)

اس لئے امام مالکؒ نے اسکو (حاطب لیل) تاریخ بغداد ط علمیة ۱۰/۴۰۳، سیر اعلام النبلاء ۶/۳۲۹ ط رسالة، تهذیب التهذیب ۶/۴۰۴) یعنی رات کو لکڑی جمع کرنے والے سے تشبیہ دی ہے جس طرح کوئی رات کے اندھیرے میں لکڑی جمع کرتا ہے تو پتہ نہیں چلتا کانٹے دار اور غیر کانٹے دار رطب ویابس سب لکڑی جمع کرتا ہے، یہ بھی ہوسکتا ہے ان ہی لکڑیوں میں زہریلا سانپ بچھو وغیرہ، یہی حال ابن جریج کا بھی تھا ہر قسم کی احادیث جمع کرتا تھا بجائے فائدہ، لوگوں کو نقصان ہی پہنچایا (اسکا مشن ہی یہی تھا)

یزید بن زریع اسکو (صاحب غثاء) جاگ والا کہتا ہے۔ (تاریخ بغداد ع ۱۰/۴۰۴، سیر اعلام النبلاء ۶/۳۲۹ ط رسالة)

یعنی جس طرح پانی کی اوپر جاگ ہوتا ہے پینے والا اس سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کر سکتا اس طرح ابن جریج کے پاس جو حدیثیں تھی وہ بھی بغیر فائدے کی تھی کیونکہ اس نے پرواہ کئے بغیر جھوٹوں اور گھڑنے والوں سے لی تھی،

حافظہ ٹھیک نہیں تھا بہت ہی برے حافظہ کے مالک تھے " قال احمد بن حنبل : کان ابن جریج الذی یحدث من کتاب اصح، وکان فی بعض حفظه اذا حدث حفظا سیئا"
(تاریخ بغداد ۱۰/۴۰۴)

یحی بن سعید اسکی وہ حدیثیں بھی ضعیف قرار دیتا ہے جو اس نے عطاء الخراسانی کی کتاب سے روایت کی ہے علی بن المدینی نے عرض کیا کہ جریج تو اخبرنی کہتا ہے تو یحی نے جواب دیا ایسا کچھ نہیں یہ سب ضعیف ہے عطاء نے صرف ایک کتاب دی تھی (اس کتاب سے روایت کرتا ہے) (زعم علی انه سال یحی بن سعید عن حدیث ابن جریج عن عطاء الخراسانی قال: قلت لیحی انه یقول: اخبرنی قال: لا شیء کله ضعیف ، انما هو کتاب دفعه الیه ، اخبار المکیین من کتاب التاریخ الکبیر لابن ابی خیثمة ت ۲۷۹ھ ص ۱/۳۶۶)۔

یحی اسکی وہ احادیث بھی ضعیف قرار دے رہاہے جو کتاب سے روایت کی ہے کہ فلاں شخص کے پاس جو صحیفہ احادیث ہے وہ ھشام کا ہے وہ تو بدرجہ اولی ضعیف ہونگے یہاں ایک وضاحت ضروری ہے کہ امام مالک اور یحی بن سعید ابن جریج کے ہم عصر تھے اس لئے ان دونوں کی رائے بہت زیادہ اہمیت کے حامل ہے، خلیفہ ابو جعفر المنصور کو اسکی حدیث میں حدثت اور بلغنی ناپسند تھی یعنی مجھے یہ حدیث سنائی گئی ہے مجھ تک یہ پہنچی ہے، یاد رہے ابو جعفر کوئی محدث نہیں اگر اسکو ابن جریج کی یہ باتیں ناپسند تھی تو محدثین کو کیا پسند ہونگی "قدم ابو جعفر يعني الخليفة مكه ، فقال اعرضوا على حديث ابن جريج ، قال: فعرضوا عليه حديث ابن جريج ،فقال: ما احسنها لو لا هذا الحشو الذى فيها يعني بلغني ،وحدثت (تاریخ بغداد ۱۰/۴۰۴)

ابو بکر بن عبد اللہ بن سبرۃ اور ھشام کی روایات کو اپنی ملکیت تصور کرتا تھا صرف اتنا معلوم تھا کہ اس کتاب میں فلاں کی احادیث ہے تو حدثنا ابو بکر یا حدثنا ھشام سے روایت کرتا تھا یعنی یہ حدیث ابو بکر یا ھشام نے سنائی ہے۔ (الطبقات الکبری ط۶/۳۸)

محدث العصر شیخ البانیؒ بھی اسکے متعلق کھل کر فیصلہ نہ کر سکے کیونکہ راوی صحیحین کا ہے اس لئے لکھتے ہیں کہ ہم ابن جریج کے متعلق کوئی قاعدۃ بیان نہیں کر سکتے بلکہ ہر حدیث کو علیحدہ علیحدہ دیکھنا پڑیگا۔ (الدرر فی مسائل المصطلح ص27)

جورج یا جورجیس

نوٹ:۔ یہ وہ اصل جورج ہے۔ جسکی طرف اسکی نسبت ہے۔

George is surename (**family name**) of irish , English, welsh , meddle eastern Christian (usually lebanese or French origin George of lydda c.275/281-303

(رومن سلطنت کے ایک عیسائی گھرانے لیدا فلسطین کے مقام پر ۲۸۱ عیسوی میں پیدا ہوئے باپ رومن آرمی کے بلند مرتبہ کے افیسر تھے مذہب میں جورج کا شمار مقدس ترین شخصیتوں میں ہوتا ہے بلکہ یہ ان ۱۴ ہستیوں میں شامل ہے جو عیسائیت کے نجات دھندہ ہیں، عیسائی آج تک اس کو اپنا سرپرست سمجھتے ہیں۔' جورج کو ۲۳ اپریل ۳۰۳ عیسوی میں اس وقت شھید (عسائی مذہب کے مطابق) کر دیا گیا جب دقیانوس Diocletian نے عیسائیوں پر ظلم وستم حد سے زیادہ کر دیا ایک حکم نامے کے مطابق ہر عیسائی فوجی کو گرفتار کر کے رومی بتوں کے سامنے قربانی کے طور پر ذبح کیا جاتا جورج نے حکم ماننے سے انکار کیا جسکے نتیجے میں گرفتار ہوئے اور طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار ہونا پڑا، بادشاہ نے بہت کچھ پیش کیا (سونا، مال و دولت، زمین) کیونکہ ایک تو دوست کا بیٹا دوسرا ایک بہترین سپاہ سالار تھا جورج نے کچھ بھی قبول کرنے سے انکار کر دیا اور سب کے سامنے عیسائی مذہب کا اعلان کر کے کہا کہ میں عیسی کا بندہ ہوں اس کی عبادت کرتا ہوں۔

بادشاہ نے جورج کو سزائے موت سنادی اور سر تن سے جدا کر دیا اس لئے عیسائی مذہب میں اسکو شہید اعظم تصور کیا جاتا ہے، اس کے بعد سے یہ نام اس مقدس شخصیت کی وجہ سے کلیسا کے راہبوں نے اختیار کر لیا چنانچہ ساتویں صدی عیسوی تک ۲۵ بشپ ایسے گزرے ہیں جن کے نام جورج سے منسوب تھے، اور عین ممکن ہے کہ عبدالملک کلیسا کا ایک راہب ہو جو ابن جریج کے نام سے مشہور ہے اپنا تعلق اس شخصیت اور عیسائیت سے جوڑنا چاہتا ہو اس لئے بجائے اپنے نام یا کنیت (ابو خالد، ابو الولید) کے اپنا عیسائی لقب اختیار کیا اور اس سے مشہور ہوئے یہ اس بات کی علامت ہے کہ نام مسلمانوں کا رکھا تھا لیکن پسند اسکو عیسائی لقب تھا کیونکہ یہ کلیسا کے بشپ (راہبوں) کے ساتھ مخصوص تھا۔

جورج (جریج) کا نام صلیبی جنگوں میں اور بھی مقدس ہو گیا کیونکہ جورج کو عیسائی آج بھی نجات دہندہ، مدد گار، سرپرست تصور کرتے ہیں جسکی بنیاد کچھ کہانیوں پر ہے مثال کے طور پر بیروت لبنان (بعض روایات کے مطابق) سیرینی (لیبیا) میں ایک ڈریگن (مگرمچھ) پانی میں رہتا تھا اس پانی کے علاوہ شہر والوں کے پاس اور کوئی ذریعہ نہیں تھا، ڈریگن کے نکالنے سے اہل شہر عاجز تھے اس لئے بچنے کے لئے روزانہ ایک دنبہ رکھ دیتے، اسکے کھانے کے وقت لوگ پانی سے سیراب ہو جاتے، جب دنبے ختم ہو گئے تو قرعہ اندازی سے ایک ایک شخص کھلانا شروع کر دیئے ایک دن بادشاہ کی بیٹی (شہزادی) کا نمبر آیا لوگوں کو پیسہ سونا بلکہ آدھی سلطنت تک پیش کر دی لیکن لوگ تیار نہیں ہوئے اس لئے شہزادی کو ڈریگن کے لئے باندھ دیا گیا، اتفاقاً وہاں سے جورج کا گزر ہوا جس نے صلیبی نشان سے بنے ہوئے ڈھال سے ڈریگن کو پکڑا اور شہر لے آیا اور لوگوں سے وعدہ لیا اگر وہ عیسائیت اختیا کر لیں تو جورج ڈریگن کو قتل کر دیگا چنانچہ سارے لوگ عیسائی ہو گئے اور جورج نے ڈریگن کو مار دیا اس لئے آج بھی کچھ ممالک کی قومی نشان میں جورج کو ڈریگن قتل کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے جیا جیورجیا، روس کی قومی نشان (تصویر میں دیکھیں)

جورجیا میں جورج کا ایک بڑا مجسمہ موجود ہے۔

برطانیہ کے سونے کے پاونڈ پر جورج کا نقش آج بھی موجود ہے اور جھنڈا جورج کی کروس سی + منسوب ہے۔

اور برطانیہ میں ۲۳ اپریل کو حکومتی سطح پر عید منایا جاتا ہے جس دن عام تعطیل ہوتا ہے دنیا میں آج بھی ہزاروں کی تعداد میں گرجا گر جورج کے نام سے منسوب ہیں۔

فلسطین، لبنان، اردن، کے کلیساؤں میں جورج کے مجسمے نصب ہیں۔

سینکڑوں کی تعداد میں سکول کالجز، یونیورسٹیاں اور ہسپتال جورج کے نام سے منسوب ہیں برطانیہ میں ۱۵۲ گاؤں جورج سے منسوب ہیں اسی طرح برطانیہ کے پہلے اور دوسرے بادشاہ کے نام بھی اس شخصیت سے جوڑے ہوئے ہیں۔

اٹلی میں جورج کے نام سے منسوب بہت قدیم گرجا آج بھی موجود ہے۔

ان سب حوالاجات، تاریخی شواہد اور حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ جورج صدیوں سے ایک بڑے نام کی شخصیت ہے جو ابن جریج سے پہلے اور اس کے بعد بلکہ آج تک عیسائیت میں ایک مقدس ترین ہستی تصور

کی جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ ابن جریج نے اپنے لئے اسی لقب کو اختیار کیا اگر ہم کہیں کہ ابن جریج فقیہ محدث کے لباس میں ایک عیسائی راہب تھا جسکا مشن مکہ جیسے مقدس شہر میں فحاشی پھیلانا اور حدیث کے نام پر من گھڑت قصے بنانا اور سنانا تھا تو شاید غلط نہ ہو گا پہلے مشن کے لئے اس نے خود ۶۰-۹۰ عورتوں سے متعہ کے نام پر جنسی عیاشی کی اور اسی پر فتوی بھی دیتے رہے آخر بوڑھے ہو کر جب بصرۃ گئے (۶۴ سال کی عمر میں) بصرہ والوں کو متعہ کے متعلق ۱۸ حدیثیں سنائی لیکن اللہ بھلا کرے بصرۃ والوں کی وہ اسکی باتوں میں نہیں آئے لوگوں کو گواہ بنا کر توبہ کرنا پڑا (بڑھاپے میں توبہ نہ بھی کرتا تو شاید اور متعہ کرنے کی ضرورت نہ پڑتی)

حافظ ابن حجر التلخیص الجبیر ۲/ ۱۷۰ میں لکھتے ہیں روی ابو عوانہ فی صحیحہ ابو عوانہ نے اپنی کتا صحیح ابی عوانہ میں ابن جرج سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے بصرۃ والوں سے کہا کہ آپ گواہ رہو کہ میں نے متعہ سے رجوع کر لیا پہلے مشن میں کامیاب نہیں ہوئے لیکن خود تو زندگی بر عیاشی کی دوسرے مشن میں خاصی کامیاب رہے حدیث سحر بھی اسی کی بنائی اور گھڑی ہوئی کہانی ہے جس کو ہشام اور اعمش شیعی نے تقویت دیدی اگر ابن جریج اس حدیث کو نہ سناتے تو شاید یہ دونوں حضرات کبھی خواب میں بھی بیان نہ کرتے۔
ایک اور سوال ان ۱۸ حدیثوں کو کیا کہیں جن کو ابن جریج نے بصرۃ والوں کے سامنے متعہ کے حلال اور جائز ہونے کے متعلق پیش کی؟ ہم تو ان کو رسول اللہ ﷺ کی احادیث نہیں مانتے بلکہ ان کو ابن جریج اور ان جیسے عیاشوں اوباشوں کی گھڑی ہوئی داستانیں مانتے ہیں۔

George is a surname (family name)of Irish, English, Welsh, Middle Eastern Christian (usually Lebanese), or French origin
about the mid-7th century; by the 680s, Roman priests named Georgios, The cult of St. George was greatly boosted during the age of the Crusades Saint George likely was born to a Christian noble family in Lydda, Syria Palestine, during the late third century between about 275 and 285. He died
in Nicomedia in Anatolia. His father, Gerontius, was from Cappadocia, an officer in the Roman army; his mother, Polychronia, was a native of Lydda. They were both Christians from noble families of the Anici so their child was raised with Christian beliefs. They decided to call him Georgios, meaning "worker of the land" (i.e. farmer). At the age of 14, George lost his father, In hagiography, as one of the Fourteen Holy Helpers and one of the most prominent military saints, Pope Gelasius claimed George was one of the saints "whose names are justly
reverenced among men, but whose actions are known only to God, When George was old enough, he was welcomed into Diocletian's army. by his late 20's,

Diocletian welcomed him with open arms, as he had known his father, Gerontius one of his finest soldiers. By his late 20s, George was promoted to the rank of Tribunus and stationed as an imperial guard of the Emperor at Nicomedia. On24 February AD 303, Diocletian (influenced by Galerius) issued an edict that everyChristian soldier in the army should be arrested and every other soldier should offer a sacrifice to the Roman gods of the time. However, George objected, and with the courage of his faith, approached the Emperor and ruler. Diocletian was upset, not wanting to lose his best tribune and the son of his best official, Gerontius, But George loudly renounced the Emperor's edict, and in front of his fellow soldiers and tribunes he claimed himself to be a Christian and declared his worship of Jesus. Diocletian attempted to convert George, even offering gifts of land, money, and slaves if he made a sacrifice to the Roman gods; he made many offers, but George never accepted, Diocletian ordered that George be executed for his refusal. Before the execution, George gave his wealth to the poor and prepared himself. After various torture sessions, including laceration on a wheel of swords during which he was resuscitated three times, George was executed by decapitation before Nicomedia's city wall, on 23 April 303. A witness of his suffering convinced Empress Alexandra and Athanasius, a pagan priest, to become Christians, as well, so they joined George in martyrdom. His body was returned to Lydda for burial, where Christians soon came to honor him as a martyr, The episode of St. George and the Dragon was a legend '28 brought back with the Crusaders a dragon or crocodile makes its nest at the spring that provides water for the city of "Silene" (perhaps modern Cyrene, Libya or the city of Lydda in Syria Palestine, depending on the source). Consequently, the citizens have to dislodge the dragon from its nest for a time, to collect water. To do so, each day they offer the dragon at first a sheep, and if no sheep can be found, then a virgin maiden is the best substitute for one. The victim is chosen by drawing lots. One day, this happens to be the princess. The monarch begs for her life to be spared, but to no avail. She is offered to the dragon, but then Saint George appears on his travels. He faces the dragon, protects himself with the sign of the cross, slays the dragon, and rescues the princess. The citizens abandon ancestral paganism and convert to Christianity.



St George the dragon –slayer



White George on the coat of arms of Georgia



St George's monument in Tbilisi, Georgia,

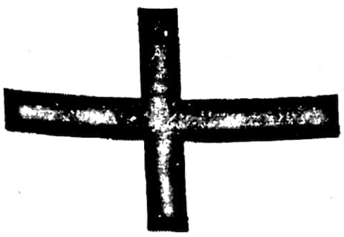


Russian



Byzantine icon of St. George, Athens Greece

Arms and flag : Main article: St George's Cross



St George's cross



caot of arm Russian Federation

The coat of arms and banner attributed to St George take the form of a red cross on white or silver, known as St George's Cross. This design is frequently used by entities which claim him as patron, and in this capacity is the well-known flag of England (ref : *Encyclopedia of Catholic Devotions and Practices*)

سبب نزول معوذتین اور امت کے تین گروہ!

کچھ لوگ جادو کے قصے کو پر لگاتے ہوئے یہ دعوی کرتے ہیں، کہ معوذتین کے سبب نزول پر مفسرین کا اتفاق ہے، کہ لبید ابن اعصم کے جادو کے سلسلہ میں نازل ہوئیں ہیں، مگر بد قسمتی سے انکے اس دعوی کے ساتھ سب سے پہلے امام بخاری متفق نہیں، جیسے پچھلے صفحہ پر آپ نے باحوالہ پڑھا، کہ امام بخاری کے تحریر کردہ کتاب کے مطابق جادو کا مواد نکالا ہی نہیں گیا۔ بلکہ رسول اللہ ﷺ کے شفایات ہونے کے لئے انکے مطابق دعا کا استعمال ہوا، نہ کہ معوذتین کا۔

اب جو لوگ بخاری کو صحیح سمجھتے ہیں وہ خود یہاں بخاری کے ان روایات کا انکار کرتے ہیں، مگر ان کا انکار شرعی اور کسی اور کا انکار غیر شرعی کیوں؟

معوذتین کے نزول پر اتفاق کا دعوی محض بلا دلیل ہے، ہم آگے امت کے تین گروہ کا ذکر کریں گے ان شاء اللہ۔

ایک محدث کی محبت میں قرآن بدلنے کی کوشش!

واقعہ سحر کو صحیح ماننے والوں کو اگر موقعہ ملے تو قرآن کریم کی موجودہ متواتر ترتیب میں تبدیلی کریں تاکہ روز قیامت محدثین ان سے راضی رہیں اور انکے سامنے شرمندگی نہ ہو۔ جس کی اجازت پیغمبر پاک ﷺ کو بھی نہیں تھی سورۃ یونس آیت نمبر:۱۵ میں ارشاد ہے وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ۔ اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کے سوا کوئی اور قرآن لے آیئے یا اسے بدل دیجئے، (اے نبی مکرّم!) فرمادیں: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف بدل دوں، میں تو فقط جو میری طرف وحی کی جاتی ہے (اس کی) پیروی کرتا ہوں، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بیشک میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔

ان لوگوں کو چاہیئے کہ موجودہ قرآن میں ۸۶ سورتیں مکی اور ۲۸ مدنی ہیں۔ ان ۸۶ میں سے دو سورتیں کم کریں۔ مدنی سورتیں ۳۰ اور مکی ۸۴ ابنادیں۔ ساتھ ایک بین الاقوامی کانفرنس بھی بلائیں جس میں یہ اعتراف کرلیں کہ اب تک یہ سورتیں مکی لکھی ہوئی تھی، یہ غلط تھا اب ہم نے تصحیح کردی، نہ تو یہ لوگ

کر سکیں گے اور نہ کسی میں جرات ہے کیونکہ جس قرآن کی خالق کائنات نے حفاظت کا ذمہ لیا ہے وہ یہ بناوٹی قصے والے نہیں بدل سکتے۔ اس دعوے والے پہلے بخاری کو ساتھ ملالیں۔ بعد میں قرآن کریم جو متواتر ہے جس کے لئے کسی سند کی ضرورت نہیں، اس میں تبدیلی کرلیں، بعد میں دعوی کریں کہ مفسرین کا اس پر اتفاق" اے ظالمو! قرآن تمہارے خلاف ہے پھر بھی یہ دعوی کرتے ہو اللہ کو کیا جواب دو گے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ نہ قرآن کریم کی صریح آیات کو مانتے ہیں اور نہ حدیث کو، نہ ماننے کے لئے یہ مختلف بہانے بناتے ہیں اور ایسے تاویلات کرتے ہیں جن سے یہ خود بھی مطمئن نہیں ہوتے۔ صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے کہتے ہیں کہ ہمارے پاس جواب ہے۔ ان کو چاہیئے کہ اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہونے کے لئے بھی جواب تیار کرلیں۔

نزول معوذتین کے بارے میں مفسرین کا اتفاق محض ایک دعویٰ ہے۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ورنہ سب سے پہلے جو قرآن کریم ہمارے ہاں موجود ہے وہ اس دعوے کے خلاف ہے۔ پہلے اس میں تدیلی کریں اگر کسی میں جرات ہے پھر یہ دعوی پیش کریں۔ نزول معوذتین کے بارے میں سب سے پہلے یہ بات ذہن نشین کرلیں کہ ان کے نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے کہ آیا یہ دونوں سورتیں مکی ہیں یا مدنی۔ ہم ثابت کریں گے کہ صحیح قول کے مطابق دونوں سورتیں مکی ہیں۔ لیکن جو لوگ ان کو مکی ماننے کے باوجود ان کو جادو کے قصے سے جوڑتے ہیں دراصل وہ یا تو اللہ تعالی پر الزام لگاتے ہیں، کیونکہ ان سورتوں میں اللہ تعالی نے پناہ مانگنے کا حکم دیا ہے۔ اپنے رسول ﷺ کو کہ آپ پناہ طلب کریں اپنے رب کی اب اگر اللہ کا رسول ﷺ پناہ مانگتا ہے اور اللہ تعالی پناہ نہیں دیتا بلکہ چھ ماہ یا ایک سال کے لئے ایک جادوگر کے حوالے کر دیتا ہے تو کیا یہ لوگ اللہ تعالی کی ذات پر ایک بڑا الزام عائد نہیں کرتے؟

اب یہ فرض کرلیں کہ آپ ﷺ کو معوذتین پڑھنے کا حکم ہوا ہے لیکن آپ نہیں پڑھتے۔ یعنی معاذاللہ آپ نے حکم کی تعمیل نہیں کی تو پیغمبر ﷺ پر الزام عائد کرتے ہیں، یا یہ فرض کرلیں کہ آپ کو پتا نہیں تھا کہ ان دونون سورتوں میں جادو سے شفاء اور جادو کا علاج ہے تو اس حالت میں پیغمبر پاک ﷺ پر لاعلمی اور قرآن کو نہ سمجھنے کا الزام لگاتے ہیں۔

یہ ساری فرضیات کفر کے علاوہ اور کچھ نہیں۔ اس لئے مکی ماننے کے باوجود یہ سوچنا ہو گا کہ آخر کہاں جا رہے ہیں۔

صحیح بات تو یہ ہے کہ نزول معوذ تین کے واقعہ کا سحر سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ جب یہ واقعہ پیش ہی نہیں آیا تو نزول معوذ تین کا اس سے تعلق کیسا؟ اس بحث کو ہم تین حصوں میں تقسیم کرتے ہیں۔

معوذ تین کے نزول میں امت کے تین گروہ:

۱) وہ مفسرین جنہوں نے ان کو مکی کہا ہے اور واقعہ سحر سے نہیں جوڑا ہے انکے دلائل۔

۲) وہ مفسرین جنہوں نے ان کو مدنی کہا ہے اور ان دونوں سورتوں کو واقعہ سحر سے جوڑتے ہیں ان کے دلائل۔

۳) وہ مفسرین جو ان کو مدنی مانتے ہیں لیکن واقعہ سحر سے نہیں جوڑتے۔ (حدیث عقبہ بن عامر پر بحث)

فریق اول : وہ علماء اور مفسرین جن کی رائے میں سورۃ الفلق اور والناس مکی ہیں۔ اور واقعہ سحر سے نہیں جوڑا۔

ابن حبان البحر المحیط ۱۰/۵۷۴ میں لکھتے ہیں (هذه السورة مكية فى قول الحسن وعطاء وعكرمة وجابر ورواية كريب عن ابن عباس مدنية، فى قول ابن عباس فى رواية صالح وقتادة وجماعة . قيل: وهو الصحيح یہ سورت (الفلق) حسن البصری، عطاء عکرمۃ اور جابر (رحمہم اللہ) کے قول کے مطابق مکی ہے۔ اور کریب کی روایت کے مطابق عباس بھی اسکو مکی مانتے ہیں۔ لیکن صالح کی روایت ضعیف کے مطابق آپ ان کو مدنی مانتے ہیں (صالح کی روایت پر بحث آگے ملاحظہ کریں) قتادۃ اور ایک جماعت کے مطابق یہ مدنی سورت ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ قول صحیح ہے (یہ کس نے کہا ہے اس کا کوئی اتہ پتہ نہیں بس "قیل" کہا جاتا ہے کہ یہ صحیح ہے)۔

سید قطب اپنی تفسیر فی ظلال القرآن میں رقم طراز ہے۔" ان نزول هاتين السورتين فى مكة هو الراجح مما يوهن اساس الراوايات الاخرى"۶/۴۰۰۸ دونوں سورتوں کی نزول مکہ میں ہوا ہے اس وجہ سے باقی روایات کمزور ہیں۔

تفسیر المراغی احمد بن مصطفی المراغی ۳۰/۲۶۸ میں لکھتے ہیں: " ان هذه السورة مكية فى قول عطاء والحسن وجابر، وما يزعمونه من السحر انما وقع بالمدينة ، فهذا مما يضعف الاحتجاج بالحديث ، ويضعف التسليم بصحته ، وعلى الجملة فعلينا ان ناخذ بنص الكتاب ، ونفوض الامر فى الحديث ولا نحكمه فى عقيدتنا "۔

یہ سورت الفلق مکی ہے۔ عطاء حسن اور جابر کے قول کے مطابق اور جن کا یہ خیال ہے کہ اس کا تعلق واقعہ سحر سے ہے جو مدینہ میں ہوا ہے، یہ محض ایک وہم ہے۔ (مطلب یہ کہ سورت نزول کے اعتبار سے مکی ہے اور واقعہ سحر مدینہ کا ہے تو دونوں کے درمیان کوئی تعلق ہی نہیں۔ یہ تعلق پیدا کرنا (ایک وہم اور گمان ہے) اس لئے (کہ یہ سورت مکی ہے) حدیث سحر کو بطور احتجاج اور دلیل پیش کرنا ضعیف ہے، اور اس کی صحت کو بھی کمزور کر دیتا ہے (حدیث سحر ضعیف ہے اس لئے اسکو بطور دلیل پیش کرنا بھی صحیح نہیں) اور خلاصہ یہ ہے کہ ہم قرآن کریم کی نص کو لیں اور حدیث کو اللہ پر چھوڑیں اور اس حدیث پر اپنا عقیدہ نہ رکھیں۔

علامہ ابن عاشور اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں۔"والاصح انها مكية لان رواية كريب عن ابن عباس مقبولة بخلاف رواية ابي صالح عن ابن عباس ففيها متكلم" صحیح بات یہ ہے کہ یہ سورت مکی ہے کیونکہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کریب کی روایت مقبول ہے بخلاف ابو صالح کی روایت کے، جس میں ایک راوی متکلم فیہ ہے۔(التحریر والتنویر ۳۰/۶۲۴) محمد بن السائب الکلبی جھوٹا اور دجال رافضی سبائی یہود و نصاریٰ سے علم حاصل کرتا تھا) آگے لکھتے ہیں۔"وجملة القول هنا : انه لما كان الاصح ان السورة مكية فان النبي ﷺ مامون من ان يصيبه شر النفاثات لان الله اعاذه منها(۳۰/۶۲۹) بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب صحیح ترین قول کے مطابق یہ سورت مکی ہے تو اللہ کے نبی ﷺ نفاثات کے شر سے محفوظ ہے کیونکہ اللہ تعالی نے پناہ دی ہے۔یعنی سحر کا ہونا ممکن نہیں۔

صاحب اوضح التفاسیر ۱/۷۶۶ میں لکھتے ہیں :" فان هذه السورة مقطوع بمكيتها، وما يزعمونه من السحر يقولون : انه وقع باالمدينة بالجملة فان هذا واضح البطلان، بادی الخسران لا يلتفت اليه، ولا يعول عليه"۔

قطعی طور سے ثابت ہے کہ یہ سورت مکی ہے اور یہ خیال کرنا کہ اس کا تعلق واقعہ سحر سے ہے جو مدینہ میں واقعہ ہوا ہے بالکل باطل اور خسارے والی بات ہے جس کی طرف نہ تو توجہ دینی چاہیے اور نہ اس واقعہ کے لئے نزول علت ہے (یعنی کوئی وجہ ہی نہیں جو اس سورت کو واقعہ سے جوڑے) امام موصوف

فرمارہے ہیں کہ بات قطعی ہے۔ اس میں ادنی شک بھی نہیں کہ سورت الفلق مکی ہے۔ غالبا اس طرف اشارہ کررہے ہیں کہ آج بھی اس سورت کے ساتھ مکیۃ لکھا ہوا ہے ب جو اس کا قطعی ثبوت ہے۔

محمد دروزہ عزت میں لکھتے ہیں "ومعظم روايات ترتيب النزول تسلكهما فى سلك السور المكية المبكرة فى النزول ايضا، ونص الاحاديث الواردة فى سحر النبى ﷺ ليس فيه اشارة الى انهما نزلتا فى هذه المناسبة ورواية نزول السورتين معا تبعدهما عن حادث السحر المروى وكل هذا يجعل مكيتهما هى الراجحة۔ (تفسیر الحدیث ۲/۵۴)

زیادہ تر ترتیب والی روایات کے مطابق یہ مکی ہیں اور ان کا اسلوب بیان اس بات کو ترجیح دیتا ہے کہ یہ مکی سورتیں ہیں، اور سحر کی احادیث کو دیکھا جائے تو ان میں کوئی ایسا اشارہ نہیں کہ یہ سورتیں واقعہ سحر کی مناسبت کے لئے نازل ہوئی ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس واقعہ سے ان کا دور کا تعلق بھی نہیں اس لئے اس بات کو ترجیح دی جاتی ہیں کہ یہ دونوں مکی سورتیں ہیں۔ یعنی اگر ان دونوں سورتوں کا انداز بیان دیکھیں تو مکی سورتوں سے ملتا جلتا ہے۔ اس لئے اس بات کو ترجیح دی جاتی ہے کہ یہ دونوں سورتیں مکی ہیں۔

امام الباقلانی ت(۴۰۳ھ) نے امام قتادۃ سے مدنی سورتوں کی فہرست نقل کی ہے (۲۵ سورتیں) جس کے مطابق معوذتین مکی سورتوں میں شامل کیا ہے ملاحظہ کریں۔ (قد روى شعبة عن قتادة ويزيد النحوى عن عكرمة والحسن بن ابى الحسن قال: قال قتادة: ان الذى انزل بالمدينة۔ (۱)البقرة (۲)وال عمران (۳) والنساء (۴)المائدة (۵) الانفال(۶) الرعد (۷) الحج غير اربع آيات (۸) والنور (۹) والاحزاب (۱۰) والمحمد، (۱۱) والفتح، (۱۲) والحجرات، (۱۳) والرحمٰن، (۱۴) والحديد (۱۵)والمجادلة، (۱۶)والحشر، (۱۷) الممتحنة (۱۸) والصف (۱۹)والجمعة، (۲۰) والمنافقون، (۲۱) ايا ايها النبى اذا طلقتم النساء، (۲۲) ويا ايها النبى لم تحرّم، (۲۳) ولم يكن الذى كفروا من اهل الكتاب، (۲۴) واذا زلزلت، (۲۵) واذاجاء نصر الله، وبقية السور مكى كله۔ (کتاب الانتصار للقرآن ۱/۲۴۹)

اور امام قتادۃ(۱۱۷ھ) نے خود اپنی کتاب میں نقل کیا ہے جس کے مطابق ۲۸ سورتیں مدنی اور ۸۶ سورتیں مکی ہیں اور معوذتین انہی ۸۶ سورتوں میں شامل ہیں (قال حدثنا همام عن قتادة قال ا ا البقرة ۲۲، وآل عمران ۳۳، والنساء ۴، والمائدة ۴، والانفال ۵۵، وبراءة ۲۶، ۷

۷والرعد،۸۸والنحل، ۹۹والحجر، ۱۰اوالنور، ۱۱۱اوالاحزاب، ۱۲۱۲ومحمد، ۱۳۱۳والفتح، ۱۴
۱۴ والحجرات، ۱۵۱۵والرحمن، ۱۶۱۶والحديد الى (يا ايها النبيّ لم تحرّمو ما احل الله لك)
عشر متواليات،۲۷۲۷واذازلزلت ،۲۸۲۸واذاجاء نصر الله والفتح قال هذا مدنى وسائر
القرآن مکی" (الناسخ والمنسوخ ۱/۵۲)

امام قتادہ کا ایک قول عبدالحق الاشبلی المتوفی سنہ ۵۸۱ ھ نے اپنی کتاب الاحکام الکبری میں نقل کی ہے۔ (عبد بن حميد : اخبرنا عبدالرّزاق ، عن معمر ، عن قتادة قال: انزل من القرآن بالمدينة : البقرة ، وآل عمران ،والنساء والمائده، والانعام ،والانفال وبراءة، والرعد ،والنحل ،والحج ،والنور، وسورة محمد، والفتح ،والحجرات، والحديد ،والمجادلة ،والحشر ،والممتحنة ، والحواريون، والجمعة ، والمنافقون ، والتغابن، ،والنساء الصغرى ، والتحريم ، ولم يكن ، واذا جاء نصرالله ،وقل هو الله احد ، ويشك فى :ارايت الذى يكذب بالدين ،ونزل سائر القرآن بمكة) لهذا اس روایت کے مطابق بھی معوذتین مکی ہیں۔

عطاء الخرسانی (متوفی ۱۳۵ھ) بھی یہی نقل کرتے ہیں کہ معوذتین مکی ہیں ان کے قول کو امام الماوردی نے اپنی تفسیر میں سند کے ساتھ ذکر کیا ہے "فقد روي في ترتيب السور بمكة والمدينة أحاديث، أوفاها ما رواه آدم ابن أبي أناس عن أبي شيبة شعيب بن زريق عن عطاء الخراساني قال: بلغنا أن هذا ما نزل من القرآن بمكة والمدينة الأول فالأول ، فكان أول ما نزل فيما بلغنا : ١ - (اقرأ باسم ربك) ثم٢) ن والقلم، ٣- المزمل،٤ - المدثر، ٥- تبت ، ٦- إذا الشمس كورت ، ٧- سبح اسم ربك، ٨- الليل،٩ الفجر، ١٠ الضحى،١١- ألم نشرح، ١٢- العصر،١٣ - العاديات، ١٤ - الكوثر، ١٥- ألهاكم،١٦- أرأيت، ١٧ - الكافرون، ١٨ الفيل،١٩ الفلق، ٢٠-الإخلاص،٢١-النجم،٢٢- عبس٢٣القدر٢٤ والشمس ٢٥ البروج، ٢٦ التين، ٢٧- لإيلاف ٢٨القارعة٢٩- القيامة، ٣٠- الهمزة، ٣١- المرسلات،٣٢ ق،٣٣ البلد، ٣٤ - الطارق، ٣٥- القمر، ٣٦- ص،٣٧ الأعراف،٣٨- قل أوحى٣٩ يس، ٤٠ - الفرقان، ٤١ - الملائكة٤٢ - مريم، ٤٣ - طه ،٤٤ - الواقعة، ٤٥ - الشعراء، ٤٦ النمل،٤٧- القصص،٤٨- بنو إسرائيل،٤٩ - يونس،٥٠ - ؟

هود، ٥١- يوسف٥٢ – الحجر٥٣ الأنعام، ٥٤ – الصافات، ٥٥ لقمان،٥٦ – سبأ،٥٧ – الزمر ،٥٨ – المؤمن، ٥٩ – حم ،٦٠ – السجدة،٦١ – عسق، ٦٢- الزخرف، ٦٣ – الدخان، ٦٤ – الجاثية،٦٥ – الأحقاف،٦٦ – الذاريات،٦٧ – الغاشية، ٦٨ – الكهف،٦٩- النحل، ٧٠- نوح، ٧١- إبراهيم، ٧٢ – الأنبياء،٧٣- قد أفلح،٧٤- السجدة، ٧٥- الطور، ٧٦- الملك،٧٧- الحاقة، ٧٨- سأل سائل، ٧٩ – النبأ، ٨٠- النازعات، ٨١ – الانفطار٨٢ الانشقاق،٨٣- الروم،٨٤- العنكبوت٨٥ المطففين، فهذه خمس وثمانون٨٦ سورة نزلت بمكة. وكان فيما نزل بالمدينة١ البقرة، ثم ٢الأنفال،٣ آل عمران، ٤ – الأحزاب، ٥ – الممتحنة، ٦- النساء، ٧- الزلزلة، ٨- الحديد،٩- سورة محمد١٠ الرعد، ١١- الرحمن،١٢- هل أتى، ١٣- الطلاق، ١٤- لم يكن، ١٥- الحشر، ١٦- النصر، ١٧ – النور، ١٨- الحج،١٩ المنافقون، ٢٠- المجادلة، ٢١- الحجرات، ٢٢ – التحريم، ٢٣- الجمعة، ٢٤- الصف، ٢٥- الفتح، ٢٦- المائدة، ٢٧- براءة فهذه سبع وعشرون (٢٧)سورة نزلت بالمدينة. ولم تكن الفاتحة والله أعلم ضمن ما ذكره ، وقد اختلف الناس في نزول السور اختلافاً كثيراً، لكن وجدت هذا الحديث أوفى وأشفى فذكرته" (تفسیر ماوردی ٣١٠/٣)

واضح رہے سورۃ الناس اور سورہ الفاتحہ کا شمار اس لسٹ میں نہیں ورنہ مکی ٨٦ اور مدنی ٢٨ سورتیں ہوتی۔

امام سخاوی لکھتے ہیں: وقد سبق قول عطاء بن ابی مسلم انها مكية، وهو يروي جميع ماذكره عن ابن عباس عطاء بن ابی مسلم کا قول گزرا کہ یہ مکی ہیں، عطاء الخراسانی نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے وہ سب کچھ نقل کیا ہے جو ان سے ذکر کیا جاتا ہے، علامۃ سخاوی کے قول سے واضح ہے کہ عطاء خراسانی نے یہ ترتیب اپنی طرف سے نہیں کہا بلکہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہ اتنی بڑی بات اپنی طرف سے نہیں کہہ سکتا اس نے ضرور نبی کریم ﷺ س سنی ہو گی۔

(جمال القراءۃ وکمال القراءۃ ١/ ٦٥)

ابن ضریس اپنے سند کے ساتھ عطاء الخراسانی سے روایت کرتے ہیں کہ یہ (٨٦) سورتیں مکہ میں نازل ہوئی ہیں اور ان میں معوذتین کا بھی ذکر ہے اور ٢٨، سورتیں مدینۃ میں نازل ہوئی ہیں "اخبرنا احمد ، قال: حدثنا محمد ، قال:اخبرنا محمد بن عبدالله بن ابی جعفر الرازی ، قال : قال عمر بن هارون قال : حدثنا عمر بن عطاء ، عن ابیه ، عن ابن عباس ، قال:اول ما نزل من القرآن بمكة ، وما

انزل منه بالمدينة الاول فالاول ،فكانت اذا نزلت فاتحة سورة بمكة فكتبت بمكة ، ثم يزيد الله فيها ما يشاء، وكان اول ما انزل من القرآن : ١- اقراء باسم ربک الذی خلق ثم ٢- ن والقلم، ثم ٣- يا ايها المزمل ،ثم ٤- يا ايها المدثر، ثم ٥- الفاتحة ، ثم ٦- تبت يدا ابى لهب ثم ٧- اذالشمس كورت ثم ٨- سبح اسم ربک الاعلى ثم ٩- والليل اذا يغشى ثم١٠- والفجر وليال عشر،ثم ١١- والضحى ،ثم ١٢-الم نشرح ،ثم ١٣- والعصرِثم ١٤-والعاديات ثم ١٥-انا اعطيناک الكوثر ثم ١٦- الهاكم التكاثر ثم ١٧-ارائت الذى يكذب، ثم ١٨-قل يا ايها الكافرون ثم ١٩- الم تركيف فعل ربک ،ثم٢٠-اعوذبرب الفلق، ثم ٢١-اعوذبرب الناس، ثم ٢٢- قل هو الله احد ثم ٢٣-والنجم اذاهوى ثم ٢٤- عبس وتولى ثم ٢٥- انا انزلناه فى ليلة القدر،ثم ٢٦-والشمس وضحاها ثم ٢٧- والسماء ذات البروج ثم ٢٨-والتين والزيتون ثم ٢٩- لايلاف قريش ثم٣٠- القارعة ثم ٣١- لا اقسم بيوم القيامة ثم٣٢-ويل لكل همزة ثم ٣٣-والمرسلات ثم ٣٤-ق والقرآن ثم ٣٥-لا اقسم بهذالبلد ثم٣٦-والسماء والطارق ثم ٣٧-اقتربت الساعة ثم ٣٨-ص والقرآن ٣٩- الاعراف ثم ٤٠-قل اوحى ثم٤١- يس والقرآن ثم٤٢- الفرقان ،ثم ٤٣- الملايكة، ثم ٤٤-كهيعص ثم ٤٥-طه ثم ٤٦-الواقعه ثم ٤٧- طسم الشعراء ثم ٤٨-طس النمل ثم ٤٩-القصص ثم ٥٠-، بنى اسرائيل ثم ٥١- يونس ثم ٥٢-هود ثم ٥٣-يوسف ثم٥٤- الحجر ثم ٥٥-حم عسق-٥٦ ثم الزخرف ٥٧-ثم سبا ٥٨-ثم الزمر٥٩- ثم حم المومن٦٠- ثمحم السجدة ٦١-ثم حم ٦٢-عسق ثم ٦٣-الزخرف ٦٤-ثم الدخان٦٥- ثم الجاثيه٦٦- ثم الاحقاف ٦٧-ثم الذاريات٦٨- ثم هل اتاک حديث الغاشية ٦٩-ثم الكهف ٧٠-ثم النحل ٧١-، ثم انا ارسلنا نوحا ٧٢-ثم سورة ابراهيم ٧٣-ثم الانبياء ٧٤-ثم المومنون ٧٥-ثم تنزيل السجدة ٧٦-، ثم اذاالسماء ٧٧-ثم الطور ٧٨-ثم تبارک الملک ٧٩-ثم الحاقة ٨٠- سال سائل ثم ٨١-عم يتساءلون ثمانفطرت ثم ٨٢- -اذالسماء انشقت ثم ٨٣-الروم ثم ٨٤ - العنكبوت ثم٨٥- ويل للمطففين ٨٦-ثم النازعات -فهذا ما انزل الله عزوجل بمكة ، وهى ست وثمانون سورة(٨٦) ثم انزل بالمدينة ،(١) سورة البقرة ثم (٢)الانفال ثم(٣) آل عمران ثم(٤) الاحزاب ثم (٤٥)الممتحنة ثم(٦) النساء ثم (٧)اذا زلزلت ثم (٨)الحديد ثم (٩)سورة محمد ثم (١٠)الرعد ثم (١١)سورة الرحمن ثم (١٢)هل اتى على الانسان ثم(١٣) يا ايها النبى اذا طلّقتم ثم(١٤) لم

یکن ثم (۱۵)الحشر ثم (١٦)اذا جاء نصر الله ثم (۱۷) النور ثم(۱۸) الحج ثم (۱۹)المنافقين ثم (۲۰)المجادلة ثم (۲۱)الحجرات ثم (۲۲)لم تحرم ثم (۲۳)الجمعة ثم(٢٤) التغابن ثم (۲۵)الحواريّون ثم (۲٦)الفتح ثم (۲۷)المائدة ثم (۲۸)التوبة ، فذلك ثمان وعشرون۲۸ سورة فجميع القرآن مائة سورة واربع عشرة سورة (١١٤)[1]

یہ روایت اگرچہ ضعیف ہے لیکن موجودہ قرآن کے عین مطابق ہے، کبھی کبھی ضعیف راوی بھی سچ بول لیتے ہیں، اس کی علاوہ ابن ضریس ایک اور سند کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہی نقل کرتے ہیں جو پہلی روایت کے لئے شاہد ہے ان کے علاوہ ابراھیم بن عمر بن حسن الرباط بن علی بن ابی بکر البقاعی (المتوفی:۸۸۵ھ) سے بھی مروی ہے کہ معوذتین مکی ہیں۔

"حدثنا فارس بن احمد ، ثنا احمد بن محمد، نا احمد بن عثمان ، نا الفضل نا احمد بن يزيد ، نا ابو كامل فضيل بن حصين ثنا حسان بن ابراهيم ، نا امية الازدى ، عن جابر بن زيد قال: انزل على النبى ﷺ من القرآن اول ما انزل بمكة: "اقراء باسم ربك الذى خلق ، ثم ن والقلم ، ثم يا ايها المزمل ثم يا ايها المدثر ، ثم تبت يدا ابي لهب ، ثم اذا الشمس كورت ، ثم سبح اسم ربك الاعلى ، ثم والليل اذا يغشى ،ثم والفجر، ثم والضحى ، ثم الم نشرح ثم والعصر ،ثم والعاديات ، ثم انا اعطيناك الكوثر ، ثم الهاكم التكاثر ، ثم ارائت الذى يكذب بالدين، ثم قل يا ايها الكافرون ، ثم الم تركيف فعل ربك ، ثم قل اعوذ برب الفلق ، ثم قل اعوذ برب الناس ، ثم قل هو الله احد ، ثم والنجم اذا هوى ،ثم عبس وتولى، ثم انا انزلناه ، ثم والشمس وضحاها ،ثم والسماء ذات البروج ، ثم والتين والزيتون ، ثم لايلاف قريش ، ثم القارعة ، ثم لا اقسم بيوم القيامة ، ثم الهمزة، ثم المرسلات، ثم ق والقرآن ثم لا اقسم بهذا البلد، ثم والسماء والطارق، ثم اقتربت الساعة، ثم ص والقرآن ،ثم الاعراف ، ثم الجن ثم يس ، ثم الفرقان ، ثم الملائكة ، ثم كهيعص ، ثم طه ، ثم الواقعه، ثم

[1] اس روایت اور اس سے پہلی روایت میں اسانی کے لئے ترقیم راقم کی طرف سے ہے۔

طسم الشعراء ، ثم طس النمل، ثم طسم القصص ، ثم بنی اسرائیل ، ثم التاسعة يعنى يونس ثم هود ثم يوسف ، ثم الحجر ، ثم الانعام ، ثم والصافات ثم لقمان ، ثم سبا ، ثم الزمر ، ثم حم المومن ، ثم حم السجده ثم حم).

(مصاعد النظر للاشراف علی مقاصد السور ۱/ ۱۶۴)

ہمارے علم کے مطابق جو قرآن آج مصحف المدینۃ المنورۃ کے نام سے مشہور ہے اس کی ۸۶ سورتیں مکی ہے اور ۲۸ سورتیں مدنی اور مکی سورتوں میں آج بھی معوذتین شامل ہیں۔

14= 8+6=86

14=28

2=28

میرے ایک دوست ڈاکٹر شفیق صاحب: نے ایک تحقیق کی ہے جس کے مطابق ۱۴ وہ رقم ہے جس پر کوئی بھی چیز کمال تک پہنچ جاتی ہے چند مثالیں ملاحظہ ہو:

چاند: چودویں رات کی چاند جس رات چاند ایک مکمل شکل اختیار کرتا ہے، اس کے علاوہ مادۃ حیات (پروٹوپلازم یہ مادہ ۱۴ عناصر سے مرکب پایا گیا ہے (اکسیجن، ھائیڈروجن، نائٹروجن، کلورین (کلور)، کاربن، کیلشیم، پوٹاشیم، سوڈیم، فاسفورس، میگنیشیم، لوہا، ایوڈین، سلفر اور سیلیکون)

(ovum) اوم، عورت کے بیضہ دانی میں چودہ دن پایا تکمیل پاتا ہے۔

انسان کے ہر ہاتھ میں چودہ بند اوران بند کو چودہ جوڑوں سے جوڑا گیا ہے یہ ایک مکمل ہاتھ ہے، انسان کے علاوہ چودہ بند والا ہاتھ شاید ہی کسی اور جاندار کا ہو۔

قرآن کریم اور عدد ۱۴

پہلی مثال حروف مقطعات کی شکلیں ۱۴ ہیں۔

۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
الم	المص	الر	المر	کھیعص	طه	طس
۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
طسم	یس	ص	حم	عسق	ق	ن

سورتوں میں واقع ہیں لیکن بغیر تکرار کے ساتھ شکلیں انکی چودہ ہی ہیں قرآن ایک مکمل کتاب ہے۔یہ مقطعات ٹوٹل ۲۹ حروف ہیں۔ مقطعات میں صرف چودہ حروف استعمال ہوئیں ہیں آپ مندرجہ بالا حروف مقطعات کو غور سے دیکھیں ان میں آپکو یہ حروف ملینگے (الف ، لام میم ، صاد ،را، کاف ھاء،یاء، عین، طا، سین، حا، قاف،نون) یہ بھی ۱۴ ہی ہیں ،اگر ہم مقطعات میں سب سے پہلی سورت (سورۃ الفاتحہ) میں دیکھیں تو اس طرح ہیں

میم + لام + الف

14=5 + 9 =59 =15 +22 +22

ایک اور مثال: اللہ کے آخری نبی اور چودہ کا ہندسہ (۱۴)

قرآن کریم میں سورۃ محمد کا نمبر (۴۸) اور سورۃ الاحزاب کا نمبر (۳۳) اسکی آیت نمبر ۴۰ میں آپ کو آخری نبی بتایا گیا ہے آیت نمبر ۴۰ میں اس طرف اشارہ ہے کہ جب آپ ۴۰ برس کے ہوئے تو آخری نبی مبعوث ہوئے

سورۃ محمد (۴۸) سورۃ الاحزاب (۳۳): 47- 33 = ۱۴

سورۃ 61-47=14 (61) میں حضرت عیسیٰؑ نے آخری نبی کے آنے کی بشارت دی ہے (سورۃ محمد ۴۷)

اس طرح الصف

قرآن کریم میں سورۃ الصف واحد سورت ہے جس میں ۱۴ آیتیں ہیں کیونکہ اس میں با کمال اور آخری نبی کی بشارت دی ہے۔

اب مدنی سورتیں ۲۸ (28= 14)

2

مکی سورتیں ۸۶ (6 +8 = 14)

تفصیل کے لئے ڈاکٹر شفیق صاحب کی زیر تکمیل کتاب (Numerical miracle of the holy Quran) دیکھیں۔

یہ سب اتفاق کی بات نہیں یہ سب حقیقت ہے (فبای حدیث بعد اللہ وآیاتہ یؤمنون) الجاثیۃ:۶)
یہ اللہ کی آیتیں ہیں جنہیں ہم آپ پر پوری سچائی کے ساتھ تلاوت فرماتے ہیں، پھر اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد یہ لوگ کس بات پر ایمان لائیں گے۔

اختصار کے ساتھ ہم کہہ سکتے ہیں کہ معوذتین مکی سورتیں ہیں مندرجہ ذیل وجوہات کی بناء پر

۱۔ جو قرآن کریم آج موجود ہے اس میں دونوں سورتوں کی اوپر مکیۃ لکھا ہوا ہے اور یہ سب سے مضبوط دلیل ہے اسکے علاوہ اگر کسی کا قول نہ بھی ہوتا یہی کافی ہے۔

۲۔ صحابہ میں سے حبر الامۃ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح اسناد کے ساتھ مروی ہے کہ معوذتین مکی ہیں۔

۳۔ تابعین میں سے مجاہد، عطاء الخراسانی، قتادۃ، وغیرہ ماننے والوں کے لئے ایک دلیل کافی
نہ ماننے والوں کے لئے اللہ تعالی سامنے آجائیں تو اس میں بھی تاویلیں کرنے لگ جائینگے۔
مزید تفصیل کے لئے مندرجہ ذیل تفاسیر ملاحظہ کیجئے۔
مفسرین کی تقریبا ۱۲ کتب تفسیر کے حوالہ جات آپ پڑھ چکیں مزید بھی ملاحظہ کریں۔
معانی القرآن للزجاج ۵/۲۲۹، تفسیر الوسیط للواحدی ۴/۵۷۲، الدر المنثور فی تفسیر الماثور ۸/۶۸۳،
تفسیر القاسمی ۹/۵۷۴، تفسیر غرائب القرآن للنسابوری ۶/۵۹۸، توفیق الرحمن فی دروس القرآن
۴/۵۵۱، اعراب القرآن وبیانہ ۱۰/۶۲۲، تفسیر الوسیط مجموع المؤلفین ۱۰/۲۰۵۳، السراج فی
غریب القرآن ۱/۲۱۴، البرہان فی علوم القرآن ۱/۱۹۳، بیان المعانی ۱/۱۸۱، ایسر التفاسیر ۵/۶۷۹۔
بحر العلوم ابو اللیث نصر بن محمد بن احمد بن ابراہیم السمرقندی (المتوفی: ۳۷۳ھ)۔
تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (حبر الامۃ) سے تابعین کی ایک جماعت صحیح اسناد کے ساتھ روایت
کرتے ہیں کہ معوذتین نزول کے اعتبار سے مکی ہیں۔
تابعین میں معوذتین کو مکہ میں نازل ہونے والوں میں قتادۃ، محمد بن مسلم الزہری، عطاء الخراسانی، جابر
بن زید شامل ہیں۔

وہ مفسرین جو معوذتین کی صفت مکی اور مدنی میں تذبذب کا شکار ہیں۔

محمد دروزہ عزت اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں "روایات البغوی والطبرسی والخازن والنیسابوری وابن کثیر تقتضی ان یلتزموا القول بان السورتین مدنیتان ، غیر انھم لم یفعلوا ذلك فقال البغوی انھما مکیتان وقیل انھما مدنیتان ، وقال الطبرسی اکثر الاقاویل انھما مدنیتان وقیل انھما مکیتان ، وقال النیسابوری انھما مکیتان ، ولم یذکر ابن کثیر والخازن لھما صفة ، اما المفسرون الآخرون فمنھم من لم یصفھما بصفة مثل الطبری ومنھم من قال انھما مدنیتان ، ومنھم من قال انھما مختلف فیھما مثل النسفی والزمحشری) امام بغوی، طبرسی، خازن، نیسابوری، اور ابن کثیر نے جو روایات پیش کی ہیں ان کے مطابق ان کو چاہئے تھا کہ معوذتین کو مدنی صفت دیدیتے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ امام بغوی نے کہا ہے کہ یہ دونوں سورتیں مدنی ہیں اور امام طبرسی کہتے ہیں کہ زیادہ تر اقوال کے مطابق دونوں سورتیں مدنی ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکی ہیں اور ابن کثیر خازن نے کوئی صفت بیان نہیں کی ہے، باقی مفسرین میں کسی نے کوئی صفت بیان نہیں کی ہے جیسا ابن جریر الطبری، اور بعض نے کہا ہے کہ دونوں مدنی سورتیں ہیں اور کچھ نے کہا ہے اس میں اختلاف ہے کہ یہ دونوں سورتین مکی یا مدنی ہیں جیسا امام النسفی اور الزمحشری نے کہا ہے۔

فریق دوم : وہ علماء کرام اور مفسرین جو معوذتین کو مدنی سمجھتے ہیں اور اسی کو ترجیح دیتے ہیں یہ فریق دو طرح کے کی رائے رکھنے والوں میں تقسیم ہیں

۱نزول معوذتین کو حادثہ سحر سے جوڑتے ہیں

۲نزول معوذتین کو حادثہ سحر سے نہیں جوڑتے لیکن انکو مدنی مانتے ہیں اور دونوں فریق دلائل رکھتے ہیں جن پر ہم اختصار کے ساتھ گفتگو کرتے ہیں۔

وہ فریق جو معوذتین کو مدنی قرار دیکر واقعہ سحر سے جوڑتے ہیں:۔

نمبر۱: امام ماوردی فرماتے ہیں:

"وھذہ والناس معوّذتان رسول الله ﷺ حین سحرته الیھود"۔ (تفسیر الماوردی، النکت والعیون ۶ / ۳۷۳) آپ ﷺ نے یہ دونوں سورتیں (سورۃ الفلق اور سورۃ الناس) استعاذہ کے طور پر پڑھی تھی جب یہود نے آپ پر سحر کیا تھا" وانکرہ آخرون ، منعوا منه فی

رسول الله ﷺ وان صح فی غیره ، لما فی استمراره علیه من خبل العقل ، وان الله تعالی قد انکر علی من قال فی رسوله حیث یقول : ان تتبعون الا رجلا مسحوارا"
(الماوردی ۶/۳۷۶)

لیکن کچھ مفسرین نے آپ ﷺ پر جادو ماننے سے انکار کیا ہے ، اگرچہ اور لوگوں پر ہو سکتا ہے (ہم کہتے ہیں کسی پر نہیں ہو سکتا) کیونکہ آپ ﷺ پر جادو ماننے سے لازمی ماننا پڑتا ہے کہ آپ ﷺ سحر زدہ ہیں۔ صاحب الشہاب لکھتے ہیں:۔ والصحیح انها مدنیة لان سبب نزولها سحر الیہود کما سیاتی وھم بالمدینة) صحیح یہ ہے کہ یہ مدنی سورت ہے کیونکہ اس کا سبب نزول یہود کے جادو سے تعلق رکھتا ہے اور یہود مدینہ میں تھے۔ ((الشہاب علی تفسیر البیضاوی ۸/۴۸۳) حالانکہ جس وقت سحر کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے اس وقت یہود مدینہ سے جلاوطن کئے گئے تھے ۔۔ ذوالحجۃ ۵ ہجری غزوہ بنی قریظہ کے بعد مدینہ میں یہود آباد نہیں تھے) پچھلی صفحات میں ہم نے باحوالہ ثابت کیا ہے۔ اس قول کے لئے مزید تفصیل ان کتابوں میں دیکھیں (تفسیر البغوی ۵/۳۳۲، التفسیر الکبیر ۳۲/۳۶۹، تفسیر ابن کثیر ۸/۵۳۰، تفسیر غایة الامانی ۱/۴۶۱، روح المعانی ۱۰/۵۴۰، تفسیر المظہری ۱۰/۳۷۵، الاتقان فی علوم القرآن ۱/۴۰ وغیرھا)

اس فریق کے دلائل:

پہلی دلیل: امام بیہقی دلائل النبوة میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں (اخبرنا ابو عبدالله الحافظ وابو سعید بن ابی عمرو، قالا : حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب ، حدثنا یحی بن ابی طالب ، انبانا عبدالوهاب بن عطاء ، انبانا محمد بن السائب، عن ابی صالح ، عن ابن عباس ، قال: مرض رسول الله ﷺ مرضا شدیدا فاتاه ملکان فقعد احدهما عند راسه والآخر عند رجلیه ، فقال الذی عند رجلیه للذی عند راسه: ما تری؟ قال: طب، قال: وما طبه؟ قال: لبید بن اعصم الیهودی قال: این هو ؟قال فی بئر آل فلان تحت صخرة فی رکیة فاتوا الرکی فانزحوا ماءها وارفعوا الصخرة ثم خذوا الکربة فاحرقوها فلما اصبح رسول الله ﷺ بعث عمار بن یاسر فی نفر فاتوا الرکی فاذا ماؤها مثل ماء الحناء فنزحوا الماء ثم رفعوا الصخرة واخرجوا الکربة فاحرقوها فاذا فیها وتر فیه احدی عشرة عقدة فانزلت علیه هاتان السورتان فجعل کلما قرا آیة

هل انهزم النبي ﷺ ؟

انحلت عقدة : قل اعوذبرب الفلق، وقل اعوذبرب الناس ، الاعتماد على الحديث الاول۔(دلائل النبوۃ ۶/۲۴۶)

پیغمبر پاک شدید بیمار ہوئے تو آپ کے پاس دو فرشتے آئے ایک سرہانے بیٹھ گیا اور دوسرا پاؤں کی طرف جو پاؤں کی طرف تھا اس نے دوسرے فرشتے سے پوچھا کیا دیکھتے ہو(اس کو کیا ہو گیا ہے؟) جواب دیا اس پر جادو ہوا ہے، پھر اس نے پوچھا کس نے کیا ہے؟ جواب ملا ایک یہودی لبید ابن اعصم نے پھر پہلے فرشتے نے پوچھا جادو کہاں رکھا ہے جواب دیا آل فلان کے کنویں میں، کنویں جا کر اسکا پانی نکال دو اور چٹان اٹھا کے اس کے بعد چمڑے کا تھیلا نکال کر جلا دو، جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے عمار بن یاسر کے ہمراہ چند صحابہ رضی اللہ عنہم کو کنویں کی طرف روانہ کیا (انہوں نے ویسا ہی کیا جس طرح پیغمبر پاک ﷺ (کی طرف منسوب خواب میں دیکھا تھا) اور دیکھا تو کنویں کے پانی کا رنگ ایسا ہو گیا تھا جیسا کہ کسی نے اس میں مہندی ڈال دی ہو ایک چمڑے کا تھیلا نکالا اور اسے جلایا تو دیکھا اس کے اندر گیارہ گرہیں بندھی ہوئی ہیں تب آپ ﷺ پر یہ سورتیں نازل ہوئی جب ایک آیت پڑھتے ایک گرہ کھلتی جاتی، اس کے بعد امام بیہقی فیصلہ سناتے ہیں (اعتماد اس سے پہلے بخاری کی حدیث پر ہے، جس میں نہ تو معوذتین کا ذکر ہے اور نہ ہی یہ تفصیل۔ گویا امام بیہقی خود اس حدیث کو صحیح نہیں سمجھتے اور اس پر اعتماد نہیں کرتے اور نہ ہی اس کو قبول کرتے ہیں۔

اس حدیث کے متن کے الفاظ اتنے کمزور ہیں جو پیغمبر پاک ﷺ کے نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ ﷺ کو جوامع الکلم دئے گئے تھے اور آپ ایک فصیح اور بلیغ تھے چند کلمات میں بہت کچھ بیان کر دیتے ہیں سند کے لحاظ سے یہ باطل اور موضوع حدیث ہے کیونکہ اس کے سند میں محمد بن سائب الکلبی (متوفی ۱۴۶) امام لیث کہتے ہیں (بالکوفة کذابان الکلبی والسدی) کوفہ میں دو جھوٹے ہیں ایک کلبی اور دوسرا اسدی۔(الضعفاء الکبیر ۴/۷۶ المجروحین ۲/۲۵۴)

امام بخاری فرماتے ہیں (محمد بن السائب الکلبی کوفی ترکہ یحی بن سعد وابن مہدی :(الضعفاء الکبیر ۴/۷۶) یحی بن سعد اور ابن مہدی نے اس سے حدیث روایت کرنا چھوڑ دیا تھا۔

امام معتمر بن سلیمان کہتے ہیں: "کان کذابا (سیر اعلام النبلاء ۹/ ۱۶۸) کلبی جھوٹا تھا۔

(قال عنه زائدة اطرحواحديث الاربعة الحجاج وجابر وحميد صاحب مجاهد فاما الكلبی --- فتامرونی ان احدث عن رجل يكذب على رسول الله ﷺ) کیا تم مجھے

ایسے شخص سے حدیث کرنے کو کہتے ہو جو اللہ کے رسول ﷺ پر جھوٹ باندھتا ہے۔ جھوٹے کے حدیث کو سچ سمجھنا خود جھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔(قال سفیان قال الکلبی ماسمعته منی عن ابی صالح عن ابن عباس فهو کذب) سفیان کہتے ہیں کلبی نے مجھ سے کہا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت ابو صالح کے ذریعے جو آپ نے مجھ سے سنی ہے وہ سب جھوٹ ہے۔ اور یہ روایت کلبی اور وہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں تو یہ سب جھوٹ ہے، اب کیا کہا جائے کتاب والا (امام بیہقی) کہتا ہیں کہ اس حدیث پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا روایت کرنے والا خود کہتا ہے کہ یہ جھوٹ ہے پھر بھی لوگ منبر بیٹھ کر جھوٹ بیان کریں تو یہ جھوٹے نہیں تو اور کیا ہے؟۔

امام بخاری کے استاد امام احمد بن حنبل کلبی کی تفسیر کے مطالعہ کو جائز نہیں سمجھتے۔(قال احمد بن هارون سالت احمد بن حنبل عن تفسیر الکلبی فقال کذب قلت ایحل النظر فیه قال لا" (المجروحین ۲/۲۵۴)

احمد بن ھارون کہتے ہیں میں نے امام احمد بن حنبل سے کلبی کی تفسیر کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ کلبی کی تفسیر جھوٹی ہے پھر میں نے عرض کیا کہ کیا اس کا مطالعہ جائز ہے؟ تو جواب میں انہوں نے کہا نہیں۔ تو روایت کو بیان کرنا تو در کنار اس کا مطالعہ بھی جائز نہیں۔

امام ابن الجوزی کلبی کو کبار الوضاعین میں شمار کرتے ہیں۔

"قال ابن الجوزی فی مقدمة کتاب الموضوعات له وکان من کبار الوضاعین وهب بن وهب ومحمد بن السائب الکلبی" (الکشف الحثیث فیمن رمی بوضع الحدیث ۱/۲۳۰)

موضوع حدیث گھڑنے والوں کے جو بڑے تھے ان میں وھب بن وھب اور محمد بن السائب الکلبی، موضوع (من گھڑت) حدیث بنانے والے حضرات کے سربراہ، سردار، انکے بڑے بزرگوں میں یہ دونوں شمار ہوتے ہیں جو حضرات اس حدیث کو صحیح مانتے ہیں انکے سربراہ ان کے بزرگ کلبی صاحب ہے قیامت کے دن کلبی آگے اور منبر پر ان کی حدیث بیان کرنے والے پیچھے ہونگے (اللہ تعالی ہمیں علم کی روشنی سے منور فرمائے) آمین۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے والے ابو صالح کی ملاقات ان سے نہیں ہوئی، ابن ابی حاتم لکھتے ہیں "ابو صالح لم یر ابن عباس ولا سمع منه شیا ولا سمع الکلبی من ابی صالح لا یحل ذکره فی الکتب فکیف الاحتجاج به" (المجروحین ۲/۲۵۴)

کلبی اور ابو صالح ابن عباس رضی اللہ عنہ سے تفسیر نقل کرتے ہیں نہ تو ابو صالح نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو دیکھا ہے اور نہ ہی کچھ سنا ہے اور نہ ہی کلبی نے ابو صالح سے کچھ سنا ہے۔ کلبی کا ذکر کسی کتاب میں جائز نہیں تو اس سے احتجاج کرنا کیسے جائز ہو گا؟۔

کلبی پر اور کئی صفحات سیاہ کئے جاسکتے ہیں لیکن عقل والوں کے لئے ایک حوالہ ہی کافی ہے، ہم نے ائمہ حدیث کے کئی اقوال نقل کر دئے ہیں۔ پھر بھی تفصیل کے لئے۔(المغنی فی الضعفاء ۲/۵۸۴، الضعفاء لابن نعیم ۱/۱۳۸، الضعفاء لابی زرعۃ)ابو صالح بھی جھوٹا ہے اس کی تفصیل کے لئے (سوالات ابن ابی شیبۃ لابن المدینی ۱/۱۱۰، الجرح والتعدیل ۲/۴۳۲، والمجروحین ۱/۱۸۵، الکامل فی الضعفاء لابن عدی ۲/۲۵۸، جامع التحصیل ۱/۱۴۸، الضعفاء الکبیر للعقیلی ۱/۱۶۵)

دوسری دلیل (پہلی دلیل کی متابع)

"اخبرنا عمر بن حفص عن جويبر عن الضحاك عن ابن عباس رضى الله عنه قال: مرض رسول الله ﷺ واُخِذَ عن النساءِ وعن الطعام والشراب فهبط عليه ملكان وهو بين النائم واليقظان ، فجلس احدهما عند راسه والآخر عند رجله ثم قال احدهما لصاحبه :ماشكوه؟قال: طبّ !يعني سُحِر قال:ومن فعله؟قال لبيد بن الاعصم اليهودي !قال:ففي اى شيء جعله ؟قال في طلعة.قال فاين وضعها ؟قال: في بئر ذروان تحت صخرة ، قال:فما شفاؤه؟قال :تنزح البئر وترفع الصخرة وتستخرج الطلعة ،وارتفع الملكان فبعث نبى الله ﷺ الى على رضى الله عنه وعمار فامرهما ان ياتيا الركى فيفعلا الذى سمع ، فاتياها وماؤها كانه قد خضب الحناء فنزحاها ثم رفعاالصخرة فاخرجا طلعة، فاذابها احدى عشرة عقدة ، ونزلت هاتان السورتان :"قل اعوذبرب الفلق" و قل اعوذ برب الناس" فجعل رسول الله ﷺ كلما قرا آية انحلّت عقدة حتى انحلت العقد وانتشر نبى الله۔ (الطبقات الكبرى ۲/۳۳۲)

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ بیمار ہو گئے اس کی وجہ سے آپ نے کھانا پینا اور ازواج مطہرات سے مباشرت کرنا چھوڑ دیا تھا(پھر وہیں فرشتوں کا سوال وجواب) تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنھما کو حکم فرمایا کہ جس طرح فرشتوں نے کہا تھا ویسا ہی کریں تب ان دونوں نے ایسا ہی کیا اور دونوں کنویں کی طرف گئے، اور دیکھا تو کنویں کا رنگ ایسا ہو گیا تھا جیسا کہ کسی نے اس میں مہندی ڈال دی ہو۔ تو دونوں نے پہلے کنویں سے پانی نکالا اور پھر چٹان کو اٹھایا اور

پھر کھجور کے گوشے کو نکالا تو دیکھا کہ اس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی ہیں (تانت یا ڈور کی بات نہیں) تو یہ دونوں سورتیں (الفلق اور الناس) نازل ہوئیں تو جب آپ ﷺ ایک آیت پڑھتے ایک گرہ کھل جاتی۔ اس طرح ساری گرہیں کھل گئیں اور آپ ﷺ تندرست و توانا ہو گئے (شفاء یاب ہو گئے)۔

اس حدیث اور پہلے والی حدیث کے متن میں بھی فرق ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں لیکن یہاں ذکر ہے، پھر بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ اور عمار رضی اللہ عنہما اتنے بڑے واقعے کو نقل نہیں کرتے یہ ایک اہم سوال ہے اگر ایسا واقعہ ہوا تھا تو انہوں نے کیوں نقل نہیں کیا؟ پہلی روایت میں چمڑے کے تھیلے جلانے کا ذکر ہے اس روایت میں نہیں۔ سند کے لحاظ سے اس میں تین علتیں ہیں۔

(۱) ضحاک اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کے مابین انقطاع۔

"نا ابوداؤد، عن شعبة ، عن مُشاش ، قال: قلت للضحاك سمعت من ابن عباس ؟ قال: لا قلت: راءيته قال: لا)۔

مشاش کہتے ہیں میں نے ضحاک سے پوچھا آیا آپ نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے؟ تو اس نے جواب دیا کہ نہیں سنا ہے اور نہ کوئی بات ہوئی پھر میں نے عرض کیا کہ کیا آپ نے ان کو دیکھا ہے تو جواب دیا کہ نہیں دیکھا۔ (المراسیل لابن ابی حاتم ۱/۹۴)

تو ضحاک نے جب ابن عباس رضی اللہ عنہ کو نہ دیکھا ہے نہ سنا اور نہ ہی بات ہوئی تو وہ کیسے روایت کرتے ہیں یہی بات امام ابوزرعہ بھی کہتے ہیں۔

"سئل ابو زرعة :عن الضحاك سمع من ابن عباس ؟ قال: لا ،قيل له ولا شيئا ؟قال:ولا شيئا" امام ابوزرعہ سے پوچھا گیا کہ ضحاک نے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے تو کہا نہیں۔ پھر پوچھا گیا کہ کچھ بھی نہیں سنا تو کہا کچھ بھی نہیں سنا۔

(کان شعبۃ لایحدث عن الضحاک بن مزاحم) امام شعبہ بن حجاج (امیر المومنین فی الحدیث) ضحاک سے روایت نہیں لیتے تھے۔ (الضعفاء الکبیر ۳/۲۱۸)

(۲) اس حدیث کی دوسری علت جویبر بن سعید ہے امام یحیی بن معین اس کو ضعیف کہتے ہیں۔

(الضعفاء للعقیلی ۱/۲۰۵)

امام ابن جوزی لکھتے ہیں" عن احمد انه قال لا يشتغل بحديث جويبر" امام احمد بن حنبل کہتے ہیں اپنے آپ کو جویبر کی حدیث سے مشغول مت رکھو یعنی اپنے وقت کو ضائع مت کرو جہاں آپ جویبر کی

حدیث کو دیکھیں اپنے آپ کو مت تھکاؤ۔ آگے لکھتے ہیں" قال النسائی والدار القطنی جویبر وعمرمتروکان "جویبر اور عمر متروک الحدیث ہیں۔ (کتاب الموضوعات ۲/۲۳۰)

امام جوزجانی متوفی ۵۴۳ھ لکھتے ہیں:۔ کہ

"سمعت زائدۃ ، یقول: اطرحوا حدیث اربعة: جویبر وحمید وحجاج والکلبی "الاباطیل والمناکیر والصحاح والمشاهیر الجورقانی المتوفی :۵۴۳ھ ۱/۲۸۰)

میں نے امام زائدۃ کو کہتے سنا کہ وہ فرمارہے تھے۔ کہ ان چاروں (جویبر، حمید، حجاج اور کلبی) کی حدیث کو پھینک دو" وقال البخاری :قال لی علی : قال یحی یعنی ابن سعید القطان : کنت اعرف جویبرابحدیثین ، یعنی ثم اخرج هذه الاحادیث بعدفضعفه" (تھذیب الکمال ۵/۱۶۹)

امام بخاری امام علی بن المدینی سے نقل کرتے ہیں کہ ابن قطان نے مجھے کہا میں جویبر کو دو حدیثوں سے جانتا ہوں۔ پھر انہوں نے جویبر کی احادیث نکال کر فرمایا یہ ضعیف ہیں غالبا مطلب یہ ہے کہ جویبر تو حدیث میں مسکین ہے اسکے پاس دو حدیث ہی ایسی ہیں وہ بھی ضعیف ہیں۔

"قال عبدالله بن علی ابن المدینی : وسالته یعنی اباه عن جویبر ، فضعفه جدا ، قال: وسمعت ابی یقول: جویبر اکثر علی الضحاك ، روی عنه اشیاء مناکیر" عبد اللہ بن علی بن المدینی کہتے ہیں میں نے اپنے والد سے جویبر کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس سے بہت زیادہ ضعیف قرار دیا، اور کہا کہ میں نے اپنے والد کو کہتے ہوئے سنا ہے، جویبر نے ضحاک پر کچھ زیادہ کہہ دیا (یعنی بہت زیادہ جھوٹ باندھا ہے) جویبر نے ضحاک سے منکر روایات نقل کی ہیں۔ (تھذیب الکمال ۵/۱۶۹)

امام الساجی کہتے ہیں یہ فروع اور احکام میں حجت نہیں" وقال الساجی : یحتمل ، ولما ذکرہ مع عبیدۃ ومحمد بن سالم قال: لیس ھؤلاء بحجة فی الفروع والاحکام "اگر فروع اور احکام میں حجت نہیں تو عقیدہ میں کیسے حجت ہوسکتے ہیں؟ بلکہ یہ کہا جائے کہ عقیدے کے ستون میں کیسے حجت ہوسکتے ہیں۔

راقم کی ناقص رائے میں یہ حدیث جویبر کی گھڑی ہوئی ہے کیونکہ ضحاک ۱۰۵ھ میں وفات ہوئے ہیں اس وقت حدیث سحر کا کوئی وجود نہیں تھا۔

(۳) تیسری علت عمر بن حفص ابو حفص العبدی ابن ذکوان ہے۔

"روی عن ثابت عن انس متروك قال احمد: تركت حديثه وخرقناه" الفوائد المنتقاه لابی عمرو السمرقندی /۸۴ح ۱۳۰ انظر کتاب: الکامل فی ضعفاء الرجال ۶/ ۹۹، مختصر الکامل فی الضعفاء ۱/ ۵۱۹) کہ انس نے عمر بن حفص کو چھوڑ دیا ہے، امام احمد فرماتے ہیں میں نے اسکے روایات کو ترک کر دیا اور پھاڑ دیا ہے۔

ابو حفص العبدی عمر بن حفص بن ذکوان قال ابن القیم فی تھذیب سنن ابي داؤد ۱/۱۰۹ وثقه احمد وقال لا اعلم الا خيرا ووثقه ابن معين وقال عبدالصمد بن عبدالوارث ثقة قلت رضى الله عنك فلم يقل احمد وابن معين حرفا مماذكرته في ابي حفص العبدى قال احمد، تركنا حديثه وخرقنا وقال على ليس بثقة وتركه النسائي وضعفه الدار قطني العقيلي وابن حبان وغيرهم تنبيه ۸/رقم ۱۹۶۱ الكتاب نثل النبال بمعجم الرجال الذى ترجمه لهم فضيلة الشيخ المحدث ابواسحاق الجويني۔

ترجمہ:۔ ابن قیم نے چند محدثین کا نام لیکر ابن ذکوان کی توثیق ذکر کی مگر امام الجوینی نے رد فرمایا، کہ ان مذکورہ محدثین نے اسکی توثیق قطعا نہیں کی بلکہ تضعیف کی ہے۔

تیسری دلیل:۔"اخبرنا ابو الحسين على بن محمد المقرى، قال: اخبرنا الحسن بن محمد بن اسحاق. قال حدثنا يوسف بن يعقوب، قال: حدثنا سلمة ابن حيان، قال: حدثنا يزيد بن هارون، قال :اخبرنا محمد بن عبيدالله، عن ابي بكر بن محمد، عن عمرة، عن عائشة قالت: كان لرسول الله ﷺ غلام يهودى يخدمه، يقال له: لبيد بن اعصم، وكان تعجبه خدمته، فلم تزل به يهود حتى سحر النبي ﷺ، وكان رسول الله ﷺ يذوب ولا يدرى ما وجعه. فبينما رسول الله ﷺ ذات ليلة نائم: اذاتاه ملكان، فجلس احدهما عند راسه، والآخرعند رجليه، فقال الذى عند راسه للذى عند رجليه ما وجعه؟ قال الذى عندراسه، مطبوب قال الذى عندرجليه من طبه؟ قال الذى عند راسه لبيد بن اعصم قال الذى عن رجليه بم طبه؟ قال الذى عند راسه بمشط ومشاطة، وجف طلعة ذكر بذى ذروان، وهى تحت راعوفة البئر، فاستيقظ رسول الله ﷺ، فدعا عائشة، فقال "يا عائشة !اشعرت ان الله عزوجل قد انبانى بوجعى" فلمااصبح غدا رسول الله ﷺ، وغدا معه اصحابه الى البئر، فاذاماؤها كانه نقوع

الحناء ، واذا نخلها الذی یشرب من مائها قد التوی سعفه کانه رؤوس الشیاطین قال:
فنزل رجل فاستخرج جف طلعة من تحت الراعوفة ، فاذا فیها مشط رسول الله ﷺ ،
ومن مراطة راسه، واذا تمثال من شمع تمثال رسول الله ﷺ ، واذا فیها ابر مغروزة ،
واذاوتر فیه احدی عشرة عقدة فاتاه جبریل علیه السلام بالمعوذتین ، فقال: یامحمد
قل اعوذبرب الفلق ، وحل عقدة ، من شر ما خلق ،وحل عقدة ، حتی فرغ منها ، ثم قال
: قل اعوذبرب الناس ، وحل عقدة ، حتی فرغ منها ، وحل العقد کلها ، وجعل لا تنزع
ابرة الا وجدلها الما، ثم یجد بعد ذلك راحة فقیل ، یا رسول الله ﷺ لو قتلت
الیهودی، فقال رسول الله ﷺ "قد عافانی الله عزوجل وما وراءه من عذاب الله اشد"
قال فاخرجه۔

قد روینا فی هذا،عن الکلبی ، عن ابی صالح ، عن ابن عباس ببعض معناه ورویناه فی
الحدیث الصحیح ، عن هشام بن عروة ، عن ابیه ، عن عائشة فی ابواب دعواته دون
ذکر المعوذتین ۔ (دلائل النبوۃ للبیھقی ۷/۹۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنھا فرماتی ہیں کہ ایک یھودی بچہ جس کا نام لبید بن اعصم تھا آپ ﷺ کی خدمت کرتا تھا اور آپ کو اس کی خدمت بہت پسند تھی تو یھودیوں نے ور غلایا پس اس نے آپ ﷺ پر جادو کر دیا جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے پاس دو فرشتے آئے اور ان میں سے ایک اسکے سرہانے اور دوسرا پائنی کی طرف بیٹھ گیا، جو سرہانے کی طرف بیٹھا تھا پائنی کی طرف بیٹھے ہوئے سے پوچھتا ہے اسکو کیا تکلیف ہے سرہانے والے نے جواب دیا اس پر جادو ہوا ہے، جو پاؤں کی طرف تھا اس نے پھر پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ سرہانے والے نے جواب دیا لبید بن اعصم نے، پاؤں کی طرف والے نے پھر پوچھا کس چیز میں جادو کیا ہے؟ جواب دیا کنگھی اور آپ ﷺ کے بالوں پر جو نر کھجور کے گوشے ذروان کنویں میں چٹان کے نیچے رکھے ہوئے ہیں، تب آپ نیند سے بیدار ہوئے اور حصرت عائشہ رضی اللہ عنہ کو بلایا اور کہا اے عائشہ (رضی اللہ عنھا) تمہیں معلوم ہے اللہ تعالی نے مجھے اپنی بیماری کے متعلق آگاہ کر دیا، جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ بمعہ چند صحابہ کے کنویں تشریف لے گئے اور دیکھا تو کنویں کے پانی کا رنگ ایسا ہو گیا تھا جیسا کہ کسی نے اس میں مہندی ڈال دی ہو اور کھجور کے شاخ اور پتے ایسے ہو گئے تھے جیسے شیطان کا سر (جس نے شیطان کا سر دیکھنا ہو وہ اس کنویں کی کھجور کی شاخیں دیکھیں) تو ایک آدمی نیچے

اترا، چٹان کو اٹھایا اور پھر کھجور کے گوشے کو نکالا تو دیکھا اس میں کنگھی اور اس میں آپ ﷺ کے بال تھے اور موم کا ایک پتلا تھا (آپ ﷺ کی شکل کا) جس میں سوئیاں چبھی ہوئی تھیں اور ایک تاند (ڈور یا دھاگہ) جس میں گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھی تو جبرائیل علیہ السلام معوذتین لے کر آگئے۔ پھر جب جبرائیلؑ آپ ﷺ سے مخاطب ہوئے اور سورۃ الفلق پڑھائی اور اس کے بعد سورہ الناس پڑھائی اور جب ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھلتی جاتی اس طرح جب گیارہ گرہیں لگی ہوئی تھی تو اس کے بعد سورۃ الناس پڑھائی اور جب ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھلتی جاتی اس طرح جب گیارہ آیتیں پوری ہوئی تو گیارہ گرہیں بھی کھل گئی جب ایک گرہ کھلتی تب اس سے آپ ﷺ نے کہا اللہ تعالی نے مجھے عافیت اور شفا دے دی اللہ کا عذاب بہت سخت ہے پھر اس بچے کو گھر سے نکال دیا۔

اس حدیث میں لبید بن اعصم کو خادم الرسول ﷺ بتایا گیا ہے جس کو آخر میں گھر سے نکال دیا گیا، اسکے علاوہ روایات میں ہے کہ لبید کو کچھ بھی نہیں کہا وہ آپ کے پاس آتے جاتے تھے یہ تو واقعہ سحر والے ہی بتائینگے کہ آخر ہوا کیا ہے (ہم شروع سے ہی کہتے چلے آرہے ہیں کہ یہ سب جھوٹ ہے ملاحدہ کی کہانی ہے) ہم نے کوشش کی کہ آپ ﷺ کے خادموں کے نام جمع کریں تو پتہ چلا کہ آپ ﷺ کے خادموں کی تعداد ۳۸ تک پہنچتی ہے ان میں ایک کا نام بھی لبید بن اعصم نہیں۔

آپ ﷺ کی خادموں کی فہرست دیکھ لیں ان میں ایک کا نام بھی لبید بن اعصم نہیں آپ بھی پڑھ لیں آپ ﷺ کے غلام، زید بن حارثہ، اسامہ بن زید، ثوبان، ابو کبشہ، انیسہ، شقران، رباح، سلمۃ، ام رافع، رضوی، اسیر، ام ضمیر، ماریہ، سیرین، ام ایمن، میمونہ، خضرہ، قوبلہ رضی اللہ عنھم،

خدام: انس بن مالک، ہند بنت حارثہ، اسماء بنت حارثہ، ربیعہ بن کعب، عبد اللہ بن مسعود، عقبہ بن عامر، بلال بن رباح، سعد ذو مخمر (شاہ حبشہ کے بھتیجے) بکر بن شداخ ابو ذر غفار رضی اللہ عنھم۔

مسلم، بخاری دیگر صحاح ستہ۔ (الرحیق المختوم)

آپ کے موالی: یعنی غلام و کنیز، زید بن حارثہ، اسلم، ابو رافع، ثوبان، ابو کبشہ، سلیم، شقران، رباح، لیسار مدعم، کرکہ، کبشہ، سفینہ، انیسہ، افلح، عبیدہ، گہمان، کیسان، ذکوان، مہران مروان بعض مورخین نے آخری پانچ نام ایک شخص کے شمار کئے ہیں علی اختلاف الاقوال: حنین، سندر، فضالہ، مابور، ابو، واقد ق م، ابو حسیب، ابو بہیہ، واقد یہ سب غلاموں کے نام ہیں، اور کنیز یعنی لونڈیاں سلمی، ام رافع، میمونہ بنت سعد، خضیرہ، رضوی، رشیحہ، ام ضمر، میمونہ بنت ابی عسیب، ماریہ، ریحانہ۔

خدام انس عبداللہ بن مسعود نعل شریف اور مسواک پر مامور تھے، عقبہ بن عامر جہنی سفر میں خچر پر مامور ہوتے تھے، اسلم بن شریک ناقہ پر مامور تھے، بلال اذان آمد و خرچ پر مامور تھے، سعد، ابوذر غفاری، ایمن بن عبید وضو پر مامور انکی والدہ ام ایمن معیقیب کے پاس انگشتری رہتی تھی۔

مؤذنین بلال، ابن ام مکتوم، قباء میں سعد یہ القرظ مکہ میں ابو محذورہ۔

حارثین یعنی پہرے دار: سعد بن معاذ یوم بدر میں، محمد بن سلمہ احد میں، زبیر بن عوام خندق میں عباد بن بشر بعض اوقات۔ (سیرت الحبیب لاشرف علی تھانوی ص ۲۰۹ ط ایچ ایم سعید)

اور لبید کا معاملہ بھی عجیب ہے یہ کبھی بنی زریق قبیلہ کا آدمی تھا اور کبھی یہی آدمی یہودی، کبھی منافق، کبھی انصاری صحابی بن جاتا ہے اور اس حدیث میں غلام (بچہ) خادم بن گیا ہے۔ مجھے پورا یقین ہے روایت کرنے والا مخبوط العقل ہے، کبھی کہتے ہیں لبید بن عاصم نے سحر یا جادو کیا ہی نہیں بلکہ اس کی دو بہنوں نے کیا تھا، کبھی کہتے ہیں کہ جادو دو دفعہ ہوا۔ اے ظالموں اللہ کا خوف کرو جب قیامت کے دن ظالموں کی صف میں کھڑے ہوں گے تب آپکی یہ تفسیر وہاں کام نہیں آئے گی کہ مسحور بمعنی ساحر ہے۔ آپ ﷺ کی خدمت ایک عظیم شرف ہے لیکن ان جیسے بدبختوں کو نصیب نہیں ہوتی جو آپ ﷺ پر جادو کرنے کا سوچے، شاید قصہ گھڑنے والے نے سوچا ہی نہیں کہ جو آپ ﷺ کی خدمت کا شرف حاصل کرلے وہ یہودی نہیں وہ مسلمان ہو جاتا ہے، اور جنت اس کا ٹھکانا بن جاتی ہے۔ دیکھئے بخاری "کتاب الجنائز باب اذا اسلم الصبی فمات هل یصلی علیه وهل یعرض علی الصبی الاسلام عن انس رضی الله عنه ، قال : كان غلام یهودی یخدم النبی ﷺ فمرض، فاتاه النبی ﷺ یعوده، فقعد عند راسه ، فقال له :"اسلم" فنظر الی ابیه وهو عنده فقال له "اطع ابا القاسم ﷺ فاسلم فخرج النبی ﷺ وهو یقول:" الحمدلله الذی انقذه من النار"

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ، جس کو خود خدمت رسول ﷺ کا شرف حاصل ہے۔ فرماتے ہیں ایک یہودی بچہ آپ ﷺ کی خدمت کرتا تھا، پس وہ بیمار ہو گیا تو آپ ﷺ اسکی عیادت کے لئے گئے اور بچے کے سرہانے بیٹھ گئے اور کہا اسلام قبول کرلو تو اس نے اپنے والد کی طرف دیکھا والد نے کہا ابوالقاسم کی اطاعت کرو (اسلام قبول کرلو) تو وہ مسلمان ہو گیا، تب آپ ﷺ خوشی کی حالت میں ان

کے گھر سے نکلے اور فرمایا الحمدللہ الہ تعالی نے اسے آگ سے بچالیا۔ یہ ہے اس عظیم شرف کا بدلہ اور صلہ، ابن بشکوال نے اس بچے کا نام عبد الفتاح یا عبد القدوس لکھا ہے (غوامض الاسماء المبهمة) (مگر یاد رہے یہ روایت بھی محل نظر ہے، کہ پیغمبر اسلام کی مجلس میں رہ کر مسلمان نہ ہوا، اور آخر میں دعوت دیکر مسلمان ہوا، کیا پہلے میرے نبی نے دعوت ہی نہ دی یا انہوں نے انکار کیا، تاہم اس روایت میں سلیمان بن حرب بن بجیل الازدی ہے جو طبقہ 9 کا ہے، مگر تھذیب الکمال ۴/۳۵۷ رقم ۲۵۰۲ میں ۳۶۰ پر لکھا ہے کہ پوری سند کیساتھ کہ ابو داؤد فرماتے ہیں، کہ "كان سليمان بن حرب يحدث بحديث ثم يحدث به كانه ليس ذاك۔۔۔ فتتغير الفاظه فى روايته جب ایک حدیث ایک مرتبہ روایت کرتا پھر جب دوسری جگہ روایت کرتا تو پہلے والے سے مختلف ہوتا، الفاظ میں تبدیلی کرتا ۔۔۔ اور ابن حجر نے یہی بات امام آجری کے حوالہ سے نقل فرمایا ہے)۔ ملاحظہ کریں۔(تھذیب التھذیب ۴/۱۵۸)

جیسا کہ ہم نے پہلے عرض کی ہے کہ آپ ﷺ کے خادموں کی تعداد تقریبا (۳۸) تک پہنچتی ہے۔ ان میں مرد اور خواتین شامل ہیں تفصیل کے لئے البدایہ والنھایہ (۵/۳۲۸،۳۲۴) دیکھ سکتے ہیں، یا حافظ السخاوی کی کتاب (الفخر المتوالى فيمن انتسب للنبی ﷺ من الخدم والموالى) تحقیق حسن سلمان (جس میں علامہ سخاوی نے ۲۱۵ خادم اور غلام ذکر کئے ہیں لیکن لبید نامی خادم کا کوئی ذکر نہیں) لبید نامی خادم کا کوئی وجود نہیں، جو بچہ مسلمان ہو گیا تھا حدیث کے الفاظ سے اشارہ ملتا ہے کہ وہ مرض الوفاۃ میں تھے اس لئے حدیث کا آخری جملہ (اللہ تعالی نے آگ سے بچالیا) یہ بشارت نہ یہودی کے لئے اور نہ منافق کے لئے ہو سکتی ہے۔

اب اس دلیل (حدیث نمبر ۳) کے جملے پر ذرا غور کر لیں (وکان رسول اللہ ﷺ یذوب) رسول اللہ ﷺ گھلتے چلے جا رہے تھے، جس شخص نے یہ جملہ کہا ہے اللہ تعالی اس کا گوشت، پوست، ہڈیا جہنم کی آگ میں گہلا دے، یہ ایک ایسا جملہ ہے جس سے حدیث بنانے والے کے دل کے اندر کی نفرت اور بغض کی عکاسی ہوتی ہے اگر آپ گھل رہے تھے، کھانے پینے سے رک گئے تھے اور لاغر اور کمزور ہو گئے تھے، تو آپ ﷺ نے غزوہ خیبر اتنے احسن طریقے سے کیسے لڑی اور حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے

نکاح اور شادی کیسے کی، ان سوالوں کے جواب تلاش کرنے والو اللہ تعالی کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈرو پھر یہی کہو گے۔(وقالوا ربنا انا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلّونا السبیلا) الاحزاب:۶۷

(اور وہ کہیں گے: اے ہمارے رب! بیشک ہم نے اپنے سرداروں اور اپنے بڑوں کا کہا مانا تھا تو انہوں نے ہمیں (سیدھی) راہ سے بہکا دیا) ہم نے اپنے سرداروں اور بڑوں کی اطاعت کی، ہمارے اکابر جو کہتے تھے ہم نے تو وہی کیا خود سوچا نہیں، نہ کسی کا سنا۔

(وقالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر) الملک ۱۰

(اور وہ کہیں گے: اگر ہم (حق کو) سنتے یا سمجھتے ہوتے تو ہم (آج) اہل جہنم میں (شامل نہ ہوتے)

متن پر اس مختصر سی بحث کے بعد اگر سند پر کوئی ایک لفظ بھی نہ لکھا جائے تو عقل والوں کے لئے کافی ہے لیکن اس دعوے کی تردید کے لئے کہ معوذتین واقعہ سحر کے لئے نازل ہوئے ہیں۔ کچھ عرض کر دیتے ہیں۔ اسکی سند میں محمد بن عبید اللہ العزرمی الکوفی ہیں امام ذھبی فرماتے ہیں (ھو من شیوخ شعبة المجمع علی ضعفھم) یہ امام شعبہ کے ان شیوخ میں شمار کئے جاتے ہیں جن کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اتفاق ہے۔

"قال احمد ترك الناس حديثه" امام احمد فرماتے لوگوں (محدثین) نے اسکی حدیث کو ترک کر دیا تھا (قال ابن معین لایکتب حدیثہ) امام ابن معین نے فرمایا کہ ان کی حدیث کو نہ لکھا جائے۔ لیکن پھر بھی امام معین کی اس بات کو خاطر خواہ میں نہ لاتے ہوئے اسکی حدیث کو لکھ دیا گیا جو آج بھی پیغمبر ﷺ کی توہین کے لئے منبر پر بیان ہوتا جا رہا ہے۔ (ترکہ بن المبارک و یحی) امام بخاریؒ کہتے ہیں ابن مبارک اور یحی ابن معین نے اسکو ترک کر دیا تھا (الضعفاء الصغیر للبخاری ۱/۱۰۴ تاریخ الاسلام ۹/۶۰۶، تھذیب الکمال ۲۶/۴۳، میزان الاعتدال رقم ۷۹۵۳)

قال النسائی: محمد بن عبید اللہ العزرمی متروک الحدیث (الضعفاء والمتروکین ۵۲۱ والکامل ۱۶۲۲) امام نسائی فرماتے ہیں یہ متروک الحدیث ہیں۔

"وقال القطان : سالت العزرمی فجعل لا یحفظ فاتیته بکتاب فجعل لا یحسن القراة" (تاریخ الاسلام ۹/۳۹۵)

امام قطان کہتے ہیں میں نے عزرمی سے ایک روایت کے متعلق پوچھا تو انہوں اپنے حفظ سے بیان کرنا شروع کر دیا (غالبا یاد نہیں تھا) تو میں نے ایک کتاب سامنے رکھ دی تو انہیں صحیح پڑھنا بھی نہیں آتا تھا۔ یہ ہے وہ حدیث سحر کے راوی نہ حدیث یاد ہے اور نہ کتاب پڑھنا آتا ہے۔

"وقال الفلاس : متروك الحديث" (تاریخ الاسلام ۹/۳۹۵)

فلاس اسکو متروک الحدیث کہتے ہیں۔

(وقال ابو حاتم : ضعيف الحديث جدا" (الجرح والتعديل ۸/۵) وذكره الدار قطني في الضعفاء والمتروكين (۴۵۱)

(امام ابو حاتم اسکو انتہائی ضعیف الحدیث کہتے ہیں، اور امام الدار القطنی نے اسکو الضعفاء والمتروکین میں ذکر کیا ہے۔

(وقال ابن حبان : كان صدوقا ، الا ان كتبه ذهبت ، وكان ردىء الحفظ، فجعل يحدث من حفظه ويهم، فكثر المناكير في روايته ، تركه ابن المبارك، ويحي القطان ، وابن مهدى ويحي بن معين (وراجع سائر الترجمة ۹۱۹ في كتاب المجروحين) (ابن حبان کہتے ہیں یہ سچے تھے مگر اسکا حافظہ بیکار تھا، اسکی کتابیں ضائع ہوئی تو اپنے حافظہ سے اس نے منکر روایت بیان کی) میں کہتا ہون اگر کتابیں ہوتی بھی تب بھی اسکو صحیح طرح پڑھنا نہیں آتا تھا تو کتابوں کا کیا فائدہ۔ پچھلے صفحہ پر امام قطان کا فرمان پڑھ چکے ہو تاریخ اسلام ۹/ ۳۹۵ کے حوالہ سے "وقال ابو زرعه : لا يكتب حديثه" (الجرح والتعدیل ۸/۵)

امام ابو زرعہ کہتے ہیں ان کی حدیث نہ لکھی جائے۔

(وقال ابن عدی: عامة رواياته غير محفوظة (الکامل ۱۶۲۲) ابن عدی کہتے ہیں اس کی تمام روایتیں غیر محفوظ ہیں۔

چوتھی دلیل:۔ "اخبرنا احمد بن على المقرى، انا هبة الله بن الحسن ، انا احمد ابن ابراهيم العبسقى، انا محمدبن ابراهيم بن عبدالله ، نا ابو عبيد الله المخزومى ، نا سفيان بن عيينة ، عن هشام بن عرة ، عن ابيه ، عن عائشة رضى الله عنها قالت: كان رسول الله ﷺ اصابه شىء حتى كان (يرى انه) ياتى النساء ولا ياتيهن فانتبه

من نومه فقال: یا عائشة ، ان الله تعالی افتانی فیما استفتیته ، اتانی آتیان فقعد احدهما عند راسی والآخر عند رجلی، فقال احدهما للآخر: ما بال الرجل؟ قال: مطبوب قال: ومن طبه؟ قال: لبید بن اعصم ، قال فیم ؟ قال فی مشط ومشاقة قال: واین ؟ قال: فی جف طلعة تحت راعوفة، بئر ذروان ، قال: فاتی النبی ﷺ البئر فاستخرجه ، وقال النبی ﷺ هذه البئر التی رائتها کان ماءها نقاعة الحناء ، وکان نخلها رووس الشیاطین ، قالت عائشة رضی الله عنها فقلت له : تعنی الا تتنشر، قال: اما انا فقد شفانی الله وکره ان اثیر علی احد یعنی شرا قالت : ونزلت(قل اعوذبرب الفلق من شر ما خلق) حتی ختم السورة."

(الحجۃ فی بیان المحجۃ وشرح عقیدۃ اھل السنۃ ۱/۵۲۱)

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں نبی کریم ﷺ کو کچھ ہو گیا جسکی وجہ سے آپکو ایسا لگتا تھا گویا آپ ازواج مطہرات کے پاس گئے ہیں لیکن حقیقت میں ایسا نہ ہو تا تھا۔

تب آپ نیند سے بیدار ہوئے اور کہا اے عائشہ (رضی اللہ عنہا) تمہیں معلوم ہے اللہ تعالی نے مجھے ب وہ چیز بتادی جس کے متعلق میں جاننا چاہتا تھا میرے پاس دو آنے والے آئے ان میں سے ایک میرے سرہانے اور دوسرا پائینی کی طرف بیٹھ گیا، تو ایک نے دوسرے سے پوچھا اس آدمی کو کیا تکلیف ہے دوسرے نے کہا اس پر جادو ہوا ہے پہلے نے پھر پوچھا کس نے جادو کیا ہے؟ دوسرے نے جواب دیا لبید ابن عاصم نے، پھر پوچھا کس چیز میں جادو کیا ہے؟ جواب دیا کنگھی اور لینن(linen) کے کپڑے پر، پھر پوچھا کہ جادو کہاں رکھا ہوا ہے، جواب دیا کھجور کے گوشے ذروان کنویں میں چٹان کے نیچے رکھے ہوئے ہیں۔ تو آپ ﷺ کنویں تشریف لے گئے اور جادو کو نکال لیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا یہی کنواں مجھے خواب میں دیکھایا گیا تھا، اور کنویں کے پانی کا رنگ ایسا ہو گیا تھا جیسا کہ کسی نے اس میں مہندی ڈال دی ہو اور کھجور ایسے ہو گئے تھے جیسے شیطان کا سر، سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ میں عرض گزار ہوئی آپ اس بات کو مشتہر کیوں نہیں فرماتے آپ نے فرمایا: مجھے اللہ تعالی نے شفاء عطا فرمادی لہذا میں ناپسند کرتا ہوں کہ کسی کی برائی کا لوگوں میں عام چرچا کروں پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف یہ قول منسوب ہے (اور سورہ الفلق آخر تک نازل ہوئی) ۔

سفیان بن عیینہ کی یہ روایت ھشام بن عروہ سے (صحیح البخاری حدیث ۶۰۶۲، مسند الامام الشافعی ۲/ ۲۸۲،
مسند الحمیدی ۲۸۹، غوامض الاسماء المبھمۃ ۲/ ۶۶۰) ان چاروں کتابوں میں اسی راوی سے مروی ہے
مگر حدیث کا یہ حصہ (ونزلت (قل اعوذ برب الفلق من شر ما خلق) حتی ختم السورۃ) مذکور نہیں۔
کتاب الحجہ فی بیان المحجہ حدیث کی کتاب نہیں ہے مگر پھر بھی ہم اس کی سند بیان کر دیتے ہیں ورنہ اگر سند میں
کوئی ضعیف راوی نہ بھی ہو صرف ھشام بن عروہ ہی کافی ہے جس پر مفصل کلام (ص۔۔) پر ملاحظہ کیجئے۔
اس روایت میں احمد بن علی المقری (كنيته ابو منصور، لقب ابن صيدلانی) یہ جھوٹا ہے "قرات
بخط ابي الفضل احمد بن الحسن بن خيرون وممن ذكر انه توفي سنة اثنتين وستين
واربعمائة ابو منصور احمد بن علي الاسد آباذي بتبريزوكان شيخا كذابا يدعي ما لم
يسمع (تاريخ دمشق لابن عساكر ۵/۵۰) ابو الفضل بن خيرون (الامام العالم الحافظ
المسند الحجة ابو الفضل احمد بن الحسن بن احمد بن خيرون البغدادي المقرئ ابن
الباقلاني" (سیر اعلام النبلاء ۱۹/ ۱۰۶)

یہ سب حضرات اسکو جھوٹا کہتے ہیں یہ ایسے باتیں سننے کا دعوی کرتا تھا جو نہیں سنی ہوئی ہوتی تھی۔
احمد بن ابراھیم العبسقی کا ترجمہ کسی کتاب میں نہیں ملا تو یہ مجھول الحال ہے اور مجاھیل سے دین کے امور
نہیں لئے جاتے احمد بن علی المقری جھوٹا ہے، احمد بن ابراھیم العسقی مجھول ہے تو سند کے لحاظ سے یہ
روایت اس متن کے ساتھ موضوع ہے، متن میں صرف سورۃ الفلق کا نزول بیان ہوا ہے، جبکہ واقعہ
سحر والوں کو دونوں سورتوں کی ضرورت ہے ورنہ گیارہ گرہیں کیسے کھلوائیں گے۔ یہ روایت سند اور متن
کے لحاظ سے صحیح نہیں۔

پانچویں دلیل: وحدثنا فهد، حدثنا احمد بن عبدالله بن يونس، حدثنا ابو معاوية، عن
الاعمش، عن يزيد بن حيان، عن زيد بن ارقم، قال: سحر النبي ﷺ رجل من
اليهود، فاشتكى، فاتاه جبريل صلوات الله عليه بالمعوذتين، وقال: ان رجلا من
اليهود سحرك، والسحر في بئر فلان، فارسل عليا رضي الله عنه، فجاء به، فامره
ان يحل العقد، ويقراء اية فجعل يقراء ويحل، حتى قام النبي ﷺ كانما انشط من
عقال، فما ذكر النبي ﷺ لذالك اليهودي شيئا مما صنع، ولا رآه في وجهه"۔

(شرح مشکل الآثار حدیث رقم ۵۹۳۵ ص:۱۸۱ مسند عبد بن حمید حدیث رقم ۲۷۱، ۱/۲۲۸)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک یہودی آدمی نے آپ ﷺ پر جادو کر دیا جس کی وجہ سے آپ نے شکایت کی تو حضرت جبریلؑ معوذتین کے ساتھ نازل ہوگئے اور کہا ایک یہودی آدمی نے آپ پر جادو کیا ہے اور جادو کنویں میں ہے تب آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کنویں کی طرف بھیجا اور (مواد جادو) لے کر حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ گرہیں کھولیں اور معوذتین پڑھتے جائیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پڑھنا شروع کیا اور ساتھ گرہ بھی کھولتے گئے جب سب گرہیں کھل گئیں تو آپ ﷺ ایسے چست اور توانا ہوگئے جیسے کہ بندھی ہوئی رسی سے آزاد ہوگئے ہوں اس کے بعد آپ ﷺ نے اس جادو کا ذکر اس یہودی کے سامنے نہیں کیا۔

اس حدیث کے مفہوم کا دارومدار امام سلیمان بن مہران الاعمش شیعی پر ہے جس پر کچھ سطور یہاں اور کچھ ھشام بن عروہ پر جرح کے دوران ذکر کریں گے پچھلی اور دوسری دلیل میں آپ نے ملاحظہ کیا ہوگا، کی ایک ایک آیت پڑھتے تو گرہ کھلتی، لیکن اس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ گرہیں کھولیں، پہلی دلیل میں جادو نکالنے والا عمار بن یاسر اور دوسری دلیل میں عمار بن یاسر اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کو حکم فرمایا کہ وہ گرہیں کھولیں، تیسری دلیل میں آپ ﷺ خود بمعہ کچھ صحابہ کنویں پر گئے اور ان میں سے ایک آدمی کنویں کے اندر گیا اور مواد جادو بمعہ موم کا پتلا نکالا، جادو نکالنے والے صحابہ جن کی طرف منسوب ہے کہ انہوں نے جادو نکالا تھا ایک دو نام اور بھی ہیں جن میں ایک جبیر بن ایاس الزرقی اور دوسرے قیس بن محصن (رضی اللہ عنہما) ہے۔(الطبقات الکبری ۲/۱۵۲)

قارئین کرام روایت جادو میں اتنے تناقضات ہیں کہ پڑھنے والا چکرا جاتا ہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ یہ سب کچھ سرے سے ہوا ہی نہیں ہے، یہ ایک جھوٹی کہانی ہے جو عوام اور خواص میں مقبول ہے اور اس بات کو کوئی ماننے کے لئے تیار نہیں کہ اس کی کہانی میں آپ ﷺ کی توہین ہی توہین ہے۔

زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث مختلف طریقوں سے مختلف حدیث کی کتابوں میں ذکر ہے اور سب کا دارومدار اعمش پر ہے ملاحظہ ہو۔

۴:(جریر عن الاعمش) ایک آدمی آپ ﷺ کے پاس آتا جاتا تھا تو اس نے (جادو) کی گرہیں لگا کر ایک انصاری کے کنویں میں رکھ دیں، پھر آپ ﷺ کے پاس دو فرشتے آئے۔۔ الخ۔ اس روایت میں جادو کرنے والے ایک آدمی اور جبریل علیہ السلام کی جگہ دو فرشتے لیکن معوذ تین کا ذکر نہیں۔

المعجم الکبیر میں جریر سے یہ روایت تین مختلف طریقوں سے مروی ہے۔

۱:اسحاق بن راھویہ ۲: عثمان بن ابی شیبہ ۳: علی بن المدینی جریر کی روایت (امام حاکم نے المستدرک ۴/۴۰۱، مسند البزار حدیث ۴۳۰۳ میں بھی ذکر ہے) یہ سب معوذ تین کا ذکر نہیں کرتے جریر کے علاوہ۔

۲: (ابو معاویۃ، عن الاعمش (مکمل روایت بحوالہ مشکل الآثار اوپر ذکر ہے) سنن النسائی حدیث رقم ۴۰۸۰، السنن الکبری للنسائی حدیث رقم ۳۵۲۹، غوامض الاسماء المبھمۃ ۶/ ۶۵۹ مسند الامام احمد حدیث رقم ۱۹۲۶۷، ۱۸۱ مسند عبد بن حمید ۱/ ۲۲۸، المعجم الکبیر حدیث رقم ۵۰۱۳، مسند ابن ابی شیبۃ حدیث رقم ۵۱۳، الکتاب المصنف فی الاحادیث والآثار حدیث رقم ۲۳۵۱۸)۔

۳: شیبان عن العمش (دلائل النبوۃ ۱/ ۳۱۹، البدایۃ والنہایۃ ۶/ ۴۴، المعجم الکبیر حدیث رقم ۵۰۱۲) دلائل النبوۃ کی روایت میں (رجل) کی جگہ (رجل من الانصار) اور جادو کو ایک کنویں میں پھینک دیا گیا (القاہ فی بئر)

البدایۃ والنہایۃ ۶/ ۴۴، المعجم الکبیر حدیث رقم ۵۰۱۱، الطبقات الکبری ۲/ ۱۵۳، ورمی بہ فی بئر کذا وکذا) یعنی جادو کو اوپر ہی اوپر سے کنویں میں پھینک دیا چٹان کے نیچے نہیں رکھا اس روایت (شیبان عن الاعمش) میں بھی معوذ تین کا ذکر نہیں۔

دلائل النبوۃ (بیہقی) کی روایت میں (فاشتکی) کی بجائے (فصدع) یعنی سحر کی وجہ سے آپ ﷺ جو سر درد محسوس ہونے لگا اور جبریل کی بجائے (فاتاہ ملکان) دو فرشتے آئے، البدایۃ والنہایۃ (للحافظ ابن کثیر) میں بھی معوذ تین کا ذکر نہیں اور جادو کرنے والا ایک انصاری آدمی بتایا گیا ہے، لیکن حافظ ابن کثیر اس بات سے خوش نہیں اس لئے آگے لکھتے ہیں (قلت والمشھور فی الصحیح: ان لبید بن الاعصم الیھودی ھو الذی سحر النبی ﷺ ۶/ ۴۴) مشہور بات جو بخاری میں ہے وہ یہ ہے کہ جادو انصاری نے نہیں لکھ لبید بن الاعصم یہودی نے کیا تھا۔

البدایہ والنہایہ کی روایت میں جو سب سے خطرناک بات ذکر ہے وہ (فاشتکی اور فصدع کی بجائے فصرع) یعنی معاذاللہ آپ ﷺ کو غشی (بار بار بے ہوشی کے جھٹکے شروع ہو گئے) یہ ہے توہین کی انتہاء جو لوگ صرع کی بیماری کو جنات کا اثر سمجھتے ہیں وہ لوگ بالواسطہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ معاذاللہ آپ ﷺ جنات اور شیطان کے زیر اثر تھے جو شخص جنات کے زیر اثر ہو اسکو مجنون کہتے ہیں۔ یہی وہ الفاظ

ہیں جو کفار اور مشرکین مکہ آپ ﷺ کے لئے استعمال کرتے تھے۔ لیکن یہی الفاظ آپ ﷺ کے امتی بھی استعمال کر رہے ہیں بلکہ اکثریت لوگوں کا عقیدہ ہے کہ نعوذ باللہ آپ ﷺ مجنون اور مسحور تھے، چاہے کتنے بہانے بنائیں کہتے یہی ہیں یقین نہیں آتا تو حافظ ابن حجر اور علامہ ابن القیم کا قول نقل کرتے ہیں کہ جادو کا اثر کن لوگوں پر ہوتا ہے اور اس سے بچاؤن کے کیا طریقے ہیں، اس کو ملاحظہ کریں۔

"قال ابن القیم من انفع الادویة واقوی ما یوجد من النشرة مقاومة السحر الذی هو من تاثیرات الارواح الخبیثة بالادویة الالهیة من الذکر والدعاء والقرآءة فالقلب اذا کان ممتلئا من الله معمورا بذکره وله ورد من الذکر والدعاء والتوجه لا یخل به کان ذلك من اعظم الاسباب المانعة من اصابة السحر له قال وسلطان تاثیر السحر هو فی القلوب الضعیفة ولهذا غالب ما یوثر فی النساء والصبیان والجهال لان الارواح الخبیثة انما تنشط علی ارواح تلقاها مستعدة لما یناسبها انتهی ملخصا ویعکر علیه حدیث الباب وجواز السحر علی النبی ﷺ مع عظیم مقامه وصدق توجهه وملازمة ورده ولکن یمکن الانفصال عن ذلك بان الذی ذکره محمول علی الغالب وان ما وقع به ﷺ لبیان تجویز ذلك والله اعلم۔ (فتح الباری ۱۰/۲۳۵ دار المعرفۃ بیروت)

خلاصہ: جادو کا اثر ارواح خبیثہ (بدروحوں) کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس سے بچاو کا بہترین اور طاقتور ترین حل اور علاج، اللہ تعالیٰ کا ذکر اور قرآن کریم کی تلاوت ہے، جادو کا اثر کمزور ایمان والون پر ہوتا ہے جیسے عورتیں بچے اور جاہل لوگ لیکن پھر اس حدیث کا مطلب کیا ہے جس میں آپ ﷺ پر جادو کا اثر بتایا گیا ہے، اس میں تو کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ تو عظیم مقام والے ہیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کے طرف متوجہ ہونے والے تھے (تو پھر کیسے جادو ہو گیا؟) اس اشکال سے نکلنے کے لئے حافظ موصوف کو دس کروڑ دفعہ سوچنا چاہئے تھا مگر افسوس کہ اس نے آسان طریقہ اختیار کر کے کہا کہ علامہ ابن القیم کے قول کا مطلب اغلب الاحیان میں ہے کبھی تو آپ ﷺ ذکر دعاء کے بغیر بھی (غافل) ہوتے تھے (نعوذ باللہ) تو جادو اس وقت ہو گیا تھا اور اس واقعہ سے مقصود یہ ہے کہ آپ ﷺ پر سحر ہو سکتا ہے۔ (یعنی ارواح شریرہ کا اثر ہو سکتا ہے) (نعوذ باللہ)

ہم کہتے ہیں نہ تو آپ ﷺ پر جادو ہوا تھا اور نہ ہی ارواح خبیثہ کا اثر، البتہ جس نے یہ روایات گھڑ لئے ہیں ان پر ارواح خبیثہ کا اثر ضرور ہوا ہو گا، جو رسول اللہ ﷺ کو کسی وقت اللہ تعالیٰ سے غافل سمجھتے ہیں

وہ اللہ کے دشمن تو ہو سکتے ہیں نہ کہ اللہ کے دوست، یہ وہ لوگ ہیں جو دوسری جگہ لکھتے ہیں، کہ نبی کا دل نیند کے وقت بھی بیدار ہوتا ہے، مگر راویوں اور محدثین کو بچانے کے لئے بیداری میں بھی غافل بنادیا ہائے افسوس۔

کچھ روایت میں "فوجد الماء قد اصفر" (دلائل النبوة، البداية والنهاية، المعجم الكبير، المستدرک) پانی کا رنگ پیلا ہو گیا تھا۔ اور کچھ روایت میں "فوجدوا الماء قد اخضر" (الطبقات الكبرى، مسند البزار) پانی کا رنگ ہرا (سبز) ہو گیا تھا، اس کو کہتے ہیں ارواح خبیثہ کا اثر۔

۴: سفیان عن الاعمش" (مسند البزار حدیث رقم حدیث ۴۳۰۴، الطبقات الکبری ۲/۱۵۳)

اس روایت میں عجیب بات یہ ہے "فاخرجوه فرمو به فعوفی رسول الله ﷺ" جادو نکالنے کے بعد نکالنے والوں نے پھینک دیا تو آپ ﷺ تندرست ہو گئے نہ تو معوذتین سے کوئی تعلق نہ گرہیں کھولنے کی ضرورت۔

امام البزارؒ اس روایت سے خوش نہیں بلکہ وہ اعمش پر کچھ شک کے اشارے اور کنائے کر رہے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں (وهذا الحديث لا نعلم احدا يرويه، عن زيد بن ارقم الا ثمامة بن عقبة، ولا نعلم احدا حدث به الا الاعمش عنه ، ولا نعلم حدث الاعمش، عن ثمامة الا هذين الحديثين) ہمیں ثمامہ کے علاوہ کسی کے بارے میں علم نہیں جس نے اس حدیث کو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہو (ثمامہ کے علاوہ زید بن حیان بھی زید بن ارقم سے اسی حدیث کو روایت کرتے ہیں) اور اعمش کے علاوہ کسی اور نے یہ حدیث بیان ہی نہیں کی، اور اعمش کے ثمامہ سے ان دو حدیثوں کے علاوہ کسی اور حدیث کا ہمیں علم نہیں، وہ دوسری حدیث جس کی طرف امام موصوف اشارہ کر رہے ہیں وہ یہ ہے "حدثنا ابو معاوية ، قال: حدثنا الاعمش ، عن ثمامة بن عقبة ، عن زيد بن ارقم رضي الله عنه ، قال جاء رجل من اليهود الى النبي ﷺ فقال يا اباالقاسم تزعم ان اهل الجنة ياكلون ويشربون فقال: والذى نفسى بيده ان الرجل منهم ليؤتى قوّة مئة رجل فى الاكل والشرب والجماع والشهوة قال فان الذى ياكل ويشرب تكون له الحاجة قال: عرق يفيض مثل ريح المسك فاذاكان ذلك ضمر له بطنه"

ایک یہودی آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے ابو القاسم کیا آپکا خیال ہے کہ اہل جنت کھائیں پیئیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ قسم ہے اس پاک ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے ایک جنتی کو کھانے پینے، جماع اور شہوت میں سو آدمیوں کی طاقت دی جائے گی، یہودی نے کہا جو کھاتا پیتا ہو اسکو

قضائے حاجت کی ضرورت بھی پیش آتی ہے، آپ نے فرمایا (خوراک کے اخراج کے لئے) ان کے جسم سے پسینہ نکلے گا جس کی خوشبو مسک جیسا ہوگا اور اگر ایسا ہی ہے تو پیٹ سکڑ جائے گا۔
حدیث سحر اور اس حدیث میں کچھ مشابہت ہے، سحر یہودی نے کیا تھا اور اس حدیث میں اشکال ایک یہودی پیدا کرتا ہے اور پیغمبر پاک ﷺ جواب دیتے ہیں۔
اور ایک دل سوز بات جو کہ اس روایت میں آپکو ملتی ہے وہ (رجل من الانصار) (دلائل النبوة، البداية والنهاية، الطبقات الكبرى، مسند البزار) یعنی جادو کرنے والا ایک انصاری تھا، لفظ انصار اس امت میں ان خوش نصیب ہستیوں کے لئے استعمال ہوا جن سے آپ ﷺ کو خود بہت زیادہ محبت تھی بلکہ آپکی تمنا اور خواہش تھی کہ اگر میں ہجرت نہ کرتا تو میں اپنے آپ کو انصار میں شمار کرتا، زیادہ طوالت سے بچنے کے لئے چند سطور عرض کر دیتے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے " والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم ورضوا عنه واعد لهم جنات تجري من تحتها الانهار خالدين فيها ابدا ذالك الفوز العظيم (التوبة ۱۰۰)
اس ایت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس ایت میں ذکر شدہ لوگ ۱۰۰ فیصد کامیاب لوگ ہیں۔
ترجمہ: اور مطلب (مہاجرین وانصار جنہوں نے سب سے پہلے دعوت ایمان پر لبیک کہنے میں سبقت کی نیز وہ جو بعد میں راستبازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے اللہ تعالی سے راضی ہو گئے اللہ تعالی نے ان کے لئے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہونگی اور ہمیشہ ان میں رہیں گے، یہی عظیم الشان کامیابی ہے)
اس آیت میں نہ صرف مہاجرین اور انصار بلکہ بعد میں آنے والے لوگ جو ان کے راستے پر چلے ان کے لئے بھی بشارت اور خوشخبری ہے۔
اس آیت کی تشریح کے لئے اس حدیث پر غور کریں، امام بخاریؒ انصار کے فضائل میں باب قائم کرتے ہیں" (باب علامة الايمان حب الانصار)
ایمان کی نشانی انصار سے محبت رکھنا ہے، پھر یہ حدیث ذکر کرتے ہیں" حدثنا ابو الوليد ، قال: حدثنا شعبة، قال: اخبرني عبدالله بن عبدالله بن جبر، قال: سمعت انسا عن النبي ﷺ قال: "آيت الايمان حب الانصار، وآية النفاق بغض الانصار " ۱۲/۱)
ایمان کی نشانی انصار سے محبت اور نفاق کی نشانی انصار سے نفرت ہے اور کتاب مناقب الانصار میں اس حدیث کو ذکر کرتے ہیں" حدثنا حجاج بن منهال، حدثنا شعبة، قال: اخبرني عدی بن ثابت ، قال: سمعت البراء رضي الله عنه ، قال: سمعت النبي ﷺ اوقال: قال النبي ﷺ

"الانصار لایحبھم الامؤمن ، ولا یبغضھم الا منافق،فمن احبھم احبه الله ، ومن ابغضھم ابغضه الله "(۵/۳۲الناشر: دار طوق النجاۃ)

انصار سے محبت رکھنے والا مؤمن کے علاوہ کوئی نہیں اور ان سے بغض رکھنے والا منافق کے علاوہ اور کوئی نہیں، جس نے ان سے محبت کی اللہ تعالی اس سے محبت رکھے گا۔ جس نے ان سے بغض کی اللہ تعالی اس سے بغض رکھے گا،اس حدیث کے الفاظ اعمش نے اس طرح بیان کئے ہیں " الاعمش، ثنا عدی بن ثابت ،عن زر بن حبیش قال: قال علی بن ابی طالب" لقد عھد الی النبی ﷺ الامیّ انه لا یحبك الا مومن ، ولا یبغضك الا منافق)

پیغمبر ﷺ کا اس پر مجھ سے وعدہ ہے کہ اے علی تجھ سے محبت رکھنے والا مؤمن اور بغض رکھنے والا منافق کے علاوہ اور کوئی نہیں۔

(مسند الحمیدی ۱/۱۸۲ الناشر: دارالسقا، دمشق، السنن الصغری للنسائی ۸/۱۱۵ الناشر: مکتب المطبوعات الاسلامیۃ حلب، سنن الترمذی ۵/۶۴۳) الناشر: شرکۃ مکتبۃ ومطبعۃ مصطفی البابی الحلبی- مصر)

اس کے قریب قریب الفاظ اعمش نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کئے ہیں "عن عدی بن ثابت ، عن زر، قال: قال علی: والذی فلق الحبة،وبرا النسمة،انه لعھد النبی الامیّ ﷺ الیّ:"ان لا یحبنی الا مؤمن ، ولا یبغضنی الامنافق" (صحیح مسلم ۱/۸۶ السنن الصغری للنسائی ۸/۱۱۷، سنن ابن ماجہ ۱/۴۲)

اس ذات کی قسم جو دانے کو پھاڑ تا ہے (اور اس سے پودے نکالتا ہے)اور قسم اس ذات کی جس نے نفس(انسان) کو پیدا کیا کہ پیغمبر ﷺ کا اس پر مجھ سے وعدہ ہے کہ مجھ سے محبت رکھنے والا مؤمن اور بغض رکھنے والا منافق کے علاوہ اور کوئی نہیں، یہ روایت مختلف طریقوں سے حدیث کی متعدد کتابوں میں مذکور ہے۔اور اسکا مرکزی راوی اعمش شیعی رافضی ہے۔

کچھ حضرات نے اس حدیث کا دفاع کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اسکو روایت کرنے میں اعمش منفرد نہیں بلکہ امام شعبہؒ بن الحجاج نے بھی اسکو روایت کیا ہے لیکن اس بات کو نہ امام ابن حاتمؒ اور نہ امام دارالقطنیؒ ماننے کے لئے تیار ہے، چنانچہ امام ابن ابو حاتمؒ لکھتے ہیں" ھذاالحدیث رواہ الاعمش عن عدی،عن زر بن حبیش، عن علی، وقدروی عن الاعمش الخلق، والحدیث معروف بالاعمش،ومن حدیث شعبة غلط "(العلل لابن ابی حاتم ۶/۵۱۰)

اس حدیث کی نسبت اعمش کی طرف معروف اور معلوم ہے،امام شعبہ کی طرف غلط ہے۔

حافظ ذہبیؒ لکھتے ہیں"غریب عن شعبة والمشھور حدیث الاعمش عن عدی "

(سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۴۴) الناشر: دارالحدیث القاہرہ)

امام شعبۃ سے اس حدیث کی روایت غریب ہے اور مشہور روایت اعمش کی عدی سے ہے۔
ہو سکتا ہے اعمش نے کوشش کی ہو یا پھر کسی اور رافضی نے کوشش کی ہو کہ اس روایت کو امام شعبہ ؒ کی طرف منسوب کرلو تو یہ بات پکی ہو جائیگی کیونکہ امام شعبہ بن الحجاج امیر المؤمنین فی الحدیث تھے۔
لیکن اللہ رحم کرے ان حفاظ حدیث پر جنہوں نے حدیث میں چھوٹی سے چھوٹی علت بھی نہیں چھوڑی، اس حدیث میں اعمش متفرد ہے تو یہ کمال اعمش کے علاوہ اور کوئی نہیں کر سکتا، وہ الفاظ جو انصار کے لئے تھے وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لئے خاص کر دئے۔
ہم تو یہ نہیں کہتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مرتبہ انصار سے کم تھا آخر وہ بھی سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۰۰ میں شامل ہے، جو بشارت انصار کے لئے تھی وہی مہاجرین کے لئے بھی تو ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ (السابقون الاولون) کا بہترین مصداق ہے، پھر آپ کا مرتبہ تو اور بھی بلند ہے کیونکہ آپ خلفاء الراشدین میں ہونے کے ساتھ ساتھ داماد الرسول ﷺ سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے شریک حیات، حسن حسین رضی اللہ عنھما کے والد محترم ہیں آپکی پرورش خاتم الانبیاء امام المرسلین کے ہاتھوں ہوئی، لیکن ہمیں افسوس اس بات کی ہے کہ اعمش نے حدیث سحر کو انصار سے جوڑ دیا اور انصار کے لئے جو الفاظ تھے ان میں گڑبڑ کر کے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک محدود کر دئے، کیونکہ شیعوں کو انصار سے بھی بغض ہے۔ انصار کو حدیث سحر میں ذکر کرنا یہی کوشش ہے کہ انصار (نعوذ باللہ) منافقین کا ایک گروپ تھا اور انہوں نے آپ ﷺ پر جادو بھی کیا تھا تو اور کتنی تکالیف آپ ﷺ کو پہنچائی ہونگی، یہی وہ مقصد ہے جو اعمش ہمیں دینا چاہتے ہیں، یہ اعمش نے صحابہ (رضی اللہ عنھم) پر ایک قسم کا تبرا کیا ہے۔
اعمش دیگر شیعوں کی طرح صحابہ کے بارے میں اچھے خیالات کے مالک نہیں تھے الا یہ کہ جہاں تقیہ مقصود ہو، خادم الرسول ﷺ کو دیکھ کر بھی استفادہ نہیں کیا چنانچہ خود کہتے ہیں" عن الاعمش، قال: رائت انسا، وما منعني ان اسمع منه الا استغنائي "(سیر اعلام النبلاء ۶/۲۴۶)
میں نے انس (رضی اللہ عنہ) کو دیکھا ان سے روایت میں میرے استغناء کے سوا کوئی چیز آڑے نہیں آئی، یعنی میں نے ان سے روایت سننے کی ضرورت محسوس نہیں کی، ہاں ایک جگہ انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں ان ہی روایات کے ذریعے انس ؓ کی توہین بھی کرتے ہیں (عن الاعمش، قال: رايت انسا رضی الله عنه بال، فغسل ذكره غسلا شديدا، ثم توضا، ومسح على خفيه، فصلى بنا، وحدثنا في بيته" (سیر اعلام النبلاء ۶/۲۳۹)

میں نے انس رضی اللہ عنہ) کو دیکھا پہلے انہوں نے پیشاب کیا پھر اپنے اعضاء مخصوص (ذکر) کو خوب دھویا پھر دونوں موزوں پر مسح کیا اور اپنے گھر میں روایات سنائیں، کیا انس رضی اللہ عنہ اتنے بے حیاء تھے، کہ اعمش کے سامنے اپنے اعضاء مخصوص کو خوب دھویا اور اعمش صاحب دیکھتے رہے۔

حضرت ابو موسی رضی اللہ عنہ کے بارے میں شقیق سے روایت کرتے ہیں کہ وہ منافق تھے۔

"الاعمش عن شقیق، قال کنا مع حذیفة جلوسا، فدخل عبدالله، وابوموسی المسجد، فقال: احدهما منافق ثم قال: ان اشبه الناس هدیا ودلا وسمتا برسول الله ﷺ عبدالله)

اعمش، شقیق سے روایت کرتے ہیں۔ کہ ہم حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے اسی دوران عبد اللہ (ابن مسعود) اور ابو موسی اشعری رضی اللہ عنہما داخل ہوئے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان میں سے ایک منافق ہے پھر عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ لوگوں میں سب سے پیغمبر ﷺ سے مشابہت رکھنے والے عبد اللہ ہے (وضاحت کے لئے کہ اصل مین منافق ابو موسی ہے) پھر آگے امام ذہبی فرماتے ہیں: قلت: رمی الاعمش بیسیر تشیع فما ادری) اعمش کو ہلکا سا شیعہ قرار دیا لیکن آگے لکھتے ہیں "ولا ریب ان غلاة الشیعة یبغضون ابا موسی رضی الله عنه لکونه ما قاتل مع علی، ثم لما حکمه علیؓ علی نفسه عزله، وعزل معاویة)

اس میں شک نہیں کہ غالی شیعہ ابو موسی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مل کر جنگ میں حصہ نہیں لیا تھا اور پھر جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ان کو حکم بنایا تو ابو موسی رضی اللہ عنہ نے حضرت علی اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما دونوں کو معزول کر دیا۔

(سیر اعلام النبلاء ۲/۳۹۴)

امام ذہبی نے پہلے ہلکا سا شیعہ قرار دیا لیکن آگے خود اقرار کر لیا کہ ہلکے سے تشیع کی وجہ سے صحابی رسول ﷺ سے بغض ممکن نہیں اعمش غالی شیعوں میں سے تھے جس نے ابو موسی رضی اللہ عنہ کو منافق کے الفاظ سے نوازا (ہم کہتے ہیں جو شخص ابو موسی رضی اللہ عنہ کو منافق کہتا ہے، وہ خود منافق ہے)

شیعوں کی اسماء الرجال کی معروف کتاب میں اعمش کو شیعہ قرار دیا ہے دیکھئے۔ منتهی المقال فی احوال الرجال جلد ۳ص۔۴۰۳ وله مذهب ورای خاص فی الفقه ولکن بعد وضوح تشیعه لایضر واثنوا علیه مع اعترافهم بتشیعه ترکوذکره لعله بالمدح ذکر الشیخ فی کتاب الرجال، وهو ابو محمد سلیمان بن مهران الازدی مولاهم، معروف بالفضل

والثقة والجلالة والتشيع والاستقامة، اقول: بل الحديث المشهور المروى فى كتب الخاصة والعامّة انه ساله المنصور: كم تحفظ من الحديث فى فضائل على عليه السلام؟ قال له: عشرة آلاف حديث)

اس کا ایک خاص مسلک اور فقہ میں ایک خاص نقطہ نظر ہے لیکن یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ وہ حقیقت میں شیعہ تھا، اس کو کوئی قول و فعل ہمیں مضر نہیں، ہمارے اکابر نے اس کی تعریف کی ہے اور اسکے تشیع کا بھی اعتراف کیا ہے اور شیخ نے اپنی کتاب رجال میں اس کا ذکر کیا ہے کہ: الاعمش وہ ابو محمد سلیمان بن مہران الاعمش الازدی ہے جو انکا آزاد کردہ غلام تھا اور معروف شخصیت ہے، عقل میں ثقاہت میں جلالت شان میں تشیع میں اور استقلال میں، میں کہتا ہوں اور تصدیق کرتا ہوں اس روایت مشہورہ کی جو اعمش سے خواص اور عوام کی کتاب میں مذکور ہے کہ منصور نے اعمش سے پوچھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں تمہیں کتنی روایات یاد ہیں؟ اعمش نے جواب دیا دس ہزار (ماشاء اللہ ساری موضوع اور من گھڑت روایات ہونگی) اس لئے میں کہتا ہوں کہ ہماری کتب شیعوں کی روایات اور راویوں سے بھری پڑی ہیں: منیر شاکر۔

اعمش اور تحریف معنوی فی القرآن الکریم

"دخل عليه ابن شبرمة وابن ابي ليلى وابوحنيفة، فسالوه عن حاله، فذكر ضعفا شديدا وذكر ما يتخوف من خطيئاته، وادركته رنة فبكى، فاقبل ابو حنيفة فقال: يا ابا محمد اتق الله وانظر لنفسك فانك فى آخر يوم من ايام الدنيا واول يوم من ايام الآخرة، وقد كنت تحدث فى على بن ابي طالب باحاديث لو رجعت عنها كان خيرالك، قال الاعمش: مثل ماذا يانعمان؟ قال: مثل حديث عباية انا قسيم النار، قال: أوَلِمثلي تقول يا يهودى؟ اقعدونى اسنّدونى: حدثنى والذى اليه مصيرى موسى بن طريف ولم ار اسديا كان خيرا منه قال: سمعت عباية بن ربعى امام الحى قال: سمعت عليا اميرالمؤمنين يقول: انا قسيم النار اقول: هذا وليّى دعيه وهذا عدوّى خذيه،،،، عن ابي سعيد الخدرى رضى الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: اذا كان يوم القيامة يامر الله عزّ وجل فاقعد انا وعلى على الصراط ويقال لنا: ادخلا الجنة من آمن بي واحبكما وادخلا النار من كفر بي وابغضكما، قال ابو سعيد قال رسول الله ﷺ: ما آمن بالله

من لم یؤمن بی ، ولم یؤمن بی من لم یتول او قال: لم یحب ،علیا، وتلا(القیا فی جهنم کل کفار عنید) قال: فجعل ابو حنیفة ازاره علی راسه وقال: قوموا بنا لا یجیئنا ابو محمد باطمّ من هذا، فما امسی یعنی الاعمش ، حتی فارق الدنیا رحمه الله ، انتهی ،

وهو فی جلالته وحسن خاتمته فی الظهور کالنور علی شاهق الطور۔

شیعوں کی اسی کتاب منتہی المقال میں ج ۳/۴۰۵ پر ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ مرض وفات میں اعمش کے پاس ابن شبرمۃ ابن ابی لیلۃ اور امام ابو حنیفۃ عیادت کے لئے تشریف لے گئے، پہلے طبیعت کا حال دریافت کیا اعمش نے اپنے ضعف اور اپنے گناہوں سے ڈر کا ذکر کیا پھر امام ابو حنیفہ نے ازراہ ھمدردی کہا اب دنیا کی زندگی کا تمہارا آخری دن ہے اور آخرت کی زندگی کا پہلا دن اب تم ان بے سروپا حدیثوں سے رجوع کرلو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تعریف میں بیان کرتے رہے ہو اعمش نے پوچھامثال کے طور کونسی؟ امام ابو حنیفۃ نے فرمایا مثلاعبایہ بن ربعی کی یہ حدیث (انا قسیم النار) ،اعمش نے بگڑ کر کہا اے یہودی مجھ سے یہ بات کہتا ہے؟ پھر فوراامام ابو حنیفۃ اور اسکے ساتھیوں کو حضرت علی رضی اللہ عنہ تعریف میں کئی حدیثیں سنائیں امام صاحب مع اپنے ساتھیوں کے اٹھ ائے اور فرمایاہم نے اپنافرض پورا کردیا، اس کے بعد لکھا ہے: وہ اسی خیال میں رہ کر شام سے پہلے انتقال کرگئے اس کی بزرگی اور عادات کی پختگی ایسی چمکتی ہے جیسے طور کی چوٹی پر روشنی۔

اور جامع المسانید الامام الاعظم ج ۲/۲۸۵،۲۸۴) میں اسی واقعہ کا ذکر اس طرح ملتا ہے"قال ابوحنیفة انه دخل علی سلیمان بن مهران الاعمش ومعه ابن ابی لیلة وابن شبرمة فی مرضه الذی مات فیه فقال له ابو حنیفة یا ابامحمد انك فی اول یوم من ایام الآخرة وآخر یوم من ایام الدنیا فقد کنت تحدث عن علی بن ابی طالب احادیث ان سکت عنها خیرا ،فقال الاعمش لمثلی یقال هذا اسندونی ، حدثنی ابو المتوکل الناجی عن ابی سعید الخدری قال قال رسول الله ﷺ اذاکان یوم القیامة یقول الله تبارك وتعالی لی ولعلی ادخلا الجنة من احبکما وادخلا النار من ابغضکما وذالك قوله تعالی (القیا فی جهنم کل کفار عنید) فقال ابوحنیفة قوموا الا یجیء باعظم من هذا)

امام ابو حنیفہ نے کہا کہ وہ، ابن ابی لیلۃ اور ابن شبرمۃ کے ساتھ اعمش کے پاس مرض وفات میں عیادت کے لئے گئے، امام ابو حنیفہ نے اس سے کہا اے ابو محمد تو آخرت کے ایام میں سے پہلے دن میں ہو اور دنیا کے ایام میں سے آخری دن میں ہو، یعنی اب تمہارے آخری سانس ہیں، تم حضرت علی رضی اللہ عنہ سے وہ روایات بیان کرتے رہے ہو کہ اگر ان کے بارمیں خاموش رہتے تو اچھا تھا، اعمش نے کہا مجھ جیسے آدمی سے یہ بات کہی جارہی ہے، یعنی مجھے نصیحت کی جارہی ہے، ذرا مجھے سہارا دے کر بٹھاؤ! مجھ سے ابو متوکل ناجی نے اس نے ابو سعید خدری سے رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالی مجھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہے گا تم دونوں ان لوگوں کو جنت میں داخل کردو جو تم دونوں سے محبت رکھے اور جہنم میں ڈالو جو تم دونوں سے بغض رکھے، پھر کہا یہ قرآن کی ایت "القیا فی جھنم کل کفار عنید" ہی کا مفہوم ہے، یہ سن کر امام ابو حنیفہ نے کہا اٹھو اس سے بڑھ کر کچھ اور نہ لائے۔

دونوں حوالوں سے مندرج ذیل چیزوں کا ثبوت ملتا ہے۔

1: اعمش غالی شیعوں میں سے تھا

۲: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مدح میں ھزاروں روایات وضع کرتا تھا (وضاع الحدیث تھا یعنی جھوٹی حدیثیں پیغمبر ﷺ کی طرف منسوب کرتا تھا) حالانکہ "القیا فی جھنم کل کفار عنید کا مقصد یہ اہلسنت نے ذکر کیا ہے، کہ دو فرشتے ہونگے ایک عمل ناموں پر گواہی دینے والا اور دوسرا میدان محشر میں حاضر کرنے والا ان دو فرشتوں سائق اور شہید کو حکم ہوگا، نہ کہ محمدؐ اور علی کو۔

۳: وضع الحدیث پر آخر عمر تک قائم رہا۔

۴: قرآن کریم کو بھی نہیں بخشا اس کی معانی کی حسب خواہش نفس تاویلیں کرتا رہتا تھا اور اس عمل پر بھی آخر تک قائم رہا (تحریف فی المعنی کرتا تھا)

اعمش اور تحریف لفظی قرآن کریم کے اندر۔

عن الاعمش قال: انس بن مالك (ان ناشئة الليل هي اشد وطا واصوب قيلا) فقيل له: واقوم قيلا فقال: اقوم واصوب واهيا سواء" (تفسیر القرطبی ۱۹/۴۰)

اعمش سے روایت ہے کہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے اس آیت میں "ان ناشئة الليل هي اشد وطا واقوم قيلا" اقوم کی جگہ اصوب پڑھا تو کسی نے کہا اصوب قیلا نہیں یہ تو اقوم قیلا ہے، فرمایا اقوم اور اصوب اور اھیاء سب ایک جیسا ہے) جیسا ہم پہلے عرض کر چکے ہیں کہ اعمش جب انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں تو ان ہی روایات کے ذریعے وہ انس رضی اللہ عنہ کی توہین بھی کرتے ہیں۔ قرآن کریم میں تبدیلی کی اجازت تو خود پیغمبر کو بھی نہیں تھی۔ سورۃ یونس آیت نمبر ۱۵ میں ارشاد پاک ہے"

واذا تتلى عليهم آياتنا بينات قال الذين لا يرجون لقاءنا ائت بقرآن غير هذا اوبدله قل ما يكون لى ان ابدله من تلقاء نفسى ان اتبع الا ما يوحى الى انى اخاف ان عصيت ربي عذاب يوم عظيم" (یونس ۱۵)

اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو وہ لوگ جو ہم سے ملاقات کی توقع نہیں رکھتے، کہتے ہیں کہ اس (قرآن) کے سوا کوئی اور قرآن لے آیئے یا اسے بدل دیجئے، (اے نبی مکرم!) فرمادیں: مجھے حق نہیں کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں، میں تو فقط جو میری طرف وحی کی جاتی ہے (اس کی) پیروی کرتا ہوں، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو بے شک میں بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں)۔

کسی صحابیؓ سے یہ توقع کرنا محال ہے کہ وہ قرآن میں تحریف کرتے البتہ اعمش جیسے لوگ یہ کام اسانی سے کر سکتے ہیں، ہمارا ایمان ہے کہ موجودہ قرآن کریم زیر زبر و پیش کے ساتھ وہی قرآن ہے جو پیغمبر ﷺ کے سامنے لکھا گیا تھا اسکے باوجود کہ اعمش جیسے لوگوں نے اس کو تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے لیکن کامیاب نہیں ہوئے اور نہ آئندہ ہوں گے، اس کے جواب میں کوئی یہ نہ کہے کہ جناب یہ قراءات السبع میں سے ایک قراءت ہے، اس لئے ہم یہاں یہ وضاحت بھی کرتے چلیں کہ قراءات السبع کے صحیح ہونے کے لئے مندرجہ ذیل ۳ شرطیں ضروری ہیں۔

ا: قراءت صحیح سند اور اس میں تواتر کا شرط موجود ہو (اگر سند میں اعمش جیسے فاسد راوی ہو یا حدیث احاد میں سے ہو وہ قراءت باطل ہو گی)

۲: قراءت خط مصحف عثمانی کے موافق ہو، جیسے (ملک یوم الدین) کو مالک اور ملک لام کے زیر سے دو قراء تیں ہیں)

۳: عربی لغت کے موافق ہو، اگر ان تین شرطوں میں سے ایک شرط بھی مفقود ہو تو وہ قراءت ضعیف، شاذ اور باطل ہو گی چاہے وہ قراءات السبع میں سے ہو یا عشر میں سے، یہی متقدمین اور متاخرین محققین کی رائے ہے۔(النشر فی القراءات العشر ۱/۹)

قراءت سبعہ کا پہلا مصنف لوگ ابو عبیدۃ قاسم بن سلام متوفی ۸۳۱م کو سمجھتے ہیں، مگر حقیقت یہ ہے کہ پہلا مصنف شیعہ محدث ابان بن تغلب متوفی ۷۵۸م ہے، سبعہ عشر یا اختلاف قراءت کا قصہ ہی منگھڑت اور شیعوں کا کارنامہ ہے۔

اعمش پر مزید جرح:۔

"وقال ابراهيم بن يعقوب الجوزجاني : كان قوم من اهل الكوفة لا يحمد الناس مذهبهم هم رووس محدثي الكوفة مثل ابي اسحاق عمرو بن عبدالله ،و منصور، والاعمش"(احوال الرجال، التراجم ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴)

ابراہیم بن یعقوب الجوزجانیؒ کہتے ہیں کوفہ میں کچھ لوگ ایسے تھے کہ مذہب کے لحاظ سے لوگوں میں اچھے نہیں سمجھے جاتے تھے اس کے باوجود کے وہ کوفہ کے محدثین کے بڑے بڑے اکابر میں شمار ہوتے ہیں مثال کے طور پر ابو اسحاق، عمرو بن عبداللہ، منصور، اور اعمش (اس کے باوجود کہ یہ حضرات بہت بڑے محدثین تھے لیکن مذہب کے لحاظ سے رافضی شیعہ تھے لوگ ان کے مذہب سے خوش نہیں تھے)۔

قال عبداللہ بن ادریس: كان الاعمش به ديانة من خشيته۔

عبداللہ بن ادریسؒ کہتے ہیں اعمش کی دینداری صرف (لوگوں کی) خوف اور ڈر کی وجہ سے تھی۔

اعمش خود کہتے ہیں:"لولا الشهرة لصليت الفجر، ثم تسحرت" (سیر اعلام النبلاء ۶/۳۵۰)

اگر لوگوں میں میری شہرت نہ ہوتی تو پہلے فجر کی نماز پڑتا پھر سحری کرتا (یعنی جو عمل میں کر رہا ہوں (اپنے وقت پر سحری) وہ اللہ تعالی کی اطاعت کی وجہ سے نہیں بلکہ لوگوں کی ڈر کی وجہ سے کرتا ہوں۔

وكان فيه سوء خلق۔۔۔۔۔ كان فيه تشيع" (الثقات للعجلی ۲۰۵)

اعمش بد اخلاق تھے پھر آگے لکھتے ہیں یہ شیعہ تھے، حدیث میں گڑبڑ اعمش کی عادت تھی بلکہ اہل کوفہ کی احادیث کو اعمش نے برباد کردی تھی چنانچہ امام مغیرۃ بن مقسم (متوفی ۱۳۳ھ "حدثني ابي قال

حدثنا ابو اسامة قال حدثني مفضل عن مغيرة قال ما افسد حديث اهل الكوفة الا ابو اسحاق والاعمش" (العلل ومعرفة الرجال ۱/۴۴۲)
کہتے ہیں اہل کوفہ کی حدیث کو تباہ و برباد (فاسد) کرنے والے ابو اسحاق اور اعمش کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ حدیث حب الانصار کو حب علی رضی اللہ کر دیا اس کو خرابی اور بربادی کہتے ہیں۔

امام مغیرۃ جو اعمش کے ہم عصر ہیں اور کوفہ کے رہنے والے ہیں اعمش کو خوب جانتے تھے اس کی حدیث سے بخوبی واقف تھے کہ اعمش صحیح حدیث کو کس طرح خراب کرتے تھے، لیکن امام ذھبیؒ نے اعمش جیسے فاسد راویوں کو بچانے کے لئے ایک قاعدہ بنالیا چنانچہ اعمش کی وکالت کرتے ہوئے لکھتے ہیں (قلت: لا يسمع قول الاقران بعضهم في بعض) سير اعلام النبلاء ۵/۳۹۹) ہمعصر (ساتھیوں، دوستوں) کی جرح ایک دوسرے کے خلاف قبول نہیں۔

اگر ہمعصر (ساتھیوں اور دوستوں جو ائمہ جرح وتعدیل ہوں) کے اقوال قابل قبول نہیں تو کیا چھ سو سال بعد آنے والوں کا قول قبول ہو گا؟ یقیناً ائمہ الجرح والتعدیل یہ جانتے تھے کہ مسلمان کی غیبت اور اس پر بہتان کیا چیز ہے اور اسکی کیا سزا ہے، اس سے اللہ تعالی ناراض ہوتے ہیں، لیکن دفاع حدیث کے مقابلے میں انہوں نے کسی کی بھی پرواہ نہیں کی، جو انہوں نے دیکھا وہی نقل کیا ۶۰۰ سال بعد آنے والوں کو کبھی بھی یہ حق حاصل نہیں کہ انکے اقوال محض اس لئے رد کریں کہ یہ دونوں ہم عصر ہیں، اعتماد ہم عسر کے اقوال پر ہی ہے، بعد میں آنے والوں کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ یہ کہیں کہ فلاں جھوٹا اور فلاں سچا ہے، الا یہ کہ انکے اقوال سے کچھ اشارے ملتے ہوں، ان کنایوں، اشاروں سے بعد میں آنے والے احتمال سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ شاید اس نے اس بات میں جھوٹ بولا ہو یا زیادتی کی ہو، ہمارے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ جرح وتعدیل میں اجتہاد کر سکتا ہے، اگر کوئی قوی اشارہ یا قرینہ ہو کہ جارح نے یہ جرح صرف حسد کی وجہ سے کیا ہے تو یہ ایک الگ بحث ہے۔

اگر امام ذھبیؒ کو امام مغیرہؒ کا قول اقران کا قول لگتا ہے اس لئے قابل قبول نہیں تو آیئے ہم یہی قول امام عبد اللہ بن مبارکؒ (ت ۱۸۱ھ) کی زبان سے سنوا دیتے ہیں اور ناقل بھی امام ذھبیؒ خود ہی ہے۔

(قال الجوزجاني: قال وهب بن زمعة المروزي: سمعت ابن المبارك يقول: انما افسد حديث اهل الكوفة ابو اسحاق، والاعمش) (میزان الاعتدال ۲/۲۲۴)

امام جوزجانیؒ وھب بن زمعہ سے نقل کرتے ہیں وہ کہتے ہیں میں نے عبد اللہ بن مبارکؒ کو کہتے ہوئے سنا کہ اہل کوفہ کی حدیث تو ابو اسحاق اور اعمش نے برباد (فاسد) کر دیا، اسی صفحہ پر امام موصوف امام مغیرہؒ کا قول نقل کرتے ہیں کہ اہل کوفہ کو ابو اسحاق اور اس چھوٹے اعمش نے ہلاک کرڈالا، اور امام مغیرہ اعمش کو (اعیمش) کہتے تھے مطلب یہ ہے کہ اعمش حدیث میں بہت چھوٹا ہے کوئی بڑا امام نہیں، اس لئے اس وقت ایسے لوگ بھی تھے جو اعمش کی حدیث کو زیادہ جانتے تھے۔

کتاب المعرفہ میں امام سفیان ثوریؒ کے متعلق لکھا ہے کہ امام سفیانؒ اعمش کی حدیث کو اعمش سے زیادہ جانتے تھے، اس لئے جب اعمش حسب عادت حدیث میں گڑبڑ کرتے تو امام سفیانؒ فورا پکڑ لیتے، ملاحظہ ہو یہ واقعہ "وقال الحسن بن عياش : كنا نأتي الاعمش ، فيحدثنا فنجيء الى سفيان ، فنعرضها عليه، فيقول: هذامن صحيح حديثه ، وهذا ليس من حديثه ، فنرجع الى الاعمش ، فيحدثنا كما قال الثوري،

وان الاعمش حدث ، فقيل له : ان الثوري يقول كذا وكذا خلاف ما روى ، فنكس الاعمش راسه ووصفه ابو عبدالله :وضع يده على جبهته وجعل الاعمش يهمهم ، ثم رفع راسه ،فقال: هو كما قال سفيان " (المنتخب من علل الخلال ۱/۳۲۲)

حسن بن عیاش کہتے ہیں ہم اعمش کے پاس حدیث سننے آتے تھے وہ ہمیں حدیث سناتے پھر وہی حدیث سفیان ثوریؒ کے سامنے پیش کرتے امام سفیانؒ ہمیں اس کی صحیح حدیث غلط سے الگ الگ بیان کرتے (یہ اعمش کی حدیث ہے یہ اس نے فلاں سے سنی ہے اور یہ چوری شدہ الفاظ ہیں) پھر ہم اعمش کے پاس جاتے اور وہی حدیث بیان کرتے جیسے سفیان ثوریؒ نے بیان کی ہوتی تو ہم میں سے کوئی اعمش سے عرض کرتا کہ سفیان کا بیان تو یہ ہے اور آپ کچھ اور کہہ رہے ہیں، تو اعمش سر نیچے کرتے عبد اللہ نے وہ کیفیت بھی بیان کر دی یعنی اپنا ہاتھ ماتھے پر رکھ کر (اوں اوں) کر کے سر نیچے کر لیتے پھر سر اٹھا کر کہتے جی صحیح بات وہی ہے جو سفیان نے بیان کی ہے۔

اس واقعے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اعمش حدیث نبوی میں ملاوٹ کرتے تھے لیکن سفیان ثوریؒ اس کو چھان لیتے اور الگ الگ کرتے چنانچہ اعمش کو بھی اعتراف ہے کہ اس نے اپنی طرف سے لوگوں کو ایسی حدیثیں سنائی ہے جو دراصل حدیث نبوی نہیں "حدثني ابو معمر قال حدثنا عبدالله بن نمير قال سمعت الاعمش يقول حدثت باحاديث على التعجب فبلغني ان قوما اتخذوها دينا"۔

(العلل و معرفۃ الرجال ۲/۴۱۶)
عبد اللہ بن نمیر کہتے ہیں میں نے اعمش کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے کچھ احادیث بطور تعجب لوگوں میں بیان کر دی ہے، تو لوگوں نے ان کو دین بنا ڈالا۔
کیا پتہ جو احادیث بطور تعجب اعمش نے گھڑلی ہو ان میں واقعہ سحر کی احادیث بھی ہو، جس کو آج عوام اور خواص نے عقیدہ بنایا رکھا ہوا ہے، اس حدیث کو اعمش کبھی ایک طرح بیان کرتا ہے کبھی دوسری طرح (متن حدیث میں شدید اضطراب ہے) جسکو ہم اور آپ گڑبڑ کہتے ہیں۔
ان سب باتوں کے علاوہ جو اب تک آپ ملاحظہ کرتے آرہے ہیں اعمش ایک مدلس (فراڈی) ہے مدلس وہ شخص ہے جو حدیث نبوی میں دھوکہ کرتا ہے اور یہ دھوکہ کبھی حدیث کی سند میں جیسے کسی ضعیف راوی کو ساقط کر کے اسکے جگہ ایک قابل اعتماد راوی کا نام ذکر کر کے روایت کرتا ہے) سامع سننے والے کو دھوکہ دیتا ہے کہ اس نے یہ حدیث قابل اعتماد راوی سے سنا ہے۔ حالانکہ ایسا ہوتا نہیں اور کبھی حدیث کے متن میں ہوتا ہے، جیسا کہ کوئی جملہ کوئی قابل اعتماد راوی بیان نہیں کرتا بلکہ غیر ثقہ راوی کے جملے کو ثقہ راوی کے روایت سے ملا لیتا ہو، اعمش میں یہ سارے عیب موجود ہیں کہ اپنی طرف سے حدیث بنانا اس کو بطور تعجب بیان کرنا حدیث میں ملاوٹ اور تدلیس (دھوکہ کرنا) بعض محدثین مدلس کی حدیث کو بالکل قبول نہیں کرتے لیکن جمہور محدثین کے قاعدے کے مطابق اگر مدلس عن سے روایت کرے تو قابل قبول نہیں جیسے حدیث سحر میں اعمش نے کیا ہے (هشام بن عروه اور اعمش)دونوں نے حدیث سحر کو عنعنہ سے روایت کی ہے لھذا جمہور کے قاعدے کے مطابق حدیث سحر عن کی وجہ سے مردود ہے، کیونکہ دونوں کسی نا قابل اعتماد راوی کو چھپا رہے ہیں تفصیل هشام کے ترجمہ میں دیکھیں، اعمش کے مدلس ہونے میں کوئی شک وشبہ نہیں امام ذھبیؒ لکھتے ہیں "فان الرجل مع امامته کان مدلسا" (سیر اعلام النبلاء ۶/۳۴۴)
اعمش ایک مشہور امام ہونے کیساتھ مدلس (یعنی حدیث میں دھوکہ دینے والے) بھی تھے، میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں" قلت وھو یدلس وربما دلس عن ضعیف ولا یدری بہ۔ (میزان الاعتدال ۲/۲۲۴)
میں (امام ذھبیؒ) کہتا ہوں اعمش کمزور راویوں سے تدلیس کرتے تھے اور اس کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا لیکن ساتھ امام ذھبیؒ اعمش کی وکالت بھی کرتے ہیں اور تدلیس کو ایک معمولی چیز سمجھتے ہیں، چنانچہ میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں (مانقموا علیه الا التدلیس" (۲/۲۲۴) میں ان کو (ائمہ جرح

وتعدیل کو) ماسوائے تدلیس کے اور کوئی عیب ملا ہی نہیں، سبحان اللہ یقینا تدلیس کے علاوہ بھی بہت کچھ ملا ہے، اور ذکر بھی امام ذھبیؒ نے خود اپنی کتابوں میں کیا ہے (ففی حدیث الاعمش اضطراب کثیر"۔ (میزان الاعتدال ۲/ ۲۲۴)

کہ اعمش کی احادیث میں بہت زیادہ اضطراب ہے، جب کوئی کہتا ہے، کہ اہل کوفہ کی حدیث کو اعمش نے برباد کیا تو تب امام ذہبی ایک قاعدہ بنا کے اعمش کو بچانے کی کوشش کرتا ہے کہ یہ جرح اقران ہے یعنی ہم عصر دوستوں کی جرح ہے تو یہ قبول نہیں اب کہتا ہے اعمش میں ان کو ایک ہی عیب ملا ہے وہ ہے تدلیس، ہم تو امام ذھبیؒ کے علم کے سامنے ذرہ کے برابر بھی نہیں لیکن امام صاحب کو تدلیس ایک معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہئے تھا، تدلیس ایک عظیم گناہ ہے کیونکہ یہ حدیث نبوی میں ایک دھوکہ ہے حافظ ذھبیؒ کو سخت موقف اپنانا چاہئے تھا بلکہ ان کو ان محدثین کی صف میں کھڑا ہونا چاہئے تھا جو مدلس کی کسی روایت کو قبول نہیں کرتے نہ کہ دھوکہ بازوں کو بچانے کے لئے حیلے اور بہانے ڈھونڈنا۔ تدلیس کے گناہ کو وہی لوگ سمجھ سکے جنہوں نے علم حدیث کی بنیاد رکھی ہے چنانچہ امیر المؤمنین فی الحدیث، امام شعبہ بن الحجاجؒ سے مروی ہے "لان ازنی احب الی من ان ادلس" (الباعث الحثیث ۱/ ۵۴) مقدمۃ ابن صلاح ۱/ ۷۵)

اگر میں زنا کروں تو یہ مجھے زیادہ (محبوب ہے) اس سے کہ میں حدیث میں تدلیس (دھوکہ) کروں، اللہ اکبر، یقینا یہ لوگ تھے جنہوں نے علم حدیث کی خاطر دن رات ایک کیا تھا کیونکہ انکو پتہ تھا کہ زنا کرنے سے ایک شخص گناہ گار ہوتا ہے لیکن حدیث میں تدلیس کرنے سے ہزاروں لاکھوں لوگ گمراہ ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے (ومن یعمل سوءا او یظلم نفسه ثم یستغفر الله یجد الله غفورا رحیما○ ومن یکسب اثما فانما یکسبه علی نفسه وکان الله علیما حکیما○ ومن یکسب خطیئة او اثما ثم یرم به بریئا فقد احتمل بهتانا واثما مبینا" (النساء: ۱۱۰، ۱۱۲)

اور جو کوئی برا کام کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے پھر اللہ سے بخشش طلب کرے وہ اللہ کو بڑا بخشنے والا نہایت مہربان پائے گا۔ اور جو شخص کوئی گناہ کرے تو بس وہ اپنی ہی جان پر (اس کا وبال عائد) کر رہا ہے اور اللہ خوب جاننے والا بڑی حکمت والا ہے۔ اور جو شخص کسی خطا یا گناہ کا ارتکاب کرے پھر اسکی تہمت کسی بے گناہ پر لگادے تو اس نے یقینا ایک بھتان اور کھلے گناہ کے بوجھ کو اٹھالیا۔

امام شافعیؒ امام شعبہؒ سے نقل کرتے ہیں "کان شعبة یقول: التدلیس اخو الکذب"۔

(النكت علی مقدمۃ ابن صلاح ۲/۸۱)

امام شعبہ کہتے تھے کہ تدلیس جھوٹ کا بھائی ہے لفظ (یقول) سے پتہ چلتا ہے کہ امام شعبہؒ اس کو بار بار کہتے تھے تاکہ لوگ اس قبیح اور شنیع فعل سے دور رہے امام غندر امام شعبہؒ سے روایت کرتے ہیں (وقال عندر عنه: انه اشد من الزنا، لان اسقط من السماء الى الارض احب الى من ان ادلس۔

ترجمہ: امام عندر نے کہا کہ حدیث میں تدلیس (دھوکہ) زنا سے بدتر ہے، اور اگر میں اسمان سے زمین پر گر پڑوں یہ مجھے زیادہ محبوب ہے اس سے کہ میں حدیث میں تدلیس کروں۔

وقال ابوالوليد الطيالسى عنه: لان أُخِرَّ من السماء الى الارض احب الى من ان اقول: زعم فلان، ولم اسمع ذلك الحديث منه" (فتح المغيث ۱/۲۳۴)

ابو الولید طیالسی نے امام عندر سے روایت کرکے فرمایا، کہ میں زمین پر اسمان سے گر پڑوں یہ مجھے پسند ہے، اس سے کہ میں سند حدیث میں ایسے شخص کا نام لوں جس سے میں نے روایت نہیں سنا ہو یعنی تدلیس کروں۔

امام وکیعؒ کہتے ہیں" وقال وكيع: الثوب لا يحل تدليسه فكيف الحديث منه "(فتح المغیث ۱/۲۳۵)

کپڑے کے لین دین میں دھوکہ جائز نہیں تو حدیث نبوی میں کیسے جائز ہے؟ سلیمان بن داؤد کہتے ہیں "وقال سليمان بن داؤد المنقرى التدليس والغش والغرور والخداع والكذب تحشر يوم تبلى السرائر فى نفاذ واحد، اى: طريق" (فتح المغیب ۱/۲۳۵)

تدلیس، لین دین میں دھوکہ، غرور چالاکی اور جھوٹ ان سب کا قیامت کے دن ایک ساتھ حشر ہوگا، کیونکہ ان سب میں جھوٹ، فریب، دھوکہ مشترک ہے۔

ہم نہایت ہی ادب سے عرض کرتے ہیں کہ تدلیس کو کم یا معمولی مت سمجھیں مدلس ایک دھوکہ باز اور جھوٹا انسان ہوتا ہے اس لئے ائمہ متقدمین جنہوں نے علم حدیث کہ بنیادیں رکھی ہیں۔ انہوں نے اسکی شدید مذمت کی ہے بعد میں آنے والے محدثین چاہے کچھ بھی کہیں ان ائمہ کے علم و فراست تک نہیں پہنچ سکتے جو اس وقت موجود تھے جس وقت ایک درہم کی خاطر لوگ پچاس حدیثیں گھڑ لیتے تھے۔

مسلمانوں خبردار علم حدیث ورجال میں تدلیس یا ارسال یا شیعہ وروافض کا دفاع کرنے والا اصلی شیعہ اور پیغمبر اسلام واسلام کا دشمن ہوتا ہے۔

ابو المہزم ایک ایسا شخص تھا جو پیسوں کی خاطر حدیث گھڑ لیتا تھا امام شعبہؒ فرماتے ہیں "لو اعطی درھما لوضع خمسین حدیثا" (حاشیہ الباعث الحثیث شرح علوم الحدیث ص ۲۵۲)

اگر اس کو ایک درہم بھی دیا جاتا تو وہ پچاس حدیثیں گھڑ لیتا، متقدمین ائمہ جرح وتعدیل کے سامنے جو حالات تھے ان کے مطابق قواعد اور اصول بیان کئے ہیں وہ حالات بعد میں آنے والے ائمہ نے نہیں دیکھے تو ان کو حق نہیں پہنچتا کہ ان کو تبدیل یا کم اور حقیر سمجھیں جیسے امام ذھبیؒ نے اعمش کے دفاع اور وکالت کے لئے کیا ہے اتنی مفسر جرحیں اعمش کے لئے موجود ہونے کے باوجود اگر پھر بھی اعمش کمزور اور مدلس نہیں تو شاید آپ کو حدیث کی کتابوں میں کوئی کمزور راوی ملے۔

حدیث سحر جو زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اس کا دارومدار اعمش پر ہی ہے، یہ روایت سند، متن تاریخی اور اخلاقی لحاظ سے ساقط اور مردود ہے بہت قرائن اور شواھد سے پتہ چلتا ہے کہ اعمش اپنے آپ سے حدیث گھڑ لیتا تھا جو پہلے آپ ملاحظہ کر چکے ہیں لیکن حتمی فیصلہ امام اعمش خود کرتے ہیں کہ وہ وضاع الحدیث تھے یعنی حدیث گھڑنے والا، آئیں اعمش کے وہ الفاظ سنیں جو انہوں نے زندگی کی آخری لمحات میں کہے تھے، امام الجوزجانیؒ (المتوفی ۲۵۹ھ) نقل کرتے ہیں "قال الاعمش حین حضرته الوفاة استغفر الله واتوب الیه من احادیث وضعناها فی عثمان۔(احوال الرجال ا/۳۲۶)

اعمش نے وفات کے وقت کہا تھا کہ میں استغفار اور توبہ کرتا ہوں کیونکہ ہم نے کچھ حدیثیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف گھڑ لئے تھے۔

متقدمین اور متاخرین علماء حدیث کا قاعدہ ہے کہ جو ایک حدیث میں جھوٹ بولے اس کی ساری حدیثیں ساقط اور مردود ہو جاتی ہیں۔(الباعث الحثیث ۳۰۵)

شائد کوئی کہدے کہ امام ابو حنیفہ سے ملاقات میں تو موصوف نے توبہ کی جگہ گھڑنے ہی سے انکار کیا، بلکہ ہٹ دھرمی سے کام لیا اور یہاں کیسے اقرار کیا، جواب یہ ہے، کہ یہی انکے شیعہ ہونے کی دلیل ہے، کہ بات جب علی کی آئی تو ہٹ دھرمی سے انکار کیا اور یہاں بات عثمان کی ہے فتدبّر۔

(حافظ ابن کثیر) یہ بات امام احمد بن حنبل، امام بخاری، ابو بکر الحمیدی سے نقل کرتے ہیں (فاما ان کان قد کذب متعمدا انه لاتقبل رُوایته ابدا) جو شخص حدیث میں عمدا جھوٹ بولے اسکی روایت کبھی بھی قابل قبول نہیں بلکہ (وجب اسقاط ما تقدم) اسکی پہلی حدیثیں بھی سب ساقط قرار دی جائینگی، اعمش تو زندگی کی آخری لمحات میں توبہ کر رہے ہیں، یہ معاملہ تو اللہ تعالی کے ہاں

ہو گا کہ وہ توبہ قبول کریگا یا نہیں اس میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے آخرت کا معاملہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں لیکن اصول حدیث کے مطابق اعمش کی احادیث قابل اعتماد نہیں کیونکہ وہ خود اعتراف کرتا ہے کہ میں ان لوگوں میں تھا جو اپنی طرف سے حدیث بناتا اور نسبت صحابہ اور پیغمبر پاک ﷺ کی طرف کرتا تھا، یقینا اللہ تعالی کا دین ان جیسے جھوٹوں کا محتاج نہیں، ان سطور کو پڑھنے کے بعد آگے چلنے سے پہلے اعمش پر امام مغیرہؒ اور امام عبد اللہ بن مبارکؒ کے اقوال ایک دفعہ ضرور پڑھیں، امام الجوز جانیؒ لکھتے ہیں :"ان هذا العلم دين فلينظر الرجل عمن ياخذدينه"(احوال الرجال ۱/۳۵۹) یہ علم (علم حدیث) دین ہے تو ہر شخص دیکھیں کہ وہ کس سے اپنا دین لیتا ہے کچھ حضرات اعمش کی وکالت کے لئے ضرور میدان میں اتریں گے، انکی خدمت میں عرض ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیتیں ضرور ذہن نشین کرلیں تاکہ قیامت کے دن اللہ تعالی کے سامنے کوئی عذر باقی نہ رہے (ولا تجادل عن الذين يختانون انفسهم ان الله لا يحب من كان خوانا اثيما* يستخفون من الناس ولا يستخفون من الله وهو معهم اذيبيتون مالايرضى من القول وكان الله بمايعملون محيطا* هاانتم هؤلاء جادلتم عنهم فى الحياة الدنيا فمن يجادل الله عنهم يوم القيامة ام من يكون عليهم وكيلا*(النساء۱۰۸،۱۰۹)

اور آپ ایسے لوگوں کی طرف سے (دفاعا) نہ جگڑیں جو اپنی ہی جانوں سے دھوکہ کر رہے ہیں، بیشک اللہ کسی (ایسے شخص کو پسند نہیں فرماتا جو بڑا بد دیانت اور بدکار ہے(۱۰۸) وہ لوگوں سے (شرماتے ہوئے اپنی دغابازی کو) چھپاتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے درآں حالیکہ وہ ان کے ساتھ ہوتا ہے جب وہ رات کو(کسی) ایسی بات سے متعلق (چھپ کر) مشورہ کرتے ہیں جسے اللہ ناپسند فرماتا ہے، اور اللہ جو کچھ وہ کرتے ہیں (اسے) احاطہ کئے ہوئے ہے(۱۰۸) تم وہ لوگ ہو جو دنیا کی زندگی میں ان کی طرف سے جھگڑے پھر کون ایسا شخص ہے جو قیامت کے دن (بھی) ان کی طرف سے اللہ کے ساتھ جھگڑے گا یا کون ہے جو(اس دن بھی) ان پر وکیل ہو گا؟(۱۰۹)

چھٹی دلیل: امام جلال الدین السیوطیؒ دلائل النبوۃ لابی نعیم کے حوالے سے حضرت انس بن مالک سے نقل کرتے ہیں "واخرج ابو نعيم فى الدلائل من طريق ابي جعفر الرازى عن الربيع بن انس عن انس بن مالك قال صنعت اليهود لرسول الله ﷺ شيئًافاصابه من ذلك وجع شديد

فدخل علیه اصحابه فظنوا انه لما به فاتاه جبریل بالمعوذتین فعوذه بهما فخرج الی اصحابه صحیحا"۔

یہود نے پیغمبر پاک ﷺ کے لئے کوئی چیز بنائی جس کی وجہ سے آپ شدید درد محسوس کرنے لگے تب آپکی عیادت کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم آئے تو انہوں نے سمجھا کہ (معاذاللہ) آپ کو ہلکا سا جنون ہو گیا (یعنی آپ پاگل ہو گئے)

استغفر اللہ) تو جبرائیل علیہ السلام معوذتین لے کر آگئے اور دونوں سورتوں سے آپ ﷺ کو دم کیا، تب آپ صحیح اور تندرست ہو کے صحابہ کے پاس باہر آگئے۔ (الباب النقول فی اسباب النزول ۱/ ۲۲۰)

یعنی جب تک آپ یہ درد محسوس کرتے چلے جا رہے تھے اس وقت تک آپ گھر میں محسور رہے جب آپ تندرست ہو گئے تب آپ گھر سے باہر نکلے، اگر ہم فرض کریں کہ آپ پر جادو کا اثر چالیس دن جاری رہا بلکہ حافظ ابن حجرؒ مطابق چھ ماہ گھر میں محسور رہے تو ان دنوں میں نماز اور خطبہ کون پڑھاتے تھے؟ جن وفود سے ملاقات ہوتی وہ کیسے اور کس حالت میں ہوتی؟ سب سے بڑھ کر غزوہ خیبر کیسے گئے اور فتح کیسے کیا؟ لفظ (لم) کے معنی جنون ہے یعنی پاگل پن، یہ تصور پیغمبر پاک ﷺ کے متعلق کرنا کفر ہے اور یہ کفریہ عقیدہ ہے کہ آپ ﷺ جادو کی وجہ سے ایک قسم کے جنون میں مبتلا تھے "طرف من الجنون یلم باالانسان ، ویقال اصابت فلانا من الجن لمة ، وهو المس والشیء القلیل ،واللمة واللمم ، کلاهما : الطائف من الجن ورجل ملموم: به لمم، وملموس وممسوس ای به لمم ومس، وهو من الجنون" (غریب الحدیث لابن الجوزی ۲/ ۳۳۲، النهایة فی غریب الحدیث والاثر ۴/ ۲۷۲، لسان العرب ۱۲/ ۵۵۱، تاج العروس ۳۳/ ۴۳۵) خفیف قسم کا جنون، جنون کا ایک گروہ جس پر جن کا اثر ہو اسی کو مجنون (پاگل کہتے ہیں) ہم پھر عرض کرتے ہیں کیا رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ خیال اور یہ سوچ کہ آپ ﷺ معاذاللہ جادو کے اثر سے مجنون (پاگل) ہو گئے تھے، کفر نہیں؟ اس سے بڑھ کر اور کیا توہین ہو سکتی ہے؟ ہر ایک کی مرضی ہے جو ظلم اور کفر پر بضد رہے ان کو اللہ تعالی اپنی نبی کی محبت نصیب فرمائیں نہ کہ اعمش کی صفائی پر ضد اور عناد۔

معوذتین کے نزول کو واقعہ جادو سے جوڑنے والے اس حدیث کو پیش کرتے ہیں ایک تو یہ لوگ توہین کی حد کو پار کر گئے ہیں، دوسری بات یہ عقل سے عاری اس حدیث کو اس واقعہ سے کیوں جوڑتے ہیں؟ اس

میں لفظ سحر سرے سے موجود ہی نہیں بلکہ یہ ذکر ہے یہودیوں نے کوئی چیز بنائی تھی (صنعت) کالفظ اس پر دال ہے، یہ روایت ہمیں دلائل النبوۃ لابی نعیم میں نہیں ملی تو ابو جعفر الرازی تک اس کا اسناد ہی نہیں جس پر ہم بحث کر سکیں، دوسری بات ابو جعفر الرازی جس کا نام عیسی بن عبد اللہ ماھان (کچھ نے عیسی بن ماھان لکھا ہے) (سیئ الحفظ) خراب حافظہ والے تھے ثقہ اور صدوق کے الفاظ اس کے لئے بعض ائمہ نے ذکر کئے ہیں جیسے امام یحی بن معینؒ اور امام علی بن المدینی دونوں اس کو ثقہ کہتے ہیں۔

(الجرح والتعدیل ۲/۳۹۱)

عامر بن علیؒ کہتے ہیں "فیه ضعف وهو من اهل الصدق سیء الحفظ " (تھذیب الکمال ۳۳/۱۹۵) آدمی سچا تھا لیکن حدیث میں ضعیف اور خراب حافظے والا تھا، فلاس بھی اس کو (سیءالحفظ کہتے ہیں (المغنی فی الضعفاء ۲/۵۰۰ تاریخ بغداد ۱۱/۱۴۹) بوڑھا آدمی تھا اس کو زیادہ وہم ہو جاتا تھا یہ الفاظ بھی اس کے لئے استعمال ہوئے ہیں (ینفرد بالمناکیر عن المشاھیر) مشہور راویوں سے منکر روایتیں نقل کرنے میں منفرد تھے، میں کہتا ہوں اگر یہ حدیث اس متن کے الفاظ کے ساتھ فرشتہ صفت انسان بھی نقل کرتا تو قابل قبول نہیں (چہ جائیکہ) ایک تو اس کی سند ابو جعفر تک ہے ہی نہیں بالفرض ہو بھی تب بھی ابو جعفر الرازی قابل استدلال راوی نہیں جس پر ہم بھروسہ کرکے عقیدے کی بنیاد رکھیں۔

اور العیاذ باللہ رسول اللہ ﷺ کو مجنون تسلیم کریں۔

فریق دوم میں (تیسرا) گروپ :

جو معوذتین کو مدنی سورتیں مانتے ہیں لیکن واقعہ سحر سے نہیں جوڑتے ان کی ایک ہی دلیل ہے اور وہ حدیث صحیح مسلم میں ہے جو اس کے علاوہ دیگر احادیث کی کتابوں میں بھی مختلف الفاظ سے مروی ہے اس سے پہلے کہ ہم اس حدیث پر بحث کریں مناسب معلوم ہوتا ہے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے متعلق چند سطور عرض کریں جس سے واضح ہو جائے گا کہ یہ فریق معوذتین کو مدنی کیوں سمجھتے ہیں (

عقبه بن عامر رضی الله عنه الصحابي المشهور ، روی عن النبی ﷺ کثیرا ، روی عنه جماعة من الصحابة والتابعین ، منهم : ابن عباس ، وابوامامة ، وجبیر بن نفیر ، وبعجة بن عبدالله الجهنی ، وابو ادریس الخولانی ، وخلق من اهل مصر۔

قال ابو سعید بن یونس : کان قارئا عالما بالفرائض والفقه ، فصیح اللسان ، شاعرا کاتبا ، وهو احد من جمع القرآن ، قال : ورایت مصحفه بمصر علی غیر تالیف مصحف عثمان ، وفی آخره : کتبه عقبة بن عامر بیده۔

وفی صحیح مسلم ، من طریق قیس بن ابی حازم ، عن عقبه بن عامر ، قال : قدم رسول الله المدینة وانا فی غنم لی ارعاها ، فترکتها ثم ذهبت الیه ،
فقلت : بایعنی فبایعنی علی الهجرة

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مشہور صحابی ہے جس نے خود نبی کریم ﷺ سے کثیر تعداد میں روایات نقل کی ہیں، اور ان سے صحابہ کرام کی ایک جماعت اور تابعین نے روایت کی ہیں جن میں: عبداللہ ابن عباس ، وابو امامة ، وجبیر بن نفیر ، وبعجة بن عبدالله الجهنی ، وابو ادریس الخولانی، اور بہت اھل مصر نے بھی روایت کی ہے وہ قاری فصیح اللسان میراث کے عالم اور فقیہ تھے شاعر کاتب اور ان صحابہ میں ان کا شمار ہے جنہوں نے قرآن جمع کیا تھا ابو سعید بن یونسؒ کہتے ہیں کہ میں نے مصر میں ان کے ہاتھ کا لکھا ہوا قرآن دیکھا تھا جو تالیف میں یعنی خط کے اختلاف میں مصحف عثمان رضی اللہ تعالی عنہ سے مختلف تھا اس کے آخر میں لکھا تھا" اس قرآن کو عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے، اور صحیح مسلم میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو اس وقت میں بھیڑ، بکریاں چرا رہا تھا میں نے انکو چھوڑا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی۔(الاصابۃ فی تمییز الصحابہ ۴/۴۲۹)

(ولی امراة مصرا، وکان یخضب بالسواد) (اعلام النبلاء ۲/۴۶۸)

مصر کے والی بنے اور کالے رنگ کا خضاب لگاتے تھے اس مختصر سے تعریف سے پتہ چلتا ہے کے یہ مدینہ کے رہنے والے مشہور انصاری صحابی ہے جس نے رسول اللہ ﷺ کے ھجرت کے فورا بعد اسلام قبول کیا ۵۸ ھجری میں فوت ہوئے اب وہ حضرات جنہوں نے لکھا ہے کہ معوذتین کا سبب نزول واقعہ سحر سے نہیں بلکہ حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہے تو پہلے وہ حدیث ملاحضہ ہو: ۔ صحیح مسلم باب فضل قراءة المعوذتین میں امام مسلم روایت کرتے ہیں (حدثنا قتیبة بن سعید ، حدثنا جریر ، عن بیان ، عن قیس بن ابی حازم ، عن عقبة بن عامر ، قال قال رسول الله ﷺ " الم تر آیات انزلت اللیلة لم یُرَ مثلهنّ قطّ ، قل اعوذ برب الفلق ، وقل اعوذ برب الناس)
امام مسلمؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہمیں قتیبہ بن سعیدؒ نے وہ کہتا ہے ہمیں جریر نے اور وہ بیان بن بشرؒ سے وہ قیس بن ابی حازم اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ آپ کو معلوم نہیں کے آج رات مجھ پر کچھ آیات نازل ہوتی ہیں اس سے پہلے ان جیسی آیات نازل نہیں ہوئی پھر فرمایا (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس)۔ (سنن الکبری للنسائی ۱/۴۹۰ "مستخرج ابی

عانة ۲/ ۴۹۱، معجم الشیوخ الکبیر للذھبی ۲/ ۳۰۸، کتاب الطیوریات ۲/ ۹۰۱، اخبار اصفھان لابی نعیم ۱/ ۳۴۳، المستخرج علی صحیح مسلم ۲/ ۴۰۹، المعجم الکبیر ۱۷/ ۳۵۰، الاتقان فی علوم القرآن للسیوطی ۱/ ۸۴) (مسلم ۱/ ۵۵۸، معالم التنزیل للبغوی ۵/ ۳۴۷ "سنن النسائی الصغری ۲/ ۱۵۸)

اس حدیث کے الفاظ انزلت اللیة سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ سورتیں مدینہ میں کسی رات نازل ہوئی ہیں کیونکہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں مشرف باسلام ہوئے اور دوسری بات یہ ثابت ہوتی ہے کہ ان دونوں سورتوں کی نزول کا واقعہ سحر سے کوئی تعلق نہیں (ہم کہتے ہیں واقعہ سحر سرے سے ہوا ہی نہیں)

عبدالحمید محمد ابن بادیس الصنہاجی (المتوفی ۱۳۵۹ھ) اس کے باوجود کہ قصہ سحر کے صحیح ہونے کے قائل ہے لیکن معوذتین کی شان نزول اس کے لئے نہیں مانتے چنانچہ لکھتے ہیں (وحدیث مسلم هو اصح ما ورد فی نزولهم واما ما یذکر فی نزولها فی قصة سحر النبی ﷺ فان ذلك لم یصح سببا لنزولها وان کان لقصة السحر وصاحبها لبید بن الاعصم اصل ثابت فی الصحیح ، وقد تساهل کثیر من المفسرین فی حشر هذا السبب فی تفسیرهما"

(مجالس التذکیر فی کلام الخبیر ۳۶۹)

معوذتین کی نزول کی بابت سب سے صحیح بات امام مسلم کی روایت ہے اور جو جادو کا قصہ ذکر کیا جاتا ہے ان کے نزول کے لئے قطعاً صحیح نہیں ہے اگرچہ لبید بن عاصم اور اس کا قصہ صحیح (بخاری) میں ثابت ہے اور اس میں بھی شک نہیں کہ بہت سے مفسرین نے تساہل سے کام لے کر معوذتین کی نزول کے لئے یہی قصہ ذکر کیا ہے۔

عبداللہ العنزی اپنی کتاب (المقدمات الاساسیۃ فی علوم القرآن) میں لکھتے ہیں (سورتا الفلق والناس مدنیّتان "ودلیل ذلک مارواہ مسلم فی "صحیحه" من حدیث عقبه بن عامر الجهنی رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ الم تر آیات انزلت اللّیلة لم یر مثلهنّ (قل اعوذ برب الفلق ،وقل اعوذ برب الناس) وعقبه بن عامر انما اسلم اوّل مقدم النبی ﷺ المدینة" (المقدمات الاساسیہ فی علوم القرآن ۶۵)

سورۃ الفلق اورسورۃ الناس مدنی سورتیں ہیں کیونکہ امام مسلم نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے حدیث نقل کی ہے (آگے پھر وہی اوپر کی حدیث ذکر کرتے ہیں) اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس وقت اسلام قبول کیا جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے۔

ڈاکٹر نورہ بنت عبداللہ بن عبدالعزیز نے تفسیر البسیط کے حاشیہ پر لکھا ہے (والذی قمت بتحقیق التفسیر البسیط لابی الحسن علی بن احمد بن محمد الواحدی (ت ۴۶۸ ھ) من اول سورۃ الحاقۃ الی آخر الکتاب ـــــ ومن خلال ما ورد فی الصحیحین یتبین انہ لیس فیہ ما یدل علی نزول المعوذتین علی الرسول ﷺ عند ما سحر"(حاشیہ تفسیر البسیط ۲۴/۴۵۲)

اور میں نے ابوالحسن علی بن محمد الواحدی (ت ۴۶۸ ھ) کی تفسیر (التفسیر البسیط) کی سورۃ الحاقۃ سے لیکر آخر تک تحقیق کی ہے پھر آگے لکھتی ہے" صحیحین میں جو سحر کا واقعہ ذکر کیا جاتا ہے اس میں کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے یہ استدلال کیا جاسکے کہ یہ دونوں سورتیں اس واقعہ کے لئے نازل ہوئی ہیں۔

اب ہم اس حدیث کی طرف آتے ہیں جس کو امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں روایت کیا ہے۔

(۱) روایت بیان بن بشر ا (المتوفی ؟ ھ) بیان بن بشر بھی عجیب راوی ہے، کہ تمام علماء رجال کو انکی تاریخ پیدائش وفات و دیگر کوائف کا پتہ تک نہیں مگر لکھا سب نے ہے کہ ثقہ ہے، عادل ہے، سچا، قوی ہے یہی پر گڑ بڑ ہے، کہ پیغمبر پر کسی قول کو تھوپنے کے لئے محدثین ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں، کسی کو جانتے تک نہیں مگر کہدیتے ہیں کہ ثقہ ثبت عادل۔

ا بیان بن بشر کے متعلق امام احمد بن حنبل، امام ابو داود، امام یحی بن معین، امام ابی حاتم، امام نسائی اور امام العجلی کہتے ہیں یہ ثقہ ہے، امام یعقوب بن شیبہ کہتے ہیں یہ ثقہ ثبت (پکا) ہے، امام دار قطنی اور امام ذہبی فرماتے ہیں یہ پکے راویوں میں سے ہیں، امام العجلی فرماتے ہیں یہ امام شعبی کے ساتھیوں میں سے ہے لیکن اس کے پاس ذخیرہ احادیث زیادہ نہیں تھا اس نے سو سے کم احادیث نقل کی ہے، امام بخاری نے امام علی بن المدینی سے نقل کیا ہے کہ اس کے تقریبا (۷۰) احادیث ہیں، امام ذہبی فرماتے ہیں اس کی حجیت میں کوئی تردد بیان بن بشر کے تقریبا ۳۹ شاگرد ہیں لیکن اس حدیث کو روایت کرنے والے صرف دو شاگرد ہیں۔

" عن قیس بن حازمؒ (بمع لفظ اللیة) (حدّثنا قتیبة بن سعید، حدثنا جریر، عن بیان عن قیس بن ابی حازم، عن عقبة بن عامر، قال : قال رسول اللهﷺ "الم تر آیات انزلت اللّیلة لم یر مثلهنّ قطُّ، قل اعوذ برب الفلق، وقل اعوذ برب الناس "۔ (مسلم ۱/۵۵۸) ترجمہ پہلے گزر چکا ہے!

(۲) اسماعیل بن ابی خالدؒ (المتوفی ۱۴۶ھ) عن قیس (لفظ اللّیلة کے بغیر) (وحدثنی محمد بن عبدالله بن نُمیر، حدثنا ابی، حدثنا اسماعیل، عن قیس، عن عُقبة بن عامر، قال : قال لی رسول اللهﷺ " اُنزل، او انزلت علیَّ آیات لم یر مثلهنّ قط، المعوذتین)

اور مجھے یہ حدیث محمد بن عبد اللہ بن نمیرؒ وہ کہتا ہے ہمیں یہ حدیث اپنے والد نے وہ کہتا ہے ہمیں یہ اسماعیلؒ نے وہ قیس اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے

---

[1] اسماعیل بن ابی خالد کے بارے میں امام یحیٰ بن معین اور امام نسائی فرماتے ہیں یہ ثقہ ہے یعقوب بن شیبہ فرماتے ہیں یہ ثقہ ثبت ہے امام عجلی فرماتے ہیں (وکان اسماعیل طحانا، ثبتافی الحدیث، رجلا صالحا، ثقة وکان راویاعن قیس بن ابی حازم الاحمسی، تابعی لم یکن احداروی عنه منه، وکان حدیثه نحوا من خمس مائة حدیث) حدیث میں چھان بین کرنے والے پکے اور صالح آدمی تھے، قیس بن ابی حازم سے روایت کرنے والے ثقہ تابعیوں میں سے ہے اور اس نے تقریبا پانچ سو احادیث نقل کی ہے، امام ابن خلفون کہتے ہیں یہ ثقات پکے اور مسلمانوں کی اماموں سے ایک امام ہے، امام ابو حاتم فرماتے ہیں یہ ثقہ ہے اور روایت کرنے میں بیان بن بشرؒ سے بہتر ہے امام ابو داود فرماتے ہیں (قال ابوداود : قلت لاحمد : اصحاب الشعبی من احب الیك ؟ قال : لیس فیهم عندی مثل اسماعیل قلت: ثم من ؟ قال : مطرف، قلت : بیان ؟ قال : بیان من الثقات، ولکن هؤلاء اروی عنه) میں نے امام احمد سے پوچھا کہ امام شعبی کے شاگردوں میں سے کون آپ کو محبوب ہے؟ تو انہوں نے فرمایا اسماعیل بن ابی خالد سا کوئی نہیں میں نے عرض کیا اس کے بعد کون؟ تو فرمایا مطرف، میں نے عرض کیا بیان کے بارے میں کیا فرماتے ہیں؟ تو فرمایا بیان ثقہ راویوں میں سے ہیں لیکن یہ دونوں روایت میں بیان سے بہتر ہیں امام سفیان ثوری فرماتے ہیں (حدیث کے) حفاظ تین ہیں عبد الملک بن ابی سلیمان، اسماعیل بن ابی خالد اور یحیٰ بن سعید الانصاری، امام ابن مبارک فرماتے ہیں یہ حدیث کے علماء میں سے ہیں اور حدیث میں حجت ہے، امام ذہبی نے ان سے یاد کیا ہے یہ حدیث کے امام، ثقہ، حجت حدیث میں چھان بین کرنے والے، علم کو چننے والے، علم کو پینے والے، حافظ الامام الکبیر یعنی بہت بڑے امام، کوفہ کے محدث تھے، امام ولید بن عتبہ، مروان بن معاویہ سے نقل کرتے ہیں (الولید ابن عتبة سمعت مروان بن معاویة یقول: کان اسماعیل بن ابی خالد یسمی المیزان) اسماعیل حدیث کے لئے (میزان) ایک ترازو ہے یعنی اگر حدیث کو تولنا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے یا غلط تو اس

مجھ سے فرمایا کہ مجھ پر نازل ہوا۔ یا یوں فرمایا کہ مجھ پر ایسی آیات نازل ہوئی ہے۔ کہ اس جیسی آیات نہیں دیکھی گئیں ہے اور وہ معوذتین ہیں۔

امام مسلم نے قیس بن ابی حازمؒ سے دو روایتیں نقل کی ہیں ایک میں لفظ (انزلت اللیلة) موجود ہیں۔ یعنی آج رات مجھ پر کچھ آیتیں نازل ہوئی ہیں یہ روایت بیان بن بشرؒ قیس بن ابی حازم سے اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ لیکن اس میں (انزلت اللیلة) کا لفظ ہے یعنی اس روایت میں زمان اور مکان کی قید موجود ہے۔ اور دوسری روایت اسماعیل بن ابی خالد وہ قیس بن ابی حازم اور وہ عقبہ بن عامر سے اسی روایت کو نقل کرتے ہیں۔ مگر اسمیں (انزلت اللیلہ) کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔ یعنی اس روایت میں زمان و مکان کی کوئی قید نہیں ہے۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ سورتیں پہلے سے نازل شدہ ہیں، اب ان دونوں روایتوں میں کون سی روایت صحیح ہے یہ ہماری بحث کا موضوع ہے۔ دیکھتے ہیں: کہ انزلة اللیلة کے الفاظ ثابت ہیں یا نہیں۔

نمبر ۱: (قیس بن ابی حازمؒ کا مختصر ترجمہ، کیا یہ غلطی قیس بن ابی حازمؒ سے تو نہیں ہوئی اور اگر اس کی غلطی نہیں تو ہمیں بیان بن بشرؒ اور اسماعیل بن ابی خالدؒ کی ثقاہت کو دیکھنا پڑے گا۔

نمبر ۲: اگر بیان بن بشرؒ اسماعیل بن ابی خالدؒ سے زیادہ ثقہ ہے تو اس صورت میں یہ سورتیں مدنی تصور کی جائیگی، اور اگر اسماعیل بن ابی خالدؒ زیادہ ثقہ ہے تو لفظ اللیلة شاذ اور منکر ہو گا اگر ثقاہت اور امامت میں دونوں برابر ہیں اور غلطی قیس بن ابی حازمؒ کی ہے تو یہ روایت قابل استدلال نہیں

نمبر ۱: قیس بن ابی حازم ابو عبداللہ البجلیؒ الکوفیؒ، اسلم، واتی النبیؐ ﷺ لیبایعهٗ فقبض نبی اللہ وقیس فی الطریقِ، وکان من علماء زمانهِ، عن: ابی بکر، وعمر، وعثمان، وعلیؓ، وعمّارؓ، وابن مسعود، وخالد، الزبیر، وخباب، وحذیفة، ومعاذ، وطلحة، وسعد، وسعید بن زید، وعائشة، وابی موسی، وعمرو، ومعاية، المغیرة، وبلال، وجریر، وعدیؓ بن عمیر، وعقبة بن عامر، وابی مسعود، وعقبة عمرو، وخلق،

سے پوچھو، اس سے احتجاج کرنے پر (محدیثین کا) اجماع ہے، اس پر شیعت اور بدعت کا داغ نہیں، صحیح بخاری میں اس کی احادیث اعلی درجے کی تصویر کی جاتی ہیں، ان سب حوالوں اور غلط کے لئے ایک ترازو اور بیان سے زیادہ حدیث میں (ثبت) پکے تھے، اس لحاظ سے بھی اسماعیل بن ابی خالد کی روایت کو بیان کی روایت کردہ روایت پر ترجیح دی جائے گی (اس کے ترجمہ کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کریں)

(تاریخ الثقات ۱/ ۶۴ للعجلی، ۲) سوالات ابی داود للامام احمد بن حنبل فی جرح الرواۃ وتعدیلھم ص ۲۹۷، تہذیب الکمال ۳/ ۷۵، ۷۴ (۵) الجرح والتعدیل ۲/ ۱۷۴، ۱۷۵)

وقال يعقوب بن شيبة --- له احاديث مناكيرُ ، وروى: عليّ بن المدينيّ ، انّ يحى بن سعيد قال له : قيس بن ابي حازم منكرُ الحديث -
قال ثم ذكر له يحي احاديث مناكير منها حديث كِلاب الحواب "وقال يحي بن ابي غنية :حدثنا اسماعيل ابن ابي خالد"
قال: كَبِر قيس حتىّ بسنين جاوز الماءة كثيرة، حتى خرف ، وذهب عقلُه"
(سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۹۸ --- ۲۰۱)

وعن الصنابح بن الاعسر الاحسى ---- ولم يلقه وروى عن بلال وقال على ابن المديني وروى عن عقبة بن عامر ولا ادرى سمع منه ام لا وقال ابن حجر قال ابو حاتم روى عن عقبة بن عامر ولا ادرى سمع منه ام لا ، وقال بن المديني قال: لى يحي بن سعيد : قيس بن ابي حازم منكر الحديث ، ثم ذكر له حديث كلاب الحواب"(کتاب العلل ص ۵۰ لابن علی المدینی (المتوفی ۲۳۴) ، تھذیب التھذیب ۸/ ۳۸۷-۳۸۸، تاریخ بغداد للخطیب ۱۱/ ۴۶۵ مغانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الاثار ۲/ ۴۸۴) لبدر الدین العینی)

قیس بن ابی حازمؒ ابو عبد اللہ البجلی الکوفی اسلام لانے کے بعد نبی کریم ﷺ سے بیعت کے لئے مدینہ منورہ تشریف لا رہے تھے ابھی وہ راستے میں ہی تھے کہ آپ ﷺ اس دار فانی رخصت ہوئے اور اپنے زمانے کے اکابر علماء میں شمار کئے جاتے ہیں بہت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے روایت کرتے ہیں جن میں ابو بکر، عمر، علی، عمار، ابن مسعود، خالد، زبیر، حذیفہ، معاذ، طلحہ، سعد، سعید بن زید، عائشہ، ابو موسیٰ، عمرو، معاویہ، مغیرہ، بلال، جریر، عدی بن عمیرہ، عقبہ بن عامر، اور بہت ساری مخلوق رضی اللہ عنہم شامل ہیں۔ یعقوب بن شیبہؒ اس کے مناقب بیان کرنے کے بعد کہتے ہیں (له احاديث مناكير) اس کی بہت حدیثیں منکر ہیں۔ علی بن مدینی کہتے ہیں۔ کہ امام یحی بن سعیدؒ نے انکی کچھ منکر حدیثیں بیان کی ہیں ان میں ایک حدیث کلاب الحواب کی حدیث ہے۔

(کلاب حواب:۔ حواب کے کتوں کی روایت یا ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دشمنی :۔ حواب کے کتوں کا ذکر زیب داستاں کے طور پر ہر کتاب کی تاریخ کی کتاب میں موجود ہے اور ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دشمنوں کی کوئی محفل اس روایت سے خالی نہیں ہوتی اور تو اور شاہ ولی اللہؒ بھی اس تسامح کا شکار ہوئے چنانچہ ازالہ الخفاء میں انہوں نے بھی مسند ابو یعلی (۸/ ۲۸۲) کے حوالے سے حواب کے کتے بھونکنے کی جھوٹی روایت کو قیس ابن حازمؒ کی سند سے نقل کر دیا ہے شاہ

ولی اللہ نے قیس بن ابی حازمؒ والی جو روایت نقل کی ہے امام ذہبیؒ نے (سیر اعلام النبلاء ۴/ ۱۹۸-۲۰۱) میں اسے منکر قرار دیا ہے۔

یہ ہے ہمارے اکابرین کے دلوں میں عائشہ صدیقہ یا صحابہ کی قدر کا حاصل! اگر سند کیساتھ انکو انبیاء جیسے ہستیوں پر بھی کیچڑا چھالا جائے تو یہ سند اور اکابر کے بندے بن کر ماننے سے دریغ نہیں کرتے۔ یہاں یہ بھی ذھن میں رہے کہ مصنف خلافت وملوکیت مرحوم نے اپنی کتاب میں یہ دعوی کیا ہے کہ تاریخ کے معالے میں جرح وتعدیل اور فن رجال کی چھان بین کی اجازت نہیں دی جاسکتی ان فنون کا استعمال احکام شرعیہ میں تو درست ہے۔ لیکن اگر تاریخ میں اس کا استعمال کیا گیا تو تاریخ کے دس حصوں میں سے نو حصے ختم ہو جائیں گے لہذا تاریخی واقعات میں سدی کلبی اور واقدی و غیرھم پر اعتماد کلی کیا جائیگا, ظاہر ہے کہ جب تاریخ کے نو حصے ختم ہو جائیں گے تو صحابہ کرام پر کیچڑا چھالنے کا موقع کیسے دستیاب ہو گا اور پھر کتاب خلافت وملوکیت کیسے وجود میں آتی اس کے نو حصے برباد نہ ہو جائے اور مصنف خلافت وملوکیت جو ان چیزوں کی بقاء اپنے لیے لازمہ دین تصور کرتے ہیں اسی لیے فرماتے ہیں میں نے اپنی کتاب میں قاضی ابو بکر بن العربي ابن تیمیہ عبد العزیز دہلوی کی کتابوں سے اس لئے مدد نہیں لی کیونکہ یہ شیعوں کا رد کر کے ان حضرات کی حیثیت وکیل صفائی کی ہے اور وکیل صفائی کے پیش نظر صرف وہ مواد ہوتا ہے جسے اس کا مقدمہ مضبوط ہو اور ابو بکر بن العربي تو اس سے تجاوز کر گئے۔

(خلافت وملوکیت ص ۳۲)

گویا مصنف صاحب نہ تو علماء اہلسنت کی بات سننا چاہتے ہیں جو شیعوں کا رد کرتے ہیں کیونکہ ان کی حیثیت وکیل صفائی کی ہے۔ نہ ایسی بات سننے کو تیار ہے جس سے اہل سنت کا مقدمہ مضبوط ہو کیونکہ انکی شریعت میں مقدمہٗ کے فیصلے کی صورت یہی ہے کہ صرف مدعی کی بات سنی جائے اور مدعا علیہ اگر کچھ کہے تو اس سے وکیل صفائی قرار دیا جائے اور اسکے لیے وہ تمام راہیں بند کر دی جائیں جس سے وہ مدعی کے دعوے کا رد کر سکے, بالفاظ دیگر انہیں فریق مخالف کی ہر بات قبول ہے لیکن مدعا علیہ کی کوئی بات قبول نہیں تاکہ صحابہ کرام پر دل کھول کر تبرا کیا جاسکے اس صورت میں فاضل مصنف صاحب کا مسلک کیا ہے اس کا فیصلہ قاری محترم خود کرلیں تو بہتر ہو گا ہم یہ واقعہ امام طبری کے حوالہ سے بالتفصیل پیش کر رہے ہیں کیونکہ مصنف خلافت وملوکیت صاحب کا دعوی ہے کہ امام طبری نے تمام تاریخی مواد تحقیق کے ساتھ چھان پھٹک کر پیش کیا ہے۔

امام طبری لکھتا ہے صفوان بن قبیصۃ الاحمسی نے عرنی کا بیان ذکر کیا ہے کہ میں اونٹ پر سوار جارہا تھا کہ میرے سامنے ایک سوار آیا اور مجھ سے سوال کیا کہ اے اونٹ والے کیا تو اپنا اونٹ بیچتا ہے؟

عرني: ہاں

سوال: اس کی کیا قیمت ہے؟ عرني: ایک ہزار درھم

سوار: کیا تو پاگل ہے کہیں اونٹ ۱۰۰۰ میں بکتا ہے؟

عرني: ہاں یہ میرا اونٹ ہے سوار اس میں کیا خوبی ہے؟ عرنی: میں نے اس پر سوار ہو کر جب بھی کسی کا پیچھا کیا اس سے پکڑ لیا لیکن مجھے کبھی کوئی نہ پکڑ سکا،

سوار: تو یہ بھی جانتے ہو کہ ہم یہ اونٹ کس کیلئے خریدنا چاہتے ہیں؟ اگر تمہیں یہ معلوم ہو جائے تو تم کبھی اتنی قیمت طلب نہیں کروگے۔

عرني: آخر آپ کس کیلئے اونٹ خریدنا چاہتے ہیں۔

سوار: تیری ماں کیلئے (ام المومنین کہنے سے گریز کیا!)

عرني: میں اپنی ماں کو تو اپنے گھر بیٹھے چھوڑ آیا ہوں اس کا سفر کا کوئی ارادہ نہ تھا۔

سوار: ام المومنین حضرت عائشہ رضي الله عنہا کے لیے۔

عرني: تو آپ یہ اونٹ لیجائیے۔

سوار: میں بلا قیمت نہیں لیتا تم میرے ساتھ قیام گاہ تک چلو میں تمہیں ایک اونٹنی بھی دوں گا اور کچھ درھم بھی دوں گا۔

اس کے بعد عرنی کا بیان ہے کہ میں اس سوار کے ساتھ گیا ان لوگوں نے مجھے ایک اونٹنی دی اور چار سو درھم دی اس کے بعد اس سوار نے مجھ س سوال کیا اے عرنی بھائی کیا تم راستوں سے واقف ہو؟ عرنی: ہاں میں ان لوگوں میں سے ہوں جو دوسروں کو تلاش کر لیتے ہیں، سوار: تو تم ہمارے ساتھ چلو، عرنی کا بیان ہے کہ میں نے ان کے ساتھ ہو لیا راہ میں جس وادی اور چشمہ سے ہمارا گزر ہوتا تو یہ لوگ مجھ سے اس مقام کا نام دریافت کرتے چلتے چلتے ہم حواب کے چشمے پر پہنچے تو وہاں کے کتے ہمیں دیکھ کر بھونکنے لگے ان لوگوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ یہ کونسا چشمہ ہے؟

عرني: یہ چشمہ حواب کے نام سے مشہور ہے عرنی کا بیان ہے کہ میرا یہ جواب سن کر حضرت عائشہ رضي اللہ عنھا زور سے چیخیں اور اپنے اونٹ کے بازو پر چابک مار کر اس سے ہنکایا پھر فرمایا اللہ کی قسم حواب کے کتوں والی میں ہوں اے لوگو مجھے واپس لے چلو حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا نے یہ بات تین بار فرمائی اور اپنا اونٹ ہنکایا لوگوں نے بھی اپنے

اونٹ ہنکائے وہ واپس لوٹیں حتی کہ جب اگلا روز ہوا اور وہ وقت آیا جس وقت ان لوگوں کی واپسی شروع ہوئی تھی تو عبد اللہ بن الزبیر گھبرائے ہوئے حضرت عائشہ رضي اللہ عنہا کے پاس پہنچے اور چیخ کر بولے بچاؤ بچاؤ یہ علی (رضی اللہ عنہ) کا لشکر تمہارے سروں پر پہنچ گیا ہے عرنی کہتا ہے کہ ان لوگوں نے وہاں سے کوچ کیا اور مجھے برا بھلا کہنے لگے میں ان کے پاس سے واپس چلا آیا تھوڑی دور چلا تھا کہ حضرت علی (رضي اللہ عنہ) نے مجھے آواز دی کہ اے سوار ادھر او میں ان کے پاس گیا تو انہوں نے سوال فرمایا یہ لشکر کہاں ہے۔ عرنی فلاں فلاں مقام پر مقیم ہے اور یہ اس کی اونٹنی ہے میں نے ان لوگوں کے ہاتھ اپنا اونٹ فروخت کیا تھا۔

حضرت علی : (رضی اللہ عنہ) کیا تم نے بھی ان کے ساتھ سفر کیا ہے؟

عرني : ہاں میں نے انکے ساتھ سفر کیا ہے لیکن جب ہم حواب کے چشمے پر پہنچے تو اس عورت پر وہاں کے کتے بھونکنے لگے اس پر اس عورت نے ایسی ایسی بات کہی تھی لیکن میں نے جب ان میں اختلاف دیکھا تو واپس چلا آیا اور یہ لوگ کوچ کر گئے

حضرت علی رضی اللہ عنہ: کیا تم ذی قار کا راستہ جانتے ہو؟

عرني : ہاں, علی (رضی اللہ عنہ) : تو تم ہمارے ساتھ چلو

کا بیان ہے کہ میں ان کے ساتھ چلا حتی کہ ہم ذی قار پہنچ گئے حضرت علی نے دو آدمی بلوائے اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے ملا کر بٹھا دیا اس کے بعد ایک اور شخص طلب کیا گیا اور اسے ان دونوں پر بٹھا دیا گیا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شخص پر چڑھ کر بیٹھ گئے اور ایک جانب اپنے پاوں ٹکا لیے اور اللہ کی حمد و ثنا اور درود و سلام کے بعد فرمایا تم لوگوں نے دیکھ لیا اس عورت نے کیا کیا اور اس قوم نے اس کا ساتھ دیا علی رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر ان کے صاحبزادے حسن رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور رونے لگے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ): یہ تم لڑکیوں کی طرح کیوں ہو رہے ہو؟

حسن (رضی اللہ عنہ) نے کہا میں نے تمہیں ایک بات کا حکم دیا تھا لیکن تم نے میری نافرمانی کی تو تم بھی نہایت مصیبت کے ساتھ قتل کئے جاؤ گے اور تمھارا کوئی حامی و مدد گار نہ ہو گا۔

حضرت علی (رضي اللہ عنہ) : تو نے مجھے جو حکم دیا تھا وہ لوگوں سے بیان کردے

حضرت حسن (رضی اللہ عنہ): جب لوگوں نے عثمان رضي اللہ عنہ) کو شہید کیا تھا تو میں نے آپ کو حکم دیا تھا کہ آپ اپنی بیعت کیلئے اس وقت تک ہاتھ نہ پھیلائے جب تک عرب کے تمام علاقوں کے لوگ آپ کو خلافت پر مجبور نہ کرے اور وہ آپ کے علاوہ کسی کو خلیفہ نہ بنائیں گے لیکن تم نے میرا حکم نہ مانا جس وقت اس عورت اور ان لوگوں نے سر اٹھایا میں نے تم سے کہا تھا کہ مدینہ سے نہ جاو اور اپنے ان شیعوں کے پاس جو تمہاری بات قبول کرتے ہیں اپنے پیامبر بھیج دو۔

حضرت علی (رضي اللہ عنہ) : اس نے سچ کہا لیکن اللہ کی قسم میں بچھو کی طرح کمزور بننا نہیں چاہتا واقعہ یہ ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو میں اپنے سے زیادہ کسی کو خلافت کا حقدار نہ سمجھتا تھا لیکن لوگوں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ) کی بیعت کرلی جیسے لوگوں نے ابو بکر (رضي اللہ عنہ کی بیعت کی تھی تو میں نے بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ) کی بیعت کرلی پھر ابو بکر رضی اللہ عنہ) ہلاک (فوت ہو گئے اس وقت بھی میں اپنے سے زیادہ

کسی کو حقدار نہیں سمجھتا تھا لیکن لوگوں نے عمر رضي اللہ عنہ) کی بیعت کرلی پھر عمر رضي اللہ عنہ) بھی ہلاک ہو گئے اور انہوں نے چھ آدمیوں میں سے ایک ممبر مجھے منتخب کیا لیکن اس وقت بھی لوگوں نے عثمان رضي اللہ عنہ (کی بیعت کرلی پھر لوگوں نے عثمان رضي اللہ عنہ) کے خلاف میں بغاوت کی اور اسے قتل کر دیا اور میرے پاس خوشی سے بیعت کے لیے آئے میں نے کسی پر زبردستی نہیں کی تو اب جو شخص بھی میری اور ان لوگوں کی مخالفت کرے گا جو میرے متبع ہیں تو میں اس سے جنگ کروں گا یہاں تک کہ اللہ تعالی میرے اور ان کے درمیان فیصلہ فرمائے اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ (تاریخ الطبری ۴۵۶)

اس افسانہ کو ابتداء سے انتہاء تک ایک بار پھر پڑھنے اور سوچیئے کہ اس روایات کو وضع کرنے والے کس قسم کے افراد ہوں گے جن کے پیش نظر نہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی عزت ہے اور نہ ام المؤمنین ضي اللہ عنھا کا احترام ہے۔

ظاہر ہے کہ ان افسانہ طرازوں کی نظر میں اسلام دشمنی کے باعث سب کا ایک مقام ہے اور ان لوگوں کا مقصد صرف اتنا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بدنام کر کے اسلام سے عداوت نکالی جائے اس روایت میں کیا کیا عیوب پوشیدہ ہے انہیں ایک ذرا سرسری نظر سے ملاحظہ فرمالیں

۱: اس روایت میں ام المؤمنین رضی اللہ عنہا کا جہاں بھی تذکرہ کیا گیا ہے وہاں یہ الفاظ استعمال کیے گئے یہ عورت اور وہ عورت جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ اس روایت کی راوی خبیث ذہن کے مالک ہے۔

۲: کتوں کی یہ فطرت ہے کہ وہ اجنبی پر بھونکتے ہیں وہ شخصیتیں دیکھ کر نہیں بھونکتے لیکن اس روایت کے راوی یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی فطرت کے خلاف صرف ام المؤمنین پر بھونکے تھے اس سے قبل یا اس کے بعد تاریخ میں کبھی یہ کتے نہیں بھونکے یا حواب کی کتوں کی یہ صفت خاصہ تھی کہ وہ کسی پر نہ بھونکتے تھے بلکہ انہیں صرف ام المؤمنین رضي الله عنہما کے لئے مامور کئے گئے تھے۔

۳: حضرت علی رضی اللہ عنہ ابتداء ہی سے خلافت کے متمنی تھے لیکن ان کا بس نہ چل سکا اور جب ان کو ایک پارٹی مل گئی تو اس بستی کو خس وخاشاک کی طرح بہانے کے لیے تیار ہو گئے جو ان کی راہ میں حائل ہو بالفاظ دیگر (نعوذ باللہ) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جتنی جنگیں لڑیں وہ اپنے اقتدار کے لیے لڑی ہیں۔

۴: اس روایت میں باپ کے بجائے بیٹا باپ کو حکم دیتا ہے۔

۵: اس روایت سے یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نہ صرف زیادہ سمجھدار تھے بلکہ مخلص بھی تھے جبکہ اس روایت کی رو سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان دونوں نعمتوں سے محروم تھے۔ (استغفر اللہ)

۶: اس کہانی سے یہ ثابت ہوتا ہے مکہ سے ام المومنین رضی اللہ عنہا بغیر سواری کے چلیں تھیں راہ میں اتفاقا عرنی مل گیا جس سے اونٹ خریدا گیا تب ام المومنین کو سواری میسر آئی اگر یہ عرنی نہ ملتا تو بقول اس داستان گو کے انہیں بصرہ تک پیدل ہی سفر کرنا پڑتا جبکہ طبری نے صفحہ ۴۵۲/۴ پر لکھا ہے کہ جب ام المؤمنین رضي الله عنہا نے کوچ کا ارادہ کیا تو یعلی بن امیہ نے ایک اونٹ اسی (۸۰) یا دو سو (۲۰۰) دینار میں خرید کر ام المؤمنین رضي الله عنہا کو پیش کیا اس اونٹ کا نام عسکر تھا اور چھ سو یا ستر (۷۰) اونٹ لشکر کے لئے فدیہ دیئے۔

۷: اس کہانی سے یہ ظاہر ہوتا ہے کے ام المومنین ایک عام دیہاتی عورت کی طرح خود اونٹ بکارہی تھی حلانکہ ام المومنین کے لیے ان کے اونٹ پر پردے کا انتظام کیا گیا تھا اور فدا کار ان کے اونٹ کی مہار

پکڑ کر چل رہے تھے اور کہتے جاتے تھے (یا امنا خیر ام نعلم) تاریخ طبري ۵۲۱/۴ , اے ہماری ماں ہم جانتے ہیں آپ بہترین ماں ہیں۔

۸: بقول عرنی اونٹ کے بدلے نقد رقم اور ایک اونٹنی دی گئی جب قافلہ میں پہلے، ایک اونٹنی موجود تھی اس کو اونٹ سے تبدیل کرنے کا کیا مطلب

۹: مکہ سے بصرہ تک کی ۲۱ منزلیں ہیں قدیم مؤرخ ابو الفرج قدامہ بن جعفر المتوفي ۲۹۰ھ نے تمام ممالک اسلامیہ کے تمام اہم مرکزی مقامات راستوں اور منزلوں کے نام درج کئے میں مکہ سے بصرہ تک جتنی منزلیں ہیں اس میں کسی منزل کا نام الحواب نہیں اور مؤرخ قدامہ بن جعفر طبری سے پہلے گزرا ہے۔ جب راہ میں ۲۱ منزلیں ہوئی تو کیا کسی اور منزل پر کتوں کا وجود نہ تھا اور اگر وجود تھا تو کیا انہیں نہ بھونکنے کی تلقین کر دی گئی تھی تا کہ خواب کی کہانی وضع کی جا سکے یہ تو وہ خامیاں ہیں جو روایت کے الفاظ سے ظاہر ہے لیکن آیئے اب اس کے راویوں پر بھی کچھ نظر ڈالیں کیونکہ اللہ تعالی قرآن کریم میں ارشاد فرمائے یا أیها الذین آمنوا إن جاءکم فاسق بنبا فتبینوا أن تصیبوا قوما بجهالة فتصبحوا علی ما فعلتم نادمین (الحجرات ٦) ہیں

(اے ایمان والو اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو تا کہ تم کہیں جہالت میں کسی قوم کو نقصان نہ پہنچا اور پھر تمہیں اس پر ندامت اٹھانی پڑے (کیونکہ ہم دنیا و آخرت میں نادم نہیں ہونا چاہتے ہیں لہذا اس روایت کی ایک ایک راوی کا حال قارئین کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں۔

سب سے پہلے راوی عرنی ہے۔ عرنی کوئی نام نہیں بلکہ یہ قبیلہ عرینہ کی جانب نسبت ہے اس سے کون شخص مراد ہے اس کا نام و پتہ کیا ہے کس جگہ کا باشندہ ہے کب پیدا ہوا کب مرا عالم وجود میں بھی آیا تھا یا نہیں تاریخ اور فن رجال کی کتابیں اس سے خاموش ہیں ہم نے رجال کی کتابوں کی جو چھان بین کی تو اسے پتہ چلا کہ عرنی کی نسبت سے منسوب تین شخص ہیں ایک حسن بن عبد اللہ العرنی یہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مرسل روایت نقل کرتا ہے چوتھے طبقہ سے تعلق رکھتا ہے اس نے کسی صحابی کو نہیں دیکھا اس کا انتقال ۱۵۹ھ میں ہوا اس کو اگر ہم ۱۲۰ سال عمر بھی دے دیں تو اس کی پیدائش ۳۹ھ میں بنتا ہے جبکہ واقعہ جمل ۳۶ھ کا ہے اور جوان ہونے کے لئے بھی اس کو بیس پچیس سال عمر چاہئے تا کہ یہ واقعہ نقل کرے، علی بن المدینی کہتے ہیں ہم سے الحسن کی حال پوشیدہ ہے (قال المدائنی مات الحسن العرنی سنة تسع وخمسین ومائة) تاریخ مولد العلماء ووفیاتهم

۱/۳۷۲) قال علی بن المدینی : خفی علینا امر الحسن العرنی ، ومیمون بن ابی شبیب (تهذیب الکمال فی اسماء الرجال ۲۰۷/۲۹)وقال احمد بن حنبل الحسن العرنی لم یسمع من بن عباس شیءا وقال ابو حاتم لم یدرکه" (تهذیب التهذیب ۲۹۱/۲)

دوسرا الحسن بن الحسین العرنی یہ کوفی ہے حدیث میں سچا نہیں اور شیعہ (محدثین) کے بڑوں میں اس کا شمار ہوتا ہے، منکر حدیثیں بیان کرتا ہے (موسوعة اقوال الامام احمد بن حنبل فی رجال الحدیث وعلله ۲۵۷/۱) والحسن بن الحسین العرنی ، کوفی ، حدثنا عبدالرحمن قال سالت ابی عنه فقال : لم یکن بصدوق عندهم کان من روساء الشیعة (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۶/۳، میزان الاعتدال ۴۸۳/۱ ، لسان المیزان ۱۹۹/۲الابن حجر العسقلانی)روی احادیث مناکیر (الکامل فی ضعفاء الرجال ۱۸۱/۳ لابن عدی الجرجانی المتوفی : ۳۶۵ھ) والقاسم بن الحکم العرنی ، کوفی (الاکمال فی رفع الارتیاب عن المو تلف والمختلف فی الاسماء والکنی والانساب (۶/ ۴۰۱)

تیسرا قاسم بن حکم العرنی ہے۔

اس کا انتقال ۲۰۸ھ میں ہوا، امام ابو حاتم فرماتے ہیں اس سے احتجاج صحیح نہیں، اس سے شیعہ کتابوں میں بھی روایت موجود ہے، اگر اس کو ہم ایک سو پچاس (۱۵۰) سال سے زیادہ عمر بھی دے دیں تب بھی اس نے واقعہ جمل نہیں دیکھا ہے،(وقد روی عنه القاسم بن الحکم العرنی فی بعض کتب الشیعة (انظر معجم رجال الحدیث للخوئی: ۹۶/۳ مات القاسم بن الحکم العرنی سنة ثمان ومئتین (تهذیب الکمال فی الاسماء الرجال ۲۳/ ۳۴۶) وقال ابو حاتم لا یحتج به "(الکاشف ۱۲۷/۲) تو ان تینوں میں سے عرنی کون صاحب ہے اس کا کوئی پتہ نہیں۔

خلاصہ : عرنی ایک مجہول شخصیت ہے۔

دوسرا راوی صفوان بن قبیصہ جو مجہول الحال ہے (سمعت ابی یقول ذلك ویقول : هو مجهول" (الجرح والتعدیل ۴/ ۴۲۳)، الضعفاء والمتروکون ۵۶/۲، المغنی فی الضعفاء ۳۱۶/۱، مصباح الاریب فی تقریب الرواۃ الذین لیسوا فی تقریب التهذیب ۱۰۱/۲)

تیسرا راوی ابو الخطاب الھجر مجہول ہے (سالت ابی عنه فقال : هو مجهول "

(الجرح والتعدیل ۹/۳۶۵، تقریب التہذیب ص ۶۳۷، تہذیب التہذیب ۱۲/۸۶) نثل النبال بمعجم الرجال الذین ترجم لھم فضیلۃ الشیخ المحدث ابو اسحاق الحوینی ۳/۱۱۵)

چھوتا راوی علی بن عباس الازرق ہے حافظ ابن حجرؒ اس کے بارے میں لکھتے ہیں :۔ کوفہ کا باشندہ ہے ضعیف ہے تقریب ۷۴۲ ا المغنی فی الضعفاء ۲/ ۴۵۰، امام ذہبیؒ ذیل میزان الاعتدال ص ۱۷) میں لکھتے ہیں "قلت وعلی بن عابس شیخه لیس بشیء قاله یحی بن سعید ویحی بن معین "اس(جعفر بن علیؒ) کا شیخ علی بن عابس کچھ بھی نہیں، یہ بات یحی بن سعید اور یحی بن معین نے کہی ہے۔

آخری راوی اسماعیل بن موسی الفزاری ہے، امام ذہبیؒ میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کوفہ کا باشندہ ہے سری کذاب کا بھانجا ہے امام ابن عدیؒ لکھتے ہیں محدثین کو اس پر سخت اعتراض ہے کیونکہ یہ غالی شیعہ تھا، امام ابو داود کہتے ہیں یہ سچا ہے مگر رافضی شیعی ہے (یترفض قال ابو داود صدوق یتشیع "الضعفاء ۱/۸۸)، صدوق شیعی توفی ۲۴۵ھ (الکاشف ۱/۲۵۰)

سمعت عبدان الاهوازی یقول : سمعت ابا بکر بن ابی شیبة ان هناد بن السری انکر علینا ذهابنا الی اسماعیل هذا ، وقال ایش عملتم عند ذا لفاسق الذی یشتم السلف" (بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب ۴/۱۸۳۶)

عبدانؒ کا بیان ہے کہ ہم اس کے پاس روایت سننے جایا کرتے تھے تو ہمیں ابو بکر بن ابی شیبہؒ اور ھنادؒ نے اس سے منع کیا اور فرمایاہ تم اس فاسق کے پاس جاتے ہو جو سلف (صحابہ کرام) ، کو گالیاں دیتا ہے۔

(الکامل فی ضعفاء الرجال ۱/۵۲۸، بغیۃ الطلب فی تاریخ حلب ۴/۱۸۳۶)

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں گو اسے سچا کہا جاتا ہے۔ لیکن اس پر رافضی ہونے کا الزام ہے روایت میں غلطیاں بھی کرتا ہے اس کا انتقال ۲۴۵ھ میں ہوا الغرض اس کہانی کے تین راوی مجہول ایک نا قابل اعتبار اور ایک رافضی ہے۔ تو یہ کہانی من گھڑت اور جھوٹی ہے اس کہانی سے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا کردار داغدار کرنا کہاں کا انصاف ہے بلکہ ان جیسی کہانیوں کو ہماری کتابوں سے باہر پھینک دینا چاہیے۔

اب اصل حقیقت حکیم فیض عالم شہید کے الفاظ میں سنیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں شیعوں کی وضع اور من گھڑت روایات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بصرہ کے راستہ ایک مقام حواب پر ام المومنین حضرت

عائشہ رضی اللہ عنہا پر کتے بھونکے تو آپ نے پوچھا یہ کون سا مقام ہے؟ جواب ملا کہ یہ خواب ہے آپ نے فرمایا مجھے واپس کر دو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا تھا کیا تم میں سے وہ کون ہو گی جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے. طبری نے اپنے تقیہ کی آڑ میں اس پر پورا ایک باب باندھا ہے اس روایت کا خالق وحید ابو مخنف لوط بن یحییٰ ہے جس نے کربلا کے واقعے سے ۱۳۵ سال بعد کربلا کے واقعات تراشے اور جس کے متعلق مجاہد اعظم کے شیعہ مصنف کو بھی لکھنا پڑا کہ ابو مخنف کا لکھا ہوا کوئی واقعہ صداقت کے معیار پر پورا نہیں اترتا۔

اصل واقعہ یہ ہے کہ سن ٦ ہجری میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ کو ایک سریہ پر متعین کر کے بنو فزارہ کی طرف بھیجا اس میں ام قرفہ نامی ایک عورت بمعہ اپنی بیٹی ام زمل سلمی کے ساتھ گرفتار ہو کر آئی ام قرفہ واجب القتل تھی وہ اپنے انجام کو پہنچی مگر ام زمل سلمی لونڈی کی حیثیت سے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دی گئی آپ نے اس سے آزاد کر کے اپنے پاس رکھ لیا ایک روز چند عورتیں مع اُم زمل سلمی آپ کی خدمت میں بیٹھی ہوئی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ نے فرمایا تم میں سے وہ کون ہو گی جس پر حواب کے کتے بھونکیں گے؟ پھر یہ عورت اپنی قوم میں چلی گئی اور مرتد ہو گئی حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کے زمانے میں جب مختلف قبیلوں نے بغاوت کی چند افراد نے نبوت کا دعوی کیا جن میں طلیحہ بن خویلد ار اسدی بھی تھا غطفان ہوازن اسد اور طی کے قبائل کے بہت سے لوگ اس کے ساتھ ہو گئے حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے انہیں شکست فاش دی اور ان کی قوت کو منتشر کر دیا ام زمل سلمی اس لشکر میں موجود تھی جس کے دل میں اپنی ماں کے قتل کا کینہ بھرا ہوا تھا، طلیحہ بھاگ کر یمن چلا گیا غطفان سلیم اور ھوازن وغیرہ قبائل کے بچے کھچے لوگ حواب کے مقام پر جمع ہوئے اور انہوں نے اسی سلمی بنت مالک کو اپنا سردار بنا لیا حضرت خالد رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا تو وہ اس طرف متوجہ ہوئے سلمی اپنے لشکر کو لے کر مقابلہ پر آئی تو اس کی ناقہ کی کونچیں کاٹ ڈالیں گئی اور سلمہ بن مالک مقتول ہوئی جواب کے کتے بھونکنے کا اشارہ اسی اُم زمل سلمی کی طرف ف تھا (كانوا يروون أما التي غناها النبي، صلى الله عليه وسلم) مورخین کا کہنا ہے، کہ نبی کریم ﷺ نے حواب سے اس عورت کو مراد لیا تھا (تاریخ الطبری ۳/۲۶۴) (معجم البلدان للحموی ۲/۳۱۴) بحوالہ مذہبی داستانیں ص ۳۱۱-۳۲۶ تصرف کے ساتھ)

یحی بن ابی غنیہ قیس ابن حازم کے شاگرد اسماعیل بن ابی خالد اس کا شاگرد جو حدیث معوذتین کا ہی راوی ہے (اسماعیل بن ابی خالدؒ) کہتے ہیں کہ بڑھاپے میں سٹھیا گیا تھا اور عقل بھی جاتی رہی۔

"قال علی بن مدینی ---- وروی عن بلال ولم یلقه وعن الصنابح بن الاعسر الاحمسی وروی عن عقبه بن عامر ولا ادری سمع منه ام لا ۔ وقال ابن حجر قال ابو حاتم روی عن عقبه بن عامر ولا ادری سمع منه ام لا ۔

"امام علی بن المدینیؒ کہتے ہیں۔ کہ قیس بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں لیکن اس کی ملاقات ان سے نہیں ہوئی۔--- اور عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں لیکن معلوم نہیں اس نے عقبہ رضی اللہ عنہ سے کچھ سنا بھی ہے یا نہیں ابن حجر ابو حاتم کے حوالہ سے یہی کچھ کہتا ہے۔ (کتاب العلل ۵۰، کتاب المراسیل ۱۶۸، تاریخ بغداد ۱۱/۴۶۵، اس پر جو اعتراض ہوا ہے۔ اسکا جواب عراقی صاحب دے چکے ہیں۔ تحفة التحصیل فی ذکر رواة المراسیل ۲۶۸)

(۲) امام علی بن المدینیؒ کہتے ہیں مجھے سعید بن سعیدؒ نے کہا کہ قیس بن ابی حازم منکر الحدیث ہے، اس کے بعد حواب کے کتوں کی حدیث کا ذکر کیا (مطلب یہ ہے کی من جملہ منکرات ایک منکر حدیث، حدیث کلاب بھی ہے) سب سے تعجب کی بات یہ ہے کہ ہمیں ذخیرہ احادیث میں کوشش کرنے کے باوجود قیس بن ابی حازمؒ کی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہی ایک ہی روایت ملی (قال ابو عبداللہ الحمیدی (المتوفی:۴۸۸ھ) "ولیس لقیس بن ابی حازم عن عقبة بن عامر رضی الله عنه غیر هذا" (الجمع بین الصحیحین ۳/۴۵۷)

ابو عبداللہ الحمیدیؒ فرماتے ہیں کہ قیس بن ابی حازمؒ کی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے اس کے علاوہ اور کوئی صحیح روایت نہیں ہے، اور بقول امام علی بن المدینیؒ اس میں بھی شک ہے کیا واقعی قیس نے یہ حدیث عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سنی ہے یا کسی اور سے سن کر اس صحابی کی طرف مختلف الفاظ کے ساتھ منسوب کر دی؟ اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ روایت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سنی ہے پھر بھی انکی کچھ روایت منکر ہے تو یہ ممکن ہے کہ لفظ اللیلة ان کی طرف سے ہی اضافہ ہو۔

خلاصہ

نمبر ا: قیس بن ابی حازمؒ جلیل القدر تابعی ہونے کے باوجود بہت سی منکر حدیثیں بیان کی ہے آخری عمر میں سٹھیاں گیا تھا عقل کی کمزوری کی بیماری میں بھی مبتلا ہو گیا تھا، ہو سکتا ہے یہ حدیث تب اس نے بیان

کی ہو جب عقل کی کمزوری کا ابتدائی مرحلہ ہو اس لئے ایک ہی حدیث کو مختلف الفاظ سے بیان کرتا ہے جب یہ بیماری سب پر واضح ہوئی تو اپنے شاگردوں نے بھی یہ کہا کہ اب اس کی عقل صحیح طریقے سے کام نہیں کر رہا ہے اور حافظہ بھی خراب ہو گیا

نمبر ۲: کچھ صحابہ کرام سے ملاقات نہ ہونے کے باوجود مرسل روایات نقل کرتا ہے جیسے بلال بن رباح، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ۔

بلال رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث صحیح بخاری ۵/ ۲۷، المعجم الکبیر ۱/ ۳۵۶ میں موجود ہے، عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ غزوہ موتہ منہ ۸ ھجری میں شہید ہوئے ہیں یعنی قیس بن حازم کے ایمان لانے سے چند برس پہلے، اور قیس ایمان لانے سے پہلے کوفہ میں تھے اگر اس وقت مدینہ آکے ایمان لے آتے تو پیغمبر پاک ﷺ سے ملاقات ہوتی اور صحابی بن جاتے لیکن نہ دیکھنے کے باجود اس جلیل القدر صحابی سے روایت کرتے ہیں، تعجب کی بات یہ ہے کہ جو حدیث قیس بن ابی حازم عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں وہ بھی اسماعیل بن ابی خالد کی سند سے مروی ہے جو زیر بحث حدیث کے بھی راوی ہے دیکھئے:

(سیر العلام البنلاء (۳/ ۱۴۸) فضائل الصحابۃ للنسائی ۴۴، معجم الصحابۃ لابن قائع ۲/ ۱۲۸، تاریخ لابن عساکر ۲۸ / ۱۲۶، تحفۃ التحصیل فی ذکر رواۃ المراسیل ۲۶۸)

نمبر ۳: عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے سماعت میں شک ہے اگر عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرنے میں ہی شک ہے تو جو قرآن تواتر کے علاوہ ثابت ہی نہیں ہوتا تو ہم کیسے مانے کے واقعی یہ سورتیں مدنی ہیں اور وہ بھی ایک راوی ایک طرح بیان کرتا ہے دوسرا راوی دوسری طرح بلکہ قیس بن ابی حازمؒ کے متعلق ایک بات یہ بھی قابل ذکر ہے کہ وہ روایت بیان کرنے میں کبھی ذہنی طور پر چست ہو جاتا ہے۔ اور کبھی پست ہو جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے، ڈپریشن کا مریض ہو۔ دماغی چستی کے حالت میں بغیر اللیلہ کے روایت کیا ہو۔ اور دماغی پستگی کی حالت میں اللیلہ کے ساتھ بیان کی ہے وہ بھی دو مختلف شاگردوں کے سامنے، امام الدار القطنیؒ (ت ۳۵۸) قیسؒ کے ایک حدیث کو بیان کر کے لکھتے ہیں جس میں کبھی وہ ایک ہی حدیث کو مرفوع بیان کرتا ہے اور کبھی ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ پر موقوف کرتے ہیں

(وجمیع رواۃ ھذا الحدیث ثقات ، ویشبہ ان یکون قیس بن ابی حازم کان ینشط فی الروایۃ مرۃ فیسندہ ، ومرۃ یجبن عنہ فیقف علی ابی بکر"۔

(العلل لابن ابی حاتم ۱/ ۹۴،۵ / ۷ / ۳، العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویۃ للامام الدار القطنی ۱/ ۱۲۰)

اس حدیث کے سارے راوی ثقہ ہیں لگتا ہے قیس بن ابی حازمؒ روایت کرنے میں کبھی (ذہنی طور پر چست ہو جاتے تو اس حدیث کو مرفوع بیان کر دیتے اور کبھی ذہنی طور پر پست ہو جاتے تو اسی روایت کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر موقوف کر دیتے۔

اس لئے ہم یہی کہتے ہیں کہ قیس بن ابی حازمؒ قصور وار ہے وہ کبھی لفظ ا(انزلت الليلة) بڑھا دیتا ہے اور کبھی بغیر ان الفاظ کے روایت کرتا ہے، کیونکہ (انزلت الليلة) کا لفظ صرف بیان بن بشر ہی نہیں ذکر کرتا ہے۔ بلکہ دوسرا راوی اسماعیل بن ابی خالدؒ جس کے طریقے سے امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں بغیر لفظ (انزلت الليلة) اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ یہی لفظ نقل کرتے ہیں، ملاحظہ ہو وہ روایتیں جن میں (انزلت الليلة) کا لفظ اسماعیل بن ابی خالدؒ سے مروی ہے: ۔ نمبر ا: محمد بن عبید الطنافسیؒ، نمبر ۲ :۔ القاسم بن غصنؒ، نمبر ۳:۔ سفیان الثوریؒ، نمبر ۴ : ۔ ابو اسامہؒ

نمبر ا: محمد بن عبيد الطنافسی ؒ (۱۲۷، ۲۰۴ ھ) قال البيهقی انا ابو ذر محمد بن ابي الحسين بن ابي القاسم المذكِّر ،نا ابو عبد الله محمد بن يعقوب الحافظ ، نا ابراهيم بن عبدالله السعدی، نا اسماعيل بن ابي خالد، عن قيس بن ابي حازم ، عن عقبة بن عامر الجهنی ، قال قال رسول الله ﷺ " لقد انزلت عليّ الليلة آيات لم ار مثلهنّ . المعوذتين "

(السنن الصغری للبیہقی ۱/ ۳۴۷/ السنن الکبری للبیہقی ۲/ ۵۵۱)

امام بیہقیؒ اسماعیل بن ابی خالد کے طریقے سے وہ قیس بن ابی حازمؒ اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ بیشک آج رات مجھ پر کچھ آیات نازل ہوئی ہیں اس سے پہلے ان جیسی آیات نازل نہیں ہوئی ہیں پھر فرمایا(المعوذتین)

اس روایت کا راوی محمد بن عبید الطنافسیؒ جو صحیحین کے راوی ہے لیکن کبھی کبھی روایت میں غلطی کرجاتا تھا اور اپنی غلطی پر ڈٹ جاتا تھا، علامہ البانیؒ لکھتے ہیں (محمد بن عبيد الطنافسی فمع كونه من رجال الشيخين ، اورده الذهبی فی "المغنی" وقال: "صدوق مشهور ۔ قالا احمد بن حنبل : يخطی ويُصر ۔

کہ موصوف غلطی بھی کرتا اور پھر اس پر ڈٹ بھی جاتا ہے۔

(تهذيب التهذيب ، سلسلة الاحاديث الضعيفة والموضوعة ۳/۲۳۶،۷/ ۴۱۳۹ ، المغنی فی الضعفاء ۲/ ۶۱۲، تاريخ الاسلام ووفيات المشاهير والاعلام ۱۴/ ۳۵۹)

قال يحی اتينا محمد بن عبيد الطنافسی وهو لا يجترى علی قِراءة كتابه حتی نعينه عليه "

(تاریخ ابن معین ۳/ ۴۸۷)

امام ابن معین ؒ فرماتے ہیں کہ ہم محمد بن عبید التنافسی ؒ کے پاس آئے اس میں اپنی کتاب پڑھنے کی جرات نہیں تھی (اپنی کتاب کو پڑھ نہیں سکتے تھے) جب تک ہم اسکی مدد نہ کرتے، امام احمد بن حنبل اس کے بارے میں فرماتے ہیں:۔

"کان محمد یخطی ولا یرجع عن خطاہ " (الجرح التعدیل لابن ابی حاتم ۸/۱۰)

محمد بن عبید ؒ (حدیث) میں غلطی کرتے اور اپنی غلطی سے رجوع نہیں کرتے تھے، تو کیا لفظ (انزلت اللیلۃ) بھی اسی کی غلطی ہے اگر ہم کہیں کہ ہاں تو اس کے علاوہ بھی تو یہی الفاظ نقل کرنے والے ہیں تو وہاں غلطی کرنے والا کون ہو گا پھر۔

ملاحظہ ہو دوسری روایت۔(الفوائد المنتقاء لابی حفص البصری ص ۹۶)

۲: (القاسم بن غصن [1] نا عبید بن عبد الواحد، قال: نا محمد بن عبدالعزیز الرملی، قال: نا القاسم بن غصن، عن اسماعیل بن ابی خالد، عن قیس بن ابی حازم، عن عقبۃ بن عامر، قال: قال رسول اللہ ﷺ، الم تری آیات انزلت علی اللیلۃ ماراءیت مثلھن قالت: ما ھی؟ قال: قل اعوذ برب الفلق، وقل اعوذ برب الناس)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا آپ کو معلوم نہیں کہ آج رات مجھ پر کچھ آیات نازل ہوئی ہیں اس سے پہلے ان جیسی آیات میں نے پہلے نہیں دیکھی پھر فرمایا(قل اعوذ برب الفلق اور قال اعوذ برب الناس)

اس روایت کا ایک راوی القاسم بن غصن منکر حدیث ہے امام بخاری اپنے استاد امام احمد ابن حنبل سے نقل کرتے ہیں القاسم بن غصن منکر حدیثیں بیان کرتا تھا۔ اس طرح امام ابن شاہین اور امام ابن عدی نے الکامل میں لکھا ہے۔ کہ اس نے منکر حدیث بیان کئے ہیں۔ امام ابن قتیبہ احمد بن عبدالعزیز ؒ سے نقل کرتے ہیں کہ القاسم بن غصن مسعر سے صحیح احادیث نقل کرتا ہے لیکن اگر محمد بن عبدالعزیز الرملی ؒ اس سے روایت نقل کرے تو اپنے مشائخ سے منکر حدیثیں نقل کرتا ہے اور یہ حدیث بھی محمد بن عبدالعزیز الرملی سے نقل ہے تو یہ منکر حدیث ہے۔

---

[1] القاسم بن غصن کا ترجمہ مندرجہ ذیل کتابوں ملاحظہ فرمائیں: تاریخ اسماء الضعفاء والکذابین: ۱۵۹، الضعفاء والمتروکون: ۳/۱۵، تاریخ الاوسط: ۲/۲۴۹-۲/۲۱۲، ضعیف السنن: ۱/۱۰۱، المغنی فی الضعفاء ۲/۵۲۰، لسان المیزان: ۴/۴۶۴، میزان الاعتدال فی نقد الرجال: ۳/۳۷۷، مصباح الاریب فی تقریب الرواۃ الذین لیسوا فی تقریب التھذیب: ۳/۱۱، دیوان الضعفاء والمتروکین: ۳۲۴، الضعفاء لابی زرعۃ الرازی: ۲/۸۲۳، الضعفاء الکبیر: ۳/۴۷۲ للعقلی: ۵/۴۹۸، العلل لابن ابی حاتم: ۵/۴۹۸، الکامل فی ضعفاء الرجال: ۷/۱۵۸)

امام ابوزرعہ کہتے ہیں، یہ حدیث قوی نہیں امام ابن جوزی کہتے ہیں کہ امام رازی نے ان کے احادیث کو منکر قرار دیا۔

امام ابن حبان کہتے ہیں، یہ ضعیف الحدیث ہیں، نیز کہتا ہے کہ یہ منکر روایات نقل کرتا ہے، اسانید کو الٹ پلٹ کر رکھ دیتا ہے اس سے احتجاج صحیح نہیں اور یہ بھی فرماتے ہیں اس کا حافظہ ٹھیک نہیں اس کو بہت زیادہ وہم ہوتا تھا امام احمدؒ اور ابن معین اس کو کذاب یعنی جھوٹا کہتے ہیں امام ابن معین کہتے ہیں یہ حدیث میں کچھ بھی نہیں، امام دارمی کہتے ہیں میں نے یحی بن معینؒ سے سنا القاسم بن الحسن العمری جھوٹا خبیث ہے۔ امام بزارؒ کہتے ہیں حدیث میں قوی نہیں (قال البخاری قال احمد کان یحدث بمناکیر وقال ابن شاهین حدث احادیث مناکیر وقال وابن عدی فی الکامل حدث احادیث مناکیر۔ حدثنا ابن قتیبة عن احمد بن عبدالعزیز الواسطی، عن القاسم بن غصن عن مسعر احادیث مستقیمة واما اذا روی، عن القاسم بن غصن محمد بن عبدالعزیز الرملی فانه یاتی عنه عن مشایخه بمناکیر، وهذا الحدیث من محمد بن عبدالعزیز الرملی قال ابن ابی حاتم قال سالت ابا زرعة عن القاسم بن غصن فقال لیس بقوی، قال ابن الجوزی وقال الرازی منکر الحدیث وقال ابن حبان یروی المناکیر عن المشاهیر ویقلب الاسانید لا یجوز الاحتجاج بافراده قال ابن حبان کان ردیء الحفظ کثیر الوهم کان احمد بن حنبل یرمیه بالکذب سمعت محمد بن المنذر یقول سمعت عباس بن محمد یقول سمعت یحی بن معین یقول القاسم بن عبدالرحمن بن عمر لیس بشئ سمعت محمد بن محمود یقول سمعت الدارمی یقول سمعت یحی بن معین یقول قاسم العمری کذاب خبیث وقال وقال البزار: لم یکن بالقوی فی الحدیث)

نمبر۳: تیسری روایت سفیانَ الثوریؒ (ت ۱۵۹ھ) کے طریقے سے (واخبرنا النقبونی حدثنا ابو عبدالرحمن حدثنا محمد بن علی بن میمون حدثنا الفریابی حدثنا سفیان عن اسماعیل بن ابی خالد عن قیس بن ابی حازم عن عقبة بن عمار الجهنی قال: قال رسول الله ﷺ: انزل علی اللیلة آیات لم اسمع بمثلهنّ او قال: لم یر مثلهن قط المعوذتین۔
(فضائل القرآن للمستغفری: ۲/۷۳۵)

امام مستغفری اپنی سند سے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا آج رات پر کچھ آیات نازل ہوئی ہیں ان جیسی میں نے پہلے نہیں سنی یا یہ فرمایا کہ ان جیسی آیات پہلی نہیں دیکھی گئی اور وہ معوذتین ہیں۔

اس روایت کا ایک راوی النقبونی ہے جس کا نام ابو العباس جعفر بن محمد بن المعتز بن محمد بن مستغفر بن الفتح النسفی ہے اس کے بارے میں امام الذہبیؒ فرماتے ہیں نسف میں ۳۵۰ھ کے قریب پیدا ہوئے اور ۴۳۲ھ میں فوت ہوئے، یہ آدمی سچا تھا، لیکن من گھڑت روایتیں بیان کرتا تھا امام سیوطیؒ بھی یہی لکھتے ہیں کہ موضوع (من گھڑت) روایتیں بیان کرتا تھا، لیکن کیا ایک لفظ کے لئے ساری روایت کو منکر اور من گھڑت تصور کریں، یا یہ بہتر ہے کہ کہیں کہ غلطی کسی اور کی ہے کیونکہ اصل روایت نقل کرنے والے بہت سارے راوی موجود ہیں اور لفظ اللیلۃ بھی ان کے علاوہ اور راوی نقل کرتے ہیں تو غلطی ان کی بھی نہیں اور نہ اس لفظ کے لئے ساری روایت کو موضوع قرار دے سکتے ہیں

"قال ابن ناصر الدين كان حافظا مصنفاثقة مبرزاعلى اقرانه ، لكنه يروى الموضوعات من غير تبيين۔ (شذرات الذهب فی اخبار من ذهب ۵/۱۵۷)

ابن ناصر الدین فرماتے ہیں، کہ مصنف حافظ اور ثقہ تھے اپنے ہم عصروں پر فوقیت رکھتے تھے، لیکن منگھڑت روایات بلاوضاحت کے بیان کرتے تھے۔

المستغفرى الحافظ العلامة المحدث ، ابو العباس جعفر بن محمد بن المعتز بن محمد بن الفتح النسفي وكان صدوقا في نفسه لكنه يروى الموضوعات في الابواب ولا يوهيها۔

(تذكرة الحفاظ ۳/۲۰۰) طبقات الحفاظ للسيوطي ۴۲۵) كتاب الانساب للسمعانى ۱۳/۱۶۹، اللباب فی تھذيب الانساب ۳/۳۲۲)

ولد بعد الخمسين بيسير ، وتوفّي بنسف سنة اثنتين وثلاثين واربعمائة وهو صدوق ، لكنه يروى الموضوعات ولا يكتبها" (تاريخ الاسلام ۲۹/۳۶۵)

گویا کہ سب کا اس پر اتفاق ہے، کہ من گھڑت روایات بیان کرتا تھا۔

امام ثعلبیؒ اپنی تفسیر، اور امام طبرانی معجم الکبیر میں امام سفیان ثوریؒ سے اسی حدیث کو بغیر لفظ اللیلۃ کے نقل کرتے ہیں (واخبرنا ابو عبدالله محمد بن يعقوب المزكى قال : اخبرنا ابوالحسن احمد بن محمدبن عبدوس الطرائفى قال: حدثنا معاذ بن نجدة بن العريان قال: حدثنا خلاد يعنى ابن يحى قال : حدثنا سفيان عن اسماعيل عن قيس بن ابي حازم عن عقبه بن عامر قال : قال رسول الله ﷺ " انزل على الله سورتان لم اسمع لمثلهن ولم ارى مثلهن : المعوذتين " (تفسير الكشف والبيان للثعلبى ۱۰/۳۳۸)

امام سفیان ثوریؒ وہ اسماعیل بن ابی خالدؒ وہ قیس بن ابی حازمؒ اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھ پر اللہ تعالی نے دو ایسی سورتیں نازل فرمائی ہے ان جیسی میں نے پہلے کبھی نہ سنی اور نہ دیکھی ہے اور وہ معوذتین ہے۔

حدثنا اسحاق بن ابراهيم الدّبريُّ، عن عبدالرزاق، عن الثوری، عن اسماعيل بن ابي خالد، عن قيس بن ابي حازم، عن عقبة بن عامر قال: قال رسول الله ﷺ: "انزل علی آیات لم اسمع بمثلهن او لم ار مثلهنّ المعوذتين۔ (المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/۳۴۹)

امام سفیان ثوریؒ اسماعیل بن ابی خالدؒ وہ قیس بن ابی حازم اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھو کچھ آیات نازل ہوئی ہیں ان جیسی آیات نہ میں نے پہلے کبھی سنی ہے اور نہ دیکھی ہیں وہ ہیں معوذتین۔

اس لئے ہو سکتا ہے سفیان الثوریؒ نے شاید کبھی اسماعیلؒ سے لفظ اللیلۃ سنا ہو اور کبھی بغیر اس کے، اس لئے دونوں طرح کی روایتیں نقل کر دیں ہم یہی کہتے کہ غلطی قیس بن ابی حازمؒ کی ہے۔

نمبر ۴: چھوٹی روایت ابو اسامہؒ (ت ۲۰۱ھ) حدثنا الحسن بن علی بن عفان، حدثنا ابو اسامة، عن اسماعيل بن ابي خالد، عن قيس بن ابي حازم، عن عقبة بن عامر وكان من رُفعاءِ الصحابة، قال: قال رسول الله ﷺ: انزل علی الليلة آيات لم ينزل على مثلهن المعوذتين (مستخرج ابی عوانة ۲/۴۹۱)

ابو اسامہؒ وہ اسماعیل بن ابی خالدؒ وہ قیس بن ابی حازمؒ اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ، جو صحابہ میں بلند اور عالیشان مرتبہ والے تھے۔ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ آج رات مجھ پر کچھ آیات نازل ہوئی وہ معوذتین ہیں۔

ایک وضاحت

اگر ہم اوپر روایت کی سند پر ذرا غور کریں تو اس کی سند وہی ہے جو امام مسلمؒ نے اپنی کتاب صحیح مسلم میں روایت کیا ہے ملاحظہ ہو امام مسلمؒ فرماتے ہیں (حدثنی محمد بن عبدالله بن نمير قال حدثنا ابی، حدثنا اسماعيل، عن قيس، عن عقبة بن عامر، قال: قال لی رسول الله ﷺ " انزل، او انزلت علی آیات لم یر مثلهن قطّ، المعوذتين۔ (صحیح مسلم ۱/۵۵۸)

مجھے یہ حدیث محمد بن عبد اللہ بن نمیرؒ اس نے کہا ہمیں یہ حدیث اپنے والد نے وہ کہتے ہیں یہ حدیث ہمیں اسماعیل بن ابی خالد نے بیان کیا ہے اور وہ قیس بن ابی حازمؒ اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت

کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھ پر کچھ آیات نازل ہوئی ہیں ایسی آیات پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی ہیں اور وہ المعوذتین ہے۔

آپ ملاحظہ کرسکتے ہیں اس حدیث میں لفظ اللیلۃ نہیں ہے

اس کے فورا بعد امام مسلمؒ ابو اسامہؒ کی روایت نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں" حدثنا ابو بکر بن شیبہ حدثنا وکیع ح وحدثنی محمد بن رافع حدثنا ابو اسامہ کلاھما عن اسماعیل بھذا الاسناد مثلہ وفی روایتہ ابی اسامہ عن عقبہ بن عامر الجھنی وکان من رفقاء اصحاب محمد ﷺ "یہ حدیث ہمیں ابو بکر ابن ابی شیبہ اور وہ کہتے ہیں، ہمیں یہ حدیث وکیعؒ نے بیان کیا ہے۔(مسلم ۱/۵۵۸)

پھر ایک اور سند بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث مجھے محمد بن رافعؒ وہ کہتے ہیں ہمیں یہ حدیث ابو اسامہؒ نے اور وہ دونوں یعنی امام وکیعؒ اور ابو اسامہؒ اسماعیل بن ابی خالدؒ سے اسی اسناد کے ذریعے قیس بن ابی حازمؒ اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی کریم ﷺ سے اسی روایت کو نقل کرتے ہیں لیکن ابو اسامہ کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ صحابہ میں بلند اور عالی شان مرتبہ والے تھے۔

ایک ہی سند دو مختلف کتابوں میں ایک میں لفظ اللیلہ موجود ہے لیکن یہی سند ایک اور محدث اپنی کتاب میں بغیر اس لفظ کے ذکر کرتا ہے یہ ایک ایسا الجھاو ہے جس کا حل کرنا بہت مشکل ہے

ہم امام مسلمؒ کی روایت کو ترجیح دیں گے کیونکہ اس میں امام وکیعؒ اور ابو اسامہؒ دونوں اسماعیل بن ابی خالد سے بغیر لفظ اللیلۃ کے اس روایت کو نقل کرتے ہیں، جبکہ مستخراج ابو عوانہ میں عبد اللہ بن نمیرؒ اپنے والد سے ار وہ اسماعیل بن ابی خالدؒ سے لفظ اللیلۃ ذکر کرتے ہیں۔ جیسے ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں، کہ شاید اسماعیل بن ابی خالد کبھی لفظ اللیلہ ذکر کرتے تھے، اور کبھی نہیں کیونکہ اس نے بھی شاید قیس بن ابی حازمؒ سے یہ لفظ کبھی سنا ہو اور کبھی نہیں۔

تشفی کے لئے مزید دلائل ملاحظہ ہو وہ راوی جو عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے اسی روایت کو بغیر لفظ اللیلۃ مختلف الفاظ میں نقل کرتے ہیں لیکن کوئی بھی راوی لفظ اللیلۃ نقل نہیں کرتا جو اس بات کی قوی دلیل ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے اس لفظ کو نقل کرنے والا قیس بن ابی حازمؒ ہے اور اس کی ہی غلطی ہے کہ کبھی یہ لفظ ذکر کرتا ہے اور کبھی نہیں یہاں ایک بات ذہن نشین کرلیں کہ ان روایات

ہیں بعض روایات ضعیف ہیں جس کی طرف ہم اشارہ ضرور کریں گے لیکن چونکہ اصل روایت موجود ہے اس لئے اصل روایت پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

مندرجہ ذیل میں وہ راوی ہم ذکر کرتے ہیں جو اسی حدیث کو مختلف الفاظ میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں لیکن لفظ اللیلہ ذکر نہیں کرتے۔

نمبر۱: القاسم بن عبدالرحمٰن(1)، نمبر۲: جبیر بن نفیرؒ، نمبر۳: اسلم ابی عمرانؒ، نمبر۴: ابو سعید المقبریؒ، نمبر۵: محمد بن عبداللہ بن زید، نمبر۶: یزید بن رومانؒ، نمبر۷: عبدالعزیز بن مروانؒ، نمبر۸: ابوالخیر مرثد عبداللہ الیزنی المصریؒ، نمبر۹: ابو امامۃ الباھلیؒ، نمبر۱۰: فروۃ بن مجاھد اللخمی، نمبر۱۱: علی بن رباحؒ، نمبر۱۲: مشرح بن ھاعانؒ، نمبر۱۳: ابوعشانہ حی بن یومنؒ، نمبر۱۴: سلیمان بن موسیٰؒ، نمبر۱۵: نصر بن عبدالرحمٰنؒ، نمبر۱۶: زیاد بن زیاد (یا) زیاد ابی رشدینؒ، نمبر۱۷: معاذ بن عبداللہؒ بن خبیب، (ان کے علاوہ کچھ راویوں کی روایات چند وجوہات کی بنا پر نہیں لکھی گئیں)

نمبر(۱): القاسم بن عبدالرحمٰنؒ (ت ۱۱۲ھ) سے مختلف طریقوں سے یہ روایت منقول ہے لیکن کسی روایت میں بھی لفظ اللیلہ نہیں ہے، ہم ساری روایتیں تو نقل نہیں کرسکتے اس سے طوالت کا خدشہ ہے، البتہ شوق و ذوق والوں کے لئے ہم نے حاشیہ میں کتابوں کے نام لکھ دیئے ہیں وہ ان کتابوں کا مطالعہ کر کے استفادہ کرسکتے ہیں۔(۲)

---

(۱):۔ القاسم بن عبدالرحمن سے روایت کرنے والوں میں (۱) الولید بن مسلمؒ، (۲) صدقہ بن خالدؒ، (۳) محمد بن شعیبؒ، (۴) عبداللہ بن مبارکؒ، (۵) بشر بن بکرؒ، یہ سب عبدالرحمن بن یزید بن جابرؒ او وہ القاسمؒ سے نقل کرتے ہیں ان کی روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں (اقرا بھما کلما نمت وقمت): اے عقبہ ان دونوں سورتوں کو سوتے اور جاگتے ہوئے پڑھ لیا کرو)، جبکہ عبدالرحمن بن مہدی، عبداللہ بن وہبؒ، اسد بن موسیٰؒ، عبداللہ بن صالحؒ، زید بن الحبابؒ، بشر بن السریؒ یہ سارے معاویہ بن صالح اور وہ العاء بن الحارث اور وہ القاسم بن عبدالرحمٰن اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں لیکن یہ سارے یہ جملہ روایات نہیں کرتے (اقرا بھما کلما نمت وقمت) اے عقبہ ان دونوں سورتوں کو سوتے اور جاگتے وقت پڑھ لیا کرو)

روایت نمبر ا: حدثنا زید بن الحباب ، حدثنا معاویة بن صالح ، حدثنا العلاء بن الحارث ، عن القاسم بن عبدالرحمٰن ، مولی معاویة بن ابی سفیان عن عقبة بن عامر ، قال : کنت اقود برسول الله ﷺ ناقته ، قال : فقال لی : "الا اعلّمك سورتین لم یقراء بمثلهما؟ قلت :بلی فعلمنی قل اعوذ برب الناس وقل اعوذ برب الفلق ، فلم یرَنی اعجبت بهما ، فلما نزل الصبح فقرا بهما ، ثم قال لی "کیف رایت یا عقبة ؟1

مسند احمد میں ہے کہ ہمیں یہ روایت زید بن الحبابؒ وہ کہتا ہے ہمیں معاویہ بن صالح نے وہ کہتا ہے ہمیں العلاء بن الحارث وہ القاسم بن عبد الرحمٰنؒ، جو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کا غلام تھا، وہ عبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی کا زمام (رسی) پکڑا ہوا آگے چل رہا تھا آپ ﷺ نے فرمایا اے عقبہ (رضی اللہ عنہ) میں تمہیں ایسی دو سورتیں نہ بتاوں ان جیسی سورتیں کبھی نہیں پڑھی گئی ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ ضرور بتایئے تو آپ ﷺ نے مجھے قل اعوذ برب الناس اور قل اعوذ برب الفلق سکھائی لیکن آپ ﷺ نے میری طرف سے کوئی دلچسپی نہیں دیکھی (یعنی ایسے لگا کہ مجھے کوئی عجب نہیں ہوا) جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے دونوں سورتیں تلاوت فرما کر فرمایا اے عقبہ (رضی اللہ عنہ) آپ کی ان دو سورتوں کے بارے میں کیا رائے ہے۔

تبصرہ: اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے ساتھ رات کے وقت سفر میں تھا، پیدل اور رات کے وقت سفر میں ہر طرف سے خطرات لاحق ہوسکتے ہیں اس لئے آپ ﷺ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو رات ہی کی وقت یہ دونوں سورتیں سکھائی تاکہ ہر شر سے محفوظ ہو کیونکہ معوذتین میں ہر قسم کی شر سے پناہ مانگنی کی دعاء موجود ہے، لیکن ہم نے انکو صرف جادو کے لئے مختص کر دیئے۔

---

(1) مسند احمدؒ ۲۸ / ۵۸۳، اس روایت کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے (مسند عقبة بن عامر ا /۸۶ لابن قطلوبغا، النسائی السنن الصغری ۸ /۲۵۳، النسائی السنن الکبری للنسائی ۷ /۱۹۷-۱۹۹ سنن النسائی ۸ / ۲۵۲، سنن ابو داود ۲ /۷۳، ۱ /۲۶۶ (حبیب الرحمن الاعظمی کہتے ہیں اس کی سند صحیح ہے) ، مسند ابو یعلی ۳ /۸ /۲۷۰، المعجم الکبیر ۱۷ /۳۳۵ ومسند الشامیین ۱ /۳۳۹ للطبرانی، فضائل القرآن ۱۲۳ لابن الضریس، فضائل القرآن ۲ /۳۶۷ للمستغفری، شرح مشکل الآثار ۱ / ۱۱۴- ۱۱۱۵ الطحاوی، عمل الیوم واللیلة لابن السنی ص ۶۸۴، امالی لابن سمعون ص ۹۶۹، تاریخ دمشق لابن عساکر ۳۶ /۴۹، مسند الرویانی ص ۲۰۲، تفسیر الکشف والبیان للثعالبی ۱۰ /۳۳۷)

اس حدیث کے سارے راوی صحیح مسلم کے راوی ہیں صرف القاسم بن عبدالرحمن کے علاوہ جس پر اس حدیث کا دارومدار ہے، امام علی بن المدینیؒ کہتے ہیں (لم یلق القاسم بن عبدالرحمن من اصحاب رسول الله ﷺ غیر جابر بن سمرة قیل له فلقی ابن عمر قال کان یحدث عن ابن عمر بحدیثین ولم یسمع من ابن عمر شیئا) اس کا جابر بن سمرہ کے علاوہ اور کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی ان سے پوچھا گیا کہ اسکی تو ابن عمر سے ملاقات ہوئی ہے، تو آپ نے جواب دیا کہ ابن عمر سے دو حدیثیں بیان کرتا ہے، مگر ابن عمر رضی اللہ عنہ سے اس نے کچھ نہیں سنا۔ (کتاب العلل لابن المدینی ص ۶۳)

سائل نے علی بن المدینیؒ سے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت ہونے کو کہا لیکن امام علی بن المدینیؒ نے نفی سماع یعنی سننے کی نفی کر دی اس سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کے القاسم کی ملاقات ابن عمر رضی اللہ عنہ یا کچھ اور صحابہ سے ہوئی ہے اس لئے امام نسائیؒ السنن الکبری، امام طحاویؒ شرح مشکل الآثار، امام ابن عساکرؒ تاریخ دمشق میں سمعت سے روایت کرتے ہیں یعنی میں نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ملاحظہ ہو السنن الکبری میں یہ حدیث (اخبرنی محمد بن عبدالله بن المبارك، قال حدثنا یحی وهو ابن آدم، قال: حدثنا ابن المبارك، عن عبدالرحمٰن بن یزید بن جابر، عن القاسم بن عبدالرحمٰن، قال: سمعت عقبة بن عمار، یقول: "ان رسول الله ﷺ قراء باالمعوذتین فی صلاة" وقال لی: "اقراء بهما کلّما نمت، وکلّماقمت" امام نسائی فرماتے ہیں مجھے یہ حدیث عبد اللہ بن مبارک نے اور وہ عبدالرحمن بن یزیدؒ سے اور وہ القاسم بن عبدالرحمن سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ص نے نماز میں معوذتین پڑھی اور پھر مجھے فرمایا ان دونوں سورتوں کو سوتے اور جاگتے وقت پڑھ لیا کرو۔ (السنن الکبری للنسائی ۷/۱۹۷، شرح مشکل الآثار ۱/۱۱۵، تاریخ دمشق ۳۶/۴۹)

اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کے القاسم بن عبدالرحمن کی نہ صرف عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ہے بلکہ ان سے روایت بھی کی ہے، اس لئے حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں (قال ابوحاتم: "حدیث الثقات عنه مستقیم لا باس به، وانما ینکره عنه الضعفاء"۔

امام ابوحاتم فرماتے ہیں کہ اس سے ثقہ راویوں کی حدیث مستقیم (صحیح) ہے لیکن ضعیف راویوں کی روایت منکر ہے، اور یہاں بھی اس سے ثقہ راوی روایت کرتے ہیں اس لئے اس کی یہ روایت صحیح ہے۔

(تھذیب التھذیب ۸/۳۲۴)

راوی نمبر ۲: جبیر بن نفیر بن مالک بن عامر ابو عبد الرحمن (المتوفی ۸۰ھ)

مسند احمدؒ میں ہے کہ "حدثنا حيوة بن شريح ، قال : حدثنا بقية، حدثنا بجير بن سعد ، عن خالد بن معدان ، عن جبير بن نفير ، عن عقبة بن عامر انه قال : ان رسول الله ﷺ اهديت له بغلة شهباء ، فركبها ، فاخذ عقبة يقودها له ، فقال رسول الله ﷺ لعقبة: "اقراء فقال :وما اقرا يا رسول الله ﷺ ؟قال النبي ﷺ :" اقراء قل اعوذبرب الفلق " فاعادها عليه حتى قراءها ، فعرف انی لم افرح بها جدا، فقال :"لعلّك تهاونت بها فما قمت تصلی بشیء مثلها"۔(مسند احمدؒ ۲۸/ ۵۷۶)

اس روایت کے لئے مندرجہ ذیل کتابوں کا مطالعہ کیجئے۔

(مشیخة المنبجی ۱/ ۴۶۴، السنن الکبری للنسائی ۷/ ۱۹۷-۱۹۹، السنن الصغری للنسائی ۸/ ۲۵۲، المعجم الکبیر ۱۷/ ۳۳۵ للطبرانی ومسند الشامیین ۱/ ۳۳۹ للطبرانی، شرح مشکل الآثار ۱/ ۱۱۴-۱۱۵ الطحاوی)

ہمیں یہ حدیث حیوۃ بن شریح وہ کہتا ہے ہمیں یہ حدیث بقیہ نے وہ کہتا ہے ہمیں یہ حدیث بجیر بن سعد نے اور وہ خالد بن معدان اور وہ جبیر بن نفیر اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کے نبی کریم ﷺ کو ایک خچر ہدیہ امیں ملا تو آپ اس پر سوار ہوئے اور عقبہ بن عمار رضی اللہ عنہ نے عرض کیایا

اضمون کے اعتبار سے پچھلی روایت سے ملتی جلتی ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ایک سفر میں آپ ﷺ انٹنی کی رسی پکڑے ہوئے آگے چل رہے تھے تو آپ ﷺ نے انکو معوذتین کی تعلیم دی، دوسری روایا سے اس کی مضمون اس لئے ملتی ہے کے معوذتین پہلے سے نازل شدہ سورتیں ہیں صرف آپ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو انکی پڑھنے کی تعلیم اور تلقین فرمائی باقی حدیث کا یہ حصہ کہ آپ ﷺ نے دیکھا کہ میں کچھ زیادہ خوش نہیں ہوا اور آپ نے فرمایا کہ شاید آپ نے ان دونوں سورتوں کو ہلکا سمجھا، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ کسی راوی کی اپنے جملے ہیں ہم عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو اس سے بری سمجھتے ہیں۔

ملاحظہ ہو بقیہ بن الولید کی دوسری سند جو المعجم الکبیر میں روایت ہے اس میں یہ سارے جملے نہیں ہے (عن جبير بن نفير ، عن عقبة بن عامر قال: اهديت لرسول بغلة شهباء فركبها فاعقبة يقودها ، فقال رسول الله ﷺ "اقرا" قال : ما اقرأ يا رسول الله قال : قل اعوذبرب الفلق فقال: ما قمت تصلّى بشیء مثلِها)(المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/ ۳۳۷) جبیر بن نفیرؒ اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرت ہیں کے نبی کریم ﷺ کو ایک خچر ہدیہ میں ملا تو آپ ﷺ اس پر سوار ہوئے اور عقبہ بن عامر اس کا زمام پکڑ کے آگے چل دئے اس وقت نبی کریم ﷺ اے عقبہ بڑھو عقبہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ۔ کیا پڑھوں نبی کریم ﷺ ن فرمایا قل اعوذ برب الفلق پڑھو پھر آپ نے فرمایا اپنی نماز میں اس جیسی سورت نہیں پڑھ سکتے۔ (اس روایت میں صرف سورۃ الفلق کا ذکر ہے قوی احتمالی یہی ہے کہ سورۃ الفلق کا ذکر ہے قوی احتمال یہی ہے کہ سورۃ الناس کا ذکر کسی راوی سے سہوارہ گیا ہو اور اگر فرض کریں کہ اسی ایک سورت کی تعلیم آپ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو دی ہو تب بھی ہمارے مدعا کے خلاف نہیں کیونکہ پھر بھی یہی ثابت

یا رسول اللہ ﷺ، کیا پڑھوں نبی کریم ﷺ نے فرمایا (قل اعوذ برب الفلق) پڑھو اور اس وقت دوہراتے رہے جب تک آپ رضی اللہ عنہ نے یہ سورت پڑھ لی تو آپ ﷺ کو معلوم ہوا کہ مجھے کچھ زیادہ خوشی نہیں ہوئی پھر آپ ﷺ نے فرمایا لگتا ہے کہ تم نے اسے ہلکا محسوس کیا یاد رکھو اپنی نماز میں اس جیسی سورت نہیں پڑھ سکتے (یعنی نماز میں پڑھنے کے لئے یہ بہترین سورت ہے، اس روایت کے سارے راوی ماسوائے بقیہ بن الولیدؒ جو مدلس ہے مگر اس حدیث میں وہ حدثنا سے روایت کرتا ہے، اس لئے اس کی یہ روایت صحیح ہے اور مضمون کے اعتبار سے اور راوی بھی یہ حدیث روایت کرتے ہیں جو زیادہ ثقہ اور معتبر راوی ہیں اس لئے ان کے ساتھ مل کر اصول حدیث کی اعتبار سے یہ حدیث بالکل صحیح ہے اگر بقیہ بن الولید اس حدیث کو اکیلے روایت کرتے تو ہم اس کو کبھی قبول نہ کرتے۔

حافظ ابن رجب حنبلی شرح علل ترمذی میں لکھتے ہیں "وهو كثرة روايته عن المجهولين الغرائب والمناكير فانه اذا حدث عن الثقات المعروفين ولم يدلس فانما يكون حديثه جيدا عن اهل الشام، كبحير بن سعيد، ومحمد بن زياد، وغيرهما، واما رواياته عن اهل الحجاز واهل العراق فكثيرة المخالفة لروايات الثقات، كذا ذكره ابن عدي وغيره"

(شرح علل الترمذی ۲/ ۷۷۴)

اس کے باوجود کہ بقیہ بہت زیادہ مجہول راویوں سے روایت کرتے ہیں اور ان سے غریب اور منکر روایات لیتے ہیں لیکن جب ثقہ اور معروف راویوں سے روایت کرے تو اس کی یہ حدیث جید (بہت اچھی) سمجھی جائے گی، شرط یہ ہے کہ وہ حدیث اہل شام سے ہو، جیسا بحیر بن سعد اور محمد بن سعدؒ اور محمد بن زیاد وغیرہ امام المزنیؒ تہذیب الکمال میں لکھتے ہیں (قال ابو احمد بن عدي : يخالف في بعض رواياته الثقات، واذا روى عن اهل الشام، فهو ثبت، واذا روى عن غيرهم خلط قال عبدالله بن احمد بن حنبل : سئل ابي عن بقية واسماعيل ابن عياش، فقال : بقية احب الى. واذا حدث عن قوم ليسوا بمعروفين فلا تقبلوه، وقال محمد بن سعد : كان ثقة في روايته عن الثقات قال احمد بن عبدالله العجلي ثقة فيما روى عن المعروفين ،وما روى عن المجهولين فليس بشيء، استشهد به البخاري في الصحيح " وروى له في الادب" وروى له مسلم في "المتابعات" واحتج به الباقون "(تہذیب الکمال جلد ۴/ ۱۹۶، ۲۰۰)

ہوتا ہے کہ یہ سورت پہلے کبھی نازل ہوئی تھی اور آپ ﷺ نے صرف اس صحابی کو اس کی تعلیم دی نہ کہ یہ فرمایا کہ آج رات مجھ پر یہ سورۃ نازل ہوئی ہے)

امام ابن عدیؒ فرماتے ہیں بقیہؒ ثقہ راویوں سے بعض روایات میں مخالفت کرتے ہیں لیکن جب اہل شام سے روایت کرے تو یہ ثبت اور قوی ہے اور جب کسی اور سے روایت کرے تو حدیث میں خلط ملط کر جاتے ہیں عبد اللہ بن احمد بن حنبلؒ ثبت اور قوی ہے اور جب کسی اور سے روایت کرے تو حدیث میں خلط ملط کر جاتے ہیں عبد اللہ بن احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں میرے والد سے بقیہ اور اسماعیل بن عیاش کے بارے میں پوچھا گیا تو میرے والد صاحب نے جواب دیا بقیہؒ مجھے محبوب ہے لیکن جب ایسی قوم یعنی ایسے راویوں سے روایت کرے جو معروف نہیں، تو وہ روایت قبول مت کرو، محمد بن سعد فرماتے ہیں کہ جب ثقہ راویوں سے روایت کرے تو یہ ثقہ ہے احمد بن عبد اللہ العجلیؒ کہتے ہیں، کہ اگر معروف راویوں سے روایت کرے تو یہ ثقہ ہے، اگر مجہول راویوں سے روایت کرے تو کچھ بھی نہیں، امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں اس کی روایت بطور شاہد پیش کی ہے اور کتاب الادب المفرد میں اس سے روایت لی ہے امام مسلمؒ نے متابعات میں اس سے روایت لی ہے، باقی محدثین نے اس سے احتجاج کیا ہے، امام علی بن المدینیؒ فرماتے ہیں (صالح فيما روى عن اهل الشام) (تاریخ بغداد ۷/۱۲۶، تاریخ دمشق ۱۰/۳۴۵، تہذیب التہذیب ۱/۴۷۸)

جب اہل شام سے روایت کرے تو یہ صالح، (اس کی حدیث ٹھیک) ہے۔

اس روایت کی سند پر غور کرلیں اسمیں تمام شرائط پائی جاتی ہیں۔

نمبر (۱) بحیر بن سعیدؒ ثقات اور

نمبر (۲) اہل شام میں سے ہے

نمبر (۳) مسند احمدؒ اور طبرانی میں حدثنا سے روایت کرتے ہیں۔

راوی نمبر ۳: اسلم ابی عمرانؒ۔۔۔ ابو عمرانؒ سے مختلف الفاظ میں مختلف کتابوں میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے معوذتین کے بارے میں یہ روایت منقول ہے، لیکن کسی ایک میں بھی یہ الفاظ نہیں کہ آج رات مجھ پر معوذتین نازل ہوئیں، مثال کے طور پر امام ابن حبانؒ نے عمرو بن الحارث کے طریقے یہ روایت نقل کی ہے۔

اخبرنا بن سلم، قال: حدّثنا حرملة، قال: حدثنا ابن وهب، قال: اخبرني عمرو بن الحارث، وذكر ابن سلم آخر معه، عن يزيد بن ابي حبيب، عن اسلم بن عمران، انه سمع عقبة بن عامر، يقول: تبعت رسول الله رسول الله ﷺ وهو راكب، فجعلت يدي على قدمه، فقلت: يا رسول الله ﷺ، اقرئني اما من سورة هود، واما من سورة يوسف، فقال رسول الله ﷺ: "يا عقبة بن عامر، انك لن تقرأ سورة احبّ الى الله، ولا ابلغ عنده، من ان تقرأ: (قل اعوذ برب الفلق)، فان استطعت ان لا تفوتك في صلاة فافعل قال ابو حاتم رضي الله عنه: اسلم بن عمران، كنيته: ابو عمران، من اهل مصر۔

اسلم بن عمرانؒ اور اس نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی پیچھے گیا اور وہ سواری پر تھے تو میں نے آپ کے قدم مبارک پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا مجھے سورۃ ھود یا سورۃ یوسف میں سے کچھ پڑھائیں! آپ ﷺ نے فرمایا اے عقبہ قل اعوذ برب الفلق پڑھیں اس سے زیادہ کوئی اور سورت اللہ تعالی کے ہاں محبوب نہیں اگر ہو سکے تو ہر نماز میں اس کو پڑھ لیا کرو، امام ابو حاتمؒ کہتے ہیں اسلم بن عمرانؒ کی کنیت ابو عمران ہے اور وہ مصر کے رہنے والے تھے۔

صحیح ابن حبان ۵/۱۵۰، ۳/۷۵، اسلم بن عمرانؒ سے مختلف راوی مختلف کتابوں میں مختلف الفاظ سے یہ روایت نقل کرتے ہیں ان سب کا مضمون ایک ہی ہے ملاحظہ ہو۔ (مسند احمد ۲۸/۵۷۵، و۲۸/۶۳۴، سنن النسائی ۸/۲۵۴، السنن الکبری للنسائی ۱/۴۹۰، و ۷/۱۹۷، امالی المحاملی ۳۷۷، شعب الایمان للبیھقی ۴/۱۶۱، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص۶۳۹، فضائل القرآن ۱۷۲ للقاسم بن سلام، فضائل القرآن ص ۱۲۰ لابن الضریس، شرح السنۃ ۴/۷۹ للبغوی، المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/۳۱۱و۱۷/۳۱۲، سنن الدارمی ۱/۷۸۰، الضیاء المقدسی ۲/۸۱، ابن شیبۃ فی تاریخ المدینۃ ۳/۱۰۱۱، مسند الرویانی ۱/۱۹۴) تنبیہ اس روایت میں بھی صرف سورۃ الفلق کا ذکر ہے جس کے بار میں ہم پہلے اشارہ کر چکے ہیں۔۔۔

راوی نمبر ۴: کیسان ابو سعید المقبریؒ (المتوفی ۱۰۰ھ)

ابو سعید المقبریؒ سے روایت کرنے والوں میں: ۱) محمد بن اسحاقؒ ، ۲) محمد بن عجلانؒ ابو سعيد المقبری عن عقبه بن عامر رضی الله عنه (حدثنا عبدالله بن محمد النفليّ ، حدثنا محمد بن سلمة ، عن محمد بن اسحاق ، عن سعيد بن ابی سعيد المقبری، عن ابيه ، عن عقبة بن عامر، قال : بينا انا اسير مع رسول الله ﷺ بين الجُحفة ، والابواء، اذغشيتنا ريح وظلمة شديدَة ، فجعل رسول الله ﷺ يتعوّذ باعوذ برب الفلق واعوذ برب الناس ، ويقول : يا عقبة ، تعوّذ متعوّذ بهما ، فما تعوّذ بمثلهما" قال : وسمعته يوءمُّنا بهما فی الصلاة)(علامہ البانی نے اس کو صحیح کہا ہے۔ (صحیح وضعیف سنن ابی داود ص ۲) مزید ان کتابوں کا مطالعہ کریں: سنن ابی داؤد ۲/۷۳، (الاحکام الشریعۃ الکبری للاشبیلی ۳/۵۱، ۸/۳۸۰، بذل المجھود فی حل سنن ابی داؤد ۶/۱۷۶، مرقاۃ المفاتیح ۴/۱۴۸۵)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ الجحفہ اور ابواء کے درمیان جارہا تھا کے آندھی اور اندھیرے نے ہمیں ڈھانپ لیا تو آپ ﷺ نے قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس استعاذہ کے طور پر پڑھیں اور پھر فرمایا اے عقبہ ان دونوں سورتوں کے ذریعے اللہ تعالی کی پناہ طلب کیا کرو کیونکہ ان کے علاوہ بہتر پناہ نہیں مانگا جاسکتا، عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ جب امامت کرتے تو میں نے آپ کو یہی سورتیں پڑھتے سنا۔

اس حدیث سے پتہ چلتا ہے کے ان سورتوں کو قدرتی آفات سے بچنے کے لئے بھی پڑھا جاسکتا ہے، چاہے وہ بیماریاں زلزلے اور طوفان ہی کیوں نہ ہو۔

یہ روایت محمد بن اسحاق کے علاوہ محمد بن عجلانؒ نے بھی سعید بن ابو سعید المقبریؒ سے روایت کیا ہے، جس کو ہم متابعت کے تو طور ذکر کرتے ہیں (اخبرنا قُتیبۃُ، قال: حدثنا اللّیث، عن ابن عجلان، عن سعید المقبری عن عقبہ بن عامر قال کنت امشی مع رسول الله ﷺ فقال یا عقبہ قل، فقلت ماذااقول فسکت عنی فقال یا عقبہ قل فقلت ما ذااقول یا رسول الله ﷺ فسکت عنی فقلت الھم ارددعلیّ: ثم قال:"یاعقبہ قل" فقال :"قل اعوذبرب الفلق " فقرءاتُھا حتی اتیت علی آخرھا، ثم قال:"قل " قلت :ماذااقول یا رسول الله ﷺ ؟ قال قل اعوذبرب الناس فقراتھا حتی اتیت علی آخرھا ثم قال رسول الله ﷺ عندذلك "ما سال سائل بمثلھما، ولا استعاذمستعیذ بمثلھما"۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ فرماتے ہیں کی میں آپ ﷺ کے ساتھ جارہا تھا تو آپ نے فرمایا اے عقبہ کہو میں نے عرض کا یارسول اللہ ﷺ کیا کہوں؟ چنانچہ آپ ﷺ خاموش ہوگئے پھر فرمایا اے عقبہ کہو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ کیا کہوں چناچہ رسول اللہ ﷺ پھر خاموش ہوگئے۔ میں نے دعاء کی یا اللہ اس کو میری طرف متوجہ فرما، چناچہ آپ ﷺ نے پھر فرمایا اے عقبہ کہو میں نے عرض کیا کیا کہوں یارسول اللہ ﷺ؟ آپ ﷺ نے فرمایا(قل اعوذبرب الفلق) آخر تک اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اے عقبہ کہو میں نے عرض کیا کیا کہوں یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا قل اعوذ برب الناس آخر تک پھر فرمایا، اللہ تعالی سے کوئی سائل (مانگنے والا) ان کے ذریعے سے زیادہ اچھا نہیں مانگ سکتا اور نہ کوئی ان ان کے علاوہ زیادہ پناہ طلب کرسکتا ہے۔

(سنن نسائی ۸/۲۵۳، السنن الکبری للنسائی ۷/۱۹۵، ۵۷۲، فضائل القرآن للنسائی ۱۱۹، سنن الدارمی ۱/۸۰۷، بیھقی شعب الایمان ۴/۱۵۹، فضائل القرآن للمستغفری ۲/۳۸۷، یہ سب لیث بن سعد اور وہ محمد بن عجلان اور وہ سعید بن ابی سعید المقبری (متوفی ۱۲۳ھ) اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے جبکہ المصنف لابن ابی شیبہ ۶/۱۷۸، المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/۳۴۵) میں ابو خالد الاحمر اور وہ محمد بن عجلان اور وہ سعید بن ابی سعید المقبری اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، محمد بن عجلان سے دوراوی ہیں لیث بن سعد اور ابو خالد۔

ایک وضاحت:۔

محمد بن اسحاقؒ سعید بن ابی سعیدؒ وہ اپنے والد ابو سعید المقبریؒ اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے، جبکہ محمد بن عجلانؒ سعید بن ابی سعید المقبریؒ (ابو سعید کا بیٹا) عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتا ہے،

ہمارے رائے میں محمد بن اسحاق کی سند بہتر اور صحیح ہے کیونکہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سن ۵۸ھ میں فوت ہوئے ہیں ابو سعیدؒ کی وفات سن ۱۰۰ میں ہوئی ہے اور سعید بن ابی سعید کی وفات سن ۱۲۶ھ کے قریب ہوئی ہے اگر ابو سعید کی عمر ۶۵-۷۰ سال بھی ہے تو اس کی ملاقات ممکن ہے، تہذیب الکمال میں امام مزیؒ۔(تهذیب الکمال ۲۴/ ۲۴۲، اسی طرح الکاشف ۲/ ۱۵۰ کے اندر بھی لکھا ہے)

ان صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کا ذکر کرتے ہیں جن سے ابو سعید المقبریؒ نے روایت کی ہے ان میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا ذکر ہے بر خلاف سعید بن ابی سعیدؒ کے جس کے بارے میں کسی امام یا مؤرخ نے نہیں لکھا ہے کہ اس کی ملاقات عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے ہوئی ہو یا ان سے روایت کی ہو، تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ محمد بن اسحاقؒ کی سند محمد بن عجلانؒ کی سند سے زیادہ صحیح اور بہتر ہے (روى عن: اسامة بن زيد ، وعبدالله بن سلام ، عبدالله بن وديعة ، وعقبة بن عامر الجهني، وعلي بن ابي طالب ، وعمر بن الخطاب ، وهاشم بن عتبة بن ابي وقاص ، وابي رافع مولى النبيﷺ، وابي سعيد الخدريؓ، وابي شريح الكعبى ، وابي هريرة (توفى سنة مئة فى خلافة عمر بن عبدالعزيز)

بلکہ محمد بن عجلانؒ سعید بن ابی سعیدؒ کی روایت میں کچھ زیادہ ثبت اور پکے نہیں ہے اور ان سے روایت کرنے میں اختلاط کا شکار ہے، اس کے مقابلے میں ابی ذئبؒ زیادہ ثبت اور پکے ہیں امام ابن معین فرماتے ہیں (عن يحي بن معين: ابن ابي ذئب اثبت من ابن عجلان فى حديث سعيد بن ابي سعيد المقبرى ، اختلطت على ابن عجلان فارسلها ۔(تهذیب الکمال ۲۴/ ۲۴۱)

اس لئے محمد بن عجلانؒ اس شخص کا نام یاد نہیں رکھ سکے جس سے سعید بن ابی سعیدؒ نے یہ روایت لی ہے چنانچہ مسند الحمیدی میں محمد بن عجلان اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ یہ حدیث سعید بن ابی سعیدؒ نے کسی اور سے سنی ہے اور اس شخص کا نام ذکر نہیں کرتے۔

"قال الحميدى : ثنا سفيان ، قال: ثنا محمد بن عجلان ، عن سعيد بن ابي سعيد المقبرى ، عمن حدثه ، عن عقبة بن عامر ، قال : تهبطت مع النبيﷺ من ثنيّة ، فقال لى : "قل يا عقبة" فقلت: ما اقول يا رسول الله ﷺ؟ وتفرّقنا ، فقلت : اللهم رُدَّها علىّ من نبيّك ، ثم التقينا ، فقال لى : "قل ياعقبة" فقلت : ما اقول يا رسول الله ؟ ثم

تفرقنا ، فقلت : اللهم ردّها علی من نبیك ، ثم التقینا ، فقال لی : " قل یا عقبة " ، فقلت : ما اقول یا رسول الله ﷺ ؟ فقال : قل هو الله احد ، وقل اعوذ برب الفلق ، وقل اعوذ برب الناس ، ما تعوذ متعوذ ولا استعاذ مستعیذ بمثلهنّ قطّ۔ (مسند الحمیدی ۲/۱۰۱)

امام حمیدی فرماتے ہیں ہمیں یہ حدیث سفیانؒ نے وہ کہتا ہے ہمیں یہ حدیث محمد بن عجلانؒ وہ سعید بن ابی سعید المقبری اور وہ ایک شخص سے اور وہ شخص عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم وَ ﷺ کے ساتھ وادی ثنیہ سے نیچے اترا تو آپ ﷺ نے فرمایا عقبہ کہو میں نے عرض کیا، کیا کہوں یا رسول اللہ؟ پھر ہم جدا ہو گئے (ہمارے درمیان کوئی چیز حائل ہو گی چٹان وغیرہ) تو میں نے دعا مانگی جب ہم پھر ملے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عقبہ کہو! میں نے عرض کیا، کیا کہوں یا رسول اللہ؟ پھر ہم جدا ہو گئے پھر میں نے دعا مانگی یا اللہ اپنے نبی کو میری طرف لوٹا دیں اور پھر جب ہم دوبارہ ملے تو آپ ﷺ نے فرمایا عقبہ کہو میں نے ب عرض کیا یا رسول اللہ کیا کہوں آپ ﷺ نے فرمایا قل هو الله احد اور قل اعوذ برب الفلق او قل اعوذ برب الناس ان سورتوں کے علاوہ کوئی اس سے بہتر استعاذہ نہیں پڑھ سکتا۔

اس سند میں آپ ملاحظہ کر سکتے ہیں کہ محمد بن عجلانؒ کو وہ شخص یاد نہیں جس سے سعید بن ابی سعیدؒ روایت کرتے ہیں اور وہ شخص محمد بن اسحاق کے مطابق سعید کے والد ابو سعیدؒ ہیں

کیونکہ محمد بن عجلانؒ سعیدؒ کی روایت کو زیادہ اچھی طرح یاد رکھنے والوں میں نہیں ہے اس لئے اس روایت میں سورۃ الاخلاص کو بھی بڑھا دیا۔

راوی نمبر ۵: ابو عبدالله محمد بن عبدالله بن زیدؒ عن عقبه بن عامر رضی الله عنه :

(اخبرنا محمود بن خالد ، قال : حدثنا الولید ، قال : حدّثنا ابو عمرو وهو الاوزاعیُّ ، عن یحی وهو ابن ابی کثیر ، عن محمد بن ابراهیم بن الحارثِ ، قال : حدثنی ابو عبداللهِ ان ابن عابس الجهنی ، اخبره ان النبی ﷺ قال له : " یا اابن عابس الا ادلّك " او قال " الا اُخبِرُك بافضل ما یتعَوَّذ به المتعوّذون ؟ " قال بلی یا رسول الله ، قال : " قل اعوذ برب الفلق ، وقل اعوذ برب الناس ، هاتان السورتان)۔

امام نسائی فرماتے ہیں ہمیں محمود بن خالدؒ نے خبر دی ہے وہ کہتے ہیں ہمیں یہ حدیث ولیدؒ نے وہ کہتے ہیں ہمیں یہ حدیث ابو عمر اوزاعیؒ نے وہ یحی بن ابی کثیرؒ اور وہ محمد بن ابراھیم بن الحارث سے وہ کہتے ہیں یہ حدیث مجھے ابو عبداللہ ا نے بیان کی ہے کہ ابن عابس الجھنی (عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ) کو آپ ﷺ نے فرمایا اے ابن عابس میں تمہیں پناہ مانگنے کے لئے بہترین استعاذہ نہ بتاوں ابن عابس نے عرض کیا ضرور بتائیں یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے فرمایا یہ دونوں سورتیں "قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) السنن النسائی ۸/۲۵۱، السنن الکبری للنسائی ۷/۱۹۶ (قال الالبانی صحیح علامہ البانیؒ نے اس کو صحیح کہا ہے)، تاریخ ابن شبۃ ۳/۱۰۱۳، فوائد ابن الدحیم للدحیم ۴۳، فضائل القرآن للمستغفری ۲/۷۴۰ (یہ سب الولید بن مسلمؒ اور وہ امام اوزاعیؒ اور وہ یحی بن ابی کثیرؒ سے روایت کرتے ہیں) جبکہ (مکارم الاخلاق للخرائطی ۳۴۹ شعب الایمان للبیھقی ۴/۱۶۸ میں (ابو عامرؒ وہ علی بن مبارک اور وہ یحی بن ابی کثیرؒ سے روایت کرتے ہیں اور مسند ابن ابی شیبۃ اپنی ۲/۵۱، مسند احمد ۲۸/۵۰۳-۲۸۶۱۲، مسند عقبہ بن عامر لابن قطوبغا ۱۵۸، ال، الطبقات الکبری لابن سعد ۲/۱۶۴- ۲/۲۱۲، الآحاد والمثانی لابی عاصم ۵/۳، الدعاء للطبرانی ۱/۳۰۳، اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ لابن اثیر ۶/۳۳۶)

'(ابو عبداللہ اس کا پورا نام محمد بن عبداللہ بن زید بن عبد ربہؒ ہے اس کے بیٹے کا نام عبداللہ ہے اس لئے اسکو ابو عبداللہ کے نام سے جانا جاتا ہے امام مزیؒ نے اس کا ذکر دو دفعہ کیا ہے ایک دفعہ ابو عبداللہ کے نام سے کہ یہ مدینہ کے رہنے والے ہیں اور اس نے ابو ہریرۃ اور ابن عابس رضی اللہ عنہما سے معوذتین کی روایت لی ہے (تھذیب الکمال ۳۴/۳۴ ابو عبداللہ یعد فی اھل المدینۃ روی عن ابی ھریرۃ وعن ابن عابس الجھنی فی التعوذ بالمعوذتین) دوسری دفعہ امام مزیؒ نے تھذیب الکمال ۲۵/۴۸۲ میں اس کا ذکر محمد بن عبداللہ بن زید کے نام سے کی ہے، اور امام ابن حجرؒ نے تہذیب التہذیب ۱۲/۱۵۱ میں اس کو ثقہ کہا ہے امام العجلیؒ نے کتاب الثقات ۲/۲۴۲ میں لکھا ہے محمد بن عبداللہ بن زیدؒ یہ مدنی تابعی ثقہ ہے (محمد بن عبداللہ بن زید مدنی تابعی ثقہ) امام دار قطنیؒ نے اس کا ذکر ان تابعین میں کیا ہے جن کی روایت ثقات س صحیح بخاری مسلم میں ہے صحیح تصور کی جاتی ہے (اسماء التابعین ومن بعدھم ممن صحت روایتہ عن الثقات عند البخاری ومسلم ۲/۲۲۴)، امام ابن حبانؒ نے مشاھیر علماء الامصار ۱۱۸ میں لکھا ہے محمد بن عبداللہ بن زید عبد ربہ الانصاری اس کے والد نے خواب میں اذان دیکھا تھا یہ اہل مدینہ کے صالحین اور حدیث میں متقن لوگوں میں شمار ہوتے ہیں (محمد بن عبداللہ بن زید بن عبد ربہ الانصاری وابوہ الذی اری النداء فی المنام من صالحی اھل المدینۃ ومتقنیھم) امام عینیؒ نے (مگانی الاخیار فی شرح اسامی رجال معانی الآثار ۳/۵۳۵ میں اس کو مدنی ثقہ لکھا ہے (محمد بن عبداللہ بن زید بن عبداللہ الانصاری المدنی: ثقۃ۔ '

ہیں (الحسن بن موسیٰؒ وہ شیبان اور وہ یحی بن ابی کثیرؒ سے روایت کرتے ہیں)
ابن عابس یہی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہے کیونکہ:۔
نمبرا:۔ امام نسائیؒ نے السنن الکبری میں ابو عبد اللہ اور وہ عقبہ بن عامر سے روایت کرتے ہے جس کا سند یہی ہے جس میں ابن عابس کا ذکر ہے لیکن یہاں ابو عبد اللہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کا نام لے کر تصریح کرتا ہے۔

(اخبرنی صفوان بن عمرو ، قال : حدثنا احمد بن خالد ، قال : حدثنا شیبان ، عن یحی بن ابي کثیر ، انه سمع محمد بن ابراهیم ان ابا عبدالله ، اخبرهُ ان ابن عابس الجهنيّ ، اخبره قال رسول الله ﷺ " یا ابن عامر ، الا اخبرك بافضل ما تعوّذ به المتعوّذون ؟ قلت :بلی یا رسول الله ﷺ ، قال رسول الله ﷺ :"قل اعوذبرب الفلق ، وقل اعوذبرب الناس"(السنن الکبری ۷/۱۹۸ للنسائی)
امام نسائیؒ فرماتے ہیں مجھے خبر دی ہے صفوان بن عمروؒ نے وہ کہتا ہے ہمیں یہ حدیث احمد بن خالدؒ نے وہ کہتا ہے ہمیں یہ حدیث شیبانؒ نے اور وہ یحی بن ابی کثیرؒ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے محمد بن ابراهیم سے سنا وہ کہتا ہے کہ مجھے ابو عبد اللہ نے خبر دی ہے وہ کہتا ہے مجھے ابن عابس رضی اللہ عنہ نے خبر دی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے عامر کے بیٹے (عقبہ رضی اللہ عنہ کے والد کا نام عامر تھا) میں تمہیں ایک پناہ مانگنے کے لئے بہترین استعاذہ نہ بتاؤں میں نے عرض کیا ضرور بتایئے یارسول اللہ ﷺ آپ نے فرمایا: قل اعوذبرب الفلق اور قل اعوذ برب الناس "۔
اس روایت میں ابن عابس اور ابن عامر دونوں ایک ہی شخص کے لئے استعمال ہوئے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ابن عابس یہی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ جلیل القدر صحابی ہے۔
نمبر۲: اس کے علاوہ المعجم الکبیر میں امام الطبرانیؒ نے بھی تصریح کی ہے۔(المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/ ۳۴۲)
نمبر۳: امام احمدؒ کے فرزند ابو عبد الرحمن عبد اللہ بن احمدؒ کہتے ہیں (قال ابو عبدالرحمن هو عقبة بن عامر بن عابس ویقال ابن عبس الجهني) یہ عقبہ بن عامر بن عابس ہے، اور اس کو ابن عبس الجهنی بھی کہا جاتا ہے۔(مسند الامام احمد ۲۸/ ۵۳۰)
نمبر۴: امام ابن ابی حاتمؒ نے بھی ابن عابس کو عقبہ بن عامر لکھا ہے (قال ابی : یقال : ان ابن عابس هو عقبة بن عامر بن عابس) (علل الحدیث لابن حاتم ۴/ ۲۶۶)

راوی نمبر: ۵:۔ یزید بن رومانؒ (ت ۱۳۰ھ)

اس روایت کو امام نسائیؒ نے السنن الکبری ۱۹۸ امام بزارؒ نے کشف الاستار ۳/۸۵، اور مجمع الزوائد ۷/۱۴۹، میں، امام سیوطی نے در منثور ۸/۶۸۲، میں روایت کی ہے مگر یہ سب عبد اللہ بن سعید بن ابی ھند کے طریق سے نقل کرتے ہیں۔ لیکن ہم امام بزار کی روایت کو نقل کرتے ہیں کیونکہ اس میں تفصیل زیادہ ہے (اخبرنا محمد بن المثنی، قال: حدثنا محمد بن جعفر، عن عبدالله بن سعید قال: حدثنی یزید بن رومان، عن عقبة بنِ عامر الجهنی عن عبدالله بن الاسلمی قال: کنا مع رسول الله ﷺ فی عمرة حتی اذا کنا ببطن واقم، استقبلتنا ضبابة فاضلتنا الطّریق فلم نشعر حتی طلعنا علی ثنیّة، فلما رای رسول الله ﷺ ذلك عدل الی کثیب، فاناخ علیه، ثم قام وقام علیه من شاءالله، فما زال یصلی حتی طلع الفجر، فاخذَ رسول الله ﷺ براءس ناقتِه، ثم مشی وعبد الله الاسلمی الی جنبه، ما احد مع رسول الله ﷺ غیره، فوضع رسول الله ﷺ یدهُ علی صدره، ثم قال: قل" قلت: ما اقول؟ قال: قل هو الله احد" قل اعوذ برب الفلق من شرِّ ما خلق" حتی فرغتُ منها، ثم قال: قل قلت ما اقول قال: قل اعوذ برب الناس "قلت: قل اعوذ برب الناس" حتی فرغت منها، فقال رسول الله ﷺ: (هکذا فتعوّذَ مما تعوذ العبادُ بمثلهنَّ قطُّ"

ہمیں محمد بن مثنیؒ نے خبر دی ہے وہ کہتا ہے یہ حدیث ہمیں محمد بن جعفرؒ نے وہ عبد اللہ بن سعید ابن ابی ھندؒ سے وہ کہتا ہے یہ حدیث یزید بن رومانؒ اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اور وہ عبد اللہ بن اسلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے ساتھ عمرہ جا رہے تھے جب ہم وادی واقم پہنچے تو ہمیں دھند کا سامنا ہوا! اس وجہ سے ہم رستے سے بھٹک گئے ہمیں پتہ بھی نہیں چلا کے ہم رستے سے بھٹک گئے ہیں یہاں تک کہ ہم وادی ثنیہ پہنچے جب آپ ﷺ نے دیکھا (دھند کی وجہ سے راستہ نظر نہ آنا)

اعبد اللہ بن سعید بن ابی ھند روایت میں وہم کی وجہ سے غلطیاں کیا کرتے تھے امام ابن حبان فرماتے ہیں عبد اللہ بن سعید بن ابی ھند بنی سہم کے غلام تھے اس کی کنیت ابو بکر سنہ ۱۴۷ھ میں فوت ہوئے وہم پر وہم کے شکار تھے (مشاهیر علماء الامصار/۲۱۹) امام یحی بن معینؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے اسکو ثقہ کہا ہے لیکن امام احمد بن حنبل کے فرزند ابو عبد الرحمنؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (احمد بن حنبل) سے عبد اللہ بن سعیدؒ کے متعلق پوچھا تو فرمایا یہ ضعیف الحدیث ہے (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۵/۷۱) ہو سکتا ہے عبد اللہ بن سعید کی وہم کی وجہ سے اس نے ایک راوی عبد اللہ الاسلمی کو اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہو کیونکہ معوذ تین کی حدیث حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب او مشہور ہے کہ یہ حدیث عقبہ بن عاامر رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے نہ کہ عبد اللہ الاسلمی نے اس لئے اس حدیث کو ہم شاذ کہیں گے۔

تو آپ نے ایک ریت کے ٹیلے پر قیام فرمایا پھر آپ ﷺ نے فجر تک نماز پڑھی اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی اونٹنی کا سر پکڑا اور چل پڑے اور عبد اللہ اسلمی رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ چل رہے تھے اس کے سوا آپ ﷺ کے ساتھ کوئی نہیں تھا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک اس کے سینے پر رکھا اور پھر فرمایا کہو! عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا (قل هو الله احد)، (قل اعوذ برب الفلق) پوری سورت، اس کے بعد پھر فرمایا کہو! عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتا ہے میں نے عرض کیا کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا (قل اعوذ برب الناس) آخر تک، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اس طرح پناہ مانگو اس سے اچھی پناہ کوئی بھی بندہ نہیں مانگ سکتا۔

نسائیؒ اس حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ غلطی ہے۔(عبد اللہ الاسلمی سے یہ روایت غلطی پر مبنی ہے۔(السنن الکبری ۷/۱۹۸)

اس کے فوراً بعد امام نسائی حدیث معاذ بن عبد اللہ بن خبیب الجہنیؒ اور وہ اپنے والد اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت والی حدیث بیان کرتے ہیں، گویا امام نسائیؒ نے ایک سند جس مُن عبد اللہ الاسلمی ہے اس سند کو غلط قرار دیکر ایک اور سند ذکر کر کے تصحیح فرمادی، اس طرح امام ابن حجرؒ نے بھی تہذیب التہذیب میں امام نسائی کا قول ذکر کر کے اشارہ فرمایا ہے۔(تہذیب التہذیب ۶/۸۹)

نمبر ۷: عبد العزیز بن مروانؒ: (ت ۸۵ھ)

امام طبرانیؒ المعجم الکبیر میں روایت کرتے ہیں (حدثنا العباس بن احمد الحنفی الاصبهانی ، ثنا احمد بن ثابت الجحدری، ثنا عمير بن عبدالحميد الحنفي ، حدثني عبدالحميد بن جعفر عن صالح بن ابي عريب ، عن كثير بن مرّة ، عن عبدالعزيز بن مروان ، انه سمع عقبة بن عامر ، يقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : انك لن تقراءُ سورة احب اليَّ ولا ابلغ من قل اعوذ برب الفلق ، فان استطعت ان لا تدعها في صلاة فافعل) (المعجم الکبیر ۱۷/ ۳۴۵، المعجم الاوسط ۲/ ۸۰- ۶/ ۱۴۸، تفسیر الکشف والبیان ۱۰/ ۳۳۷)

کہ ہمیں یہ حدیث عباس بن احمد الحنفیؒ وہ کہتا ہے ہمیں یہ حدیث احمد بن ثابت الجحدریؒ نے وہ کہتا ہیں مجھے یہ حدیث عبد الحمید بن جعفرؒ نے اس نے صالح بن ابی عریب سے اس نے کثیر بن مرہؒ سے اور اس نے عبد العزیز بن مروانؒ سے وہ کہتا ہے میں نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو کہتے ہوئے سنا کہ میں نے آپ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: مجھے محبوب ترین اور بلیغ ترین سورت (قل اعوذ برب الفلق) ہے اس سے بہتر آپ کسی اور سورت کو نہیں پڑھ سکتے اگر ہو سکے تو ہر نماز میں پڑھ لیا کرو۔

اس حدیث پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث کا ایک حصہ ہے جیسے آپ پڑھ کے ائے ہیں کیونکہ اس میں وہ الفاظ نہیں ہیں کہ اسکو استعاذہ کے طور پر پڑھ لیا کرو وغیرہ وغیرہ، ہو سکتا ہے کسی راوی کی غلطی ہو، لیکن ہمارے مدعا کے عین مطابق ہے ایک یہ کہ اس میں لفظ اللیلۃ نہیں، دوسری بات یہ کے سورت پہلے سے نازل شدہ تھی صرف آپ ﷺ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو تعلیم کے طور پر سکھائی، اس روایت کی سند میں صالح بن ابی عریب ایک راوی ہے جس کو امام بخاری اور امام ابن ابی حاتم نے اپنی اپنی کتابوں میں ذکر کیا ہے مثلا (التاریخ الکبیر للامام البخاری ۴/۲۸۷، الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۴/۴۱۰ھ)

لیکن اس کی توثیق یا تجریح نہیں کی ہے جس کا معنی یوں سمجھا جائے کہ یہ ایک مجہول راوی ہے لیکن حقیقت اس کے برعکس ہے یہ مجہول نہیں کیونکہ :-

نمبر ۱: اس سے روایت کرنے والے حیوہ بن شریح، لیث بن سعد، عبد اللہ بن لھیعہ، الحسن بن ثوبان، وعبد الحمید بن جعفر الانصاری جیسے راویوں نے روایت کی ہے۔

نمبر ۲: امام ابن خزیمہ نے صحیح ابن خزیمہ (۲/۱۱۸۱)، امام ابن حبان نے صحیح ابن حبان (۱۵/۱۷۸) ،اور امام حاکم نیشاپوری نے المستدرک (۱/۵۰۵) ، امام ابو نعیم نے حیلۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء (۱/۲۱۹) امام البیہقی نے شعب الایمان ۱/۱۹۸، ۱۱/۴۳۸) امام ابو داوٗد نے سنن ابو داوٗد ۳/۵۳، و۳/۳۴) امام ابن ماجہ نے سنن ابن ماجہ (۱/۵۸۳) وغیرھم نے اپنی اپنی کتابوں میں اس سے روایت لی ہے۔

نمبر ۳: امام ذہبی ابو الحسن بن القطان کا یہ قول نقل کر کے کہ اس کی حالت معلوم نہیں (مجھول الحال ہے اور نہ ان سے کسی نے روایت لی ہے ماسوائے عبد الحمید بن جعفر کے، اس کے رد میں امام ذہبی فرماتے ہیں کیوں نہیں اس سے روایت کرنے والے حیوۃ بن شریح ، اللیث اور ابن لھیعہ ، وغیرھم اور اس کی بہت سی احادیث ہیں امام ابن حبان نے اس کو ثقہ کہا ہے (اگرچہ متساہل ہے) قال ابوالحسن بن القطان لا یعرف حالہ ، ولا یعرف روی عنہ غیر عبد الحمید بن جعفر ، قلت : بلی روی عنہ حیوۃ بن شریح ، واللیث ، وابن لھیعۃ ، وغیرھم لہ احادیث ، وثقہ ابن حبان "۔ (میزان الاعتدال ۲/۲۹۸)

نمبر ۴: بعض اہل علم کے صالح بن ابی عریب کے لئے تعریفی کلمات جیسے امام ابن مندہ لکھتے ہیں (صالح بن ابی عریب مصری مشھور) (کتاب التوحید لابن مندہ ص ۲۹۰)

کہ صالح ابن ابی عریب مشہو مصری کہاہے، امام مغلطائی اپنی کتاب اکمال فی تہذیب الکمال ۶/۳۴۰ میں لکھتے ہیں صالح بن ابی عریب بن حرمل بن کلیب حضرمی شامی اور بعضوں نے مصری کہاہے، امام ابن

خزیمہؒ نے اسکی حدیث صحیح ابن خزیمہ میں ذکر کی ہے اور اسی طرح امام ابو حاتمؒ امام ابن حبانؒ اور امام حاکم نیشاپوریؒ نے بھی اس سے روایت لی ہے اور جب ابن خلفونؒ نے اپنی کتاب الثقات میں اس کا ذکر کیا تو اس کے ساتھ لکھا ہے امام ابن وضاحؒ کہتے ہیں میں نے ابو جعفر کو کہتے ہوئے سنا صالح بن ابی عریبؒ شامی شیخ ہے۔ (اکمال تھذیب الکمال ۶/ ۳۴۰)

نمبر ۵: حافظ ابن حجرؒ ایک حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں اسنادہ قوی اس روایت کی سند قوی ہے اور یہ سند صالح بن ابی عریبؒ کے طریقے سے مروی ہے۔ (فتح الباری ۱/ ۵۱۵)

نمبر ۶: علامہ ذہبیؒ میزان الاعتدال (۳/ ۴۲۶) میں لکھتے ہیں جمہور محدثین کا یہ مذہب کہ جو کوئی بھی مشائخ میں سے ہو اور ان سے ایک جماعت نے روایت لی ہو اور ان سے کوئی منکر روایت نہ ہو تو اسکی حدیث صحیح ہو گی (والجمهور على ان من كان من المشايخ قد روى عنه جماعة ولم ياتی بما ينكر عليه ان حديثه صحيح)

الخلاصہ: ان سارے نقاط کا خلاصہ یہ ہے کہ صالح بن ابی عریب مجہول نہیں بلکہ مشہور شیخ ہے ا ن سے ایک جماعت نے روایت کی ہے اور اس سے کوئی منکر روایت منقول نہیں، تو اس لئے سند ا یہ روایت صحیح ہے۔

راوی نمبر ۸: ابو الخیر مرثد بن عبد اللہ الیزنی المصری کی روایت: (ت ۸۳ھ)

اس روایت کو امام الطبرانی نے المعجم الکبیر میں نقل کیا ہے، امام طبرانیؒ فرماتے ہیں حدثنا محمد بن محمد التمار البصری، ثنا ابو الوليد الطيالسی، ثنا ليث بن سعد، عن يزيد بن ابی حبيب، عن ابی الخير، عن عقبة بن عامر قال: سمعت رسول الله ﷺ وهو راكب على بغلة البيضاء فوضعت يدی على قدمه فقلت يا رسول الله ﷺ اَقرانِي قال: انك لن تقراءُ بشيء ابلغ عند الله من قل اعوذ برب الفلق" (المعجم الكبير ۱۷/ ۲۶۸)

وهذا حديث اسناد صحيح رجاله ثقات الا ما كان من شيخ الطبرانی محمد التمار البصری قال عنه ابن حبان فی ثقاته من اهل البصرة يروی عن ابی الوليد والبصريين ربما اخطاءُ۔ (الثقات لابن حبان ۹/ ۱۵۳)

اس حدیث کو ہمیں محمد بن محمد التمار بصریؒ نے وہ کہتا ہے ہمیں یہ حدیث ابو الولید الطیالسیؒ نے وہ کہتا ہے ہمیں یہ حدیث لیس بن سعدؒ نے اس نے یزید بن ابی حبیبؒ اس نے ابو الخیرؒ وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو اس وقت فرماتے ہوئے سنا جب وہ اپنے سفید خچر پر سوار تھے تو میں نے اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے قدم پر رکھا اور عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ مجھے کچھ پڑھا دیجئے تو آپ ﷺ نے فرمایا: سب سے محبوب اور بلیغ ین سورۃ قل اعوذ برب الفلق ہے اس سے آپ بہتر کوئی چیز نہیں پڑھ سکتے اس کے بعد امام طبرانیؒ فرماتے ہیں اس حدیث کی سند صحیح ہے ما

سوائے محمد التمار البصری جس کے بارے میں امام ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں لکھا ہے: یہ بصری ہے ابو الولید اور بصریوں سے روایت کرتا ہے لیکن کبھی کبھی غلطی کر جاتا ہے اس روایت میں بھی صرف سورۃ الفلق کا ذکر ہے ہو سکتا ہے محمد التمار البصریؒ کی غلطی ہو۔

راوی نمبر ۹: ابو امامہ الباہلیؒ کی روایت

امام احمدؒ نے مسند احمد میں امام ابن قطلوبغاؒ نے مسند عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ میں اور اسی طریقہ سے امام عساکرؒ نے تاریخ دمشق میں نقل کیا ہے اور المعجم الکبیر میں امام طبرانیؒ نے اس روایت کو نقل کیا ہے (یہ لفظ معجم الطبرانی کی ہے): (حدثنا یحی بن عثمان بن صالح، ثنا ابو صالح الحرّانی، ثنا موسی بن اعین، ح، وحدثنا احمد بن عبدالرحمن بن عقال الحرانی، ثنا ابو جعفر النفیلی، ثنا محمد بن سلمة، کلاهما عن ابی عبدالرحیم خالد بن ابی یزید، عن ابی عبدالملك الشامی، اراه عن القاسم، عن ابی امامة، عن عقبة بن عامر قال: قال لی رسول الله ﷺ "الا اخبرك خیر ثلاث سور أنزلت فی التورات والانجیل والزبور والفرقان؟" قلت: علّمنی یا رسول الله ﷺ مما علمك الله، فقراء قل هو الله احد، وقل اعوذبرب الفلق، وقل اعوذبرب الناس "ان استطعت ان لا تبیت لیلة حتی تقراءهن، ولا یمرّ بك یوم حتی تقراهنّ" (مسند احمد ۲۸/ ۵۶۹، مسند عقبہ بن عامر ص ۱۵۵، تاریخ دمشق ۴۰؟۴۹۶، المعجم الکبیر ۱۷/ ۲۷۱)

خلاصہ اس روایت کا یہ ہے: کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے مجھے فرمایا کیا میں آپ کو تین سورتیں نہ بتلاؤں جو تورات انجیل اور فرقان یعنی قرآن کریم کی بہترین سورتیں ہیں میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ، جو اللہ تعالی نے آپ کو سکھایا ہے وہ مجھے بھی سکھا دیجئے تو آپ ﷺ نے قل ھو اللہ احد، قل اعوذ برب الفلق، اور قل اعوذ برب الناس کی تلاوت فرمائی پھر آپ ﷺ نے فرمایا اگر ہو سکے تو ہر رات اور ہر دن ان تین سورتوں کی تلاوت کیا کرو۔

چونکہ یہ روایت علی بن یزید بن ابی ھلال الالھانی، جو باتفاق ائمہ جرح وتعدیل ضعیف راوی ہے، کی وجہ سے ضعیف ہے، لیکن چونکہ مضمون اور روایتوں سے ملتا جلتا ہے، اس وجہ سے اسکا یہاں ذکر کیا گیا، دیگر راویوں کی طرح ابو امامہ الباہلیؒ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے وہی مضمون نقل کرتا ہے جو اور راوی نقل کرتے ہیں یعنی یہ نہیں کہتا کہ آج رات کچھ سورتیں مجھ پر نازل ہوئی ہیں بلکہ معوذتین کی فضیلت نقل کرتا ہے۔

راوی نمبر ۱۰: فروۃ بن مجاهد اللخمی کی روایت: یہ حدیث مختلف الفاظ سے حدیث کی مختلف کتابوں مثلا (مکارم الاخلاق لابن ابی الدنیا ۲۳، تاریخ دمشق لابن عساکر ۹/ ۱۰۱، فضائل القرآن

للستغفری ۲/ ۴۳۶/ ۷، مسند احمد ۲۸/ ۶۵۴) میں عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہا سے مروی ہے، ہم نے یہ روایت امام عمر بن شبہ (زید) بن عبیدة بن ریطة النمیری البصری، ابوزید (المتوفی ۲۶۲ ھ) کی کتاب تاریخ المدینہ (تاریخ المدینة لابن شبة ۳/۱۰۱۲) سے نقل کیا ہے (کیونکہ وہاں یہ نسبتاً مختصر ذکر ہے) حدثنا الحسن بن عرفة، قال حدثنا اسماعیل بن عیاش 1، عن اسید بن عبدالرحمن الخثعمی، عن فروة2 بن مجاهد الخثعمی عن عقبة بن عامر رضی الله عنه قال: لقیت رسول الله ﷺ فقال: الا اعلمك سورا ما انزل فی التوراة، ولا فی الانجیل ولا فی الزبور مثلهن؟ قل اعوذ برب الناس وقل اعوذ برب الفلق وقل هو الله احد"

س کا خلاصہ یہ ہے: امام ابن شیبہ فرماتے ہیں ہمیں یہ حدیث الحسن بن عرفہ نے وہ کہتا ہے ہمیں اسماعیل بن عیاش نے وہ اسید بن عبدالرحمن سے وہ فروہ بن مجاہد سے اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ ملے تو فرمایا کیا میں آپ کو ایسی سورتیں نہ بتاؤں جن کی جیسی نہ تورات میں نہ انجیل میں اور نہ زبور میں نازل ہوئی ہیں؟ پھر فرمایا: قل اعوذ برب الناس، قل اعوذ برب الفق، قل هو الله احد"

---

1 اسماعیل بن عیاش (۱۰۲ھ-۱۸۱ھ) کو ائمہ جرح وتعدیل نے شامی راویوں سے روایت کرنے میں ثقہ کہا ہے امام یعقوب فرماتے ہیں اسماعیل ثقہ عدل اور اہل شام کے حدیث میں سب سے زیادہ علم رکھنے والا ہے اور جو محدثین اس میں کلام کرتے ہیں وہ اہل حجاز کے ثقہ راویوں سے اس کی غریب روایتیں ہیں، امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں، شامیوں سے حدیث میں روایت کرنے میں اسماعیل بن عیاش سے بہتر کوئی اور راوی نہیں امام حمد بن حنبل فرماتے ہیں شامیوں سے روایت کرنے میں ثقہ ہے لیکن شامیوں کے علاوہ اس کی حدیث میں کچھ گڑبڑ ہے، امام ابن عدی فرماتے ہیں حجازیوں سے روایت کرنے میں غلطی کرتا ہے کبھی مرسل روایت کو موصول اور موقوف کو مرفوع بنا دیتا ہے۔(قال یعقوب: تکلم قوم فی اسماعیل، واسماعیل ثقة عدل، اعلم الناس بحدیث اهل الشام، اکثر ما یتکلمون فیه قالوا: یغرب عن ثقات الحجازیین، روی الفضل بن زید، عن احمد: لیس احدا اروی لحدیث الشامیین من ابن عیاش، والولید، وروی محمد بن عثمان، والغلانیُ، وغیرهما، عن ابن معین قال: اسماعیل بن عیاش ثقة فیما روی عن الشامیین واما من غیرهم قفیه شئ وقالا ابن عدی یغلط فی حدیث الحجازیین اما حدیثا براسه او مرسلا یوصله اوموقوفا یرفعه ویحتج به الشامیین (تاریخ الاسلام ۱۲/ ۷۲) یہ روایت بھی موسیٰ بن عبدالرحمن الرملی الفلسطینی الشامی (المتوفی ۱۴۴ھ) سے ہے اور یہ شامی ثقہ ہے (الثقات لابن حبان ۶/ ۷۲، تھذیب الکمال ۳/ ۲۴۲)۔

2 فروہ بن مجاہد کا حال: امام مزی لکھتے ہیں امام الحسن بن سمیع نے اس کو چوتھے نمبر کی راویوں میں شمار کیا ہے امام بخاری فرماتے ہیں فروۃ بن مجاہد شام کے کفر غما غما کے رہنے والے تھے اور وہاں کے لوگ اس کی مستجاب دعاء میں شک نہیں کرتے تھے اور، امام ابن حبان نے اپنی کتاب الثقات میں اس کا ذکر کیا (تھذیب الکمال ۲۳/ ۱۷۳) اسی طرح امام بخاری نے تاریخ الکبیر اور ابن ابی حاتم نے الجرح والتعدیل میں کا ذکر کیا ہے (التاریخ الکبیر ۷/ ۱۲۷، الجرح والتعدیل ۷/ ۸۳) اسی طرح امام اس لئے یہ حدیث اگر صحیح نہیں تو حسن درجے تک تو پہنچتا ہی ہے۔

نمبر ۱۱: علی بن رباحؒ (۱۵-۱۰۴ھ) کی روایت

علی بن رباحؒ کی عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت مختلف کتابوں (۱) میں ذکر ہے لیکن ہم نے امام ابوداؤد کی کتاب سنن ابوداؤد ۲/۸۶، سے نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں (حدثنا محمد بن سلمة المرادیؒ، حدثنا ابن وهب، عن اللّیث بن سعد، ان حُنین بن ابی حکیم حدّثه، عن علی بن رباح اللّخمی، عن عقبة بن عامر، قال: "امرنی رسول الله ﷺ ان اقراء بالمعوذات دُبر کل صلاة)۔

ابوداؤدؒ فرماتے ہیں ہمیں یہ حدیث محمد بن سلامہ المرادیؒ نے وہ کہتا ہے کہ ہمیں یہ حدیث ابن وھبؒ نے اور وہ لیث بن سعدؒ سے کہ اس کو یہ حدیث حنین ابن ابی حکیمؒ نے بیان کیا ہے اور وہ علی بن رباحؒ اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کے میں معوذات کو ہر نماز کے بعد پڑھا کروں۔

وضاحت: نمبر ۱)

اس روایت کے بارے میں آپ نے پہلے ہی ملاحظہ کر لیا ہو گا کہ علامہ البانیؒ اس کے بارے میں فرماتے ہیں کہ یہ روایت صحیح ہے۔ (صحیح ابی داود للالبانی ۵/۲۵۴)

لیکن حنین بن ابی حکیمؒ اگر چہ صدوق ہے جیسا کہ امام ذہبیؒ نے اس کی تصریح کی ہے امام بخاریؒ نے تاریخ کبیر اور ابن ابی حاتمؒ نے الجرح والتعدیل میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن کتاب المغنی فی الضعفاء میں امام ذھبیؒ لکھتے ہیں (حنین بن ابی حکیم شیخ لابن لهيعة ليس بحجّة ولا يكاد يعرف وثقة ابن حبان) ۲ کہ یہ ابن لھیعہؒ کا استاد (شیخ) ہے، اور حدیث میں حجت نہیں اور نہ اس کا کوئی اتہ پتہ ہے امام ابن حبانؒ نے اس کی توثیق کی ہے (المغنی فی الضعفاء ۱/۱۹۸، الکامل فی الضعفاء ۳/۴۰۱، ان کتابوں کا بھی مطالعہ کریں: الثقات لابن حبان ٦/۲۴۳، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱/۴۵۱)، التاریخ الکبیر

---

۱ سنن ابی داؤد ۲/۸٦، صحیح وضعیف سنن ابی داؤد للالبانی ص ۲، سنن النسائی الصغری ۳/٦۸، سنن النسائی الکبری ۲/ ۹۴، مسند احمد ۲۸/ ٦۳۴، ۲۹/ ۳۳۰، الاحکام الکبری للاشبیلی ۲/ ۲۹۳، صحیح ابن خزیمۃ ۱/ ۳۹۳، ۱/ ۳۷۲ قال الاعظمی: اسنادہ اسنادہ صحیح، صحیح ابن حبان ۵/ ۳۴۵، المستدرک للحاکم ۱/ ۳۸۳، الدعوات الکبیر للبیہقی ۱/ ۱۹۳، کتاب الدعاء للطبرانی ص ۲۱۵، المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/ ۲۹۴، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ص ۱۰۸، شعب الایمان للبیہقی ۴/ ۱٦۰ الجامع الصحیح للسنن والمسانید ۲۵/ ۴٦۹، تہذیب الکمال ۳۲/ ۱٦۰

للامام البخاری ۳/ ۱۰۵، الجرح والتعدیل لابن عدی ۳/ ۳۸۶، الکاشف ۱/ ۳۵۹)۔ اور امام بیہقیؒ نے السنن الکبری میں لکھا ہے یہ حجت نہیں، امام ابن عدیؒ الکامل فی الضعفاء میں لکھتے ہیں (قال ابن عدی ولحنین بن حکیم غیر ما ذکرت من الحدیث قلیل ، ولا اعلم یروی عنه ، غیر ابن لهیعة ، ولا ادری البلاء منه او من بن لهیعة الا ان احادیث بن لهیعة عن حنین غیر محفوظة) کہ حنین بن ابی حکیمؒ کے احادیث بہت کم ہیں اور اس سے روایت کرنے والا صرف ابن لہیعہؒ ہے اور ابن لہیعہؒ کی احادیث حکیمؒ سے محفوظ نہیں۔ یعنی جو رویات ابن لہیعۃ حکیم سے بیان کرتا ہے ان میں گڑبڑ کا احتمال بہت زیادہ ہے۔

لیکن ہم یہ وضاحت کرکے چلیں کہ یہاں اس سے روایت کرنے والا ابن لہیعہ نہیں بلکہ لیث بن سعدؒ ہے اس لئے یہ اشکال بھی رفع ہو جاتا ہے۔

دوسری بات یہ کہ علی بن رباح سے یہ روایت نقل کرنے میں حنین بن ابی حکیم سے متفرد نہیں، بلکہ اسکے دو متابع راوی اور بھی ہیں۔

(۱) یزید بن محمد القشریؒ اور

۲) یزید بن ابی حبیبؒ

دونوں کی روایات مندرجہ ذیل تفصیل کے مطابق کتابوں میں ملاحظہ کرسکتے ہیں۔ ا

پہلا متابع ۱: متابعۃ یزید بن محمد القرشی (مسند احمد ۲۸/ ۶۳۳، مسند عقبۃ بن عامر ۷۹، سنن النسائی الکبری ۹/ ۶۰، الطبرانی فی الدعاء ۱/ ۲۱۵ المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/ ۲۹۴، شعب الایمان للبیھقی ۴/ ۱۶۰، عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی ۱۰۸ (حدثنا ابو عبدالرحمن سعید یعنی ابن ابی ایوب ، حدثنی یزید بن عبدالعزیز الرُّعینی ، او ابو مرحوم عن یزید بن محمد القرشی ، عن علی بن رباح عن عقبة بن عمار ، انه قال : "امرنی رسول الله ﷺ ان اقرأ بالمعوذات فی دُبر کل صلاة"

مسند احمد میں ہے امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہمیں ابو عبد الرحمنؒ وہ کہتا ہے یہ حدیث ہمیں سعید بن ابی ایوبؒ وہ کہتا ہے کہ یہ حدیث مجھے یزید بن عبد العزیز الرعینیؒ اور ابو مرحومؒ نے اور وہ یزید بن محمد القرشیؒ سے اور وہ علی بن رباح اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے حکم فرمایا کہ معوذات ہر نماز کے بعد پڑھ لیا کروں۔

اس روایت کی سند پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ جس نے بھی یہ حدیث یزید بن عبد العزیزؒ سے روایت کی ہے وہاں اس روایت کو ابو مرحوم کے ساتھ مقرون کیا ہے کیونکہ یزید بن عبد العزیز قوی راوی نہیں ہے، امام ذہبیؒ لکھتے ہیں یزید بن عبد العزیزؒ معروف شخصیت نہیں اس کی خبر منکر ہے ابن لھیعہؒ سے روایت کرتے ہیں امام نسائیؒ کی کتاب الیوم واللیلہ میں ہے سعید بن ابی ایوبؒ اور عبد الرحیم بن میمونؒ دونوں یزید بن محمد سے اور وہ علی بن رباحؒ اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ہر نماز کے بعد معوذات پڑھنے کا حکم فرمایا اس کے بعد امام ذہبیؒ فرماتے ہیں یہ حدیث حسن غریب ہے (میزان الاعتدال ۴/۴۳۳) لیکن ابو مرحومؒ عبد الرحیم بن میمون (المتوفی ۱۴۳ھ) کے بارے میں امام نسائیؒ فرماتے ہیں لا باس بہ، امام ابن حبانؒ فرماتے ہیں ابو مرحوم مصر کی جلیل القدر لوگوں میں سے تھے لیکن احادیث میں وہم کے شکار تھے (مشاہیر علماء الامصار ص ۳۰۰)، امام مغلطائیؒ فرماتے ہیں یہ زاہد فاضل دعاء کی اجابت میں معروف تھے میرے نزدیک چھوتے طبقہ کی محدثین میں شمار ہوتے ہیں اور آخر میں لکھتے ہیں لا باس بہ۔

(اکمال تھذیب الکمال ۸/۲۶۳)

دوسرا متابع ۲: متابعۃ یزید بن ابی حبیب (المتوفی ۱۲۸ھ) حدثنا قتيبة، حدثنا ابن لهيعة، عن يزيد بن ابي حبيب، عن علي بن رباح، عن عقبة بن عامر قال: امرني رسول الله ﷺ ان اقراء بالمعوذتين في دبر كل صلاة)

امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہمیں قتیبہ نے وہ کہتے ہیں ہمیں یہ حدیث ابن لھیعہؒ نے اور وہ یزید بن ابی حبیبؒ اور وہ علی بن رباحؒ اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے یہ حکم دیا کہ میں معوذتین کو ہر نمازے بعد پڑھ لیا کروں، علامہ البانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے (صحیح وضعیف سنن الترمذی ۶/۴۰۳) اس حدیث کی سند میں ابن لھیعہؒ ہے جو جمہور محدثین

کے نزدیک ایک ضعیف راوی ہے لیکن یہ روایت قتیبہ بن سعیدؒ ابن لھیعہ سے روایت کرتے ہیں جس کا ذکر امام ذہبیؒ نے اس طرح کیا ہے (قتيبة يقول : كنا لا نكتب حديث ابن لهيعة الا من كتب ابن اخيه ، او كتب ابن وهب ، الا ما كان من حديث الاعرج جعفر الفريابي: سمعت بعض اصحابنا يذكر : انه سمع قتيبة يقول: قال لى احمد بن حنبل : احاديث عن ابن لهيعة صحاح۔

فقلت لانا كنا نكتب من كتاب ابن وهب ، ثم نسمعُه من ابن لهيعة "

(سیر اعلام النبلاء ۸/۱۶، تھذیب الکمال ۱۵/۴۹۴)

قتیبہ بن سید فرماتے ہیں کہ ہم ابن لھیعہ کی حدیث کو اس کے بھتیجے یا ابن وہبؒ کی کتابوں سے لکھتے تھے ما سوائے اعرجؒ کی حدیث کے (وہ ہم نہیں لکھتے) امام قتیبہ بن سعیدؒ فرماتے ہیں امام احمد بن حنبل نے مجھ سے پوچھا کہ کیا وہ روایات جو آپ ابن لھیعہؒ سے روایت کرتے ہیں صحیح ہیں؟ میں نے عرض کیا، ہم اسکے حدیث کو عبد اللہ بن وھب کی کتاب سے لکھتے تھے، اور پھر ابن لھیعہ سنتے تھے (جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم توثیق کے لئے وہ احادیث ابن لہیعہ سے سنتے تھے تا کہ صحیح اور غلط کا پتہ چل سکے) تو اس لئے یہ روایت بھی قتیبہ بن سعیدؒ سے ہے جس سے توقع کی جاسکتی ہے کہ یہ حدیث بھی صحیح ہو جس کی طرف علامہ الالبانیؒ نے بھی اشارہ کیا ہے۔

وضاحت نمبر ۲: اس حدیث کے الفاظ ہے کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ہر نماز کے بعد معوذات پڑھنے کا حکم فرمایا یہاں معوذات جمع کا صیغہ ہے حافظ ابن حجرؒ نے اس کی کئی جوابات لکھے ہیں، چنانچہ وہ فتح الباری میں لکھتے ہیں(والمراد بالمعوذات سورة قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس وجمع اما باعتبار ان اقل الجمع اثنان اوباعتبار ان المراد الكلمات التى يقع التعوذ بها من السورتين ويحتمل ان المراد بالمعوذات هاتان السورتان مع سورة الاخلاص واطلق ذلك تغليبا وهذا هو المعتد فاعتمد القول الثانى وهو ادراج الاخلاص مع المعوذتين) معوذات سے مراد قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس ہے لیکن یہاں جمع کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے کیونکہ جمع کے لئے سب سے کم دو ہونا ضروری ہے یا یہاں اس سے مراد وہ کلمات ہے جو ان سورتوں میں ہے جس سے استعاذہ کیا جاتا ہے اور ہو سکتا ہے معوذات

سے یہی دو سورتیں اور سورۃ الاخلاص مراد ہو، اس لئے دوسرا قول صحیح ہے ان دونوں سورتوں کے ساتھ سورۃ الاخلاص بھی ملایا جائے۔ (فتح الباری ۸/۱۳۱)

ہمارے نزدیک یہ کسی راوی کی غلطی ہے کیونکہ جیسے آپ نے ترمذی کی حدیث متابعت یزید بن ابی حبیب میں ملاحظہ کیا ہوگا جس میں لفظ معوذتین آیا ہے تو اس لئے معوذات سے یہی دو سورتیں مراد ہیں۔

نمبر ۱۲: مشرح بن ھاعان المغافری ؒ (المتوفی ۱۲۰ھ) کی روایت

تنبیہ: یہاں سے لے کر روایت نمبر ۱۵ تک جو روایا آگے آرہی ہیں سند کے لحاظ سے وہ سب ضعیف ہیں۔ لیکن متن پر کوئی غبار نہیں کیونکہ ہم اس حدیث کی اتنے شواہد و متابعات پیش کر چکے ہیں جو ایک دوسرے کو تقویت دیتی ہے اور صحیح درجہ تک پہنچتی ہے، حالانکہ میں بذات خود ضعاف کے مجموعے کو قوی قطعا نہیں سمجھتا مگر امت کے اندھوں کا قاعدہ ہے

مسند امام احمد ؒمیں روایت ہے وہ فرماتے ہیں: حدثنا یحی بن اسحاق، قال: حدثنا ابن لهيعة ، عن مشرح بن هاعان ، عن عقبة بن عامر ، قال قال لی رسول الله ﷺ "اقراء بالمعوذتين ، فانك لن تقراء بمثلها" (کہ یہ حدیث ہمیں یحی بن اسحاق نے وہ کہتے ہیں اس حدیث کو عبد اللہ بن لھیعہ ؒنے وہ مشرح بن ہاعان ؒاور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معوذتین پڑھ لیا کرو کیونکہ ان سے بہتر آپ اور کوئی سورت پڑھ نہیں سکتے۔ (مسند الامام احمد ۲۸/۵۶۰)

راوی نمبر ۱۳: ابو عشانہ حی بن یومن ؒ (المتوفی ۱۱۸ھ) کی روایت

امام طبرانی ؒنے اپنی کتاب المعجم الکبیر میں روایت کی ہے وہ فرماتے (حدثنا بشر بن موسى ، ثنا يحى بن اسحاق ، وحدثنا احمد بن رشدين ، ثنا سعيد بن عُفير قالا: ثنا ابن لهيعة ، عن ابي عشّانة ، عن عقبة بن عامر قال: قال لی رسول الله ﷺ "اقراء المعوذتين فانك لا تقراء بمثلهما" (المعجم الکبیر ۱۷/۳۰۸)

کہ یہ حدیث ہمیں بشر بن موسیٰ ؒنے بیان کی ہے وہ کہتا ہے کہ یہ حدیث ہمیں یحی بن اسحاق ؒنے بیان کیا ہے پھر امام طبرانی ؒایک اور سند بیان کر کے فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ہمیں احمد بن رشدین ؒوہ کہتا ہے ہمیں یہ حدیث سعید بن عفیر ؒنے یہ دونوں کہتے ہیں یہ حدیث ہمیں عبد اللہ بن لھیعہ ؒنے اور وہ ابو عشانہ ؒ

اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معوذتین پڑھ لیا کرو کیونکہ ان سے بہتر آپ اور کوئی سورت پڑھ نہیں سکتے۔

ان دونوں روایتوں کی سند میں بھی عبد اللہ بن لھیعہؒ ہے جس پر ہم نے پہلی ہی گفتگو کی ہے کہ یہ ایک ضعیف راوی ہے اس کے علاوہ مشرح بن باعانؒ پر بھی گفتگو کی جاسکتی ہے لیکن جیسے ہم پہلے عرض کر چکے ہیں ان روایات کی بہت سے شواہد اور متابعات موجود ہیں ان سب کو ملا کر ان کی متن پر کوئی غبار نہیں۔اس قوم کے تخلیق کردہ قواعد کے مطابق۔

راوی نمبر ۱۴: سلیمان بن موسی (المتوفی ۱۱۹ھ) کی روایت

امام ابن ابی شیبہؒ اپنی کتاب المصنف میں روایت کرتے ہیں (حدثنا وکیع ، عن ھشام بن الغاز ، عن سلیمان بن موسی ، عن عقبۃ بن عامر ، قال کنت مع النبی ﷺ فی سفر ، فلما طلع الفجر اذّن واقام، ثم اقامنی عن یمینہ وقرا بالمعوذتین ، فلما انصرف ، قال " کیف راءیت ؟" قلت : قد رایت یا رسول اللہ ﷺ ، قال: "فاقراء بھما کلما نمت وکلما قمت"(کتاب المصنف ۱/ ۶،۳۲۲/ ۱۴۶،الدر المنثور ۸/ ۶۸۵)

کہ ہمیں یہ حدیث امام وکیعؒ نے وہ ہشام بن الغازؒ سے وہ سلیمان بن موسیؒ سے اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھا طلوع فجر کے وقت موذن نے اذان اور اقامت کی اور پھر مجھے اپنے دائیں طرف کھڑا کر کے معوذتین پڑھیں جب آپ ﷺ نماز سے فارغ اور چلنے لگے تو فرمایا ان دونوں سورتوں کے بارے آپ نے کیا دیکھا میں نے عرض کیا میں نے کچھ دیکھا، تب آپ ﷺ نے فرمایا ان دونوں سورتوں کو سونے سے پہلے اور سونے کے بعد پڑھ لیا کرو۔

یہ حدیث منقطع ہے کیونکہ سلیمان بن موسیؒ کی کسی صحابی سے ملاقات نہیں ہوئی ہے جیسے امام ترمذیؒ نے اپنی علل الکبیر میں لکھا(سلیمان لم یدرك احدا من اصحاب النبی ﷺ)

(العلل الکبیر للامام الترمذی ص ۱۰۲، جامع التحصیل ص ۱۹۰)

اس لئے یہ حدیث ایک علت کی وجہ سے سنداً ضعیف ہے لیکن متن کے لحاظ سے صحیح ہے۔

راوی نمبر ۱۵: نصر بن عبد الرحمن بن معاذ بن عفراء الحجازیؒ کی روایت۔

"قال محمد بن الضريس في فضائل القرآن اخبرنا احمد بن منصور ، قال : حدثنا النضر بن شميل ، اخبرنا شعبة ، عن سعد بن ابراهيم ، قال : سمعت نصر بن عبدالرحمن ، ورجلا آخر عن عقبة بن عامر ، قال : قال رسول الله ﷺ "قل هو الله احد احسبه قراءها عليه وقال : قل اعوذ برب الفلق" وقال : تعوذ بهنّ ، فانه لن يتعوذ بمثلهنّ۔

(فضائل القرآن لابن ضریس ص ۱۲۴)

امام محمد بن ضریسؒ (المتوفی ۲۹۴ھ) اپنی کتاب فضائل قرآن میں نقل کرتے ہیں کہ اس حدیث کی خبر ہمیں احمد بن منصورؒ نے وہ کہتا ہے یہ حدیث ہمیں النضر بن شمیلؒ نے وہ کہتا ہے اس حدیث کی خبر ہمیں امام شعبہؒ نے اور وہ سعد بن ابراہیم سے وہ کہتا ہے میں نے نصر بن عبدالرحمن اور ایک اور آدمی سے سنا ہے اور یہ دونوں عقبہ بن عامر رضی اللہ سے وہ کہتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا (قل هو الله احد) اور قل اعوذ برب الفلق) ان سورتوں سے استعاذہ کرلیا کرو کیونکہ اس سے بہتر استعاذہ کسی اور (دعاء سورت) سے ممکن نہیں۔

اس روایت کی سند میں نصر بن عبدالرحمنؒ جس سے سعد بن ابراہیمؒ روایت نقل کرتا ہے، اس کا تعلق حجاز سے ہے جیسے امام بخاریؒ نے التاریخ الکبیر ۸/ ۱۲۴ پر اور ابن ابی حاتم وغیرہ نے الجرح والتعدیل ۸/ ۴۶۴ میں نقل کر کے اس پر کوئی جرح یا تعدیل کا لفظ ذکر نہیں کیا اور امام ابن حبانؒ نے اپنی کتاب الثقات ۵/ ۴۷۵ میں اس کا ذکر کیا ہے علامہ ابن حجرؒ نے کتاب التقریب ۵۶۰ میں اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے (مقبول) اس لئے نصر بن عبدالرحمن اگر کہا جائے یہ ایک مجہول راوی ہے تو بعید نہیں اس کے علاوہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نصر بن عبدالرحمٰن کے ساتھ ایک راوی اور بھی یہ حدیث روایت کرتا ہے جس کا نام ذکر نہیں گو وہ بھی ایک مجہول راوی ہے۔

اس لئے سنداً یہ روایت بھی ضعیف ہے۔

اس روایت کے متن پر غور کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نیچے روایت کرنے والے کبھی دو سورتیں ذکر کرتے ہیں یعنی (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس) اور کبھی تین سورتیں (قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کے ساتھ (قل هو الله

احد) بھی ذکر کرتے ہیں، یعنی جتنا بھی اختلاف ہوا ہے وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے نیچے راویوں کی طرف سے ہوا ہے نہ کہ خود عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی طرف سے۔

راوی نمبر ۱۶: زیاد ابی رشدین کی روایت:

"اخبرنا محمد بن عبد الاعلى ، قال : حدثنا المعتمر ، قال سمعت النعمان وهو ابن ابي شيبة الجندي عن زياد ابي رشيدين ، عن عقبة بن عامر ، ان رسول الله ﷺ قال: ان الناس لم يتعوذوا بمثل هاتين السورتين قل اعوذبرب الفلق ، وقل اعوذبرب الناس " (سنن النسائی الکبری ۷/۲۰۱، الکنی والاسماء للدولابی ۱/۳، ۳۲۴/۵۵۳، التاریخ الکبیر للامام البخاری ۳/۳۵۳)

یہ روایت مختلف کتابوں میں ذکر ہے ہم امام نسائی کی کتاب السنن الکبری سے اس کو نقل کرتے ہیں امام نسائیؒ فرماتے ہیں ہمیں اس حدیث کی خبر محمد بن عبد الاعلی نے وہ کہتا ہے ہمیں یہ حدیث المعتمرؒ نے وہ کہتا ہے میں نے یہ حدیث النعمان بن ابی شیبہؒ سے سنا ہے جو ابو شیبہ الجندی کا بیٹا ہے اور وہ زیاد ابی رشدینؒ سے اور وہ عقبہ بن عمار رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا لوگ ان دو سورتوں کے علاوہ بہتر پناہ کسی اور (دعاء یا سورت) سے نہیں مانگ سکتے یعنی قل اعوذبرب الفلق اور قل اعوذ برب الناس "، یعنی اللہ سے پناہ مانگنے کے لئے سب سے بہترین ذریعہ یہ دو سورتیں ہیں۔

زیاد ابو رشدین کا ترجمہ اسماء الرجال کی کتابوں میں چھان بین کے باوجود ہمیں کہیں نہیں ملا صرف امام بخاریؒ التاریخ الکبیر ۳/۳۵۳ امام ابن ابی حاتم الجرح والتعدیل ۳/۵۵۰ اور امام ابن حبانؒ الثقات ۴/۲۵۴، نے اپنی اپنی کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے لیکن جرح یا تعدیل کا کوئی لفظ ذکر نہیں کیا ہے، اس لئے یہ راوی بھی مجہول ہے، اس بنا پر اس حدیث کی سند ضعیف ہے لیکن متن بالکل صحیح ہے۔

راوی نمبر ۱۷: معاذ بن عبد اللہ بن خبیب (المتوفی سنہ ۱۱۸ھ) کی روایت۔

معاذ بن عبد اللہ بن خبیبؒ کی روایت بھی حدیث کی مختلف کتابوں میں مختلف الفاظ سے روایت کی گئی ہے، ہم سنن ابی داود سے یہ روایت نقل کرتے ہیں چنانچہ امام ابو داوٗد فرماتے ہیں (حدثنا محمد بن المصفّى ، حدثنا ابن ابي فُدَيك قال: اخبرني ابن ابي ذئب ، عن ابي أُسيد البراد ، عن معاذ بن عبدالله بن خبيب ، عن ابيه ، انه قال خرجنا في ليلة مطر ، وظلمة شديدة ، نطلب رسول الله ﷺ ليصلي لنا ، فادركناه ، فقال : اصلّيتم ؟فلم اقل شيئا ، فقال : "قل" فلم

اقل شيئا ثم قال : "قل: فلم اقل شيئا ثم قال قل: فقلت : يا رسول الله ﷺ ما اقول؟ قال : قل قل هو الله احد والمعوذتين حين تمسى . وحين تصبحُ. ثلاث مرات تكفيك من كل شيء - (سنن ابو داود ۴/۳۲۱، الدعوات الكبير للبيهقی ۱/۱۰۱، اسد الغابۃ لابن اثیر، ۲/۲۲۴، مسند عبد بن حمید ۱۷۸، سنن الترمذی ۵/۵۷۶، المستخرج من الاحادیث المختارۃ لضیاء المقدسی ۹/۲۸۸، الآحاد والمثانی لابی عاصم ۵/۳۳، معرفۃ الصحابۃ لابن مندہ ۴۹۱، معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم ۲/۹۸۹)

یہ حدیث ہمیں محمد بن المصفیؒ نے وہ کہتا ہے کہ ہمیں یہ حدیث ابن ابی فدیکؒ نے وہ کہتا ہے کہ اس حدیث کی خبر مجھے ابن ابی ذئبؒ نے وہ ابی اسید البرادؒ سے اور وہ معاذ بن عبد اللہ سے اپنے والد (عبد اللہ بن خبیب) سے روایت کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک رات جس میں شدید بارش اور اندھیرا تھا نبی کریم ﷺ کی تلاش میں نکلے تاکہ ہمیں نماز پڑھائیں، جب آپ ﷺ ملے تو فرمایا کیا آپ لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟ اس پر میں نے کوئی جواب نہیں دیا، اس کے بعد فرمایا: قل" کہو! تب بھی میں نے کچھ نہیں کہا، اس کے بعد تیسری مرتبہ آپ ﷺ نے فرمایا کہو! میں نے عرض کیا کیا کہوں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہو (قل هو الله احد) اور معوذتین ان کو صبح شام تین تین دفعہ پڑھ لیا کرو یہ تمہارے لئے (ہر چیز کی شر سے پناہ کے لئے) کافی ہے۔ اس حدیث میں دو باتیں قابل وضاحت ہے۔

نمبر ۱: سورۃ اخلاص اور معوذتین کو صبح شام تین تین دفعہ پڑھنا۔

نمبر ۲: جیسے ہم لکھتے چلے آرہے ہیں کہ اس حدیث کو روایت کرنے والا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہے نہ کہ معاذ بن عبد اللہ بن خبیبؒ کے والد لیکن اس روایت میں روایت کرنے والا عقبہ بن عامر کی جگہ معاذ بن عبد اللہ بن خبیب کے والد (عبد اللہ بن خبیب الجہنی الانصاری رضی اللہ عنہ) بیان ہوا ہے، تو ہم یہ واضح کریں گے کہ کیا عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے علاوہ بھی کوئی صحابی اس حدیث کو روایت کرتے ہیں یا یہ کسی راوی کا وہم ہے۔

نمبر ۱: سورۃ اخلاص اور معوذتین کو صبح شام تین تین دفعہ پڑھنا اس روایت کو ابی اسید البرادؒ سے روایت کرنے والے چار حضرات ہیں۔ ۱) محمد بن اسماعيل بن ابی فديكؒ۔ ۲) عبد الله بن وهبؒ۔ ۳) ضحاك بن مخلدؒ۔ ۴) ابو عاصم النبيلؒ۔

ان میں سے اول الذکر دو راوی یعنی محمد بن اسماعیل بن ابی فدیکؒ اور عبد اللہ بن وھب اس طرح نقل کرتے ہیں کہ سورۃ اخلاص اور معوذتین کو صبح شام اور تین تین دفعہ پڑھنا چاہیے، ملاحظہ کریں الاصابہ ۲/۲۲۷، جبکہ تیسرا راوی ضحاک بن مخلدؒ صبح شام کے الفاظ نقل کرتے ہیں لیکن اس کی روایت میں

تین تین دفعہ کا ذکر نہیں ملاحظہ کریں معرفۃ الصحابہ لابی نعیم ۳/ ۱۶۳۰،اور آخر الذکر یعنی ابو عاصم النبیل صرف سورۃ اخلاص اور معوذتین پڑھنا نقل کرتے ہیں، اس میں نہ صبح شام کا ذکر ہے اور نہ تین

تین دفعہ پڑھنے کا ذکر ہے، ملاحظہ کریں التاریخ الکبیر ۵ /۲۱ لیکن اس حدیث کا دار و مدار اسید بن ابی اسید البراد(المتوفی ۱۳۳ھ تقریبا) پر ہے جس کے بارے میں امام ابو الحسن الدار قطنیؒ کہتے ہیں (یعتبر بہ) جس کا مطلب محدثین کے ہاں یہ ہے کہ اس کی روایت متابعات میں قبول کی جاسکتی ہے اس لئے اگر اس سے کوئی اور ثقہ راوی کچھ اور نقل کرے تو وہ زیادہ قابل قبول ہو گا اور یہاں بھی ایسا ہی معاملہ ہے کیونکہ اس کی مخالفت زید بن اسلمؒ (المتوفی ۱۳۶ھ یا ۱۴۳ھ) جو صحیحین کا راوی ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ ثقہ بھی ہے اور وہ یہ جملے نہیں نقل کرتے کہ سورۃ اخلاص اور معوذتین صبح شام اور تین تین دفعہ پڑھنا چاہیے چنانچہ امام نسائیؒ اپنی کتاب السنن الصغری ۸/ ۲۵۰ جسکو البانی نے صحیح الاسناد بھی کہا ہے اور السنن الکبری ۷/ ۲۰۱ میں عبداللہ ابن وھب کے طریقے سے اس طرح نقل کرتے ہیں

:(اخبرنا یونس بن عبدالاعلی ، قال : حدثنا ابن وھب قال: اخبرنی حفص بن میسرۃ ، عن زید بن اسلم ، عن معاذ بن عبداللہ بن خبیب ، عن ابیہ ،قال: کنت مع رسول اللہ ﷺ فی طریق مکۃ ، فاصبت خلوۃ من رسول اللہ ﷺ ، فدنوت منہ . فقال: قل "فقلت: ما اقول؟ قال:قل : قلت مااقول قال "قل اعوذ برب الفلق حتی ختمھا" ثم قال : قل اعوذبرب الناس حتی ختمھا" ثم قال : " ماتعوذ الناس بافضل منھما"

ہمیں اس حدیث کی خبر یونس بن عبد الاعلیؒ نے وہ کہتا ہے یہ حدیث ہمیں (عبداللہ) بن وہبؒ نے وہ کہتا ہے اس حدیث کی خبر مجھے حفص بن میسرۃ نے وہ زید بن اسلم سے اور وہ معاذ بن عبد اللہ بن خبیبؒ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ کے سفر میں تھا تو میں نے آپ ﷺ کو ایک دفعہ خلوت (علیحدگی) میں پاکر آپ کے قریب آیا تب آپ ﷺ نے فرمایا کہو! میں نے عرض کیا کیا کہوں ؟ پھر فرمایا کہو! میں نے عرض کیا کیا کہوں ؟تو آپ ﷺ نے فرمایا(قل اعوذ برب الفلق) آخر تک اس کے بعد فرمایا(قل اعوذ برب الناس) اختتام تک اس کے بعد آپ نے فرمایا کہ لوگ(اللہ تعالی کی پناہ) ان دو سورتوں کے علاوہ کسی اور (دعاو غیرہ) سے بہتر پناہ نہیں مانگ سکتے۔

ان کتابوں میں ملاحظہ کریں:۔

معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم ۳/ ۱۶۳۰ من طریق سوید بن سعید ، عن حفص بن میسرۃ ، عن زید بن اسلم ، والطبقات الکبری لابن سعد ۲/ ۱۶۳ ، المعجم الاوسط لطبرانی ۲/ ۱۶۰، معرفۃ الصحابہ

لابي نعيم ۱۶۳۱/۳ من طريق يزيد بن زريع ، نا روح بن القاسم ، عن زيد بن اسلم ، وفضائل القرآن للقاسم بن سلام من طريق سعيد بن ابي مريم ، عن محمد بن جعفر بن ابي كثير ، عن زيد بن اسلم ، معجم الصحابة للبغوى ۱۶۵/۴ من طريق محمد بن الحسن المخزومی عن محمد بن جعفر الانصاری عن زيد بن اسلم۔

دونوں راویوں کی روایت میں مندرجہ ذیل ختلافات ہیں۔

اسید بن ابی اسیدؓ کی روایت میں یہ تین جملے زیادہ ہیں۔

۱: معوذتین سورۃ اخلاص کو صبح شام پڑھنا چاہئے

۲: معوذتین سورۃ اخلاص کو تین تین دفعہ پڑھنا چاہیے

۳: اس کی روایت میں سورۃ اخلاص اور معوذتین ذکر ہے جو کل تین سورتیں بنتی ہیں جبکہ زید بن اسلمؒ صرف دو سورتیں (معوذتین) نقل کرتا ہے۔

اب اگر ہم ان دونوں راویوں کے مابین موازنہ کریں تو زید بن اسلمؒ زیادہ ثقہ ہے بنسبت اسید بن ابی اسیدؒ کیونکہ زید بن اسلمؒ کی ائمہ جرح وتعدیل نے توثیق کے ساتھ ساتھ مناقب بھی لکھے ہیں، چنانچہ علامہ ابن سعدؒ اپنی کتاب الطبقات الکبری ۳۱۵/۱ میں لکھتے ہیں (کان ثقة كثير الحديث) یہ ثقہ تھے اور اس کے پاس احادیث کا بہت زیادہ ذخیرہ تھا۔ حافظ ذھبی تاریخ الاسلام ۸ / ۴۳۱ میں لکھتے ہیں (مناقت زيد كثيرة ، وتبارد ابن عدی بایراده فی کامله وقال : هو من الثقات ما امتنع احد من الرواية عنه) زید بن اسلمؒ کے مناقب بہت زیادہ ہیں علامہ ابن عدیؒ نے اپنی کتاب الکامل فی الضعفاء ۱۶۴/۴ میں ذکر کر کے ٹھنڈے پن کا مظاہرہ کر کے بھی لکھا ہے زید بن اسلمؒ ثقات میں سے ہیں کسی نے بھی اس سے روایت کرنے سے انکار نہیں کیا ہے، امام ابن ابی حاتمؒ لکھتے ہیں (زید بن اسلم ثقة) زید بن اسلم ثقہ ہے" سئل ابوزرعة عنه فقال ثقة وقال ابو حاتم الرازی هو ثقة "امام ابوزرعہؒ سے زید بن اسلمؒ کے بارے پوچھا گیا تو اس نے جواب دیا کہ یہ ثقہ ہے (الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم ۳ / ۵۵۵ ، الثقات لابن حبان ۴ / ۲۴۶، الکامل فی الضعفاء ۴ / ۱۶۴، الثقات لابن شاهين ص ۹۰، ذکر اسماء التابعين ومن بعد هم ممن صحت روايته عن الثقات عند البخاری ومسلم ۱ / ۱۳۹، الهداية والارشاد فی معرفة اهل الثقة والسداد لابی نصر البخاری الکلاباذی (المتوفی ۳۹۸ھ) ۲۵۹/۱)

اور امام ابو حاتم رازیؒ کہتے ہیں کہ زید بن اسلمؒ ثقہ ہے ملاحظہ کریں۔ التعدیل والتجریح ۲ / ۵۸۱، متوفی ۴۷۴ھ "كان علی بن الحسين يجلس الی زيد بن اسلم يتخطی مجالس قومه فقال له نافع

بن جبير بن مطعم تتخطى مجالس قومك الى عند عمر بن الخطاب فقال على انما يجلس الرجل الى من ينفعه فی دينه "

علی بن الحسین ؒ اپنی قوم کی (دینی) مجلس چھوڑ کر زید بن اسلم ؒ کی مجلس میں بیٹھا کرتا تھا تو نافع بن جبیر ؒ نے پوچھا کہ آپ اپنی قوم کی مجلس کو چھوڑ کر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے غلام کی مجلس میں کیوں بیٹھتے ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ آدمی اسی مجلس میں بیٹھتا ہے جہاں اس کا دینی فائدہ ہو ملاحظہ کریں۔

(تہذیب التہذیب ۳/۳۹۶)

"قال يعقوب بن شيبة من اهل الفقه والعلم وكان عالما بالتفسير له فيه كتاب توفّی فی العشر الاول من ذی الحجة سنة ست وثلاثين ومائة " امام یقوب بن شیبہ ؒ فرماتے ہیں کہ یہ ثقہ اہل فقہ اور اہل علم میں سے تھے، قرآن کی تفسیر کے عالم تھے، تفسیر میں اسکی ایک کتاب بھی ہے ۔اس کی وفات ذوالحجہ کی پہلی عشرہ سن ۱۳۶ھ میں ہوئی : ملاحظہ کریں (اسعاف المبطا برجال الموطا للسیوطی ص ۱۰ (وفات ۹۱۱ھ)

امام ذہبی اس کے بارے میں لکھتے ہیں (الامام ، الحجة ، القدوة ، ابو عبدالله العدوی ، العمری ، المدنی ، الفقيه) (سیر اعلام النبلاء للامام الذہبی (المتوفی: ۷۴۸ھ، ۵/۳۱۶)

الامام الحجۃ، القدوۃ، ابو عبد اللہ العدوی، العمری، المدنی، الفقیہ جبکہ اسید بن ابی اسید کے بارے میں لفظ (صدوق) پر اکتفا کرتے ہیں۔[1]

---

[1] اسید بن ابی سید کا حال:۔ الکاشف ۱/۲۵۱) اسيد بن ابی اسيد البراد عن عبد الله بن ابی قتادة وجمع وعنه سليمان بن بلال والدراوردی صدوق اسيد بن ابی اسيد البراد له بلال بن ابی قتادہ اور ایک جماعت سے روایت کرتا ہے اور اس سے روایت کرنے والوں میں سے سلیمان بن بلال ؒ اور امام الدراوردیؒ ہے، اور یہ صدوق ہے۔ لفظ صدوق اس راوی کے لئے کہا جاتا ہے جس کی روایت لکھی جاتی ہے لیکن اس سے احتجاج نہیں کیا جاتا بلکہ اس کی حالت کو دیکھا اور جانچا جاتا ہے (قال ابن ابي حاتم : اذاقيل "صدوق " او محله الصدق" او لا باس به" فهو ممن يكتب حديثه وينظر فيه) الباعث الحثيث الی اختصار علوم الحدیث ص ۱۰۶ امام ابو حاتم ؒ ایک راوی (حماد بن ابی سلیمان) کے باررے میں لکھتے ہیں کہ یہ صدوق ہے لیکن اس سے حدیث میں احتجاج صحیح نہیں (قال ابو حاتم الرازي: حماد صدوق، لا يحتج بحديثه (شرح علل الترمذی ۲/۸۳۵) اسی طرح ابو اویس کے بارے میں آتا ہے کہ یہ صدوق ہے لیکن حدیث میں حجت نہیں (فابو اويس اسمه عبد الله بن عبيد الله بن اويس بن مالك بن ابی عامر الاصبحی المدنی، ابن عم مالك بن انس، ضعفه يحيى، وقال مرة: صدوق وليس بحجة) شرح علل الترمذی ۲/۸۸۳) ابن ابی لیلیٰ ؒ جو کوفہ کے مشہور قاضی اور فقہاء میں سے ہے، حدیث کا کافی ذخیرہ اس کے پاس موجود تھا اس کے بارے میں آیا ہے کہ یہ صدوق ہے لیکن حافظہ کے لحاظ سے ردی الحفظ تھے امام ابو داود طیالیسی ؒ امام شعبہ ل سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حافظہ کے لحاث سے ابن ابی لیلیٰ ؒ سے

اس پر مستزاد یہ کہ اسید بن ابی اسیدؒ صرف متابعات میں معتبر ہے لیکن تفردات میں اس پر اعتبار نہیں کیا جاسکتا اس لحاظ سے ہم زید بن اسلمؒ کی روایت کو ترجیح دیتے ہیں جس میں زمانے اور تعداد کی کوئی قید نہیں یعنی معوذتین آپ کبھی بھی پڑھ سکتے ہیں خصوصا جب شیطانی وسوسہ یا کسی قسم کا کوئی خطرہ محسوس ہو تو فورا یہ دونوں سورتیں پڑھنی چاہیے تا کہ اللہ تعالی اپنی حفاظت میں ہر قسم کے شر سے محفوظ رکھے۔

وضاحت نمبر ۲: اس روایت سے پتہ چلتا ہے کہ اس حدیث کے راوی عبد اللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ ہے جبکہ ہم پہلے لکھ کر چلے آرہے ہیں کہ اس حدیث کو روایت کرنے والے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ ہے۔ عبد اللہ بن خبیبؒ کو سند میں ذکر کرنے والے اسید بن ابی اسیدؒ اور زید بن اسلمؒ ہے جبکہ امام نسائیؒ وغیرہ فرماتے ہیں (یہ لفظ سنن النسائی کی ہے)

" اخبرنا محمد بن علی ، قال : حدثنی القعنبیؒ ، عن عبدالعزیز ، عن عبدالله بن سلیمان ، عن معاذ بن عبدالله بن خبیب ، عن ابیه ، عن عقبة بن عامر الجهنی قال: بینا انا اقود برسول الله ﷺ راحلته فی غزوة اذ قال : "یا عقبة ، قل فاستمعت" ثم قال : "یا عقبة قل فاستمعت " فقالها الثالثة ، فقلت : ما اقول؟ فقال :"قل هو الله احد "فقراء السورة حتی حتمها"، ثم قرا:"قل اعوذ برب الفلق " وقرات معه حتی ختمها، ثم قراء"قل اعوذ برب الناس "فقراءت معه حتی السورة حتی ختمها ثم قال: ماتعود بمثلهن احد"

(سنن النسائی ۸/۲۵۱ علامہ البانی نے اس کو صحیح کہا ہے، السنن الکبری للنسائی ۷/۱۹۸) المعجم الکبیر للطبرانی ۱۷/۳۴۶، تہذیب الکمال للمزی ۱۵/۶۳، التاریخ الکبیر للبخاری ۵/۲۱)

ہمیں اس حدیث کی خبر محمد بن علیؒ نے وہ کہتا ہے کہ اس حدیث کو مجھے (عبد اللہ بن مسلمة) القعنبیؒ نے وہ عبد العزیز سے اور وہ عبد اللہ بن سلیمانؒ سے اور وہ معاذ بن عبد اللہ بن حبیبؒ سے وہ اپنے والد سے اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے ایک غزوہ میں نبی کریم ﷺ کی

زیادہ برے حافظہ والا کوئی نہیں دیکھا (اما ابن ابی لیلی (فھو محمد ابن عبد الرحمن بن ابی لیلی) قاضی الکوفة، وکان من جلة الفقهاء المعتبرين وله حدیث کثیر، وھو صدوق لایتھم بتعمد الکذب، ولکنہ کان سیء الحفظ جدا،

قال ابو داود الطیالسی: قال شعبة: مارایت احدا اسوا حفظا من ابن ابی لیلی (شرح علل الترمذی ۱/ ۴۱۶)

سواری کا زمام (رسی) پکڑا ہوا تھا، تب آپ ﷺ نے فرمایا اے عقبہ کہو! میں نے کان لگا کے سننا شروع کیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہو میں نے عرض کیا، کیا کہوں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا (قل ھو اللہ احد) آخر تک، پھر (قل اعوذ برب الفلق) آخر تک پڑھا، پھر (قل اعوذ برب الناس) آخر تک پڑھا، پھر فرمایا اس سے بہتر کوئی پناہ مانگنے والا پناہ نہیں مانگ سکتا۔

مندرجہ بالا روایات کی سند و متن میں مندرجہ ذیل اختلاف ہے:۔

(۱): اسید بن ابی اسیدؒ وہ معاذ بن عبد اللہ بن خبیب سے اور وہ اپنے والد عبد اللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اس روایت میں بیان کرنے والا عبد اللہ بن خبیب خود ہی قصہ بیان کرتا ہے اور اس میں (قل ھو اللہ احد) اور معوذتین کو صبح شام تین تین دفعہ پڑھنے کا ذکر ہے۔

(۲): زید بن اسلم وہ معاذؒ بن عبد اللہ بن حبیب سے وہ اپنے والد عبد اللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جسمیں صرف معوذتین کا ذکر ہے، مگر اس میں سورۃ اخلاص اور صبح وشام اور تعداد کا کوئی ذکر نہیں۔

(۳) عبد اللہ بن مسلمہ القعنبی اور ابو مصعب وہ عبد العزیز الدراوردی سے اور وہ عبد اللہ بن سلیمان سے اور وہ معاذ بن عبد اللہ بن خبیب اور وہ اپنے والد سے اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ اس روایت میں قصہ بیان کرنے والا عقبہ بن عامرؓ ہے۔

الخلاصہ: ہماری رائے میں جس طرح ان راویوں نے متن میں کمی اور بیشی کی ہے اسی طرح سند میں بھی غلطی کی ہے اصل میں یہ روایت معاذ بن عبد اللہ بن خبیب اپنے والد سے نہیں بلکہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں اس کی بنیاد دو چیزوں سے ہے،

۱): معوذتین کے بارے میں یہ روایت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ مشہور اور معروف ہے جیسے آپ ﷺ نے اوپر ملاحظہ کر لیا ہے۔

۲) امام نسائیؒ نے اسی روایت کو عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے جس میں معاذؒ بن عبد اللہ کے والد عبد اللہ بن خبیب رضی اللہ عنہ کا ذکر نہیں، چنانچہ امام نسائیؒ روایت کرتے ہیں، (اخبرنا احمد بن عثمان بن حکیم قال : حدثنا خالد بن خلد ، قال: حدثنی عبدالله بن سلیمان الاسلمی ، عن معاذ بن عبدالله بن خبیب، عن عقبة بن عامر الجهنی . قال : قال لی رسول الله ﷺ :" قل" قلت: وما اقول ؟ قال:"قل هو الله احد . قل اعوذ

الله ﷺ ، ثم قال: "لم يتعوذ الناس بمثلهن ، او لا يتعوذ الناس بمثلهن " فقراهن رسول الله ﷺ ، ثم قال: "لم يتعوذ برب الفلق ، قل اعوذ برب الناس " (سنن النسائی ۸/۲۵۱)

اس حدیث کی خبر ہمیں احمد بن عثمان بن حکیمؒ نے وہ کہتا ہے ہمیں یہ حدیث خالد بن مخلدؒ نے وہ کہتا ہے مجھے یہ حدیث عبد اللہ بن سلیمان الاسلمیؒ نے وہ معاذ بن عبد اللہ بن خبیبؒ سے اور وہ عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ مجھے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اے عقبہ کہو! میں عرض کیا، کیا کہوں؟ آپ ﷺ نے (قل هو الله احد ، قل اعوذ برب الفلق ، قل اعوذبرب الناس) تینوں سورتیں تلاوت فرماکر ارشاد فرمایا اس سے بہتر پناہ مانگنے والا پناہ نہیں مانگ سکتا یا (راوی کو شک ہو گیا) یہ فرمایا کہ لوگ اس سے بہتر پنا نہیں مانگ سکتے۔ (سنن النسائی ۸/۲۵۱)

الخلاصہ: پورے بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جس طرح لفظ انزلت علی اللیلۃ کوئی ذکر کرتا ہے کوئی نہیں، کوئی راوی اس میں سفر کا ذکر کرتا ہے تو کوئی اندھیرے کا ذکر کرتا ہے کوئی تین تین دفعہ روایت کرتا ہے اور کوئی تین سورتیں جبکہ بعض صرف معوذتین نقل کرتے ہیں نتیجہ یہ ہے کہ معوذتین وہ سورتیں ہیں جو مکہ کے ابتدائی دور میں نازل ہوئی ہیں کیونکہ اس وقت ہر طرف سے آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کو خطرات لاحق تھی تو اللہ تعالی نے یہ سورتیں ابتدائی دور میں نازل فرماکر گویا یہ تسلی دی کہ مجھ سے ہر چیز کی پناہ مانگو میں آپ کو اپنی حفاظت میں لونگا۔

پیغمبر اسلام کی عزت پر ایک اور حملہ اور اسکا جواب

محدثین پر ایمان لانے والا طبقہ پوزیشن تبدیل کر کے ایک اور حملہ یوں کرتے ہیں، کہ سحر کی روایت صرف عائشہ صدیقہ ہی سے تو مروی نہیں؟ بلکہ نسائی،، مسند احمد، عبد بن حمید اور مستدرک حاکم صاحب نے صحابی رسول زید بن ارقم سے سے اور امام بیہقی نے دلائل النبوۃ اور طبقات ابن سعد میں عبد اللہ ابن عباس سے بھی نقل کی گئی ہے۔ جوابا عرض ہے کہ:۔ مذکورہ بالا دونوں صحابہ کرام کی طرف اس روایت کا منسوب کرنا انتہائی بڑا ظلم اور افتراء ہے، کیونکہ متن کے علاوہ انکے اسناد انتہائی ضعیف اور ناقابل

نوٹ:۔ نسائی کی روایت سے ہمارا استدلال مقصود نہیں صرف سند کی تصحیح مقصود ہے اور اگر بالفرض یہ روایت عبد اللہ بن خبیب سے بھی روایت ہو تو ہمارے استدلال پر کوئی فرق نہیں پڑتا۔

احتجاج ہیں۔ زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی روایت کی سند یہ ہے " عن ابی معاویه عن الاعمش عن ابن حبان (یزید) عن زید ابن ارقم رضی الله عنه۔

نمبر ۱: پہلا راوی ابو صالح محمد بن خازم الضریر الکوفی متوفی ۱۹۰ھ طبقہ نھم کے راوی ہیں، چار یا آٹھ سال کی عمر میں اندھے ہو گئے تھے۔ ابن حجر نے لکھا ہے کہ عقیدۃ مرجیہ میں سے تھے، کہ ایمان صرف زبان کی چیز ہے۔ عمل کی ضرورت نہیں، بلکہ آجری نے ابوداؤد سے نقل کر کے لکھا ہے، کہ مرجیہ کے امام تھے، اور اسی غلط عقیدے کے داعی بھی تھے، اور موصوف مدلس (حدیث میں دھوکہ دینے والے) تھے۔ ملخصا (تھذیب التھذیب ۹/ ۱۲۰، ۱۲۱)

نمبر ۲: امام مزی لکھتے ہیں، کہ محمد بن حازم ابو صالح مرجی اور مدلس (فراڈیہ) تھے، حافظہ بھی اچھا نہیں تھا۔ ملخصا (تھذیب الکمال ۸/ ۲۶۰ تا ۲۶۳)

نمبر ۳: ابو حاتم الرازی کی کتاب الجرح والتعدیل کے حاشیہ میں محقق صاحب لکھتے ہیں کہ موصوف کوفی ہے، مرجی تھے بلکہ اسکے داعی تھے، اور تدلیس (فراڈ) کے مریض بھی تھے۔ امام وکیع انکے جنازہ میں شریک نہیں ہوئے، انکے گندے عقیدے اور عمل کی وجہ سے۔ (التاریخ الکبیر ترجمہ ۱۹۱ جرح والتعدیل رقم ۱۲۹۰۳)

نمبر ۴: امام ذھبی لکھتے ہیں کہ موصوف غالی شیعہ، مرجیہ اور مدلس تھے، وکیع اسی لئے اسکے جنازہ میں شریک نہ ہوئے۔ (ملخصا میزان الاعتدال ۴/ ۵۷۵ ترجمہ ۱۰۶۱۸)

نمبر ۵: احمد بن طاہر نے فرمایا کہ ابو صالح الضریر گندے قسم کے مدلس یعنی فراڈی تھے۔ (اسماء المدلسین ۱/ ۵۰) امام ابن حجر نے بھی اسکو مدلسین میں شمار کیا ہے۔ (طبقات المدلسین ترجمہ ۱۶)

مزید انکا ریکارڈ چیک کریں۔ (تقریب التھذیب ۲/ ۱۵۷، الکاشف ۳/ ۳۷، تاریخ البخاری الکبیر ۱/ ۷۴، لسان المیزان ۷/ ۳۵۶، تاریخ بغداد ۵/ ۲۴۲، تاریخ اسماء الثقات ۱۲۷۳، طبقات ابن سعد ۶/ ۳۹۲، سیر اعلام ۹/ ۷۳)

انتباہ! مذکورہ کتب میں موصوف کے بارے میں متضاد باتیں موجود ہیں، اور تقریبا ہر راوی کے بارے مین دو قسم کی باتیں ہوتی ہیں، اور انہی عقیدت کے مریضوں کا قاعدہ ہے کہ جرح مقدم ہے تعدیل پر باقی کسی راوی کے بارے میں یہ کہنا کہ انکا حافظہ اچھا نہ تھا، مدلس (فراڈی) تھا، شیعہ اور مرجیہ تھا مگر اعمش کی روایات میں ثقہ او معتمد تھا، یہ صرف لطیفہ ہو سکتا ہے، کوئی قانون نہیں، جو شخص کمزور، دھوکہ باز، بھولنے والا ہوتا ہے، تو وہ ہر وقت ہر جگہ ہر بات میں غیر معتمد ہوتا ہے، کسی خاص

راوی کے بارے میں اسکو معتمد بنانا مزید شکوک کو بڑھا دیتا ہے، اور اعمش کا اپنا حال بھی ہم بتا چکے ہیں کہ بہت گرا ہوا راوی ہے۔

ابن سعید احمد بطور خلاصہ کلام لکھتے ہیں:۔ کہ

ابو معاویہ تشیع میں غالی مشہور تھا، بدعی عقیدے ارجاء کا پکا معتقد اور داعی بھی تھا، اسکے علاوہ وہ مدلس بھی تھا، اور اس نے مذکورہ روایت کو عن سے بیان کیا ہے۔

نمبر ۲: الاعمش سلیمان بن مہران الکوفی دوسرا راوی ہے۔ اسکی پوری ہسٹری آپ پڑھ چکے ہیں۔ یہ بھی بے چارہ مدلس (فراڈیہ) ہے عبد اللہ بن مبارک فرماتے ہیں، انما افسد حدیث اہل الکوفۃ ابو اسحاق والاعمش کہ اہل کوفہ کی احادیث کو ابو اسحاق اور اعمش نے بگاڑ دیا، امام مغیرہ فرماتے ہیں، اھلك اهل الكوفة ابو اسحاق واعمشكم هذا " اہل کوفہ کو ابو اسحاق اور تمہارے اس اعمش نے ہلاک کر ڈالا ہے۔ ذہبی نے فرمایا کہ "وهو يدلس وربما يدلس من ضعيف ولا يدرى به "اور وہ تدلیس (فراڈ) کرتا ہے، اور اکثر ضعیف راوی سے تدلیس کرتا ہے اور اسے اس ضعیف کا پتہ نہیں ہوتا۔ (میزان الاعتدال ۲/ ۲۲۴)

یعنی اعمش ضعیف راوی کو حذف کر کے ثقہ راوی کو اسکی جگہ ذکر کرتا ہے، اور یہ صریح جھوٹ اور کذب ہے، لھذا جو راوی مدلس ہو وہ کذاب بھی ہوتا ہے، اس لئے کہ تدلیس اور کذب ایک ہی چیز تو ہے۔

اور یاد رہے مستدرک حاکم اور ابن سعد کی روایت کی سند میں بھی یہی اعمش مدلس اور کذاب موجود ہے۔ جو ثمامہ بن عقبہ سے عن کیساتھ روایت کرتا ہے۔

لھذا یہ بات ثابت ہوئی کہ اس روایت کو زید بن ارقم صحابی رسول کے ذمہ لگانا ظلم اور افتراء ہے، کیونکہ اسکی سند میں دو راوی ابو صالح اور اعمش تو ہے ہی مدلس اور کذاب اور ممکن ہے کہ حذف شدہ راوی بھی ان سے بڑا جھوٹا اور واضع و مفتری ہو، اور ان کے ہاں قاعدہ ہے کہ مدلس کی روایت خصوصا بصیغہ عن مردود ہوتی ہے۔

امام دارمی نے فرمایا ہے۔ سئل يحى بن معين عن الرجل يلقى الرجل الضعيف بين ثقتين ويصل الحديث ثقة عن ثقة ويقول انقص من الاسنادوأصل ثقة قال لا تفعل لعل الحديث عن كذاب ليس بشئ"

امام یحی بن معین سے پوچھا گیا، کہ ایک شخص دو ثقہ راویوں کے درمیان ضعیف راوی کو حذف کر دیتا ہے، اور ثقہ راوی کو ثقہ راوی سے جوڑ دیتا ہے، اور کہتا ہے کہ میں سند میں سے راوی کو کم کر دیتا ہوں،

اور ثقہ کو ثقہ سے ملا دیتا ہوں، تو امام یحی بن معین نے فرمایا ایسانہ کرو کیونکہ ہو سکتا ہے، کہ حذف شدہ راوی کذاب ہو اور حدیث کچھ بھی نہ ہو۔

تبصرہ:۔ ایمان سے کہیئے یہ لوگ عقل کے اندھے نہیں؟ کہ ایک راوی صاف کہہ دیتا ہے کہ میں بیچ کا راوی گرا کر ثقہ کو ثقہ سے ملا کر اسلام اور اہل اسلام کو دھوکہ دیتا ہوں، دوسرا اسے کہتا ہے ایسانہ کرو ممکن ہے، حذف شدہ راوی کذاب ہو۔ مگر کیا ایسا کرنے والا خود کذاب نہ ہوا، جس نے سند سے ایک راوی کو ختم کر کے دو ایسے راوی آپس میں ملادئے جو ایک دوسرے سے روایت کرنے والے نہیں، افسوس کس طرح جھوٹ کا نام تبدیل کر کے تدلیس رکھا۔ ہائے شومئ قسمت۔

خیر امام دارمی نے یحی بن معین کے اس جواب کے فورا بعد ذکر کیا، کہ "کان الاعمش ربما فعل هذا" کہ اعمش کبھی کبھی ایسا ہی کرتا تھا۔ (لسان المیزان ۱/۱۲)

لھذا یہ ثابت ہوا کہ اس روایت کو زید بن ارقم صحابی رسول ﷺ کی طرف منسوب کرنا ظلم اور افتراء ہے، اور دوسری بات یہ کہ اس روایت میں جادو کے متعلق اثر والے الفاظ "یخیل الیه انه فعل الشیئ وما فعله. یری انه یاتی النساء ولا یاتیهن" جیسے بھی نہیں پائے جاتے انکی گھڑی ہوئی کہانی اسمیں ناقص نظر آتی ہے۔

دوسری روایت:۔ عبد اللہ ابن عباس کی روایت کی سند امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں یوں ذکر کی ہے، "انبانا محمد بن السائب عن ابی صالح عن ابن عباس"

نمبرا: پہلا راوی محمد بن السائب کلبی صاحب کوفہ کا رہنے والا جھوٹا (کذاب) غالی قسم کا رافضی گندے عقیدے کا مالک ہے، اس نے خود اقرار کیا ہے، کہ میرے استاد ابو صالح نے مجھے کہا "انظر کل شئ رویت عنی عن ابن عباس فلا تروه" دیکھئے تم نے مجھ سے ابن عباس کی نسبت سے جو کچھ بھی روایت کیا ہے یا سنا اس کو آگے روایت مت کرنا اس لئے کہ اسکا استاد ابو صالح باذام بھی کذاب تھا، کلبی کا کہنا ہے کہ میں نے جتنی جلد قرآن یاد کیا ہے، اتنا ہی جلد۔

اسے بھلا بھی دیا ہے، ایک دن کلبی صاحب نے اپنی داڑھی مٹھی میں پکڑی تا کہ اسے مٹھی سے زائد کاٹ دے، مگر اس نے مٹھی سے اوپر کاٹ دی، اسی کلبی نے سفیان سے کہا "کل ما حدثتك عن ابی صالح فهو كذب" کہ میں نے تجھے ابو صالح کے واسطہ سے جو حدیثیں بیان کی ہیں، وہ سارے کا سارا جھوٹ ہے، کلبی کہتا ہے، مجھے نسیان ہو گیا تھا پس میں آل محمد کے پاس حاضر ہوا انہوں نے میرے منہ مین تھوکا تو مجھے بھولی ہوئی چیزیں یاد آ گئیں۔

یزید بن زریع کہتا ہے، کہ محمد بن السائب کلبی پکے سبائی تھے، ابن حبان کہتے ہیں، کلبی ان سبائیوں میں سے تھا جو کہتے ہیں، کہ علی فوت نہیں ہوئے وہ واپس آئیں گے، اور دنیا کو عدل سے بھر دیں گے، اور کسی بادل کو دیکھیں تو کہتے ہیں اسمیں علی ہیں، یہ کلبی کہتا ہے، کہ جبرائیل آپ پر وحی اتار رہے ہوتے اور آپ اٹھ کر بیت الخلاء میں تشریف لے جاتے تو جبرئیل وہ وحی علی پر اتار دیتے تھے، امام جوزجانی اور امام دار قطنی نے محمد السائب کلبی کو کذاب اور متروک قرار دیا ہے، ابن حبان کہتے ہیں، کہ کلبی کا مذہب اور جھوٹ اسقدر واضح اور ظاہر ہے، کہ اسکے بیان کے بھی حاجت نہیں چہ جائے کہ اس سے حجت پکڑ لے۔ (میزان الاعتدال ۳/۵۵۶تا۵۵۹)

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے سردار دو عالم ﷺ پر جادو کے بارے میں کچھ فرمایا ہی نہیں بلکہ یہ ساری کہانی محمد بن السائب کلبی کوفی سبائی اور انکے استاد ابو صالح نے گھڑی ہے۔
طبقات ابن سعد میں بھی ابن عباس کی طرف ایسے جھوٹ کو منسوب کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لکھا ہے "اخبرنا عمر بن حفص عن جویبر عن الضحاك عن بن عباس " مگر یاد رہے کہ یہ سند بھی منقطع ہے، کیونکہ ضحاک بن مزاحم البلخی المفسر کا سماع ابن عباس سے ثابت نہیں بلکہ انکی ملاقات بھی ثابت نہیں۔

امام یحی بن سعید القطان فرماتے ہیں، "کان شعبة ینکر ان یکون الضحاك لقی بن عباس قط "کہ امام شعبہ ابن عباس اور ضحاک کی ملاقات کا انکار کرتے تھے۔
عبد الملک بن سبرہ کہتے ہیں کہ "الضحاك لم یلق ابن عباس رضی الله عنه" کہ ضحاک نے ابن عباس سے ملاقات نہیں کی۔
امام شعبہ فرماتے ہیں، "قلت لمشاش اسمع الضحاك من ابن عباس قال ما رآه قط "کہ میں نے مشاش سے پوچھا کہ کیا الضحاک نے ابن عباس سے کچھ سنا؟ انہوں نے فرمایا کہ الضحاک نے اسے کبھی دیکھا بھی نہیں ہے۔

امام ابن عدی نے لکھا کہ "الضحاك ابن مزاحم انما عرف بالتفسیر واما روایاته عن ابن عباس وابی هریره وجمیع من روا عنه ففی ذالك کله نظر " ضحاک صرف تفسیر میں مشہور و معروف ہے، لیکن اسکی روایت ابن عباس ابو ھریرہ اور باقی لوگوں سے ہیں وہ سب کے سب محل نظر ہیں۔ (میزان الاعتدال ۲/۳۲۵،۳۲۶)

عبد الملک کہتے ہیں "قلت للضحاك سمعت من ابن عباس رضی الله عنه قال لافقلت فهذالذير تحدثه عمن احذته قال عن ذا وعن ذا" (تھذیب التھذیب ۴/۸۱) میں نے ضحاک سے پوچھا کیا تم نے ابن عباس سے سنا ہے؟ اس نے کہا نہیں، تو میں نے کہا یہ روایات جو تم ابن عباس سے روایت کرتے رہتے ہو، یہ پھر کسی سے لی ہیں، تو اس نے جوابا کہا فلاں سے اور فلاں سے۔

امام ابن ابی حبان کہتے ہیں کہ

"ولم يشافه احدا من الصحابة ومن زعم انه لقى ابن عباس فقد وهم "(تھذیب التھذیب ۴/۸۱)

کہ ضحاک نے کسی صحابی سے بھی بالمشافہ آمنے سامنے ملاقات نہیں کی اور جس نے یہ گمان کیا ہے، کہ وہ ابن عباس سے ملے ہیں، تو اسے وہم ہوا ہے۔

ابن حجر امام ابن حبان کی کتاب الثقات کے حوالے سے الضحاک عن بن عباس کی سند پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "فان الضحاك لا يصح سماعه من ابن عباس فلعل الآفة من المجهول الذى سمعه الضحاك منه " کہ ضحاک کا سماع ابن عباس سے صحیح نہیں، شائد یہ آفت (روایت) اس مجہول راوی کی طرف سے ہے جس سے الضحاک نے یہ روایت سنی۔ (لسان المیزان ۵/۲۴۰)

یعنی الضحاک اور ابن عباس کے درمیان جب ملاقات اور سماع ثابت نہیں تو بیچ میں کوئی راوی ضرور ہے، جسکو موصوف نے ساقط کیا ہے، اور یہ کہانی گھڑنے والا وہی شخص ہو سکتا ہے۔

بالکل یہی حال ابن سعد کی روایت کی بھی ہے۔ جو کسی نامعلوم شخص نے گھڑ کر ابن عباس کے ذمے لگائی ہے۔

اور پھر الضحاک سے روایت کرنے والا جو یبر بھی عند المحدثین متروک الحدیث، لیس بشئ" ہے ابو قدامہ السرخسی نے فرمایا کہ امام یحیٰ بن سعید القطان نے لیث بن ابی سلیم، جو یبر، اور الضحاک و محمد بن السائب کلبی ذکر کرتے ہوئے فرمایا "هولاء لا يحمد حديثهم " کہ انکی احادیث کی تعریف نہیں کی جاتی۔

(میزان الاعتدال ۴۲۷)

حافظ ابن حجر نے جو یبر، ابن سعید الازدی، ابو القاسم البلخی تینوں کو ضعیف قرار دیا ہے۔

(تقریب التھذیب ۱/۱۳۶)

امام نسائی اور دار قطنی نے اسے متروک الحدیث کہا۔ امام یحیٰ بن معین نے اسے "لیس بشئ" کہا۔

(میزان الاعتدال ۱/۴۲۷)

ابن حبان فرماتے ہیں کہ امام یحی بن سعید القطان نے اسے انتہائی ضعیف قرار دیا ہے، کہ موصوف الضحاک سے الٹی پلٹی چیزیں نقل کرتا ہے۔ نیز ابن حبان نے فرمایا کہ امام یحی اور عبد الرحمن، جو یبر بن سعید سے روایت نہیں لیتے تھے۔ امام دارمی فرماتے ہیں کہ میں نے یحی بن معین سے جویبر کی احادیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا ضعیف ہیں۔ (کتاب المجروحین لابن حبان ۱/۲۱۷)
اور امام ذھبی نے جو یبر کو متروک الحدیث قرار دیا ہے۔ (دیوان الضعفاء والمتروکین ۱/۱۵۹)
ان تحریرات اور ایسے دیگر بے شمار حقائق کی بنیاد پر یہ ثابت ہوتا ہے، کہ اس روایت کا ابن عباس سے کوئی تعلق نہیں۔ ماخوذ از (معصوم پیغمبر)

یہ بات یقینی ہے کہ معوذتین مکہ میں، جادو کی کہانی سے تقریبا ۹،۸ سال پہلے نازل ہوئی ہیں: ۔

معوذتین (قل اعوذبرب الفلق اور قل اعوذبرب الناس) کے بارے میں تفصیلی بات ہم ذکر کر چکے ہیں بطور خلاصہ یا تقرر فی الذہن کے لئے دوبارہ پڑھ لیں کہ امت میں تقریبا حقیقت تک پہنچی ہوئی بات یہ ہے کہ یہ دونوں سورتیں اللہ تعالی نے نبی پر سخت تکالیف او مشکلات کے وقت مکہ میں مدینہ آنے سے پہلے۔ اس لئے نازل فرمائی تھی کہ مسلمان ہر طرح کمزور قلیل اور ہر وقت مشرکین کے نشانہ پر تھے تا کہ تمام شرور سے اللہ کی پناہ ڈھونڈیں۔ اور جو لوگ جادو کی کہانی تسلیم کرتے ہیں، وہ سورۃ فرقان ایت ۸ اور بنی اسرائیل ۴۷ کے مطابق پکا ظالم (مشرک) بھی ہے۔ اور دبے الفاظ میں ساحر اور سحر کو اللہ کی طاقت اور حفاظت پر فوقیت بھی دیتا ہے، کہ گویا کہ معوذتین جیسے حصار تحفظ اور گارنٹی الہی کے باوجود جادوگروں نے العیاذ باللہ ہمارے اللہ اور اسکے رسول دونوں کو شکست دی، یا اس ظالم کا گمان یہ ہے، کہ اللہ کے حکم کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے معوذتین پڑھنے کا اہتمام نہیں فرمایا اس لئے جادوگر کامیاب ہو گئے۔

اور جو لوگ ان سورتوں کو مدنی قرار دیتے ہیں، تو وہ بے چارے مکڑی کے جالے کا سہارا لیتے ہیں، نیز انکا گمان ناقص یہ ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کو دشمن نقصان پہنچا چکے تو اس کے بعد اللہ تعالی کو العیاذ باللہ یہ فکر پیدا ہوئی کہ پہلے نہ صحیح اب صحیح، اور یا وہ شیعوں کی طرح عقیدہ بداء کے قائل لگتے ہیں کہ اللہ تعالی کو العیاذ باللہ کبھی کبھی بھول ہو جاتی ہے۔

نیز جادو کی کہانی گھڑنے والوں نے منصب رسالت کو مشکوک کرنے کی کوشش کی تاکہ ہوشمند غیر مسلم کو آپ ﷺ اور اسلام سے دور رکھا جائے، چاہیئے تو یہ تھا کہ مسلمان مصنفین پیغمبر کی دفاع کرتے مگر بد قسمتی سے منگھڑت راویوں اور محدثین کی دفاع میں لگے رہے، بخاری و مسلم کے راویوں کی عزت کو اللہ کے رسول کی ذات طیبہ پر ترجیح دی جارہی ہے۔ اسی کا نام شخصیت پرستی ہے۔

ابن علامہ احمد سعید خان تحریر کرتے ہیں

کہ امام بیہقی فرماتے ہیں کہ سیدنا عکرمہ اور الحسین بن ابی الحسین نے فرمایا کہ معوذتین کا نزول مکہ میں ہوا تھا۔ ملاحظہ کریں (الاتقان فی علوم القرآن النوع الاول معرفت المکی والمدنی)

اسی طرح علی بن ابی طلحہ اور قتادہ کے نزدیک بھی یہ سورتیں مکہ میں نازل ہوئیں (الاتقان)

امام لغت و نحو علی بن اسمعیل ابن سیدہ المتوفی ۴۵۸ھ لکھتے ہیں، سورۃ الفلق خمس آیات مکیۃ (اعراب القرآن لابن سیدہ) کہ سورۃ الفلق کی چار آیتیں ہیں یہ مکیہ ہے۔ اسی طرح شرح المخلاتی میں ہے کہ سورۃ فلق سورۃ الفیل کے بعد نازل ہوئی اور یہ قتادہ کے نزدیک مکیہ ہے۔ (شرح المخلاتی لابی عید رضوان بن محمد۔

اسی طرح علامہ بن جوزی کہتے ہیں، کہ ابو کریب نے ابن عباس سے یہی نقل کیا ہے، اور یہی قول حسن بصری، عطاء، عکرمہ، اور جابر رضی اللہ عنہ کا ہے، کہ سورۃ الفلق مکی ہے: زاد المسیر تحت السورۃ۔

(از معصوم پیغمبر ۱۲۳)

آپ پہلے بھی تفصیل سے پڑھ چکے ہیں کہ جن حضرات نے سورۃ الفلق کو مدنی قرار دیا ہے، اسکی بنیاد محمد بن السائب کلبی عن ابن عباس پر ہے، سب سے پہلے اسی کلبی اور انکے کذاب استاد ابو صالح ہی نے سورتوں کا نزول روایت سحر سے جوڑ دیا ہے۔ بعد میں آنے والے تمام مفسرین نے پھر آنکھیں بند کرکے انکی تقلید کی ہے۔

اور جب یہ منگھڑت شان نزول کو تسلیم کیا گیا، تو پھر "و من شر النفثٰت فی العقد" کی تفسیر بھی تبدیل کرکے اس سے لبید بن اعصم کی بیٹیاں مراد لی گئیں۔ اکثر مفسرین نے کلبی ہی کے حوالے سے ایسا کیا ہے۔

ملاحظہ کریں، قرطبی تحت السورۃ لکھتے ہیں، کہ ابن عباس رضی اللہ نے کہا کہ جب رسول اللہ ﷺ پر جادو کیا گیا، تو اللہ نے یہ سورتیں نازل کیں اور انکی آیات کی تعداد جادو کی گرہوں کے مطابق گیارہ تھی،

اور اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو ان سے تعوذ کرنے کا حکم دیا پس ایک ایک پڑھتے اور ادھر ایک ایک گرہ کھلتی جاتی۔

حالانکہ ہم پہلے بھی تفصیلا لکھ چکے ہیں، کہ ابن عباس کی طرف منسوب یہ قول کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس کی سند سے ہے، جو صاف جھوٹ اور ابن عباس پر تہمت ہے،اس روایت کا پوسٹ مارٹم پہلے گزر چکا۔

امام بغوی نے بھی مقاتل اور کلبی ہی کا حوالہ دیا ہے،اور سیوطی نے بھی بیہقی من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس ذکر کیا ہے۔(لباب النزول لسیوطی تحت السورۃ) محمد بن السائب کلبی، اور ابو صالح پر ہم بات کر چکے ہیں، کہ غالی رافضی اور جھوٹے ہیں۔

البتہ بغوی نے مقاتل کا نام لیا ہے، امام وکیع فرماتے ہیں کہ مقاتل بن سلیمان کذاب تھے، وکیع سے مقاتل کی تفسیر کے بارے میں جب پوچھا گیا، تو انہوں نے فرمایا" لا تنظر فيه ، قال ما اصنع به؟ قال ادفنه "کہ اس تفسیر کا مطالعہ نہ کرو پوچھنے والے نے کہا پھر میں اسکا کیا کروں آپ نے فرمایا، اس کو دفن کرو امام احمد نے لکھا کہ "مقاتل بن سلیمان صاحب التفسير ما يعجبني ان اروى عنه شيئا "کہ مقاتل سے مجھے کچھ روایت لینا پسند نہیں۔ عبدالرحمن بن الحکم کہتے ہیں، "کان قاصا ترك الناس حديثه " کہ مقاتل صاحب کہانیا سنانے والا تھا لوگوں نے انکی روایات کو چھوڑ دیا تھا۔

امام ابن ابی حاتم نے اسے متروک الحدیث قرار دیا۔(تفصیل الجرح والتعدیل ۸/۴۰۵،۴۰۶)

علامہ ابن حجر نے لکھا ہے کہ "مقاتل متروک والضحاک لم یسمع من ابن عباس " کہ مقاتل کو محدثین نے چھوڑ دیا ہے، اور الضحاک نے کبھی ابن عباس (کو دیکھا تک نہیں) اور نہ ہی اس سے کوئی حدیث سنی۔" (الاصابة باب الخاء وبعدها الضاد)

امام ابن حبان لکھتے ہیں: كان ياخذ عن اليهود والنصارى علم القرآن الذى يوفق كتبهم وكان شبهيا يشتبه العرب بالمخلوقين وكان يكذب مع ذالك فى الحديث "۔

مقاتل یہود ونصاری سے قرآن جیسا علم حاصل کرتا تھا، جو انکی کتابوں کے موافق ہوتا تھا، اور اسکے ساتھ ساتھ حدیث میں بھی کذب بیانی کرتا تھا، مقاتل شبہ میں سے تھا، خالق کو مخلوق کے ساتھ تشبیہ دیا

کرتا تھا، امام ابو حنیفہ اپنے شاگردسے کہتے یاابایوسف خراسان کے دو فرقوں سے بچ کے رہنا ایک جہیمیہ اور دوسرا مقاتلیہ۔ (کتاب المجروحین ۳/۱۵،۱۴) ماخوذ از معصوم پیغمبر)

البتہ ایک اور روایت! جو بیہقی نے دلائل النبوۃ میں عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف منسوب کر کے نقل فرمایا، اسمین بھی معوذتین کا نزول جادو کیساتھ باندھا گیا ہے۔

"اخبرنا ابولحسن علی بن محمد المقری قال اخبرنا الحسن بن محمد بن اسحاق قال حدثنا یوسف بن یعقوب قال حدثنا سلمه بن حیان قال حدثنا یزید بن هارون قال اخبرنا محمد بن عبید الله عن ابی بکر بن محمد عن عمره عن عائشه"

مگر اسکی سند بھی انتہائی ضعیف ہے، متن تو ہے ہی منگھڑت اس مین یوسف بن یعقوب القاضی اور سلمہ بن حیان دونوں مجہول الحال راوی ہیں۔

تیسرے محمد بن عبید اللہ العزرمی الکوفی ہے، امام احمد نے فرمایا کہ محدثین نے انکی روایات ترک کی ہیں۔ امام ابن معین کہتے ہیں، 'لیس بشئ لا یکتب حدیثه "کہ یہ شخص کچھ نہیں اور سکی روایات نہیں لکھی جائی، امام بخاری کہتے ہیں، "ترکه ابن المبارك ویحی" کہ اسکو عبداللہ بن مبارک اور امام یحی دونون نے چھوڑدیا ہے امام نسائی نے اسے غیر ثقہ قراردیا، کہ انکی روایات نہ لکھیں، امام دار قطنی نے اسے ضعیف الحدیث کہا ہے، امام ابو حاتم، ابن مہدی، حاکم، ابوزرعہ، نے اسے متروک الحدیث کہا، امام الساجی نے منکر الحدیث ابن حجر نے فرمایا "اجمع اهل النقل علی ترك حدیثه" کہ انکی روایت چھوڑ دینے پر تمام محدثین کا اجماع ہے۔ (تہذیب التہذیب ۷/۲۰۴،۲۰۵ ماخوذ از معصوم پیغمبر)

بہر حال کسی ایک صحیح متصل حدیث سے ثابت نہیں ہے کہ معوذتین کا نزول جادو اتارنے کے لئے ہوا ہے، محض بے سند اقوال اور روایات مکذوبہ کو دیکھ کر کوئی عقیدہ یا نظریہ قائم کرلینا درست نہیں ہے۔

خیر اس پر پہلے بھی ہم کافی بحث ہم کر چکے ہیں، کہ معوذتین کا جادو کے کہانی سے کوئی تعلق نہیں، سیدنا عقبہ بن عامر نے فرمایا ہے۔"قال رسول الله ﷺ الم تر ایات انزل اللیة لم یر مثلهن قط

قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس "کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کیا تم نے ان ایات کو نہیں دیکھا جو آج رات نازل کی گئیں ہیں، کہ ان کے مثل پہلے نہیں دیکھی گئیں وہ معوذ تین ہیں۔

(مسلم باب فضل قراءۃ المعوذ تین حدیث نمبر ۱۹۲۷)

اگر جادو کی کہانی سے انکا جوڑ ہوتا، تو اسمیں تو سب سے پہلے ان سورتوں پر جادو کی گرہیں کھولنے کا ذکر ہوتا، کہ ایسی سورتیں نازل ہوئیں کہ ایک ایک ایت پڑھتے گئے اور گرہ کھولتا گیا، تو اسمین جب اتنے بڑے کارنامے کے سلسلے میں نزول ہو گیا تو وہ تو سارا مدینہ اس سے واقف ہوتا ہے مگر یہاں عقبہ بن عامر کی روایت رسول اکرم کا قول جو نقل کرتا ہے، تو اس سے متشرح ہوتا ہے، کہ کسی کو نزول کا علم تک نہ تھا۔ مگر ان روایات کا سارا قصہ آپ پڑھ چکے ہیں، ہم نے اس پر تفصیلی اور علمی گفتگو کی ہے۔ کہ اسمیں "الیلۃ" اسی رات کے نزول کے الفاظ مدرج اور غیر یقینی بلکہ کسی راوی کا اضافہ ہے۔

"ومن شر النفاثات فی العقد" سے کیا مراد ہے؟

بحمد اللہ براہین قاطعہ سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ معوذ تین قرآن ہی کی دو سورتیں ہیں، اور بخاری کی وہ روایت جسمیں ان دو سورتوں کے بارے میں عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پر افتراء کیا گیا ہے، کہ وہ ان دو سورتوں کو قرآن کا حصہ نہیں سمجھتے تھے، اور ابی بن کعب پر بھی یہ الزام تھوپا گیا ہے کہا انہوں نے نبی سے پوچھا تو نبی نے بھی ان سورتوں کے بارے میں فرمایا کہ جبرائل پڑھتے گئے میں ساتھ پڑتا گیا، وغیرہ کتاب التفسیر، تفسیر قل اعوذ برب الناس "بخاری شریف، بخاری مترجم جلد ۲/ ۹۰۹ حدیث نمبر ۲۰۸۰ مکتبہ نعمانیہ یہ روایت اور ایسی دیگر روایات جو قرآن کو مشکوک کرتی ہیں سب مردود ہیں۔

اور یہ بات بھی ثابت ہو چکی کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کے اثر کی کہانی، لبید بن اعصم یا انکی بیٹیوں کی مافوق الاسباب اتنی طاقت وقدرت کہ نبی اخر الزمان کے دماغ مبارک کو متاثر کر سکے سو فیصد بے اصل اور جھوٹ ہے۔

اور یہ بات بھی ثابت ہو چکی کہ معوذ تین کا قصہ جادو سے کوئی تعلق ہی نہیں رکھتا۔

اور اسمیں بھی شک کی گنجائش نہ رہی کہ معوذ تین مکی ہیں مدینہ میں نزول یا دوبارہ نزول کی کہانی بھی جھوٹ اور بے اصل ہے۔ اور کھینچ تان کر "من شر النفثت فی العقد "کی جو تفسیر جمہور مفسرین نے ان جھوٹی روایات کی بنیاد پر کی ہے جبکہ اس تفسیر کی بنیادی (روایات) جب منگھڑت ٹھریں تو اس پر بنا تفسیر بھی بے بنیاد ٹھر کر کالعدم ہو گی، خواہ اس کا قائل پوری امت ہی کیوں نہ ہو، کہ اسلام کی بنیاد قلت اور کثرت

پر نہیں بلکہ دلیل پر ہے، مفسرین حضرات محدثین کی تقلید میں لبید بن اعصم کو جادو کرنے والا سمجھتے ہیں، لیکن نفثٰت کی تانیث کی وجہ سے جب پھنس جاتے ہیں، تو پھر لبید کی دو بیٹیاں وجود میں لائی جاتی ہیں، جبکہ ۵ھ کے بعد کسی یہودی کا وجود مدینہ میں ثابت نہیں کیا جاسکتا، پھر بے چارے لبید کو منافق کا درجہ دے دیتے ہیں، اور بنو رزیق سے اسکا تعلق جوڑا جاتا ہے حالانکہ بنو رزیق بڑا بابرکت قبیلہ ہے۔ بہر حال

خشت اول چون نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

لھذا کسی نے تو نفاثات سے مراد عورتیں لی ہیں، اور کسی نے جماعات اور نفوس مراد لی ہیں، اس پر تفصیل سے گفتگو ابن علامہ احمد سعید خان صاحب نے کی ہے، آخر میں ہم وہ بھی ممکن ہے ہدیہ ناظرین کردیں۔ پہلے ہماری معروضات ملاحظہ کریں۔

النفاثات:۔ نفث معمولی سی پھونک، ہلکی سی پھونک، جسمیں تھوک یا آواز شامل نہ ہو۔ پوشیدہ اور ہلکے طریقے سے کسی کے کان اور دل، کان میں بات ڈالنے کے معنی میں بھی آتے ہیں، جیسے حدیث مبارک ہے "فان رح القدس نفث فی روعی ای واوحی والقی کذافی النهایه" کہ روح القدس نے میرے دل میں بات ڈالدی (وحی کردی) ۔(تاج العروس جلد ا ص ۶۵۰، نافث منافثۃ" پوشیدگی میں بات کرنا المنجد ۱۰۳۳ اور مادہ نَفَثَ، اور عربی میں ضرب المثل ہے" لو نفث علیك فلان فطرك "کہ اگر فلان نے تمہارے کان بھر دیے تو تم بگڑ جاؤ گے۔

علامہ محمد حامد الفقی نے تفسیر ابن القیم کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ "بل النفث الذی یلیق بعظمة بلاغة القرآن ووفخافة اسلوبه هو نفث المفسدین سمّوهم بالکذب والغیبة والنمیمة وقالة السوء فی عقد الصلوة بین الناس حتی یفکوا عر الزوجیة المودة والحرمة وغیرها وشر وضرر هذا فی الناس اکثر جدا من شر من یقولون انهم سحرة" (واللہ اعلم)
(تفسیر ابن القیم ۵۷۱ حاشیہ نمبر ا طبع مصر)

بلاغت قرآن اور اور اسکے اونچے معیار ادب کو دیکھتے ہوئے نفث کے معنی یہی موزون رہیں گے، کہ اس سے دلوں میں جھوٹ، غیبت، چغلی اور بدگوئی کا زہر کھول کر دو کو لڑانا مراد لیا جائے، اور یہ شرارت اس لئے کی جاتی ہے، کہ دلوں میں دشمنی کی گرہیں بڑھ جائیں، اور میاں بیوی یا دوسروں کے مابین احترام پیار اور پاکیزہ روابط میں کھنڈ پڑ جائے، یعنی جھوٹی باتوں سے کان بھر کر دو افراد کے اچھے تعلقات کو لگاڑنے کا نام نفث ہے۔

نمبر ۲: اللہ تعالی کی اپنی کتاب سب سے اچھی تفسیر خود کرتا ہے، اللہ تعالی کا کلام حسن بیان کا شاہکار ہے، اور رب کے کلام کی انشاء پر داوزی بے مثال ہے، سورۃ الفلق کی ایت نمبر ۳، ومن شر غاسق اذاوقب سے تقریبا تمام مفسیرن نے اندھیرے میں جنم لینے والے شرور، رات میں نکلنے والے موذی جانور، درندے، چورڈاکو، نقب زن، قاتل وغیرہ مراد لئے ہیں جو سب مادی اشیاء ہیں، اور ایت نمبر ۵ ومن شر حاسد اذا حسد" سے بھی حسد کرنے والے شر سے پناہ مانگی گئی ہے۔ تو حاسد کا حسد بھی دن رات دوسروں کے نقصانات کرنا یہ سب ان گراؤنڈ مادی چیزیں ہیں، اور بیچ کی ایت نمبر ۴ "میں سحر جو مادی نہیں بلکہ روحانی چیز ہے کیسے مراد ہو سکتی ہے؟

قرآن خود" من شر النفاثات فی العقد" کی تشریح یوں کرتا ہے، سورۃ الصف ۸ اور توبہ ۳۲ میں فرمایا کہ" یرید ون لیطفئو نور اللہ بافواھھم " یہ (اسلام کے مخالفین) چاہتے ہیں کہ اللہ تعالی کی روشنی (توحید الہی اور احکام خداوندی) کو اپنی پھونکوں (زبانی پراپیگنڈہ اور دیگر شرارتوں) سے بجھادیں ۔ تو سورۃ الفلق میں اللہ تعالی نے اہل اسلام کو ایسی دعا کی تلقین کی، کہ ایسے بدبختوں کے مفسد عزائم سے بچنے کے لئے اللہ کی پناہ مانگیں۔

نمبر ۳: قرآن کی ایک اور وضاحت! "لو ان قرآنا سیرت بہ الجبال او قطعت بہ الارض او کلم بہ الموتی بل للہ الامر جمیعا" (الرعد ۳۱) ترجمہ از بیان القرآن لاشرف علی، "اگر کوئی ایسا قرآن ہوتا جسکے زریعہ سے پہاڑ اپنی جگہ سے ہٹادئے جاتے، یا اس کے زریعے زمین کے فاصلے جلدی طے ہوجاتے، یا اس کے زیعے سے مردوں کے ساتھ کسی کو باتین کرادی جاتیں (تب بھی یہ لوگ ایمانہ لاتے) بلکہ سارا اختیار خاص اللہ ہی کو ہے۔ قرآن میں اللہ نے یہ کمال نہیں رکھا۔ اس ایت کی ترجمہ میں غور کرنے سے صاف ثابت ہوتا ہے، کہ اللہ کے کلام میں یہ کمالات نہیں رکھے گئے تو پھر جادو میں ایسی روحانی کمالات ماننا جو ایک پیغمبر کے دماغ کو متاثر کرسکے کیسے ممکن ہے؟۔

نمبر ۴: امام بیضاوی صاحب نے جمھور ملامافیہ کے ڈر سے اور انکے بے جافتوی بازی سے خود کو بچاتے ہوئے آخر میں قیل کیساتھ حق بات کہی ہے، فرمایا"المراد بالنفث فی العقد ابطال عزائم الرجال بالحیل" (بیضاوی ۳۴۸/۵) تحت السورۃ)

کہ گرہوں میں پھونک مارنے سے مراد مردوں کے مستحکم اور مضبوط ارادوں کو حیلوں اور بہانوں (مکر) کے زریعہ پاش پاش کرنے والی عورتین یا جماعتیں اور گروہ مراد ہیں۔

نمبر۵: عبدالحق حقانی دیوبندی رقمطراز ہیں کہ ایت کا معنی یہ ہوے کہ ان عورتوں کے شر سے پناہ مانگنی چاہئے جو مردوں کی ہمتوں اور مستحکم مضبوط ارادوں کو مکر (یا حیلہ بازی یا حسین نخروں) کی پھونک مار کر کمزور کر دیتی ہیں۔(تفسیر حقانی ۴/۷۱۶)

نمبر۶: امام رازی لکھتے ہی کہ " من شر النفاثات " ای النساء فی العقد، ای فی عزائم الرجال وآرائهم فمعنی الآیة ان النساء لاجل کثرة حبّهنّ فی قلوب الرجال یتصرفن فی الرجال یحم لنهم من رائ الی رای ومن عزیمة الی عزیمة فامر الله رسوله بالتعوذ من شرهن کقوله تعالی "ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم فاحذروه " التغابن ۱۴ فلذالك عظم الله کیدهن فقال ان کیدکن عظیم " یوسف ۲۸ ، واعلم ان هذالقول حسن ، لولا انه علی خلاف قول الاکثر المفسرین " (التفسیر الکبیر ۳۷۴ جزء ۳۲ جلد ۱۱ تحت السورة الفلق نسخہ دیگر ۱۹۵/۳۲)

اسی طرح امام آلوسی الحنفی نے بھی لکھاہے۔

ترجمہ:۔ نفاثات سے (عام) عورتیں مراد ہیں (نہ سحر کرنی والیاں) اور العقد سے مردوں کے پختہ ارادے اور فیصلے مراد ہیں۔۔۔ پس ایت کا معنی یہ ہے کہ مردوں کے دلوں میں چونکہ عورتوں کی محبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ لھذا وہ مردوں کے ارادوں میں تصرف کرتی ہیں، اور انھیں ایک رائے سے دوسری رائے اور ایک پختہ اراد سے دوسرے ارادے کی طرف پھیر دیتی ہیں، پس اللہ تعالی نے اپنے رسول کے زریعے (آپ کی امت کو حکم دیاہے، کہ ان کے شر سے پناہ مانگیں۔(روح المعانی ۵۲۲/۱۵)

نمبر۷: مفسر احمد بن محمد غرناطی اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:۔

"نفاثات، نفّاثة" کی جمع ہے۔ اس جگہ اسے صفت کے طور پر استعمال کیا گیا ہے۔ جس کا موصوف محذوف ہے۔ اصل میں تھا "جماعة النّفّاثاتِ" یا " نُفوس النّفْثت " یعنی وہ جماعتیں یا وہ افراد جو اپنی شاطرانہ چالوں سے دوسروں کو نقصان پہچاتے ہیں۔ (کتاب التسہیل لعلوم التنزیل ج ۲ ص ۴۲۵)

نمبر ۸: علامہ حسن علوان مصری اپنی تفسیر جزو عم میں لکھتے ہیں:۔ نفّاثات، لفظ نفاثۃ کی جمع ہے۔ نفاثۃ کی تا تانیث کے لئے نہیں۔ بلکہ یہ "تا" تاکید کے لئے استعمال کی گئی ہے۔ جیسے علّامۃ "کی تا کو مبالغہ کی تا کہا جاتا ہے۔ اب اس آیت کا مفہوم تانیث کی بجائے تذکیر میں استعمال ہو گا۔ النفاثات فی العقد" من یخدعون الناس بالحِیل فیضرونھم "جو لوگ اپنی شاطرانہ چالوں سے دوسرے انسانوں کو نقصان پہنچاتے ہیں۔ (تفسیر جزعم ۱۰۸)

نمبر ۹: امام راغب فرماتے ہیں:۔

نفث کا ایک مطلب یہ ہے کہ "ایسا تھوکنا جس سے تھوڑا سا لعاب بھی نکلے" جادوگر جب گرہوں پر پڑھ پڑھ کر تھوکتا ہے۔ تو کہتے ہیں۔ نفث الساحر، جادوگر نے پڑھ پڑھ کر پھونکا۔ نفث اپنے منہ سے زہر اگل رہا ہے۔ (مفردات امام راغب ۹۴۳)

نمبر ۱۰: اس طرح نفث کا جب بُرے انسان پر استعمال ہوتا ہے۔ تو اس وقت ہم کہتے ہیں۔ کہ فلاں آدمی اپنے حسد کا زہر اگل رہا ہے۔ حضرت علیؓ کے سامنے ایک شخص نے کوئی بیہودہ بات کی تو آپ نے فرمایا:۔

"فانما نفث الشیطان علی لسانك" تیری زبان سے شیطان گندے الفاظ اگل رہا ہے۔

اسی طرح اہل عرب کہتے ہیں:۔

"نفث فی الاذان نجیًا" فلاں آدمی نے کانوں میں سرگوشی کرتے ہوئے ایک بات پھیلادی"

(قاموس القرآن ۷/۸۷ ارسید علی اکبر قریشی)

جیسا کہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے" بیشک تمہاری بیویوں اور تمہاری اولاد میں سے تمہارے دشمن ہیں، پس تم ان سے بچتے رہو (تغابن ۱۴) پس اسی وجہ سے اللہ تعالی نے عورتوں کے مکر کو عظیم مکر کہا ہے، اور فرمایا، بیشک تم عورتوں کا مکر بہت بڑا ہے (یوسف ۲۸) پھر امام رازی فرماتے ہیں) کہ خوب جان لو کہ یہ قول اور توجیہ بہت اچھی ہے، اگر یہ اکثر مفسرین کے خلاف نہ ہوتا۔

نمبر ۱۱: ابن احمد سعید فرماتے ہیں" کہ امام رازی نے اس ایت کی جو تفسیر کی ہے، اسکی تائید مندرجہ ذیل حدیث سے بھی ہوتی ہے۔ جب رسول اللہ کسی عہد کے موقع پر عورتوں کو صدقہ کا حکم دیتے ہوئے پاس سے گزر رہے تھے اور فرمایا" مارائت من ناقصات عقل ودین اذھب للب الرجل الحازم من احداکن" (بخاری باب ترک الحائض الصوم وباب الزکاۃ علی الاقارب)

یعنی میں نے نہیں دیکھا کہ عقل اور دین میں ناقص ہونے کے باوجود تم سے زیادہ کوئی کسی دانا مرد کی عقل کو ضائع کر دیتا ہوں یعنی عورتیں اپنے حیلوں سے ایک عقل مند مرد کی عقل پر بھی چھا جاتی ہیں، اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولوں کے زریعہ امت کو ان سے پناہ مانگنے کی تعلیم دی ہے۔

(ماخوذ از معصوم پیغمبر ۱۳۳، ۱۳۴)

العقد اور قرآن: العقد مفرد ہے اسکی جمع العقود آتا ہے، تو آیئے قرآن کریم نے دیگر مقامات پر عقد کی جمع عقود کس چیز کے لئے استعمال فرمایا ہے۔ اس آیت میں دوسرا لفظ العقد ہے۔ یہ عقیدہ کی جمع ہے۔ اس کے دو مفہوم ہیں امام راغب لکھتے ہیں:۔

نمبر ا: "کسی بات کو پختہ کرنا اور مضبوط کرنا۔ جیسے قرآن مجید میں ہے:۔ "ولا تعزِموا عقدةَ النِّكاح حتى يبلُغَ الكِتٰبُ اَجَلَهٗ" جب تک عدت پوری نہ ہو جائے نکاح کا پختہ ارادہ نہ کرنا"۔

نمبر ۲: عقدہ کا دوسرا مفہوم ہے "گرہ" جیسے قرآن مجید میں ہے:۔

"واحلُل عُقدةً من لسانی "میری زبان کی گرہ کھول دے۔ (مفردات امام راغب ۶۳۱)

"النفاثات فی العقد میں عُقَدٌ کا واحد عَقدَةٌ ہے۔ پختہ اور مضبوط کرنے کے مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ جیسے عورت اور مرد کے درمیان شرعی تعلق ہوتا ہے۔ اسے عقدۃ النکاح کہتے ہیں۔ یعنی مضبوط اور مستحکم تعلق۔ اور دوستوں کے درمیان جو مضبوط تعلق ہوتا ہے۔ اُسے عقدة المودّة والاخوۃ کہتے ہیں۔

امام بیضاوی شر النفاثات فی العقد کا ایک مفہوم یہ بھی، بیان کرتے ہیں:۔

"وقيل المراد بالنفث فى العقد۔۔ ابطال عزائم الرجال بالحيل " جیسے کہتے ہیں: کہ عورتیں اپنے مکروخدع سے مردوں کے مستحکم ارادوں کو پاش پاش کر دیتی ہیں۔ (بیضاوی ۴۵۶ ج ۲)

دیکھئے اس میں امام بیضاوی عُقد کا معنیٰ (عزائم الرجال) مردوں کے مستحکم ارادے کر رہے ہیں۔

تفسیر حقانی کے مؤلف مفسّر عبد الحق حقانی دہلوی لکھتے ہیں:۔ نفث استعارہ ہے۔ ڈھیلا کر دینے سے اس لئے کہ جب گرہ کو کھولنا ہوتا ہے۔ تو اس میں تھوڑا سا لُعاب لگاتے ہیں۔ کہ نرم ہو کر کھل جائے۔ اب اس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ ایسی عورتوں سے پناہ مانگنی چاہئے جو کہ مردوں کے مستحکم ارادوں کو مکروخدع کی پھونک مار کر ڈھیلا کر دیتی ہیں۔ ایسی عورتوں نے سینکڑوں عاقل انسانوں کو ذہناً ماؤف کر کے رکھ دیا جس کی وجہ سے انہوں نے عقائد حسنہ اور اعمال صالحہ تک ترک کر دئے۔ (تفسیر حقانی ۲۸۹ ج ۸)

آپ کی اس عبارت کا مقصد یہ ہے۔ کہ اگر نفاثات کی جمع سے عورتیں مراد لی جائیں تو ان سے جادوگر عورتیں مراد نہیں ہو سکتیں بلکہ ایسی عورتیں مراد لی جائیں تو ان سے جادوگر عورتیں مراد نہیں ہو سکتیں بلکہ ایسی عورتیں جو اپنے مکروخدع سے مردوں کے مستحکم ارادوں کو کمزور اور ڈھیلا کر دیتے ہیں۔ اور عُقدٌ کا مطلب ہو گا مردوں کے مستحکم ارادے۔

امام زمخشری فرماتے ہیں:۔

"اوِاللاتی یفتن الرجال بکید هنّ وعرضهنّ محسنهنّ کانّهنّ یسحرنهم بذلك"

(تفسیر الکشاف ج ۲ ص ۵۶۸)

یا جیسے وہ عورتیں جو اپنے مکروخدع اور حسن وجمال کے ذریعے مردوں کو بڑے بڑے فتنوں میں مبتلا کر دیتی ہیں۔ ایسے فتنوں پر بھی سحر کا اطلاق ہوتا ہے۔ (جیسے ہم کہتے ہیں کہ فلاں عورت نے اپنے مرد پر ایسا جادو کر رکھا ہے۔ کہ وہ اس کے آگے چون وچرا بھی نہیں کر سکتا۔

"کہ جادو تو لبید بن الاعصم نے کیا تھا۔ لیکن نفاثات میں عورتوں کو کیوں ظاہر کیا گیا ہے۔

الجواب المحقق: ان النفاثات هنا، هن الارواح والانفس لانساء النفاثات"۔

اس کا تحقیقی جواب یہ ہے۔ کہ یہاں نفاثات سے مراد عورتیں نہیں ہیں۔ بلکہ ارواح اور نفوس مراد ہیں ۔ اصل میں نفوس النفاثات اور ارواح النفاثات تھا۔ یعنی یہاں صفت کو تو بیان کیا گیا ہے۔ لیکن اس کے موصوف کو محذوف کر دیا گیا ہے۔

شیخ التفسیر محمد اویس ندوی ابن قیم کے اس قول کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"ان المراد من النفاثات الاحوال والصفات والمقاصد الشريرة التى تكون من الحاسد الشرير فی حل بين العبد وبين ربه من صلاة العبودية ۔ وهل ما بين الصديقين من عقدة المودة والاخوة وامثالها من الاسباب التى ينفثها سموماً تو هن الروابط وتقع الاوامر فيتولد منها العداء بين الناس"

یہاں نفاثات سے مراد وہ حالتیں، عادات اور شریر مقاصد ہیں۔ جن کے استعمال سے ایک شریر انسان عبودیت کے اس تعلق کو جو عبد اور اس کے رب کے درمیان ہے ختم کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایک شریر حاسد اچھے دوستوں کے درمیان جو اخوّت اور مودّت کا مضبوط تعلق (عقدہ) ہوتا ہے۔ اپنی خداعی تدبروں سے اس تعلق کو خراب کر دیتا ہے۔ اور اسی طرح مکروخدع کے زہریلے اثرات سے ایک مفسد

انسان باہمی روابط اور مضبوط تعلقات کو اس طرح کمزور کر دیتا ہو۔ جس کے بعد ان کے درمیان عداوت اور نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔(تفسیر القیم ۵٦۳)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:۔"بل النفث الذی یلیق بعظمة بلاغة القرآن ،وھو نفث المفسدین سموم‌ھم بالکذب فی عقد الصلاۃ بین الناس"

"نفث کا مفہوم جو قرآن مجید کی عظیم بلاغت کے زیادہ لائق ہو وہ اصل میں مفسدین لوگوں کا نفث ہے۔ جس کے استعمال سے وہ اپنے اندر کا زہر اُگل اُگل کر مسلمانوں کے باہمی مضبوط روابط کو کمزور کرتے رہتے ہیں"۔

یعنی نفاثات کا مفہوم شریر لوگوں کی جماعتیں یا افراد ہیں:۔ اور عُقد سے مراد ان کے باہمی روابط ہیں۔
(تفسیر القیم ۵۷۱)

محققین کی اس تحقیق کے بعد معلوم ہوا کہ اس آیت کا اصل مفہوم یہ ہے۔ کہ جو لوگ اپنے باطل نظریات کے ساتھ اسلام کی مضبوط بنیادوں اور مسلمانوں کے باہمی روابط کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ ان کے فتنوں سے پناہ مانگنی چاہئے۔ اس لئے اس کے بعد من شر حاسد فرمایا گیا ہے۔ جو لوگ اپنے باطنی کینہ اور حسد کی وجہ وجہ سے اہل حق کے وجود کو برداشت نہیں کرسکتے ایسے حاسدین سے بھی پناہ مانگے رہئے۔

قرآن کہتا ہے۔

"اوفوا بالعقود "(المائدہ۱) اے ایمان والو اپنے عھود (عھد) پورے کرو۔

او یعفوا الذی بیدہ عقدتالنکاح(بقرہ۲۳۷) یا معاف کرے وہ شخص جس کے ہاتھ میں نکاح کا عہد (گرہ) ہے۔ والذی عقدت ایمانکم فاتواھم نصیبھم "(النساء۳۳)

اور جن سے معاہدہ کیا (گرہ لگایا) تمہاری قسموں نے ان کو دے دو انکا حصہ۔

مائدہ ایت **نمبر:۱** کے تحت امام طبری نے اجماع نقل کیا ہے، کہ عقود سے مراد عھود اور وعدے ہیں۔ اور علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے "قال ابن عباس ومجاھد وغیر واحد :یعنی بالعقود العھود وحکی ابن جریر الاجماع علی ذالك "کہ ابن عباس، مجاہد اور دیگر مفسرین صحابہ و تابعین نے عقود سے عہد ہی مراد لیا ہے، اور امام ابن جریر نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، اور آگے لکھا ہے، کہ عھد یا عقود سے

"العقد" ہر حرام وحلال جو اللہ نے مقرر کئے ہیں مراد ہیں، پھر ابن کثیر مزید لکھتے ہیں "العقد" ھی ستة: عهدالله وعقد الحلف وعقد الشركة وعقد البيع وعقدالنكاح وعقد اليمين "۔

(تفسیر ابن کثیر ۲/۷۴۴، ۲/۷۴۴جزء۶ایت مائدہ۱)

مقصد صاف اور بے غبار ہے کہ قرآن وسنت کے کسی منصف مزاج طالب علم پر یہ بات مخفی نہیں، کہ اللہ تعالی ان انسانوں کے درمیان تمام معاہدات کو عقد اور عقود یعنی گرہوں سے تعبیر فرمایا ہے۔ جیسے ابن کثیر کی عبارت میں کئی گرہوں اور عقود کا ذکر کیا گیا مثلا، میاں بیوی کا معاہدہ کو عقد نکاح یعنی نکاح کا گرہ کہا جاتا ہے، اور خرید، فروخت کرنے والے کے درمیان عھد کو عقد بیع، بیع کا گرہ، دو ستوں کے درمیان عقد ولایت دوستی کا گرہ، رشتہ داری کا عقد (گرہ) ہمسایہ گیری کا گرہ، وطن داری کا گرہ، تمام مخلوق ایک دوسرے کیساتھ مختلف گرہوں اور عقدوں میں بندھے گئے ہیں، اور اللہ تعالی نے حکم دیا ہے، کہ اوفو بالعقود "تمام گرہوں عقدوں اور معاہدوں کا خیال رکھو" واعتصموا بحبل الله "اللہ کی رسی سے چمٹ کر متحد رہو، اوران گرہوں کو کھولنے کی کوشش مت کرنا، اور جو لوگ ان گرہوں اور عقدوں اور معاہدون کو توڑے گا وہ فاسق ہو گا "الذين ينقضون عهد الله من بعد ميثاقه ويقطعون ما امر الله به ان يوصل ويفسدون فى الارض"۔ (بقرہ ۲۷) جو اللہ کے عھد (گرہوں) کو توڑتا ہے اور ان گرہوں کو کاٹتا ہے جسکے پیوست اور مضبوط رکھنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، اور یوں ایسا کرنے والے فساد فی الارض کے مرتکب ہیں۔

مطلب صاف ہے!

"من شر النفاثات فی العقد" کا مطلب بے غبار اور صاف نکل آیا قرآن ہی کی روشنی میں کہ تم لوگ پناہ مانگو ان جماعتوں، افراد، اور شریر عورتوں یا مردوں سے جو اللہ کے اور اسکے رسول کے بنائے گئے گرہوں میں مثلا دوستی کے عقد، نکاح کے عقد بیع کی عقد، رشتہ داری کے عقد، محبت اسلامی کے عقد باپ بیٹے کی عقد، امیر حاکم ورعایا کی عقد، ہمسائگی کی عقد استاد شاگرد کے عقد آقا نوکر کے عقد اور دیگر بے شمار اسلامی، اخلاقی، معاشرتی عقدوں اور گرہوں اور اتحادوں میں توڑنے اور کاٹنے کے لئے خفیہ تدبیروں چغلخوریوں، شرارتوں، بے حقیقت افواہوں، الزامات اور جھوٹ کی پھونک پھونکتے ہیں اور ان تمام عقدوں اور گرہوں کو کاٹنے اور کھلنے کی کوشش کرتے ہیں۔

نفث کا معنی تاج العروس منجد اور حدیث کے حوالہ سے آپ پڑھ چکے کہ خفیہ بات کرنا، دل میں بات ڈالنا ہے، یعنی چغلخوری یا شرارت کرنا۔

ایت الفلق نمبر ۴ کا معنی ہوا، کہ ان لوگوں کی شر سے پناہ مانگو جو دو افراد یا اقوام یا دوستوں کے درمیان چغلی کر کے انکے تعلقات کا ڈور (گرہ) کاٹ ڈالتے ہیں۔

یونس شہید یوں ترجمہ کرتے ہیں، کہ (اور اتحاد کے خلاف شر انگیز پراپیگنڈہ کرنے والی جماعتوں کے شر سے۔ (القرآن الحکیم ۷۳۷)

مگر ظالم لوگوں نے ایک چند جھوٹی روایات کی بنیاد پر قرآن کا معنی ہی تبدیل کر کے رسول اللہ ﷺ کو ہی داغدار کرنے کی کوشش کی۔

نمبر ۷: ابن علامہ احمد سعید خان لکھتے ہیں:۔ کہ ایت کا معنی ہو گا کہ ان جماعتوں کی شر سے پناہ مانگو جو معاہدوں کو خراب کرنے والی ہیں، یعنی وہ گروہ اور جماعتیں جو معاہدوں کا لحاظ نہیں کرتیں، اور اللہ ورسول اور مؤمنین کیساتھ کئے ہوئے پختہ معاہدوں کو توڑنے والی ہیں۔ (معصوم پیغمبر ۱۳۵)

نمبر ۸: مولانا عبید اللہ سندھیؒ نے لکھا ہے:۔ کہ

اور ہمیں ان جماعتوں کے شر سے بچا جو زہریلی پھونک مار کر عقیدے کو کمزور کر دیتی ہے، ہمارے مفسرین اس ضمن میں کئی روایتیں لکھ دیتے ہیں، جن کی صحت کے بارے ہمیں اسوقت بحث کرنے کی ضرورت نہیں، مگر ان سے جو نتیجہ وہ نکالتے ہیں، وہ قرآن مجید سے ربط نہیں رکھتا، جیسے ایک عورت جادوگرنی فرض کر لی جاتی ہے (روایات کے رو سے)۔

پھر وہ اپنے ساحروں سے جادو کرواتی ہے، اور قرآن میں ان کے شر سے پناہ مانگی جا رہی ہے، وغیرہ ان کے نزدیک اس قسم کی تاویل اگرچہ ہو سکتی ہے، تاکہ اسکا ایت سے تعلق پیدا کر دیا جائے، مگر ہمارا ترجمہ بہت واضح ہے، اس ایت سے جادوگرنیا مراد لینا قرآن مجید سے ثابت نہیں ہوتا، اور یہ بات قرآن اور نبوت کی شان کے بھی خلاف ہے اس لئے ہم عورتوں کی جگہ جماعتوں کو لیتے ہیں، اور جماعت عربی میں مؤنث کے صیغہ میں لیا جاتا ہے یعنی ان جماعتوں کے شر سے پناہ مانگی جاتی ہے، جو اپنی غلط پراپیگنڈہ سے انسان کی فطرتی ترقی کو روک لیتی ہے۔ (القام المحمود ص ۲۱۷)

ابن احمد سعید کی عبارت بطور تبصرہ:۔ ابن علامہ لکھتے ہیں:۔ کہ

الغرض: النفاثات کے چار مطالب بیان کئے گئے ہیں (۱) جادوگرنیاں (جھوٹی روایات کی بنیاد پر) (۲) عام عورتیں (تغابن ۱۴ کی رو سے) (۳) نفوس (خواہ مرد ہوں یا عورتیں (۴) جماعتیں (گروہ) ان میں سے جو بھی معنی مراد لئے جائیں، کسی معنی سے بھی یہ ثابت نہیں کیا جا سکتا کہ اس سورۃ الفلق کا

نزول مدینہ میں جادو اتارنے کے لئے کیا گیا ہے، اور نہ ہی ان سورتوں کا شان نزول کسی صحیح سند سے ثابت ہے صرف جادوگرنیوں والا معنی لیکر پوری سورت کو مکہ سے مدینہ نہیں لے جایا جاسکتا، کیا مکہ جادوگرنیوں سے خالی تھا؟ عجیب بات ہے کہ روایت سحر سے تعلق جوڑنے کے لئے النفاثات سے جادوگرنیاں مراد لینے پر زور صرف کیا جارہا ہے، جبکہ شیاطین کے شر سے پناہ مانگنے کا حکم تو ان سورتوں سے پہلے ہی آچکا تھا، ارشاد ربانی ہے۔"وقل رب اعوذ بك من همزات الشياطين واعوذبك رب ان يحضرون " (المومنون۹۸،۹۷)

اور کہئے (اے نبی) اے میرے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں شیطان کی چھیڑ سے اور میں تیری پناہ چاہتا ہوں اے رب اس سے کہ وہ میرے پاس آئیں۔

یعنی کسی بھی حال میں شیاطین کو میرے پاس نہ آنے دے کہ وہ مجھ پر اپنا وار کر سکیں، یہ ایت مکہ میں نازل ہوچکی تھی، اور پورے ایمان یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالی کے اس حکم کے بجا آوری لاتے ہوئے ضرور استعاذہ فرمایا کرتے تھے۔ پھر اس استعاذہ کے باوجود آپ ﷺ پر شیاطین اور ارواح خبیثہ کی چھیڑ کا تسلط کیا ثابت کرتا ہے؟ یہی نا! کہ یا تو آپ ﷺ معاذاللہ استعاذہ کرتے ہی نہیں تھے، یا پھر مدینہ جاکر یہ استعاذہ اپنا اثر کھو بیٹھا تھا، اس لئے نئے استعاذہ کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اسی طرح سورۃ النحل میں ہے "فاذاقرات القرآن فاستعذ بالله من الشيطن الرجيم " (النحل۹۸)

پس جب آپ پڑھنے لگیں قرآن تو پناہ مانگئے اللہ کی شیطان مردود سے۔

سورۃ النحل بھی مکی ہے، اور مندرجہ بالا ایت بھی مکیہ ہے، رسول الل ﷺ جب بھی قرآن پڑھتے تو یقینا اسوقت یہ استعاذہ ضرور فرمایا کرتے تھے، جب پیغمبر علیہ السلام ہمہ وقت اللہ کی پناہ میں رہتے تھے، توان پر شطان یا جادو کا حملہ کس طرح کامیاب ہوسکتا تھا۔؟

یہ بات ذہن نشین کرنی چاہیئے کہ معوذتین سمیت کوئی بھی استعاذہ اس لئے نہیں نازل کیا گیا، کہ رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر ہوجانے کا خطرہ تھا، کیونکہ آپ ﷺ کو شیطانی حملوں سے محفوظ و معصوم بنایا گیا تھا، اس لئے شیطان کسی بھی حالت میں اپنے وساوس اور مکروفریب کا القاء آپ ﷺ پر نہیں کرسکتا تھا، بلکہ شیطان تو آپؐ کی عبادت میں بھی خلل نہیں ڈال سکتے تھے۔

بخاری میں روایت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ایک رات بہت بڑا شیطان آیا اور میری نماز میں خلل ڈالنے کی کوشش کرنے لگا تو اللہ نے مجھے اس پر قابو دے دیا، اور میں نے اسے پکڑ لیا، اور میں نے

ارادہ کیا کہ مسجد کے ستون کیساتھ باندھ دوں تا کہ صبح تم اسے دیکھ سکو لیکن مجھے میرے سلیمان کی یہ دعا یاد آئی۔۔۔ پس میں نے اسے ذلیل کر کے بھگا دیا۔ (بخاری

جب شیطان کی یہ ہمت نہیں کہ آپ کی نماز میں خلل ڈال سکے تو کیا وہ آپکی سوچ یا دماغ مبارک میں خلل ڈال سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔

لھذا رسول اللہ ﷺ کو پناہ مانگنے کا حکم اس لئے نہیں دیا گیا تھا، کہ آپ ﷺ پر جادو اثر کر سکتا تھا، بلکہ امت کی تعلیم مقصود ہے، ویسے تو نبی بخل اور عذاب قبر سے بھی پناہ مانگتے تھے، (مسلم) حالانکہ نہ تو آپ ﷺ بخل کے فتنے سے متاثر ہونے والے تھے، اور عذاب قبر کا تو آپ ﷺ کے بارے میں تصور کرنا بھی گناہ ہے۔

مگر وہ سب کچھ تعلیماً للامت تھا، بخاری ہی میں روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، کہ میں یہودیوں کے بارے میں جو دعا کروں وہ قبول ہوتی ہے، اور یہودی میرے حق میں جو بد دعا دے وہ قبول نہیں کی جاتیں، جب رسول اللہ ﷺ کے حق میں یہودیوں کی دعا قبول نہیں ہوتی تو آپ ﷺ کے خلاف یہودیوں کا جادو اور جنتر منتر کس طرح کامیاب ہو سکتا ہے۔ (از معصوم پیغمبر ۱۳۵ تا ۱۳۸)

آگے ایک ایسے شخص کی تحقیق آپکے سامنے رکھتا ہوں جس نے تمام زمینی خداؤں اور تحقیقات کو بالائے طاق رکھ کر اللہ کے کلام کو خالص اللہ کا کلام جان کر اور سنت رسول ﷺ کو محض سنت رسول جان کر سمجھنے اور سمجھانے کی کوشش کی ہے، وہ ایسے قرآن وسنت کو جاننے والے ہیں جن کے نام کیساتھ سابقے لاحقے مولانا، شیخ، مفتی وغیرہ کچھ ذکر نہیں وہ محترم رحمت اللہ طارق ان کا تحریر کردہ پورا مضمون ملاحظہ کریں اور فائدہ اٹھائیں۔

پیغمبر ﷺ کی ردائے عصمت ایک یہودی نے تار تار کر ڈالی؟

اور جادو کے آگے نبوت درماندہ ہو کر رہ گئی؟ "و من شر النفثت في العقد" اس آیت کی تشریح میں کہا جاتا ہے کہ "نفاثات سے وہ جادوگرنیاں مراد ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں میں گرہیں ڈالکر ان پر سحر کے منتر پھونکے تھے۔۔ اور اس بنا پر وہ ترجمہ کرتے ہیں کہ ان جادوگرنیوں کے شر سے پناہ دیجیو جو جادو کرتے وقت بالوں کو گانٹھیں دے کر منتر پھونکتی ہیں۔ اس طرح اس آیت سے جہاں "سحر" کی تاثیر کا اعتراف ہوتا ہے وہاں اس تاثیر کو زائل کرنے کے لئے جوابی منتر کے بطور استعمال کرنا بھی اسی ہی سے ثابت ہو جاتا ہے۔ حالنکہ دوسرے مقامات پر فرمایا ال یفلح الساحر حیث انہ ساحر جہاں سے بھی حملہ آور ہو کامیاب نہیں ہو سکتا واللہ یعصمک من الناس طہ

('٦٩) اللہ آپ کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ اب "الفلق" میں اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر نہیں ہے تاہم پس مناظر کی ستم ظریفی کے سامنے سپر انداز ہوتے ہوئے کچھ دیر کے لئے تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ۔ یہ لوگ ٹھیک ہی کہہ رہے ہیں لیکن اس طرح یہ دو متضاد آیتیں سحر کی تاثیر کی قطعی نفی اور پیغمبر کی عصمت کے بارے میں حتمی ضمانت فراہم کر کے۔ سحر زدگی کی منطق کو غلط ثابت کرتی ہیں لہذا تضاد واضح ہے۔

جواب: مگر یہاں کوئی تضاد نہیں اور مزعومہ تضاد اس وقت ہی قابل غور ہو سکتا ہے جب آیت زیر بحث (علق ۵) میں کسی طرح کے پس منظر کے بغیر۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہوتا۔ تاہم بحث کی خاطر "سحر زدگی" تسلیم ہے لیکن مجتہد العصر علامہ چراغ علی مرحوم)۱۸۹۵م (نے تہذیب الاخلاق جلد سوم میں "حقیقت سحر "کے عنوان سے اور اسی طرح متکلم اسلام سید احمد خان رحمہ اللہ (متوفی ۱۸۹۸عیسوی) نے تہذیب الاخلاق جلد دوم "اور "خطبات احمدیہ "میں تفصیل سے واضح کیا ہے کہ۔۔۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا "سحر زدہ "ہونا اسلام کے خلاف زیر زمین "ان منظم حملوں کا ایک حصہ ہے۔ جو معاندین اسلام نے ابتداء سے شروع کر رکھے تھے۔ سید احمد اور چراغ علی نے "عصمت شکن "سب روایات کی نفی کر کے۔، معترضین کی گرفت ڈھیلی کر دی تھی لیکن محدثین اور ان کے پیروکاروں کی سادہ لوحی کہئے یا "روایات پرستی کا جنون کہ انہوں نے "تلك الغرانيق العلى" جیسے ایمان ربا سانحہ کے اعتراف کی طرح پیغمبر کی سحر زدگی کی روایات کو بھی صحیح کہہ کر آپ کی عصمت اور اللہ کی حفاظت کا قطعی احساس نہیں کیا۔۔۔ اور تعجب ہے کہ یہ پیغمبر بتوں کی تعریف کریں تب۔۔۔ اور اس پیغمبر کو ایک یہودی ساحر اپنی گرفت میں لے لے جب! بھی ان کے "راویوں "پر نہ تو آسمان سے کوئی ٹکڑا گرے اور نہ ہی یہ لوگ "آغوش زمین میں چلے جائیں؟ پھر ستم یہ کہ "ثقہ محدث "بھی ضد میں آکر مخالفوں کو طنز و تشنیع اور عصمت پیغمبر کے منافی۔ "خام مال "۔ مہیا کرنے میں اس طرح لگا نظر آتا ہے گویا اس کی "آخرت "کی "نجات "ہی اس پر منحصر ہو؟ حالانکہ یہ جانتے ہوں گے کہ۔۔۔ پیغمبر کو ایک لمحہ کے لئے بھی سحر زدہ تسلیم کرنے سے "ایمان "و اعتقاد کی وہ عمارت منہدم ہو جاتی ہے جو یومنون بالغیب "کے اینٹ "مسالہ "سے کھڑی کی جاتی ہے۔ کیونکہ ان ہی روایات میں ہے کہ۔ آپ لبید بن " عصم کے جادو سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ۔ چھ ماہ بعض روایات میں ایک سال تک یوں سمجھتے رہے کہ بیویوں سے مجامعت کر چکے ہیں مگر بھول جاتے کہ۔ کی ہے یا نہیں؟)

(تفسیر ابن کثیر طبع فوٹو دار الفکر بیروت جلد ۴/ ۵۷۵)

بلکہ اس کیفیت کے شدت سے بر قرار رہنے پر روایت کے ایک راوی امام سفیان بن عینہ (متوفی ۸۱۴) عیسوی کہتے تھے ھذا اشد مایکون من السحر "کہ یہ سحر کے شدید اور سخت قسم میں سے ہے۔

اگر آپ مباشرت بیویوں س ہمبستری کے عمل کو بھول جاتے تو سمجھ لو کہ آپ پر سحر کا حملہ شدید ہو چکا تھا۔ (ابن کثیر ۴/ ۵۷۵،۵۷۴)

گویا کہ غسل جنابت) بھی نہ فرماسکتے تھے کہ "عمل مباشرت" یاد ہی نہ رہتا تھا۔ نمازیں وعبادات یوں ہی، ناپاکی "اور دماغ رفتگی" کے عالم ہی میں بجالاتے رہے (العیاذ باللہ) " انکار جادو سے نہیں اس کی تاثیر سے ہے سحر شعبدہ اور اس کی طرح کے دوسرے کرتب جو۔ شاطر انسانوں کی ذہانت کی مرہون منت ہیں۔ ہزار سال سے تسلیم ہوتے چلے آئے ہیں۔ دنیا کی پیشتر حکومتیں ساحروں کے تعاون سے چلتی اور ان کے عدم تعاون سے ناکام ہوتی رہی ہیں۔۔۔۔ یہ لوگ نفسیات کے ماہر بھی ہوتے تھے اور عام لوگوں کو نفسیاتی طور پر مرعوب کرنے کے خاطر بھی۔ اس حد تک تو جادو تسلیم ہے۔، نزاع" اس میں سے ہے کہ اس کی تاثیر قابل تسلیم ہے یا نہیں؟ تو قرآن فرماتا ہے کہ۔ یہ ساحر جہاں سے بھی حملہ آور ہوں کامیاب نہیں ہوسکتے۔ (طہ ۶۹)

یعنی کہ --- سحر کی تاثیر "ناقابل تسلیم ہے۔--- مزید فرمایا" وماھم بضارین بہ من احد الا باذن اللہ و یتعلمون ما یضرھم ولا ینفعھم" یہ جادوگر میاں اور بیوی میں پھوٹ ڈالنے کے لئے بھی اپنی جادوگری جگاتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ --- ان میں سے کسی کو بھی ضرر نہیں پہنچاسکتے (ہاں) اگر اللہ کے قانون میں (کسی اور سبب سے) ضرر مقدر ہو تو۔۔۔۔ یہ لوگ ان سے ایسا علم حاصل کر رہے ہیں جو غیر مقصود ہے نہ تو اس سے ضرور پہنچ سکتا ہے اور نہ فائدہ! (بقرہ،۱۰۲)

اس آیت میں "ساحری" کی جہاں غرض وغایت" بتلادی کہ وہ لوگوں میں پھوٹ ڈالنے کے لئے ہی کام میں لائی جاتی ہے وہاں یہ بھی واضح فرمادیا کہ۔۔۔ اس کی "تاثیر" بالکل لغو ہے ہاں اگر اللہ کے قانون میں کسی اور سبب سے ایسا مقدر ہو تو۔ لیکن یہ کون بتلائے کہ جادوگر جس "وقت" جادو جگاتا ہے اس وقت اللہ کا قانون اس کے "ہم آہنگ " بھی ہو جاتا ہے؟ کیا جادوگر کے پاس غیب کا علم بھی ہوتا ہے؟ الغرض۔ قانون اور اذن خداوندی سے ہم آہنگی اگر مشروط ہے تو سحر کی مستقل حیثیت کا بخوبی احساس کیا جاسکتا ہے۔

نبی کا مسحور ہونا:۔ نبی اکرم کی سحر زدگی مسلمانوں کے بنیادی عقائد میں شامل ہو چکی ہے سر سید اور چراغ علی اسے مانیں یا نہ مانیں غیر مسلموں کے رشہ دوانیو کے لئے خام بلکہ تیار مال " ہماری اپنی ہی

"مارکیٹ" سے فراہم ہوا ہے۔ امام احمد بن حنبل۔ زید بن ارقم (متوفی ۶۸۷عیسوی) سے جو الفاظ لائے ہیں ان میں ہے کہ سحر النبی صلی الله علیه وسلم رجل من الیهود "ایک یہودی نے جادو کے زور سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دبوچ لیا (ابن کثیر جلد ۴/ ۵۷۴ بیروت) اسی طرح عائشہ صدیقہ ۶۷۸م) سے روایت ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سحر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جادور کی زد میں رہے تھے۔ (ابن کثیر ۴/ ۵۷۵)

اور عائشہ صدیقہ ہی کے ان الفاظ کو بخاری نے بھی روایت کیا ہے۔ سحر النبی ﷺ (روح المعانی ۳۰/ ۲۸۲) یہ اور اس طرح کی درجنوں روایات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک یہودی کے جادو سے "مغلوب" ہو جانا ثابت کیا جاتا ہے۔

یہ روایات اگر موجودہ الفاظ تک محدود ہوتیں تو۔۔ ہم تاویل کی جسارت" ضرور کرتے اور کہتے کہ--- - جادو تو ضرور کیا گیا اور اس سے انکار بھی نہیں لیکن! اتنا مان لینے سے یہ کب لازم آتا ہے، کہ آپ ﷺ پر اس کا اثر بھی ہوا تھا؟ لیکن کیا کریں، کہ ہم کسی بھی زاویہ سے تاویل کے حقدار نہیں بن پاتے، کہ ان لوگوں نے پہلے ہی سے اس کا سدباب کیا ہوا ہے، وہ روایات کے اگلے مرحلے پر یہ ثابت کرچکے ہیں:۔ کہ" کان رسول الله ﷺ سحر حتى كان يرى انه ياتى النساء ولا ياتيهن" (ابن کثیر ۶/ ۵۷۵)

کہ پیغمبر جادو سے یہاں تک متاثر رہے کہ بیویوں سے مباشرت نہ کرنے کے باوجود یہ خیال فرماتے کہ مباشرت کرچکے ہیں، یہاں کان فعل "یری" پر واقع ہو کر "دوام" اور استمرار کے مفہوم میں لے آیا ہے یعنی آپ ماضی کے بارہ ماہ کا ہر لمحہ حالت غفلت اور رفتگی میں رہے نہ حواس پر قابو نہ ہوش پر دسترس۔ (العیاذ باللہ) اسی طرح بخاری ہی میں اس کی توثیق ملتی ہے کہ حتی انه لیخیل الیه أنه فعل الشيي ولم يكن يفعله "سحر سے آپ کی قوت متخیلہ" یہاں تک "مفلوج ہو چکی تھی کہ)نہ صرف مباشرت کرنے اور نہ کرنے کے باب ہی میں متاثر تھے عام طور پر بھی)ایک کام نہ کرنے کے باوجود خیال کرتے تھے کہ کر گذرے ہیں۔

یہ روایات تاویل کے تمام راستے بند کر دیتی ہیں اور "محدثین" ان کی صحت پر مطمئن ہیں لھذا ان کے نزدیک نبی کی عصمت کو راویوں کی عصمت کی بھینٹ چڑھانے میں کوئی قباحت نہیں ہے۔

زمخشری تاویل ہی پر دھر لئے گئے:۔ یہ بات کہ ان روایات میں تاویل کے راستے ان لوگوں نے مسدود کر رکھے ہیں ذیل کے اقتباس سے اس کی، تصدیق بخوبی ہو سکتی ہے۔یعنی امام زمخشری (متوفی ۱۱۴۴عیسوی) نے کشاف میں لکھا تھا کہ "هن السواحر الالتي يعقدن الخيوط و ينفثن عليها نفاثات" سے وہ جادوگرنیاں مراد ہیں جو دھاگے پر گانٹھ دے کر منتر پھونکتی تھیں۔

(الکشاف ۴/۳۰۱ بیروت)

اس طرح زمخشری نے "رائج عقیدے کے مطابق جادو کا اعتراف تو کیا تھا مگر اپنی تاویل میں تاثر چھوڑ گئے تھے کہ۔۔۔ اس سے جادو کی تاثیر لازم نہیں آتی۔۔ کیونکہ زمخشری کی نگاہ زیر بحث "آیت" پر تھی اس کے پس مناظر تک نہیں پہنچی تھی۔۔۔ بس پھر کیا تھا؟ یہ لوگ پنجے جھاڑ کر آپ کے پیچھے پڑ گئے۔ چنانچہ ان کے فاتح معتزلیت- امام ناصر الدین احمد محمد بن المنصور الاسکندری (متوفی ۱۲۸۴عیسوی) فرماتے ہیں کہ- وقد تقدم ان قاعدة القدرية انكار حقيقة السحر على ان الكتاب السنة وردا بوقوعه والامر بالتعوذ منه وقد سحر البني صلى الله عليه وسلم والحديث مشهور وانما الزمخشري استفزه الهوى حتى انكر ما عرف وما به الا ان يتبع اعتزاله "ہم پہلے سے واضح کر آئے ہیں کہ یہ قدریہ عقیدے والے اپنے اصول کے مطابق سحر کی اصلیت کو نہیں مانتے۔ اور انہیں علم ہے کہ کتاب وسنت میں نہ صرف اس کی اصلیت" کا اعتراف موجود ہے اس کے برے اثرات "کو دفع کرنے کے لئے (جوابی) منتر پڑھنا بھی ثابت ہے کیونکہ یہ تسلیم شدہ امر ہے کہ آپ پر جادو ہوا تھا۔ (بحذف تفصیل)

اور یہ زمخشری؟ تو ہر کوئی جانتا ہے کہ نفس کے ٹٹو پر سوار ہو کر کتاب)؟) وسنت کی مسلمات سے انکاری ہو چکا ہے۔ اور اپنے اعتزال کی لاج رکھنے کے لئے سحر کی حقیقت کا انکار کر دیا ہے۔

(الانتصاف فیما تضمنہ الکشاف من الاعتزال برحاشیہ الکشاف ۴/۳۰)

دیکھ لیا رسول اکبر واعظم کی ذات ستودہ صفات کا "دفاع" کرنے والے کا حشر؟۔

یعنی شان رسول کے شایاں" ایک تاویل کے جرم میں زمخشری کو کتاب وسنت کا منکر کہہ کر اپنے زعم میں دائرہ اسلام سے خارج کر دینے کا فیصلہ (انکر ما عرف) ملاحظہ ہو۔ لیکن کیا نبی کی عصمت کو "راویوں

کی عصمت پر قربان کر دینے کا اسلام ذمہ دار ہے ؟ قرآن اس طرح کی بد تمیزی " بلکہ بدعقیدگی کو برداشت کر سکتا ہے۔۔۔۔؟اس کا جواب نفی میں ہے یقینا نفی ہی رہے گا۔

قران کا اپنا فیصلہ :۔ جن کی آنکھوں پر روایات کی "سیاہ پٹی بندھی ہوئی ہے وہ آئیں اس پٹی کو اتاریں اور دیکھیں کہ اس بارے میں قرآن کا اپنا فیصلہ کیا ہے ؟ ارشاد ہے۔ اذ یقول الظالمون ان تتبعون الا رجلا مسحورا انظر کیف ضربوا لك الا مثال فضلوا "ان ظالموں کی سنو یہ کہتے ہیں کہ۔۔۔اے مسلمانو تم تو ایک سحر زدہ نبی کی مانتے چلے جاتے ہو غور کیجئے۔ ان لوگوں نے آپ کی شان سے فروتر کیسی (بھدی) مثالیں تراش لیں اور جادو کا مارا کہہ کر گمراہ ہو گئے۔ (فرقان ۸-۹، اسراء ۴۷-۴۸)

ان آیات میں مسلمانوں کی صفائی" بیان کرتے ہوئے پیغمبر کی سحر زدگی کو کفار اور ظالموں کا عقیدہ کہا گیا ہے اور لطف یہ ہے کہ صاف اور صریح الفاظ" استعمال کئے گئے ہیں۔ کسی مجاز اور استعارے سے کام نہیں لیا گیا تا کہ یہ حضرات کوئی سا بہانہ بنا کر حملہ آور نہ ہوں۔۔۔ لیکن ہمارے اکابر بضد ہیں اور قرآن کی صفائی کو مسترد کرتے ہوئے" برملا کہتے ہیں کہ اگر پیغمبر کی سحر زدگی کفار اور ظالموں کا عقیدہ ہے تو ہمیں منظور ہے اور ہم اس عقیدے میں ان کے برابر کے شریک ہیں کیونکہ روایات میں بھی یہی کچھ ملتا ہے۔ اور "روایات" ہی کو یہ شرف اور "امتیاز" حاصل ہے کہ آیات اور نصوص قرآنی کو" رد کر سکیں۔ امام یحیی بن کثیر (متوفی ۷۴۷ عیسوی) نے فرمایا ہے" السنة قاضية على الكتاب وليس الكتاب بقاض على السنة "قرآن اور حدیث میں جب "تضاد محسوس ہو تو حدیث کو "فیصلہ کن" حیثیت حاصل ہو گی (کیونکہ حدیث برتر ہے) اور اسے ہی آگے بڑھنا چاہیے---اور قرآن) فروتر اور اسے ہی پیچھے دھکیلنا چاہئے۔ (کتاب "الاعتبار" للحازمی طبع منیر دمشقی قاہرہ ۱۳۴۲ھ ص ۱۷)

یہ روایات مضطرب ہیں :۔ محدثین کو جن روایات پر ناز ہے جن کی اساس پر قرآن کی تصریحات کی نفی کی جارہی ہے آیئے انہیں میزان تنقید میں رکھ کر دیکھیں کہ کیا وزن رکھتی ہیں، اور اپنا وجود قائم رکھنے میں ان میں کتنی "سکت" باقی ہے؟ سو جہاں تک پیغمبر کی سحر زدگی کی روایات کا تعلق ہے دو قسم کی ہیں۔ ایک روایت جناب زید بن ارقم (متوفی ۶۸۷ عیسوی) کی ہے جو یہ تفصیل فراہم کرتی ہے کہ) حذف تفصیل) چھ ماہ کے بعد جب ذی اروان کوئیں سے ایک پتھر کے نیچے سے حضرات علی، زبیر اور عمار بن یاسر رضی اللہ عنھم وہ پتلا نکال لائے جس کا اوپر کا حصہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شکل پر بنایا گیا تھا تو اس میں سوئیاں چبھوئی تھیں۔ اور آپ کے سر کے بالوں میں تیرہ گانٹھیں دی ہوئی تھیں

چنانچہ یہ پتلا آپ کے ہاں پیش کر دیا گیا اور ہر "گرہ" پر معوذتین کا منتر پڑھا گیا اس طرح ہر "گرہ" پر پھونک مارتے اور وہ کھلتی چلی گئی اور تیرویں گانٹھ پر معوذتین کی تیرہویں "جھاڑ دی گئی تو تمام گانٹھیں کھل چکی تھیں تب اچانک ایسا ہوا کہ نبی اکرم "بیڑیاں توڑ کر ہشاش وبشاش ہو گئے۔

یہ مضمون روایات، تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں بالتفصیل موجود ہے اور بیانگ دہل بتلا رہا ہے کہ مورتی" سے سوئیاں بھی نکال لی گئیں۔۔۔۔۔اور بالوں کی گرہیں بھی کھول دی گئیں لیکن اس کے برعکس دوسری قسم کی روایت سیدۃ نا عائشہ رضی اللہ عنھا (متوفی 678 عیسوی) سے مروی ہیں جن میں ہے:۔ کہ میں نے دربار نبوی میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ) علیک السلام (جب وہ مورتی آپ کو پیش کی گئی تو آپ نے اس کے اجزاء۔ مثال سوئیاں کنگھی اور بالوں کی گانٹھوں کو کیوں نہ کھولا اور منتشر نہ فرمایا؟

(ابن کثیر ۴/۵۷۵)

آپ نے فرمایا کیا کھولتا؟ اور کھولنے سے کیا فائدہ ہو سکتا تھا؟ جبکہ "از خود ہی" آرام آگیا تھا ایسے میں ماضی کی ان تلخ اور اذیت ناک " یادوں کو کیا اچھالتا۔۔؟ بس میں نے دیکھ کر حکم دیا کہ مورتی کو بمع سازو سامان اس حالت میں دفنا دیا جائے۔ (روح المعانی ۳۰/ ۲۸۲، بخاری ۵۷۶۶ وغیرہ)

اس طرح عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنھا کی روایات میں ان کے اصرار کے باوجود نہ تو گرہیں کھولنے کا اشارہ ملتا ہے نہ سوئیاں نکالنے اور جوابی منتر پڑھ پڑھ کر اس کے اثرات کو زائل کرنے کی بات معلوم ہوتی ہے یعنی زید بن ارقم کہتے ہیں فاستخرجها فجاء بها وحللها "۔

نبی اکرم کے حکم سے اسے کنویں سے نکال لیا گیا۔ آپ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے ہر گانٹھ کو کھولا اور معوذتین کا ورد بھی کیا اور صدیقہ کے حوالہ سے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ "هلا استخرجته ان اخرجته للناس حتى يروه ويعاينوه "؟ فاخیرها بالمانع) مطالبہ کے باوجود رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انکار کیا اور عائشہ کو کہنا پڑا) یا رسول اللہ اسے لوگوں کے سامنے کیوں نہ لے آئے تاکہ وہ بھی دیکھتے اور معائنہ کر سکتے ؟ اس پر آپ نے ایسا نہ کرنے کی وجہ بیان فرمادیں۔ (تفسیر ابن القیم ۵۰۵ طبع مصر)

اس طرح یہاں دونوں روایات کا تعارض واضح ہے جو محدثین کی اصطلاح میں "اضطراب" کا غماز ہے اور ایسی روایات فقہا اور خود محدثین کے اصول کے مطابق کالعدم اور مسترد ہو جاتی ہیں۔

(نور الانوار طبع کراچی ص ۱۹۳ بمع حواشی)

یہ "اضطراب" محدثین کی خاص اصطلاح ہے۔ یعنی جب ایک ہی واقعہ سے متعلق روایات ہوں اور ایک کی تفصیل دوسرے کی نفی کر دے یعنی ہر راوی کا بیان دوسرے راوی کے بیان سے متضاد ہو تو ایسی روایت مضطرب ہے۔ (مقدمہ ابن الصلاح۔ طبع دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۴۴ (اور ایسی ہی تضاد بردوش" روایات کے بارے میں ابن الصلاح (متوفی ۱۲۴۴ عیسوی) لکھتے ہیں "والاضطراب موجب ضعف الحديث لالشعاره بأنه لم يضبط "حدیث کا اضطراب اس کا زور ختم کر دیتا ہے اور اس کا ضعف غماز ہے کہ واقعات پوری طرح ضبط" میں نہیں لائے گئے۔(مقدمہ ص ۴۴)
اور ظاہر ہے کہ مضطرب روایات " جب اپنا تحفظ نہیں کر سکتیں تو وہ عصمت پیغمبر کو مطعون" کرنے کی توانائی کہاں رکھ سکتی ہیں ؟ یعنی کہ زید بن ارقم اور صدیقہ کی روایات ایک دوسرے کی نفی کر کے جب خود ہی ضعف اور اضطراب کے بھنور" میں" غرق" ہو رہی ہیں تو ایسے میں ہمارے محدث حضرات کا ان کی صحت پر اصرار کرنا ستم ظریفی نہیں تو اور کیا ہے ؟ یہ یاد رہے کہ۔۔۔واقعہ تو ایک ہی ہے مگر ایک راوی ایسی تفصیلات فراہم کرتا ہے جو دوسرا نہیں کر پاتا یا یہ کہ دوسرے سے واقعہ کی بعض کڑیاں " رہجاتی ہیں تو دونوں کی روایت مقبول ہو گی۔ جس سے کچھ کڑیاں رہ گئی تھیں انہیں پہلے راوی کے واقعہ بیان کرنے کی "ضوء" میں مکمل سمجھا جائے گا۔ لیکن اضطراب یہ ہے کہ دو یا دو سے زیادہ روای کوئی واقعہ بیان کرتے ہیں مگر ہر ایک کی تفصیل دوسرے کی تفصیل کی " نفی " کرتی ہے تو اس صورت میں دونوں کی روایت کمزور ہو کر بالاخر مسترد ہو جاتی ہے۔۔۔فافهم و تدبر به"

یہ روایات مسترد کر دینی چاہیئے:۔ یہ روایات سند اور متن کے لحاظ سے کس پائے کے ہیں؟ تفصیل سے ہماری تنگ دامانی مانع ہے لیکن ہمیں یقین ہے کہ متن" کے اضطراب کی طرح ان کی اسناد بھی ناکارہ اور ہم پورے اعتماد سے کہتے ہیں کہ ناکارہ ہیں اگر کسی نے ہمارے اس آرٹیکل کو چیلنج کیا تو ہم سند کے زاویہ سے بھی ثابت کر دکھلائیں گے کہ ناکارہ ہیں۔ اور ناکارہ روایات کے اعتماد پر عصمت پیمبر کو مجروح کرنا دل گردے کا کام ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی دیکھنا ہو گا کہ اس کیمپ میں ایسے لوگ بھی تھے جن کے پتے "ہیبت پیغمبر سے پانی ہو جاتے تھے وہ مفسروں سے کنارہ کشی کی تاب نہ رکھنے کے باوجود دامن نبوت میں پناہ لینے پر مجبور بھی ہو جاتے تھے۔ میر ااشارہ علامہ شہاب الدین آلوسی کی طرف ہے جنہوں نے تفسیر کے متن میں تو رائج عقیدے کی وکالت کی ہے۔ لیکن دلی اضطراب کو چھپا نہ سکے اور حاشیہ میں اس کیمپ سے علیحدگی اختیار کرنے پر مجبور بھی ہو گئے۔ فرماتے ہیں" و نقل الماتريدي عن ابي

بکر الاصم انه قال ان حدیث السحر المروی هنا متروك لما یلزمه من صدق قول الکفرة انه علیه السلام مسحور و هو مخالف لنص القرآن "عقائد کے امام ماتریدی (متوفی ۹۴۴عیسوی)ابو بکر الاصم سے نقل کرتے ہیں کہ ---- "یہ" روایات قطعی طور پر مسترد کر دی نی چاہیئے کیونکہ "نص" قرآنی کے سراسر خلاف بھی ہیں اور ان کی روشنی میں کفار کے اس عقیدے کی تصدیق بھی کرنا لازم آجاتی ہے کہ -- نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سحر زدہ تھے ؟۔

(روح المعانی جلد ۲۸۳ / ۳۰ / حاشیہ نمبر ۱)

امید ہے کہ ان اقتباسات کی روشنی میں دونوں طرح کی احادیث کی فنی، علمی اور عقائدی حیثیت معلوم ہو چکی ہو گی۔ اب ہم دیگر زاویوں سے وضاحتیں شامل کریں گے وباللہ التوفیق۔

اور سحر کسے کہتے ہیں ؟

سحر کی تعریف میں راغب لکھتے ہیں کہ سحر گردن کے اس حصے کو کہتے ہیں جس طرف شہ رگ ہوتی ہے اور ذبح کے وقت اسے کاٹنا پڑتا ہے (مفردات القران طبع دار الفکر بیروت ص ۲۳۱ (اس معنے کے بعد لکھتے ہیں "والسحر یقال علی معان الاول الخداع و تخیلات لا حقیقه لها نحوما یفعله المشعبذ بصرف الابصار عما یفعله لخفة ید وما یفعله النمام بقول مزخرف، عائق الاسماع وعلی ذلك قوله تعالی سحروا اعین الناس واسترهبوهم سحر کے کئی معانی ہیں۔ ان میں سے ایک معنے "فریب" دہی اور ایسے خیالات سے دوسرے کے دماغ کو ماؤف کر دینے کے بھی ہیں جن کی کوئی حقیقت" نہ ہو۔۔۔ یعنی ایک شعبدہ باز" نظر کی چوری اور ہاتھ کی صفائی، لطیف حیلہ گری اور چابکدستی کے جو "کرتب" دکھاتا ہے وہ بھی سحر ہے۔۔۔ اور ایک "چغل خور" اپنی ذہانت" ہشیاری اور چرب زبانی کا اس طرح مظاہرہ کرتا ہے کہ سننے والا "ماؤف ہو جاتا ہے۔ تو اسے بھی سحر کہتے ہیں اعراف میں ہے ---- انہوں نے لوگوں کی نظروں میں ایسی "دقت" اور باریکی سے تصرف کیا کہ انہیں پتہ ہی نہ چلا اور وہ مرعوب ہو گئے (اعراف، ۱۱۵) نیز فرمایا۔۔ "انہوں نے قوت متخیلہ کا اس طرح مظاہرہ کیا کہ وہ اسے جادو سمجھنے لگے۔ (طہ ٦٦) (مفردات القرآن طبع بیروت ص ۲۳۱ کلام نمبر ۱، ۲)

اس معنے کی رو سے ایک ذہین ہشیار' "مکار" فریب کار چابکدست، حیلہ گر، باریک بین اور "دقیقہ رس" کا ہر وہ عمل جو دوسرے کو "متاثر" بناڈالے یا اسے "مبہوت" کر دے "سحر" ہے۔۔۔ اس طرح دوسرے کے خیالات و افکار" میں اپنی جادو بیانی اور لطیف پیرائیہ سخن سے تبدیلی لانا بھی سحر ہی

ہے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان من البیان لسحرا بعض پیرایہ بیان اثر آفرینی کے لحاظ سے دل میں اتر کر مسحور بنا دیتے ہیں۔ (حدیث شریف)

سحر کا رائج مفہوم:۔ راغب نے مذکورہ بنیادی مفاہیم کے علاوہ رائج مفہوم کا ذکر بھی کیا ہے لیکن اس سے ان کا مقصد اضافہ معلومات کے سوا کچھ اور نہیں لکھتے ہیں "عُتمی" (غالباً جادوگر) لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کے اندر "ساحرانہ" ایسی طاقت موجود ہے جو شکلوں" اور طبائع میں "تبدیلی" پیدا کر سکتی ہے۔ مثال انسان کو گدھا بنا دینا اور اس کے بر عکس--- "ولا حقيقة لذلك عند المحصلين" لیکن سحر کی اس قسم کی اہل علم کے نزدیک کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ لغو باطل خلاف حقیقت اور جھوٹا دعوی ہے (راغب ص ۲۳۱ / کلام نمبر ۱ (سحر کے ان معانی کی رو سے ہم نہیں سمجھتے کہ ہمارے اکابر اسے "قلب ماہیت" کا ذریعہ کیوں سمجھتے ہیں؟ اور کیوں اس کی تاثیر کو "برحق" اور جزو ایمان بنائے ہوئے ہیں؟

نفاثات:۔ یہاں "نفاثات" اور "عقد" کی تحلیل ضروری ہے کہ اس کے بغیر بات واضح نہ ہو سکے گی۔

وهي هذه"

ایت زیر بحث میں "نفاثات' کی ذیل میں سبھی نے یہی لکھا ہے کہ --- وہ جادوگرنیاں جو گرہوں پر پھونکتی ہیں---- لیکن کیا یہ اس کے لغوی معنے ہیں؟ کیا کسی « نبوی" تفسیر میں ایسا اشارہ ملتا ہے؟ کیا اسلام کی درجن سے بھی کم--- "اصطلاحات" جو "عہد نبوی میں "وضع" ہوئیں ان میں "نفاثات" کا کوئی ایسا مفہوم متعین کیا گیا ہے؟ جواب اگر نفی میں ہے تو معاف فرمایا جائے کہ --- قرآن کسی اشعری" امام کے مشورے سے نازل نہیں ہوا کہ لا محالہ ان کی فکر کا ترجمان بن جائے؟ یہ کلام الہی ہے کسی کے "طے کردہ" مفاہیم "و" نظریات کا پابند نہیں ہے۔ یہ اگر "نفاثات" کا لفظ استعمال کرتا ہے تو کچھ ضروری نہیں ہے کہ--- منتر پھونکنے والی---ہی مراد ہوں؟ کیونکہ یہ مفہوم نہ صرف خلاف واقعہ ہے۔ بلکہ اس کا ادبی مفہوم" بھی اس کے خلاف ہے۔ کیونکہ یہ نفاثات جمع مونث فاعل کا صیغہ ہے--- اور روایات میں جس جادوگر نے سیاہ کارنامہ --- سرانجام دیا تھا۔ اس کا نام لبید بن اعصم بتایا جاتا ہے ایسے میں وہ "نفاثات کیسے بن گیا؟ وہ تو "مذکر" تھا اس کی رعایت سے "ومن شر النفاثات کی بجائے و من شر النافث في العقد" ہونا چاہئے تھا--- لیکن چونکہ اس مناسبت کو ملحوظ

نہیں رکھا گیا لھذا معلوم ہوا کہ "نفاثات"۔۔۔ منتر پھونکنے والیاں" نہیں۔ اس کے معنی کچھ اور ہیں جیسے کہ آگے چل کر معلوم ہوں گے۔

خودساختہ تشریح:۔ نفاثات کے ضمن میں ایک فنی اعتراض کی نشاندہی کی گئی ہے جسے معوذتین" کی تفسیر میں ابن القیم نے بھی محسوس کیا ہے لیکن اس کے باوجود ہمارے تفسیری "اکابر" اپنی ضد پر اڑے ہوئے ہیں کہ --- نفاثات سے تنہا لبید ہی نہیں بلکہ اس کی جادوگر بیٹیاں بھی مراد ہیں۔--- حالانکہ یہ خود ساختہ تشریح ان تاریخی تصریحات کے خلاف ہے جن میں سحر کرنے والا ایک ہی فرد تسلیم کیا گیا ہے اور وہ ہے لبید بن اعصم !

خودساختہ دوسری تشریح:۔ ابن القیم کی طرح اہل تفسیر برادری کے دوسرے افراد نے بھی اس بے قاعدگی اور علمی دھاندلی" کو محسوس کیا ہے مگر برادری کی "رسوائی" کے ڈر سے اعتراف کرنے کی بجائے انہوں نے بھی "کعبہ" چھوڑ کر "ترکستان" کی راہ اختیار کرلی ہے یعنی شہاب الدین آلوسی نے نفاثات" کو جمع مونث فاعل کا صیغہ تسلیم کرنے کی بجائے کسی محذوف کی صفت بنا ڈالا ہے کہ اسے محدثین کے طریق تفسیر پر "پانی" مرتا نظر نہیں آرہا تھا لہذا ان کے نزدیک بات یوں ہے کہ فالنفاثات صفة للنفوس نفاثات عورتوں کا صیغہ ہے اور جادوگر تو مرد بھی ہوتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہی نفاثات سے جمع مونث فاعل کا صیغہ مراد نہیں ہے۔ یہ صفت ہے "نفوس" کی یعنی "نفاثات" سے وہ" خبیث نفوس" یا شریر اور "بدروحیں مراد ہیں جو سحر کاری کرتی ہیں --- بنابریں نفاثات عورتوں کا صیغہ نہیں "نفوس" کی صفت ہے جو عورتوں اور مردوں میں یکساں پائی جاتی ہے۔

(مفھوم از روح المعانی ۳۰/۲۸۲)

لیکن جناب آلوسی فرما سکتے ہیں کہ --- نفاثات کو صفت" ٹھیرانے کے بعد۔ اس "النفوس" کا موصوف" کے مقام پر پہلے سے کہیں ذکر ہوا ہے ؟۔۔۔ اگر نہیں ہوا تو موصوف » مقدر" و » محذوف" کے لئے "ظاہری" صفت لانے کا کیا جواز ہے ؟ پھر کیا آپ کے تجویز کردہ "مقدر" النفوس۔ --کی کوئی تاریخی سند" ہے ؟ کیونکہ اس طرح تو کل کو۔۔۔ کوئی اور صاحب کوئی دوسرے مقدر تجویز فرما کر وہ بھی کسی نئے موصوف" کی اختراع کر سکتے ہیں۔۔۔! مانا کہ مقدرات کا عربی میں رواج ہے اور حسن کلام کا ان سے کام لیا جاتا ہے۔ لیکن ادبی بنیادوں پر --- طے کردہ نظریات کی اساس پر نہیں۔

آلوسی کا اصل مقصد:۔ دراصل ہمارے آلوسی اپنی "تجویز" میں لبید کو درمیان میں لانے کے تکلف ہی نہیں فرماتے اور اپنی مذکورہ بالا تشریح کی اساس پر یہ مفروضہ بھی قائم کرتے ہیں کہ۔ان تأثیر السحر انما هو من جهة النفوس الخبيثة وارواح الشريرة" جادو کی تاثر اس کی خاصیت کی وجہ سے نہیں ان نفوس خبیثہ اور" بدروحوں" کی وجہ سے ہے جو جادوگر کی "معاون " بن کر ضرررسانی کا کام کر جاتی ہیں۔(روح المعانی ۳۰/ ۲۸۲)

قرآن تو فرماتا ہے کہ۔۔۔ اگر قانون خدا میں کسی اور وجہ سے۔ ضرر مقدر ہے تو۔۔وہ پہنچ کر رہے گا لیکن اس میں جادوگر یا جادو کا پھر بھی کمال نہیں وما یضرهم ولا ینفعهم "(بقرہ،۱۰۲)

لیکن آلوسی فرماتے ہیں کہ۔۔۔ قانون خدا کو چھوڑیے۔بدروحوں کا تعاون کافی ہے لیکن حقیقت صرف اتنی ہے کہ النفاثات في العقد" کا تعلق نہ سحر سے ہے نہ سحر کاروں سے۔اس کے لئے نہ دلیل ہے نہ کوئی موزونیت۔اسے روایات کے پس مناظر نے" تخلیق" کیا اور مفسرین نے لپک کر لے لیا۔کیا سند؟ اور کیا دلیل؟

نفاثات کی موزون معانی:۔ نفاثات خود تجویز تشریحات کے تناظر میں اس کے دیگر معانی کا بخوبی احساس کیا جا سکتا ہے۔ قال ابن الاعرابي هوالشر الدائم الشديد يقال و قعنا في نفث وعصواء وديب و شصب بمعني كذا في اللسان، ابن االعرابي (متوفی۸۴۸عیسوی) کہتے تھے کہ۔۔۔نفث کے معنے سخت قسم کی مصیبت کے ہیں جیسے اہل زبان کہتے ہیں وقعنا في نفت ہم سخت مشکل میں پھنس گئے (تاج العروس مطبع الخیریہ مصر ۱۳۰۶ھ ،۱/ ۶۵۰) یعنی نفث کے ایک معنے، مشکل اور مصیبت میں پھنس جانے کے بھی ہیں اور تاج العروس ہی ناقل ہے کہ" وفي الاساس النفث الرمي والنفث الالهام والالقاء كما في المصباح وهو مجاز و في الحديث أن النبي صلى الله عليه وسلم قال ان روح القدس نفث في روعی اے اوحي والقي كذا في النهايه". اساس میں نفث" کے معنے نشانہ کے بھی کئے ہیں۔ مجازاً کسی کے موَل" میں کوئی بات ڈالنے اور وحی والہام" کو بھی کہتے ہیں حدیث میں ہے آپ نے فرمایا۔۔۔روح القدس (جبرئیل) نے میرے دل میں بات ڈالدی وحی کر دی۔(تاج العروس ۱/ ۶۵۰)

یعنی کسی کے دل میں اچھی خواہ بری کوئی سی بات ڈالدی جائے تو اسے بھی نفث کہا جاتا ہے" وفي اللسان هو ينفث على غضبا الي كانه من ينفخ من شدة غضبه. والقدر تنفث و ذالك في اول غليانها"

لسان میں ایک یہ محاورہ بھی ہے کہ۔۔۔۔وہ مجھ پر غصہ جھاڑ رہا ہے یعنی یوں دکھتا ہے کہ غصے سے پھنک رہا ہے۔۔۔دیگچہ میں جب ابال آتا ہے تو اس وقت "القدر ينفث" کہتے ہیں۔(لسان ۳۰/۶۵۰)

یعنی جوش وبال اور غصے کو بھی نفث کہا جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ سبھی معانی اصول عربیت کے لحاظ سے نہ صرف موزوں ہیں باسند بھی ہیں۔ محاورات ان کی پشت پر ہیں اور اساتذہ فن " کی تائیدات معاون۔۔۔اسی طرح وہ بد قماش "اور" دو" کو لڑانے میں مہارت رکھنے والی شریر عورتیں جو دلوں میں نفرت کا زہر گھولتی ہیں وہ بھی خطرناک اور مصائب ومشکلات کی تخلیق کا باعث بنتی اور نفاثات" کی صحیح عکس پیش کرتی ہیں۔۔۔ان کا شر بھی شدید نوعیت کا شر ہوتا ہے عرب میں ضرب المثل ہے۔"ولو نفث عليك فلان فطرك" فلان" اگر تمہارے کان بھر دے یعنی تمہارے دل میں لڑائی کی بات ڈالدے تو تم یقینا بگڑ بٹھوگے۔ تمہارا مزاج بے قابو ہو گا اور طبیعت فتور آجائے گا (تاج العروس جلد اص ۶۵۰ علامہ محمد حامد الفقی۔۔۔ تفسیر ابن القیم۔ کے حاشیہ میں لکھتے ہیں"بل النفث الذي يليق بعظمة بلاغة القرآن و فخامة أسلوبه هو نفت المفسدين سموهم بالكذب والغيبة والنميمة وقالة السوء في عقد الصلاة بين الناس حتى يفكوا عرى الزوجية والمودة والحرمة و غيرها و شر و ضرر هذا في الناس أكثر جدا من شر من يقولون انهم سحرة والله اعلم بلاغت قرآن اور اس کے اونچے معیار ادب" کے دیکھتے ہوئے نفحث کے معنے یہی موزوں رہیں گے کہ۔۔۔اس سے۔۔۔ دلوں میں، جھوٹ، غیبت، چغلی اور بد گوئی کا زہر گھول کر۔ دو کو لڑانا مراد لیا جائے۔ اور یہ شرارت اس لئے کی جاتی ہے کہ۔۔۔۔دلوں میں دشمنی کی گرہیں پڑ جائیں اور میاں بیوی یا دوسروں کے مابین "احترام" پیار اور پاکیزہ راوبط میں کھنڈ پڑ جائے، یعنی جھوٹی باتوں سے کان بھر کر دو کے اچھے تعلقات کو بگاڑنے کا نام نفث ہے۔ (تفسیر ابن القیم ۵۷۱ حاشیہ)

سحر کی تکنیک سے ابن القیم کی بے خبری:۔ سحر صرف رسمی چھو منتر ہی کا کام نہیں دیتا دھوکہ دہی کی تمام اصناف کو بھی سحر ہی کہا جاتا ہے لہذا اس کے وسیع تر "ادبی استعمالات کو دیکھتے ہوئے معتزلہ کا کہنا ہے۔۔ فرعون کے جادو گروں نے رسیوں اور لاٹھیوں کو حرکت دینے کے لئے جو کرتب دکھائے

تھے وہ بھی حقیقت میں فریب نظر ہی تھا کہ ساحروں نے "خول دار "لاٹھیوں اور اسی طرح "رسیوں کے بٹوں میں پارہ کی خاصی مقدار رکھدی اور تماشہ دکھانے کے مقامات کے " نیچے زمین کے گڑھوں میں "انگارے" بھر دیئے اور تماشہ کے وقت اس آنچ کی حرارت کو "خاص ترکیب سے لاٹھیوں اور رسیوں تک پہنچانے کا انتظام کر دیا۔ جس سے وہ حرکت میں آگئیں اور دیکھنے والوں نے خیال کیا کہ جادو گروں کا کمال ہے۔(طہ ٦٦)

اور یہ مفہوم ادبیات عرب کے عین مطابق ہے مگر ابن القیم (متوفی ١٣٥٠ عیسوی) نہیں مانتے وہ کہتے ہیں کہ یہ نہ فریب نظر ہے اور نہ ہی خیال بندی بلکہ حقیقی حرکت کا آئینہ دار ہے۔ بلکہ صنعت سحر کی ایسی تکنیک ہے جو مشترکہ بھی ہے اور واقعی بھی۔ قرآن میں ہے۔۔۔ تب ان کی رسیاں اور لاٹھیاں شعبدہ بازوں کے شعبدہ سے یوں دکھائی دینے لگیں کہ محو حرکت ہوں (نمل ١٠)

لھذا منکرین سحر معتزلہ کے مطابق یہاں اگر فریب نظر اور "دقیق حیلہ گری سے کام لیا گیا تھا تو اسے سحر سے موسوم نہ کیا جاتا۔(تفسیر ابن القیم ٧/ ٥٧٢)

اس طرح ابن القیم خود ہی قرآن سے استدلال کرتے ہیں کہ۔۔۔رسیوں اور لاٹھیوں کی حرکت فریب نظر نہیں تھا حقیقت ہی تھی کیونکہ وہ ان کی حرکت کو صنعت" کی ذیل میں دے کر حقیقی مانتے ہیں ! لیکن یہ ابن القیم کی "بھول" ہے جس آیت کو انہوں نے مشق ستم بنایا ہے اس کے فیصلہ کن الفاظ ہیں۔ یخیل الیه من سحرھم أنھا تسعی : تمام تر حرکت ان کی ساحرانہ خیال بندی اور فریب نظر ہی کا شاہکار تھی(بلکہ نمل کے الفاظ ہیں" فلما راھا تھتز کانھا جان " جب ان رسیوں اور لاٹھیوں کی حرکت محسوس کی۔ گویا کہ وہ مثل سانپ ہیں۔(نمل، ١٠ قصص ٣١ کانھا، کا" کاف "حروف تشبیہ میں سے ہے اور تشبیہ "حقیقت" کی غماز نہیں ہوتی ہم جب کہتے ہیں کہ زید کاالاسد، (زید شیر کی ماند ہے) تو اس سے حقیقی شیر مراد نہیں لیتے بلکہ شیر کے اوصاف مراد لیتے ہیں۔ گرامر کا یہ تسلیم شدہ قاعدہ ہے کہ حروف تشبیہ " اصناف سخن میں سے ضرور ہیں مگر حسن کلام کے لئے حقیقت کے اظہار کے لئے نہیں۔ بنابریں ہم کہہ سکتے کہ ان رسیوں اور لاٹھیوں کی حرکت فریب نظر اور خیال بندی ہی کے طفیل تھی) یخیل الیه من سحرھم (اور سحر بمعنی خیال بندی ہی سے موسوم ہو گا۔ اس طرح منکر قرآن" معتزلہ نہیں امام ابن القیم ہی ٹھیرتے ہیں اس لئے امام ابن القیم کی اس ہٹ دھرمی کا شدید نوٹس لیتے ہوئے اس کے حاشیہ نویس علامہ محمد حامد الفقی کو سخت لہجہ میں کہنا پڑا کہ۔ بل ان جوابات "الشیخ غفر

الله لنا وله هي التكلفه وتدل على انه لم يخبر صناعة الشعوذيين والمخرقين والقران صريح في أن ما صنعه سحرة فرعون كان تخيلا لا حقيقته له في الواقع وسحر الا عين فن ليس بدقيق كل الدقة ولا خفى كل الخفاء الا على العامة و على من الا يدرسه ويعرف حيل اصحابه ولذلك كتب مولفة من قراها عرف ذلك (الى ان قال) ولا شك فيه كما يحصل من الانس وفجارهم اذى المومنين بانواع الكيد الخسيس والمكر السيئى كما يفعله جماعات الارهاب والاغتبالات السرية الاجراميه وغيرها بالطرق الخفيه التي قد تدخل في تعريف السحر اما ان يصل الى احداث بغض اوحب او نزيف في رحم المرأة من غير اسباب ذلك فهذا الذي يحتاج إلى دليل وكل ما ساق الشيخ و غيره من الادلة فلا ينهض حجة لذلك "(حضرت شیخ)

ابن القیم کے جوابات "تکلف محض" ہیں اور واضح کرتے ہیں کہ موصوف کو شعبدہ بازوں اور خلاف نیچر کرتب دکھلانے والوں کی "تکنیک" کا کوئی علم ہے نہ پتہ! ورنہ تو وہ ایسی بات نہ کہتے جو قرآن کے خلاف پڑتی ہو کیونکہ قرآن صریح طور بتلاتا ہے کہ۔ فرعون کے ساحروں نے جو کچھ کیا خیال اور نظر کا فریب تھا۔ امر واقعی نہیں تھا۔۔۔ اور پھر جسے نظر بندی کہا جاتا ہے وہ اتنا "باریک فن" سے تعلق نہیں رکھتی جو انتہا درجہ پوشیدہ اور ناقابل فہم ہو؟--- یہاں روئے سخن اہل علم سے ہے "عامة الناس" کی بات نہیں ہو رہی کہ وہ تو موٹی سی بات کے سمجھنے کے اہل بھی نہیں ہوتے۔

اس وضاحت کے بعد سحر کی ان اقسام کی طرف آیئے جو روز مرہ وقوع میں آتے ہیں، یعنی یہ جو مکاری اور گھٹیا قسم کی فریب کاری کو پیشہ بنا کر۔ غنڈہ لوگ شرفاء مومنین کو طرح طرح کی اذیتوں سے دوچار کر دیتے ہیں ان کی یہ "کرتوتیں" بھی "سحر" کی تعریف میں آتی ہیں۔ اسی طرح وہ مجرم لوگ جو پوشیدہ تدبیروں سے لوگوں کی جان و مال پر قبضہ جمانے کے لئے "اغوا") جعلی پاسپورٹوں، ویزوں کے ذریعہ دوسرے ملکوں میں پہنچا دیتے۔ (اور قتل وغیرہ کا کام "وسیع پیمانے پر کرتے ہیں۔ تو ان کی یہ تخریبی سرگرمیاں بھی "سحر" ہی کی ذیل میں آتی ہیں۔ اسی طرح یہ فتنہ گر لوگ یا) پھپھے کٹنیاں جو(دلوں میں کسی کی دوستی اور کسی سے "بگاڑ" پیدا کرنے کی مہارت رکھتے۔ یا عورتوں کو بانجھ کرنے یا بے تحاشا ماہواری کھولنے کے گر جانتے ہیں۔ تو یہ سب "سحر" ہی کھلائیں گے لہذا حضرت شیخ۔ دلائل کی جو منطق بگھار چلے ہیں ان میں نہ حجت ہے نہ توانائی۔ (تفسیر القیم ص ۵۷۹ حاشیہ نمبر ۱ طبع مصر)

نفاثات، اور "سحر کی ان وضاحتوں کے بعد "العقد کا جائزہ لینا ضروری ہے کہ اس کے بغیر بات ادھوری رہ جائے گی وھوھذا"۔

العقدہ کیا ہے؟:۔ والذي صرح به ائمة الاشتقاق ان اصل العقد نقيض الحل"۔
کے شناوروں نے تصریح کی ہے کہ "عقد" بنیادی طور پر حل کے ضد ہوتا ہے یعنی کوئی گرامر اور ادب چیز اگر "کھلی" ہے تو اسے حل کہتے ہیں جیسے ہم اردو میں کہتے ہیں اس عقدے کو حل کرنا ہے اور اگر اس میں "گرہ" پڑی ہے تو "عقد" سے موسوم کرتے ہیں۔ لیکن اس طرح سے کسی خاص "گرہ" کا استنباط نہیں ہوتا کیونکہ "گرہ" کے ادبی مفاہیم بھی ہیں کہ یہ لفظ ٹھوس اور مادی اشیاء کے علاوہ نادیدنی" اور غیر مادی اشیاء کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، ہم بات کی پیچیدگی اور الجھاو کے موقعہ پر جب کہتے ہیں، کہ اس عقدے کو حل ہونا چاہیئے تو اس وقت ہمارے سامنے مادی اشیاء کی گرہ کھولنا مقصود نہیں ہوتا۔ کیونکہ "بات" اور "معاملہ" مادی وجود نہیں رکھتے۔

تو اس وقت جو چھپے کٹنیاں گھروں میں پہنچ کر لوگوں کے معاملات میں بگاڑ اور الجھاؤ پیدا کرتیں، اور اپنی مکارانہ چال سے دلوں میں ایسی گرھیں ڈال دیتی ہیں کہ برادری سالہا سال تک کٹی رہتی ہے۔ انہیں بھی "نفاثات فی العقد کہا جاسکتا ہے کیونکہ عقد کے معنی میں اعتماد "عقیدہ" اور پکا اعتماد بھی شامل ہے۔ اور یہ اسی اعتماد باہمی کو نفرت کی آگ پھونک کر تباہ کر دیتی ہیں۔ تاج العروس میں ہے" ثم استعمل في انواع العقود من البيوعات والعقود وغيرهما ثم استعمل في لتصميم والاعتقاد الجازم "۔

یہ لفظ مرحلہ وار مختلف معانی کی طرف منتقل ہوتا رہا ہے۔ پہلے تو حل کے نقیض کے طور پر استعمال ہوا۔ بعد میں بیع وشراو "پختہ عہد" کے لئے کام آیا اور پھر ایسا ہوا کہ۔ عقیدے اور اعتقاد کے مفہوم میں بھی ایسے ہی استعمال کیا جانے لگا۔ (تاج العروس ۲/۴۶۲)

یعنی کہ دو انسانوں میں عقیدت و احترام کے جو روابط ہوتے ہیں انہیں اگر کسی فتنہ گر کی پھلائی ہوئی باتوں سے نقصان پہنچے اور تعلقات میں گرہ پڑ جائے تو اسے بھی "عقد" سے تعبیر کیا جاتا غرضے کہ "عقد" کا کسی مادی اور ٹھوس چیزوں کے عقدوں سے مربوط کرنا ضروری نہیں ہے۔ "کان بھرنا ایک محاورہ ہے لیکن اس میں مٹی سیسہ یا کسی دوسری چیز کا بھرنا مراد نہیں ہے کسی کو بھڑکانا اور آمادہ فساد کرنا مراد ہے۔ باتوں میں نفرت کا "زہر گھولنا بھی ایک محاورہ ہے لیکن اس سے بھی کسی ٹھوس چیز کا گھولنا مقصود نہیں ہے دل میں نفرت کا جذبہ پیدا کرنا مطلوب ہے۔

اس بنا پر سورہ فلق کے معنے ہوں گے مخلوقات کے شر سے، اندھیری رات کے گھپ اندھیرے کے شر سے۔ تکلیف دہ مشکلات اور مصائب کے شر سے فتنہ پرداز عورتیں جو کان بھرتیں اور دلوں میں نفرت کا الاؤ روشن کرتی ہیں ان کے شر سے اور حاسدوں کے شر سے پناہ بخدا طلب کرتا ہوں (کہ وہی ان پوشیدہ ونمایاں شروں سے بچانے والا ہے) (الفلق)۔

غرضے کہ شر کہیں سے بھی سرزد ہو اس سے پناہ مانگنا" آداب اسلامی " کا جزء ہے۔ اور الفلق اور الناس۔ میں روز مرہ کے ایسے ہی شروں سے بچنے کی تدابیر کرنے اور توفیق مانگنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ کسی مزعومہ جادو کی تاثیر کو زائل کرنے کی ترکیب نہیں بتلائی گئی۔

علامہ المراغی کی تشریح :۔ "نفث" اور "عقد" کے مذکورہ مفاہیم کی روشنی میں علامہ احمد مصطفی، المراغي (متوفی ۱۹۴۵ عیسوی) لکھتے ہیں ومن شر النمامين الذين يقطعون روابط المحبة)ا (شر النفاثات في العقد--- کے معنے ہیں عورتوں کی طرح وہ چغل خور مرد جو دلوں میں نفرت ڈال کر محبت کے روابط منقطع کرادیں (تفسير المراغي طبع سوم احیاء الشرات الاسلامی بیروت جلد ۳۰/۲۶۷

، بیضاوی متوفی (۶۸۲ ھ) انوار التنزیل ۸۵۱ طبع استنبول)من نفاثات في العقد اور نفاثين في العقد۔۔۔ سے مراد چغل خور مرد اور چغل خور عورتیں ہیں علامہ مراغی اور بیضاوی نے بھی کی توجیہ نقل کی ان دونوں اماموں نے لغت وادب کا پاس کرتے ہوئے ایسی تشریح کا سہارا لیا ہے جس نے واقعہ سحر زدگی کا پتہ ہی کاٹ دیا ہے۔ جزاه الله عن القرآن خير الجزاء۔

امام العصر کے تبرکات :۔ بل هو ماس بالعقل آخذ بالروح وهو مما يصدق قول المشركين فيه)ان تتبعون الارجلا مسحورا(وليس المسحور عندهم الامن خولط في عقله و خيل له شيئا يقع وهولا يقع فيخيل انه يوحى اليه ولا يوحى اليه وقد قال كثير من المقلدين الذين لا يعقلون ما هي النبوة ولا ما يجب لها ان الخبر بتأثير السحر في النفس الشريفة قد صح فيه فيلزم الاعتقادبه وعدم التصديق به من بدع المبتدعين لانه ضرب من انكار السحر وقد جاء القرآن بصحة السحر فانظر كيف ينقلب الدين الصحيح والحق الصريح في نظر المقلد بدعة نعوذ باالله يحتج بالقرآن على وجود السحر و يعرض عن القران في نفيه السحر عنه صلى الله عليه وسلم وعده من افتراء المشركين عليه و يوؤل في هذه ولا يؤل في تلك مع ان الذي قصده المشركون ظاهر"

سحر کی بابت اہل شرک کا یہ کہنا کہ۔ وہ انسانی عقل کو "گرفت" میں لیتی اور اس کی روح کو "دبوچ" لیتی ہے ان کے فلسفہ کے عین مطابق ہے کیونکہ وہ مسحور" اسے ہی کہتے تھے جس کی عقل میں کچھ "فتور آگیا ہو اور وہ عالم دیوانگی میں خیال کرتا ہو۔ کہ ایک شئے ہے حالانکہ وہ نہیں ہوتی۔۔۔ یا یہ سمجھے کہ اس پر وحی آتی ہے حالانکہ نہیں آرہی ہوتی۔ مسحور کی اس تعریف کی ضوء میں وہ کہتے تھے کہ "ان تتبعون الا رجلا مسحورا" (فرقان ۸-۹)

مسلمانوں تم تو ایسے انسان کے پیچھے چل پڑے ہو جو عقل باختہ " ہے اور جس کی "روح اور سوچ" ناکارہ ہیں وغیرہ۔ یہ تو تھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اہل شرک کی "ہرزہ سرائی" لیکن ہمارے ہاں بہت سے اندھے مقلد۔ جنہیں نہ تو نبوت کی "ماہیت" کا پتہ ہے اور نہ ہی اس کی عظمت مقام" کا احساس وہ بھی کہتے ہیں کہ ---جب حدیث میں ہے کہ آپ کی ذات اقدس کو جادو متاثر کر چکا تھا تو کیا وجہ ہے کہ ہم اس حقیقت کا انکار کریں؟۔۔۔ جبکہ "انکار" دین سے انحراف کے برابر ہے بلکہ دین میں ایسی بات کا اضافہ کرنا ہے جو بالکل نئی اور حقیقت سحر سے انکار کی راہ پر ڈالنے والی ہے وغیرہ وغیرہ۔

مشرکین کے اس عقیدے کے پہلو بہ پہلو ملاحظہ ہو ہمارے اندھے مقلد کا عقیدہ کہ - وہ کتنی جسارت سے دین اور حقیقت قرآن کو مسخ کر کے خانہ بدعت میں رکھ رہا ہے ؟۔

بر عکس نہند نام زندگی کافور

وہ سحر کی تائید پر قرآن سے "دلیل" تلاش کرتا ہے اور وہی قرآن جب پیغمبر کی سحر زدگی کی پکار پکار کر نفی کر رہا ہے تو یہ ٹھکرا دیتا ہے۔ بلکہ الٹا یہ کہتا ہے کہ سحر کا "انکار" مشرکین ہی کا عقیدہ ہے اس طرح وہ قرآن کی آیات میں تاویل (برائے انکار) کی راہ تو نکال لیتا ہے مگر ان احادیث کو جھٹلانے کا راستہ اسے نظر نہیں آتا جو مشرکین ہی کے مقاصد کی توثیق کرتی ہیں (مشکلات القرآن طبع منشورات دار مکتبہ الحیات بیروت ص ۱۲۳)

احادیث سحر کی ٹیکنیکل خامی:۔ امام العصر نے روایات پر ہر زاویہ سے بحث کی ہے ان احادیث میں سے ذیل کی گرفت" آپ سب کے لئے موجب اطمینان ہو گی فرماتے ہیں کہ "وکیف یصح ان تکون هذه السوره نزلت في سحر النبي صلى الله عليه وسلم مع انها مكيه في قول عطاء والحسن وجابر وفي رواية ابن كريب عن ابن عباس و ما يزعمونه من السحر انما وقع في المدينة ؟لكن من تعود القول بالمحال لا يمكن القول معه بجال نعوذ بالله من الخيال "۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مدینہ کے مقام پر جادو کیا گیا تھا؟ لیکن اس طرح "ازالہ سحر کے لئے فلق کا نزول ایک عجیب مذاق بن جاتا ہے اور نہ معلوم یہ لوگ اتنی بھاری غلطی کو کیونکر ہضم کر سکیں گے کیونکہ عطاء (متوفی ۷۳۲عیسوی)، حسن (متوفی ۷۸۸عیسوی)، جابر (متوفی ۶۹۷عیسوی) اور عبد اللہ بن عباس (متوفی ۶۸۷عیسوی) کہتے تھے کہ سورہ فلق کا "مکہ" میں نزول ہوا تھا؟ لیکن جنھوں نے "جھوٹ" اور مغالطہ آفرینی کی عادت بنالی ہو ان سے بات ہو تو کس حال میں ہو؟ بس اللہ ہی غلط خیال آفرینی سے محفوظ رکھے۔ (مشکلات القرآن ۱۲۶)

یہاں امام العصر نے ایک ایسی ٹیکنیکل خامی کی نشانی دہی کی ہے جسے ملحوظ رکھ کر اس نامسعود سلسلہ کی تمام روایات مشکوک ہو جاتی ہیں، اور بڑے بڑوں کے چھکے چھوٹ جاتے ہیں جزاہ اللہ عن القرآن خیر الجزاء۔

سید قطب مرحوم:۔ اسلامیات پر نئے لکھنے والوں میں جناب مودودی صاحب کا نام بھی لیا جاتا ہے لیکن آپ بھی چونکہ ان ہی روایات کی اساس پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سحر زدہ مانتے اور منکرین سحر پر ایک گونہ طنز و تشنیع روا رکھتے تھے لہذا انہیں براہ راست مخاطب کرنے کی بجائے ہم نے یہی مناسب سمجھا کہ انہیں کے ہم خیال اور کسی حد تک سیاسی، معاشی و مذہبی ہم سفر سید قطب مرحوم کی زبانی کچھ عرض کر دیں۔ تاکہ ان کے فدایان محترم مقام نبوت کو سمجھنے کی ایک بار پھر کوشش کر سکیں وباللہ التوفیق۔

اس تلخ نوائی کے بعد آئیے سید قطب مرحوم سے ملئے۔۔۔ فرماتے ہیں کہ قصہ۔۔ سحر نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں بعض صحیح روایات بھی ملتی ہیں لیکن سب کی سب غیر متواتر ہیں اور ان میں ہے کہ، مدینہ میں لبید نے جادو کیا تھا اور کہا یہ جادو کے ازالہ کے لئے بطور منتر (نزلتا رقیة) الفلق اور الناس کا نزول ہوا۔

(تفسیر فی ظلال القرآن طبع دار الشروق بیروت و قاہرہ (متوفی ۱۹۶۷عیسوی) جلد ۶/ ۴۰۰۸)

پھر کیا ہوا؟ یہاں سید مرحوم گھر کے باطل پرستوں کے کاسہ سر پر ہتھوڑے کی ضرب لگاتے ہوئے امام العصر۔ کے اسلوب میں لکھتے ہیں کہ:

لیکن یہ تمام روایات نبی کے افعال اور تبلیغ میں "عصمت" کی نفی کرتی ہیں۔ کہ نبی کا ہر قول اور فعل شریعت اور نظام حیات کی حیثیت رکھتا ہے۔ یہ علاوہ اس کے یہ روایات کھلے طور پر قرآن سے متصادم بھی ہیں "انھا تصطدم بنفی القرآن عن الرسول صلى الله عليه وسلم انه مسحور)اور

مشرکین کے دعوے سحر بر پیغمبر کی توثیق کرنے والی بھی" ومن ثم تستبعد هذه الروايات واحاديث الاحاد لا يوخذها في امر العقيده"۔

لھذا یہ تمام احادیث مسترد کر دینی چاہئیں کہ عقائد کے باب میں خبر واحد قسم کی احادیث حجت ہی نہیں ہوتیں اور جب یہ روایات متواتر ہی نہیں تو ان میں قرآن محکم کی آیات کو زائل کرنے کی سکت کہاں سے آگئی؟ پھر "یہ" علاوہ کہ ---سورتھائے "الفلق" اور "الناس" مکہ میں نازل ہوئیں جبکہ سحر کا واقعہ مدینہ میں ہونا بتلایا جاتا ہے۔۔۔) اب یہ سورتیں ازالہ سحر کے لئے منتر کے بطور مدینہ میں نازل ہوئیں تو کیسے ہوئیں" ان نزول هاتين السورتين في مكة هو الراجح مما يوهن اساس الروايات الاخرى "لھذا ان روایات کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کے لئے تنہا یہی وجہ کافی ہے کہ یہ سورتیں مکی ہیں، اور واقعہ سحر مدینہ میں پیش آیا۔ (فی ظلال القرآن ۶/۴۰۰۸)

ان روایات کی اساس پر مشرکین کے عقیدے کی توثیق کرنا پڑی گی۔ جبکہ یہ روایات تکنیکی خالی کے باعث خود بھی قابل استرداد ہیں۔ (تفسیر برہان القرآن ۸۹۱ تا ۹۰۶)

اب آخر میں ابن علامہ کی تحریر کا آخری حصہ شبھات اور انکے جوابات ھدیہ ناظرین کرتے ہیں، تاکہ دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہو جائے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں۔

ازالۃ الاوہام

(وہم نمبر ۱) معوذتین کا دوبارہ نزول؟

بعض لوگوں کا کہنا ہے، کہ چلیں یہ مان لیا کہ یہ سورتیں مکہ میں نازل کی گئیں لکین مدینہ میں جادو اتارنے کے لئے انہیں دوبارہ نازل کیا گیا تھا۔

ازالہ: اول تو اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ ان سورتوں کو دوبارہ نازل کیا گیا تھا۔ اور پھر سوچنے کی بات یہ ہے، کہ کیا یہ سورتیں دافع سحر ہیں؟ یعنی ان سے جادو ہٹایا بھی جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر یہ دافع سحر ہیں تو ان کا ورد کرنے اور ان کے ساتھ استعاذہ کرنے کے باوجود آپ ﷺ پر جادو کا اثر کیوں ہو گیا؟ اور اگر یہ دافع سحر نہیں ہیں تو انہیں دوبارہ نازل کرتے کا فائدہ؟

کیا پہلی مرتبہ ان کو نازل کرتے وقت ان میں جادو کو بھگانے کی تاثیر نہیں رکھی گئی تھی؟ اگر رکھی گئی تھی تو پھر آپ ﷺ پر جادو کا اثر ہوا ہی کیوں؟ فلہذا نہ تو آپ ﷺ پر جادو نے اثر کیا اور نہ ہی یہ سورتیں جادو اتارنے کے لئے نازل کی گئی ہیں۔

(وہم نمبر ۲) مشرکین آپ ﷺ کو بشر بھی کہتے تھے

بعض لوگ کہتے ہیں اگر آپ ﷺ کو جادو زدہ کہنے یا سمجھنے سے کفار کی تصدیق ہوتی ہے، تو پھر آپ ﷺ کو بشر کہنے یا سمجھنے سے بھی کفار کی تصدیق ہوتی ہے، کیونکہ کفار آپ ﷺ کو بشر بھی کہتے تھے۔

ازالہ: سمجھنا چاہئے کہ ان دو باتوں میں سے کونسی بات سچی اور کونسی جھوٹی ہے۔ جو بات سچی ہے اللہ نے اس کی تردید نہیں کی بلکہ خود اپنے پیغمبر ﷺ سے اعلان کروایا ہے۔ اور جو بات جھوٹی ہے اس کی تردید کی ہے۔ مثلاً بشریت کے بارے میں اللہ سبحانہ ارشاد فرماتے ہیں:

قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا رَسُولًا"

"فرمادیجئے! سبحان اللہ، میں نہیں ہوں مگر بشر رسول"

"قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ إِلَيَّ أَنَّمَا إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ"

"فرمادیجئے! میں تو بشر ہوں مثل تمہارے، وحی کی جاتی ہے، میری طرف کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔

یعنی اللہ سبحانہ نے بشریت کو نبوت کے منافی نہیں قرار دیا بلکہ بشر کو ہی نبوت سے سرفراز فرمایا، اور پرزور طریقے سے اعلان فرمایا کہ آپ ﷺ بشر رسول ہیں۔

لیکن جب مشرکین نے آپ ﷺ کو جادوزدہ کہا تو اس وقت اللہ سبحانہ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا"۔

دیکھیے! کیسے انہوں نے بیان کی ہیں آپ کے لئے صفتیں، پس گمراہ ہوگئے اور راستہ نہیں پاسکتے"۔

یعنی اللہ نے آپ ﷺ کے مسحور ہونے کی نفی اور تردید فرمائی ہے۔ تو ثابت ہوا کہ جس طرح آپ ﷺ کو شاعر، جادوگر، کاہن اور مجنون کہنا یا سمجھنا ناجائز ہے اسی طرح آپ کو مسحور کہنا یا سمجھنا بھی ناجائز ہے۔

(وہم نمبر ۳) مشرکین آپ ﷺ کو مثل مسحور کہتے تھے

ازالہ: اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کو حقیقی طور پر جادوزدہ کہنا یا سمجھنا تو رہا ایک طرف، آپ ﷺ کو جادوزدہ کی مثل سمجھنا یا کہنا بھی ناجائز ہے۔ جس طرح شاعر یا کاہن یا مجنون ہونا پیغمبر کے لئے خوبی نہیں ہے۔ اسی طرح جادوزدہ ہونا بھی کوئی خوبی یا کمال تو ہے نہیں بلکہ اسے عیب ہی کہا جائے گا۔ تو جس عیب کو اللہ سبحانہ اپنے محبوب پیغمبر کے لئے بطور مثال بھی پسند نہیں کرتا اسے حقیقی طور پر بطریق

اولی پسند نہیں کرتا۔ علاوہ ازیں کسی کو کسی کے مثل قرار دینے سے وجہ شبہ کی حقیقت نہیں بدل جاتی جیسا کہ اللہ سبحانہ نے ارشاد فرمایا:

قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ "۔

ان کو ان کے رسولوں نے کہا ہم نہیں ہیں مگر بشر تمہاری طرح"۔

یہاں انبیاء علیہم السلام کو انسانوں کی مثل کہا گیا ہے۔ تو کیا انبیاء علیہم السلام انسانوں کی مثل تھے، حقیقی انسان نہیں تھے؟ اور کفار تو آپ ﷺ کو" مثل المسحور" کہتے ہی نہیں تھے بلکہ "رجلا مسحورا" کہتے تھے۔ یہاں مثلیت یا تشبیہ کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

نیز یہاں غلطی سے لفظ" الامثال" کو مثل کی جمع سمجھ لیا گیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مثل کی جمع نہیں بلکہ مَثَلٌ کی جمع ہے۔ مثل کا لفظ تشبیہ دینے یعنی کسی چیز کو کسی دوسری چیز کی مانند قرار دینے کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اور مَثَل کا لفظ کسی چیز کی حالت یا صفت کے بیان کے لئے آتا ہے۔ جیسے:

مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِي وُعِدَ الْمُتَّقُونَ

"حال جنت کا جس کا وعدہ ہے پرہیز گاروں سے۔ (الرعد ۳۵)

"وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ "۔

" اور اللہ کی صفت ہے سب سے بلندی اور وہی زبردست، حکمت والا ہے"۔

"بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ

"بری حالت ہے ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیات کو"۔

اسی لئے علامہ آلوسی حنفی (۱۲۷۰ھ) اور شیخ الاسلام علامہ ابو السعود حنفی (۹۸۲ھ)

اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"واخترعوا لك تلك الصفات والاحوال الشاذة البعيدة من الوقوع "

(روح المعانی، الفرقان:۹ تفسیر ابی السعود: الفرقان:۹)

"اور آپ ﷺ کے حق میں (کفار نے) ایسی صفات اور حالتیں گھڑ کر بیان کی ہیں جو غلط اور غیر واقع ہیں"۔

اسی طرح مفسر علامہ ابو حیان اندلسی الشافعیؒ (۷۴۵ھ) لکھتے ہیں:

"ای قالوا فیک تلک الاقوال واخترعوا لک تلک الصفات والاحوال "(البحر المحیط، الفرقان:۹)

یعنی انہوں نے آپ کے بارے میں یہ باتیں بیان کی ہیں اور آپ کے لئے یہ صفات اور احوال گھڑے ہیں۔

اسی طرح امام بیضاویؒ (۶۷۵ھ) لکھتے ہیں:

"ای قالوا فیك الاقوال الشاذة والاحوال النادرة" (تفسیر بیضاوی: الفرقان ۹)
"یعنی آپ کے لئے انہوں نے یہ اقوال شاذہ اور احوال نادرہ بیان کئے ہیں۔

یعنی "الامثال" سے مراد ہے صفات اور حالتیں تو آیت کا مطلب ہو گا: دیکھئے انہوں نے کیسے آپ کی صفات اور حالتیں بیان کی ہیں۔

مطلب یہ کہ کبھی آپ ﷺ کی حالت شاعر والی بیان کرتے، کبھی ساحر والی، کبھی مجنون والی، کبھی کاہن والی اور کبھی مسحور والی حالت بیان کرتے۔ کبھی آپ ﷺ کو کوئی نام دیتے اور کبھی کوئی اور نام دیتے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس طرح آپ ﷺ کو مثل مجنون یا حقیقی مجنون، یا مثل کاہن یا حقیقی کاہن، یا مثل شاعر یا حقیقی شاعر کہنا یا سمجھنا ناجائز ہے۔ بالکل اسی طرح آپ ﷺ کو مثل مسحور کہنا یا سمجھنا بھی ناجائز ہے۔

(وہم نمبر ۴) جمہور آپ ﷺ پر جادو کا اثر مانتے ہیں

آپ ﷺ پر جادو کا اثر تسلیم کرنے والے علماء کا کہنا ہے کہ جمہور اہلسنت آپ پر جادو کا اثر مانتے ہیں، لھذا اس کا کس طرح انکار کیا جا سکتا ہے۔

ازالہ: جمہور کا قول یا فتویٰ واجب الاتباع ہر گز نہیں ہے اور نہ ہی اس کے واجب الاتباع ہونے پر کوئی شرعی دلیل موجود ہے۔ اور اگر کسی کو جمہور کی اتباع کرنے پر اصرار ہو تو اسے چاہیے کہ اپنا حنفی مذہب چھوڑ کر جمہور کا مقلد بن جائے۔ کیونکہ جمہور کے کئی مسائل اور اقوال مذہب حنفی کے خلاف ہیں۔

امام نوویؒ نے شرح مسلم کے اندر کئی ایسے مسائل کی نشاندہی فرمائی ہے جن کے جمہور قائل ہیں مگر امام ابو حنیفہ قائل نہیں ہیں۔ مثلاً!

مسئلہ نمبر ۱: جمہور کے نزدیک اقامت گیارہ کلمات ہیں مگر امام ابو حنیفہ کے نزدیک ۱۷ کلمات ہیں اور قول ان کا شاذ ہے۔ (شرح مسلم للنووی: ج ۱ ص ۱۶۴)

مسئلہ نمبر ۲: اکثر کہتے ہیں کہ آمین بلند آواز سے پڑھیں لیکن امام ابو حنیفہ جہر بالتامین کے قائل نہیں ہیں۔ (نووی: ج ۱ ص ۱۷۶)

مسئلہ نمبر۳: سلام سے پہلے سجدہ سہو کرنا جمہور کا مذہب ہے لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک سلام کے بعد سجدہ سہو کرے۔(نووی: ج۱ص۲۱۱)

مسئلہ نمبر۴: نماز میں بھول کر بات چیت کرے تو جمہور کے نزدیک نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک نہیں ٹوٹتی۔(نووی:ج۱ص۲۱۳)

مسئلہ نمبر۵: مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا جمہور کے نزدیک جائز ہے مگر امام ابو حنیدہ کے نزدیک جائز نہیں ہے۔(نووی: ج۱ص۲۱۴)

مسئلہ نمبر۶: نوویؒ نے کہا کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی حدیث صریح اس امر کی دلیل ہے کہ مدینہ طیبہ کا شکار اور درخت کاٹنا حرام ہے یہ جمہور کا قول ہے، مگر امام ابو حنیفہؒ نے اس (قول جمہور) کی مخالفت کی ہے۔(نووی:ج۱ص۴۴۱)

مسئلہ نمبر۷: جمہور کا مسلک ہے کہ اعتکاف بیٹھنے والا چاہے مرد ہو یا عورت مسجد کے علاوہ کسی جگہ اعتکاف بیٹھنا جائز نہیں ہے، مگر امام ابو حنیفہؒ کا قول یہ ہے کہ گھر کی مسجد میں عورت کے لئے اعتکاف کرنا درست ہے۔(نووی:ج۱ص۳۷۱)

مسئلہ نمبر۸: جمہور کے نزدیک ہمسائے کے لئے حق شفعہ ثابت نہیں ہے مگر ابو حنیفہ کے نزدیک ہمسائے کے لئے حق شفعہ ثابت ہے۔(نووی:ج۱ص۳۲)

مسئلہ نمبر۹: جمہور کے نزدیک گھوڑے کا گوشت کھانا مباح ہے، مکروہ نہیں ہے مگر امام ابوحنیفہ کے نزدیک مکروہ ہے۔(نووی:ج۲ص۱۵۰)

مسئلہ نمبر۱۰: امام ابو حنیفہ کے نزدیک جب کوئی مرد کسی عورت سے زنا کرے تو اس عورت کی ماں اور بیٹی اس زانی پر حرام ہو جاتی ہے۔ مگر جمہور اس مسئلہ میں امام صاحب کے ساتھ نہیں ہیں۔ حافظ ابن حجرؒ لکھتے ہیں:

"وابی ذالک الجمھور" یعنی جمہور نے اس بات سے انکار کیا ہے۔(فتح الباری، باب ما یحل من النساء وما یحرم)

مسئلہ نمبر۱۱: امام نوویؒ لکھتے ہیں: ایک حدیث میں اس پر دلیل ہے کہ کم سے کم وتر ایک رکعت ہے اور تنہا ایک رکعت نماز صحیح ہے اور یہی مذہب ہمارا اور جمہور کا ہے۔ اور ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ فقط ایک رکعت جائز نہیں۔(شرح مسلم:ج۱ص۲۵۳)

مسئلہ نمبر ۱۲: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اگر کوئی شخص کسی عورت کو کہے کہ اگر میں تیرے ساتھ نکاح کروں تو تجھ کو طلاق ہے تو اس صورت میں طلاق واقع ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ جمہور علماء کے مذہب کے خلاف ہے۔ امام شوکانیؒ لکھتے ہیں:

"فذهب جمهور الصحابة والتابعين ومن بعدهم الى انه لا يقع انتهى"

(نیل الاوطار کتاب الطلاق باب من علق الطلاق قبل النکاح: ج ۲ ص ۲۵۵)

"یعنی جمہور صحابہ و تابعین اور ان کے بعد والے کہتے ہیں طلاق واقع نہیں ہوتی ہے۔

الغرض کہاں تک شمار کیا جائے حقیقت یہ ہے کہ بیسیوں مسائل میں جمہور کا قول چھوڑ کر امام ابو حنیفہ کے مذہب پر عمل کیا جاتا ہے مگر وہاں کسی کو جمہور کی یاد نہیں آتی۔ صرف جادو کے مسئلہ میں ہی جمہور کیوں یاد آرہے ہیں ؟

کسی قول کی صداقت پر کہنے کے لئے کتاب و سنت کے دلائل کی قوت دیکھی جاتی ہے، جمہور کو نہیں دیکھا جاتا، جمہوریت کا دعوی کرنے والوں نے تو جمہور کو حیات دنیویہ فی القبر کا عقیدہ اپنا لینا ثابت کیا ہے۔ پھر کیا حیات برزخیہ جنتیہ کا عقیدہ چھوڑ کر حیات دنیویہ فی القبر کا عقیدہ اپنا لینا چاہیے ؟۔

(وہم نمبر ۵) جادو کے اثر کی مدت

شارحین نے جن روایات کو بخاری شریف کی روایت سحر کی تشریح یا تائید میں پیش کیا ہے۔ ان میں آپ ﷺ پر جادو کے اثر کی مدت ایک سال یا کم از کم چھ ماہ بیان کی گئی ہے۔ لیکن موجودہ دور کے بعض قائلین کو یہ مدت کچھ ناگوار محسوس ہوئی ہے اس لئے انہوں نے شارحین کی پیش کردہ روایات میں بیان کی گئی باقی تفصیلات تو تسلیم کر لی ہیں لیکن مدت سحر کو تسلیم نہیں کیا۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ پر جادو کا اثر چند گھنٹوں سے زائد نہیں رہا تھا۔ (معارف القرآن)

ازالہ: ان حضرات کا یہ کہنا کہ آپ ﷺ پر جادو کا اثر چند گھنٹے رہا تھا بذات خود بخاری کی روایت کی تکذیب کرنا ہے۔ کیونکہ روایت سحر میں کہ آپ ﷺ کو برابر ایسا خیال ڈالا جاتا رہا: "حتی اذا کان ذات یوم وهو عندي دعا الله ودعاه" (بخاری: ج ۲ ص ۸۵۸)

حتی ایک دن جس دن آپ ﷺ میرے ہاں تشریف رکھتے تھے آپؐ نے بار بار دعا کی۔

معلوم ہوا کہ یہ صرف چند گھنٹوں کی بات نہیں تھی بلکہ کئی دنوں تک آپ ﷺ پر جادو کا اثر رہا تھا۔

معلوم ہوتا ہے آپ ﷺ پر جادو کے اثر کے قائلین کو بھی روایت بخاری کے بعض الفاظ کھٹکتے ہیں۔ اور وہ اس روایت کو من و عن تسلیم کرنے کے لئے اپنے آپ کو آمادہ نہیں کر پا رہے۔

علاوہ ازیں شارح بخاری علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

"وفی روایة ابی ضمرة عند الاسماعیلی انه ﷺ اقام اربعین وفی روایة وهیب عن هشام عند احمد ستة اشهر وجمع بان ستة الاشهر من ابتداء تغیر مزاجه والاربعین یوما من استحکامه لکن فی جامع معمر عن الزهری انه لبث سنة واسناده صحیح قال ابن حجر فهو المعتمد" (ارشاد الساری ج ۸ ص ۴۰۵)

ابو ضمرہ (بخاری کی روایت سحر کا ایک راوی) کی روایت جو حافظ اسماعیلی نے بیان کی ہے، اس روایت میں ہے کہ آپ ﷺ چالیس دن جادو میں مبتلا تھے۔ اور مسند احمد کی وھیب عن ہشام والی روایت میں چھ مہینے بیان کئے گئے ہیں۔ ان میں جمع و تطبیق یوں کی گئی ہے کہ آپ ﷺ کے مزاج کی تبدیلی کی ابتداء سے چھ ماہ شمار کئے جائیں گے اور چالیس دن اس تبدیلی کے استحکام کے ہیں (یعنی چالیس دن مکمل طور پر آپ ﷺ کا مزاج متغیر رہا) لیکن جامع معمر میں زہری سے جو روایت ہے اس میں ہے کہ آپ ﷺ پورا سال جادو کے زیر اثر رہے تھے۔ اور اس کی سند صحیح ہے، اور ابن حجر نے کہا ہے کہ اسی پر اعتماد کیا جائے گا۔

ثابت ہوا کہ آپ ﷺ پر جادو کا اثر ماننے والوں نے اس اثر کی مدت ایک سال تسلیم کی ہے۔ اور اسی سال والی روایت کو صحیح اور قابل اعتماد قرار دیا ہے۔ لہذا آج جو شخص رسول اللہ ﷺ کی ذات مقدسہ پر جادو کا اثر ہو جانا تسلیم کرتا ہے اسے جادو کے اثر کی مدت تسلیم کرنے سے نہیں ہچکچانا چاہیے۔ آخر کوئی مانع تو ہے جو قائلین کے ضمیر کو بھی جھنجھوڑ رہا ہے۔ اور کوئی سبب تو ایسا ہے جو قائلین کے دلوں میں کھٹکتی ہے اور وہ اسے عصمت و عظمت رسول ﷺ کے منافی سمجھ رہے ہیں تو چند گھنٹوں کے لئے ان کے دلوں سے عصمت مصطفی ﷺ کا عقیدہ کیوں محو ہو جاتا ہے۔

(وہم نمبر ۶) کفار کی ایذاؤں کا آپ ﷺ پر کیوں اثر ہوا؟

بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر جادو باطل ہے اور یہ حق پر غالب نہیں آسکتا تو پھر آپ ﷺ کے دندان مبارکہ کیوں شہید ہوئے۔ اور زہر نے آپ ﷺ کے وجود پر کیوں اثر کیا؟ لہذا بتقاضاء بشریت جس طرح دوسری ایذائیں اثر کرتی ہیں اسی طرح جادو بھی ایک ایذاء ہے۔

ازالہ: طبعی اسباب یا اسباب عادیہ محسوسہ سے کسی انسان کا متاثر ہونا زیر بحث ہی نہیں ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ آیا رسول اللہ ﷺ پر شیطان یا ارواح خبیثہ اپنا تسلط قائم کر سکتی ہیں؟ اور آپ ﷺ کے دماغ اور جسم مبارک پر باطل اپنا قبضہ جما سکتا ہے؟ کیا پیغمبر ﷺ کا شیطانی جادو سے متاثر ہونا بھی لوازم بشریت میں سے ہے؟ ان تینوں کا جواب نفی میں ہے نیز جادو کے اثر کے قائلین اس کی غائبانہ اور مافوق الاسباب تاثیر مانتے ہیں یعنی کسی شخص تک کوئی ظاہر اضرر رساں چیز پہنچائے بغیر اس کو بیمار کر دینا یا

مار دینا۔ اس ایذاء دینے میں اور پتھر یا تیر یا تلوار یا زہر وغیرہ کسی سبب سے کسی انسان کو ایذاء پہنچانے میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ حق یہ ہے کہ مافوق الاسباب نقصان پہنچانے کا اختیار صرف اللہ سبحانہ کے پاس ہے۔ اور باطل یہ ہے کہ ایسا عقیدہ کسی مخلوق (یعنی جادوگر) کے لئے رکھا جائے۔ پوری دنیا کے جادوگر مل کر بھی کسی کو مافوق الاسباب نقصان پہنچانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ جس کو اللہ نقصان پہنچانا چاہے اسے نقصان پہنچتا ہے جادو کے ذریعے نہیں پہنچتا۔

خلاصہ یہ کہ:-

الف: زہر اسباب عادیہ محسوسہ میں سے ہے۔

ب۔ زہر اسباب کا اثر شیطان یا ارواح خبیثہ کا اثر نہیں ہے۔

ج۔ زہر نے آپ ﷺ کے دماغ اور عقل شریف کو متاثر نہیں کیا تھا۔

د۔ زہر کی وجہ سے آپ ﷺ کو ازواج کے ساتھ صحبت والے مناظر نہیں نظر آتے تھے۔

لہذا زہر وغیرہ اسباب عادیہ کی وجہ سے پہنچنے والی تکالیف کو جادو کے اثر کے ساتھ تشبیہ دینا یا جادو کے اثر کے برابر سمجھنا غلط ہے۔

(وہم نمبر ۷) آپ ﷺ کئی مرتبہ بھول گئے

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ آپ ﷺ کئی مرتبہ بھول گئے تو جو اعتراض جادو کے اثر پر وارد ہوتا ہے، وہی اعتراض آپ ﷺ کے بھولنے پر بھی ہوتا ہے۔

ازالہ: بھول جانا ایک فطری اور طبعی عمل ہے اور جادو وغیرہ فطری و غیر طبعی عمل ہے۔ بھول جانا اسباب طبعیہ میں سے ہے اور جادو ایک ماوراء الطبعیاتی چیز ہے بھول جانا عصمت پیغمبر ﷺ کے خلاف نہیں ہے، لیکن شیاطین اور ارواح خبیثہ سے مغلوب ہو جانا عصمت رسول ﷺ کے خلاف ہے۔ دونوں کو ایک سمجھنا یا ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا غلط ہے۔ جیسا کہ پہلے واضح ہو چکا ہے کہ جادو کا جو اثر روایات میں بیان کیا گیا ہے اس کے مطابق آپ ﷺ کو جاگتی آنکھوں سے ایسے مناظر نظر آتے تھے کہ آپ ﷺ اپنی ازواج مطہرات سے صحبت کر رہے ہیں۔ کیا ایسی حالت کو بھولنا کہا جاتا ہے؟۔ نسیان یہ نہیں ہے کہ آپکے دماغ پر نیند طاری ہو جائے اور آپ اسی طرح غیر حقیقی مناظر دیکھنے لگیں جس طرح سویا ہوا آدمی دیکھتا ہے۔ دماغ کی اس حالت اور نسیان میں جو فرق ہے وہ کسی عقلمند سے مخفی نہیں ہے۔ نسیان پر قیاس کرنے سے پہلے کم از کم یہ تو دیکھ لینا چاہیے کہ ناسی اور مسحور ہم معنی الفاظ نہیں ہیں۔ نیز رسول اللہ ﷺ شیطان کے بھلانے سے نہیں بھولتے تھے بلکہ اللہ کی مرضی سے بھولتے تھے۔ اور اس میں بھی کوئی نہ کوئی دینی حکمت و مصلحت پوشیدہ ہوتی تھی۔

ارشاد خداوندی ہے:

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنسٰى (الاعلی)
"ہم آپ کو پڑھائیں گے پس آپ نہیں بھولیں گے مگر جو اللہ چاہے۔
حضرت قتادہؒ فرماتے ہیں:
"کان ﷺ لا ینسی شیئا الا ما شاء الله" (تفسیر ابن جریر طبری، تفسیر ابن کثیر، تفسیر قرطبی)
"آپ ﷺ کوئی چیز نہیں بھولتے تھے مگر وہ جو اللہ نے چاہا"۔
حضرت مجاہدؒ فرماتے ہیں:
"معنی الکلام فلا تنسی الا ما شاء الله ان تنساه ولا تذکره"
"اور کلام کا معنی یہ ہے آپ ﷺ نہیں بھولیں گے مگر جو اللہ نے چاہا کہ آپ بھول جائیں اسے یاد نہ رکھیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ شیطا نمیں یہ طاقت نہیں تھی کہ آپ ﷺ پر اثر انداز ہو سکے۔ بلکہ شیطان تو آپ ﷺ کا مطیع اور فرماں بردار ہو گیا تھا۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ایک مرتبہ شیطان نے آپ ﷺ کی نماز میں خللل ڈالنے اور آپ ﷺ کو بھلانے کے لئے شرارتیں کیں تو آپ ﷺ نے اسے پکڑ کر قابو کر لیا تھا پھر اسے ذلیل کر کے بھگا دیا تھا۔ پس آپ ﷺ شیطان کے بھلانے سے کبھی نہیں بھول سکتے تھے۔ کیونکہ شیطان نہ تو آپ ﷺ کی سوچ پر حاوی ہو سکتا ہے اور نہ آپ ﷺ کے دماغ مقدس کو کسی دوسری سمت مشغول کر سکتا ہے۔

بندہ منیر شاکر عرض کناں ہے۔ کہ اللہ تعالی کا کسی سے کچھ بھلانا یا خود بھول جانا الگ چیز ہے۔ اور مخلوق (جادوگر یا جادو) کا کسی سے کچھ بھلانا یہ الگ چیز ہے۔ کیونکہ بھلانے میں بھی متصرف اللہ ہے۔ اگر کوئی غیر اللہ کو متصرف فی النسیان مان لے تو کافر ہو جائیگا۔

(وہم نمبر ۸) شیطان کا بھلانا

بعض حضرات کہتے ہیں:۔ کہ قرآن کی آیت "اِمَّا یُنسِیَنَّكَ الشَّیطانُ۔۔الخ"
سے ثابت ہوتا ہے کہ شیطان اگر چاہے تو آپ ﷺ کو بھلا سکتا ہے۔

ازالہ: ان حضرات کا یہ خیال غلط ہے۔ شیطان اپنے خطرات شیطانیہ سے آپ ﷺ کو ہرگز نہیں بھلا سکتا۔ کیونکہ آیت میں لفظ (اِمّا) سے ثابت ہو رہا ہے کہ یہ صرف علی سبیل الفرض کہا گیا ہے حقیقت میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ نیز اس آیت
میں بعض مفسرین کے بقول تو آپ ﷺ کو مخاطب ہی نہیں کیا گیا بلکہ مطلقا ہر سامع کو مخاطب کیا گیا ہے۔

مفسر علامہ "محمود آلوسی" لکھتے ہیں:

"وهذا على سبيل الفرض اذلم يقع ، وانّى للشيطان سبيل الى اشغال رسول الله ﷺ ولذاعبر بان الشرطية المزيدة ما بعدها ، وذهب بعض المحققين ان الخطاب هنا وفيما قبل لسيد المخاطبين عليه الصلواة والسلام المراد غيره ، وقيل لغيره ابتداء اى اذا رايت ايها السامع وان انساك ايها السامع" (تفسیر روح المعانی، الانعام:۶۸)

"یہ بالفرض کے طور پر کہا گیا ہے جبکہ ایسا واقع نہیں ہوا۔ اور شیطان کو کس طرح ایسی طاقت مل سکتی ہے کہ وہ آپ ﷺ کے دماغ کو کسی اور طرف مشغول کر سکے۔ اسی لئے (اِنّ) کو شرطیہ کہا گیا ہے جس کے بعد (ما) زائدہ ہے۔ اور بعض محققین کا مذہب یہ ہے کہ اس مقام پر اور اس سے قبل مخاطب تو آپ ﷺ کو کیا گیا ہے لیکن اس سے مراد آپ ﷺ نہیں ہیں بلکہ دوسرے لوگ ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابتداء سے ہی آپ ﷺ کو مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ دوسرے لوگ ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ابتداء سے ہی آپ ﷺ کو مخاطب نہیں کیا گیا بلکہ آپ ﷺ کے علاوہ مطلقا ہر سامع کو مخاطب کیا گیا ہے۔

مفسر ابن کثیر لکھتے ہیں: "واِمّا ينسِيَنَّك الشّيطانُ" والمراد بهذا كل فرد، فرد من آحاد الامة"

(ابن کثیر، الانعام:۶۸)

"یعنی اس آیت سے امت کا ہر فرد مراد ہے۔

اس کی مثال یوں سمجھئے کہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

"لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ"

"اگر آپ نے شرک کیا تو ضرور برباد ہو جائیں گے آپ کے عمل۔

یہاں بھی" ان" مقام شرط میں ہے اور یہ اعلی سبیل الفرض کہا گیا ہے۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ذات اقدس سے شرک کا ارتکاب نہ ہو سکتا تھا اور نہ ہی ہوا۔

امام بغویؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

"وهذا خطاب مع الرسول ﷺ والمراد غيره، وقيل: هذاادب من الله عز وجل لنبيه وتهديد لغيره لان الله تعالى عصمه من الشرك"

یہ خطاب رسول اللہ ﷺ کو ہے اور مراد دوسرے لوگ ہیں، اور کہا گیا ہے کہ یہ اللہ تعالی کی طرف سے اپنے نبی ﷺ کے لئے تعلیم ہے اور دوسروں کے لئے دھمکی ہے، کیونکہ اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو شرک سے معصوم بنایا ہے۔ (تفسیر بغوی: الزمر:۶۵)

حاصل کلام یہ ہے کہ "وإمّا یُنسِیَنَّكَ الشیطان" میں اسی طرح امت کے افراد لئے گئے ہیں۔ کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں کہ آپ ﷺ شرک کا ارتکاب کریں۔ تو جس طرح آپ ﷺ شرک سے معصوم ہیں اسی طرح شیطانی تسلط سے بھی معصوم ہیں۔

مفسر ابن عاشورؒ "وإما یُنسِیَنَّكَ الشّیطان" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"ولیس ھذا من وسوسة الشیطان فی اعمال الانسان لان الرسول ﷺ معصوم من وسوسة الشیطان فی ذلك"

" اس سے انسانی اعمال میں شیطان کا وسوسہ مراد نہیں ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ اس میں وسوسہ شیطانی سے معصوم ہیں۔

اسی طرح مزید لکھتے ہیں:

"ویجوز ان یکون محمد ﷺ قد خص من بین الانبیاء بان لا سلطة لعمل شیطانی علیه"

" اور جائز ہے کہ محمد ﷺ کو دوسرے انبیاء علیہم السلام کی نسبت یہ خصوصیت دی گئی ہے کہ آپ ﷺ پر شیطانی عمل کا ذرہ برابر بھی تسلط نہیں ہو سکتا"۔(التحریر والتنویر لابن عاشور : الانعام:٦٨)

یعنی رسول اللہ ﷺ کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ آپؐ کا دل و دماغ مبارک ہر قسم کے شیطانی وساوس ،اوہام، تخیلات اور تصرفات سے پاک اور منزہ ہے، لہذا شیطان کو یہ طاقت حاصل نہیں کہ وہ آپؐ کے وجود مسعود کے کسی حصے پر اپنا اثر یا تسلط کر سکے۔

(وہم نمبر ۹) آدم علیہ السلام پر قیاس

بعض حضرات کہتے ہیں کہ جس طرح آدم علیہ السلام کو شیطان نے وسوسہ ڈال کر دھوکا دیا تھا اسی طرح محمد رسول اللہ ﷺ پر بھی شیطانی جادو کا اثر ہو سکتا ہے۔

ازالہ: اولاً: پہلی گزارش تو یہ ہے کہ روایت سحر میں جس اثر کا ذکر پایا جاتا ہے اسے وسوسہ پر قیاس کرنا غلط ہے۔ نیز جادو اور وسوسہ ایک شئے نہیں ہے۔

ثانیا: شیطان نے حضرت آدمؑ کے دل و دماغ پر تسلط اور قبضہ نہیں کیا تھا (جیسا کہ جادو والی روایت سے ثابت ہوتا ہے) بلکہ سامنے آکر غلط اور خلاف حقیقت باتیں کر کے حضرت آدمؑ کو بہکایا۔ اور جھوٹی قسمیں اٹھا کر ایک غلط مشورہ دیا جس پر حضرت آدمؑ عمل کر بیٹھے۔ ابلیس نے حضرت آدم و حواؑ سے کہا:

"وقَالَ ما نَھَاکُمَا رَبُّکُمَا عن ھذِہِ الشَّجَرَۃ الّا ان تکونا مَلَکَینِ او تَکُونَا مِنَ الخَالِدِین وقاسَمَھُمَا انّی لَکُما من النّاصحین "(الاعراف:٢١،٢٠)

(شیطان نے) کہا تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس درخت سے مگر اسی لئے کہ ہو جاؤ فرشتے یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے۔ اور ان کے آگے قسم کھائی کہ میں البتہ تمہارا ہوں۔

اسی طرح سورت طٰہٰ میں ہے:

"فوَسوَسَ الیهِ الشَّیطانُ قال یاآدمُ هَل اَدُلُّك علی شجرة الخُلد و مُلكٍ لّا یبلیٰ" (طه: ۱۲)

"پھر وسوسہ ڈالا اس کی طرف شیطان نے، کہا اے آدم میں بتاؤں تجھ کو درخت سدا زندہ رہنے کا اور بادشاہی جو پرانی نہ ہو۔

حضرت آدمؑ و حواؑ شیطان کی قسموں سے متاثر ہوئے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرات کر سکتا ہے۔ شاید ایسا ہی ہو کہ اس درخت کا پھل کھانے سے وہ فرشتے بن جائیں یا پھر ہمیشہ کے لئے جنت میں رہ جائیں۔ یعنی شیطان نے سامنے آکر ایک غلط مشورہ اور جھوٹی ترغیب دی جسے آدمؑ و حواؑ نے اس کی قسموں کی وجہ سے سچ سمجھ لیا۔

امام ابن جریر طبریؒ سورت اعراف کی مذکورہ بالا آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

"الدلیل الواضح علی انه قد باشره خطابهما بنفسه ، اما ظاهرالاعینهما واما مستجِنّا فی غیره" (تفسیر طبری)

"یعنی یہ آیت اس بات پر واضح دلیل ہے کہ شیطان نے آدمؑ و حواؑ کے روبرو آکر خود گفتگو کی، ان کی آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو کر یا کسی دوسری شکل میں چھپ کر۔

امام فخر الدین الرازیؒ فرماتے ہیں:

"ان الاغلب انه کان ذلك علی سبیل المخاطبة بدلیل قوله تعالیٰ" وقاسمهما انی لکما من الناصحین" (تفسیر کبیر للرازی)

"اغلب یہ ہے کہ شیطان کا یہ وسوسہ روبرو بات کرنے کے طریقے سے تھا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ: اور اس نے ان دونوں کے سامنے قسم اٹھائی کہ بے شک میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔

اسی کو اللہ سبحانہ نے وسوسہ سے تعبیر فرمایا ہے لیکن یہ وہ وسوسہ نہیں ہے جو شیطان کی طرف سے ذریت آدمؑ کے دل میں ڈالا جاتا ہے۔ نیز یہ وہ وسوسہ نہیں ہے جسے جادو کا اثر کہا جائے یا جادو کے اثر کے مشابہ قرار دیا جائے۔ بلکہ یہ تو ایسا ہی غلط مشورہ ہے جیسے کوئی مکار شخص کسی کو ترغیب دے کہ تم فلاں شخص کے باغ سے بلا اجازت پھل توڑ لو تم سے کوئی باز پرس نہیں ہو گی بلکہ تم باغ کے مالک کی نگاہ میں معزز ٹھہرو گے۔ یعنی یہ اس قسم کا وسوسہ ہے جس قسم کا وسوسہ کوئی انسان بھی کسی دوسرے انسان کے دل میں ڈال سکتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

"الذی یوسوس فی صدور الناس "من الجنة والناس" (الناس: ۵،۶)

"وہ جو وسوسہ ڈالتا ہے لوگوں کے دلوں میں، جنوں میں سے اور انسانوں میں سے"
معلوم ہوا کہ وسوسہ پیدا کرنے کے لئے کسی خفیہ جنتر منتر کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ کوئی بھی خناس اپنے کسی بہکاوے اور غلط ترغیب اور مشورے سے کسی کا خیال تبدیل کر سکتا ہے۔ لہذا رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر ثابت کرنے کے لئے آدمؑ کی بھول کا سہارا لینا غلط ہے۔
منیر شاکر کہتا ہے۔ کہ سامنے آکر دھوکہ دینا تحت الاسباب میں داخل ہے۔ دور سے غائبانہ تصرف کرنا مافوق الاسباب ہے۔ فتدبر

(وہم نمبر ۱۰) آپ ﷺ دنیاوی امور میں بھولتے تھے

جادو والی روایت کے دفاع میں بعض حضرات نے کہا ہے کہ آپ ﷺ جتنا عرصہ جادو کے زیر اثر رہے تھے اس عرصہ میں آپ ﷺ دینی امور میں نہیں بھولتے تھے بلکہ دنیاوی امور میں بھولتے تھے۔
کیونکہ اللہ تعالی کا ارشاد ہے "انا نحن نزّلنا الذِّکرَ وَاِنّا لهٗ لحافِظُون" ہم نے ہی اتارا ہے ذکر اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"

ازالہ: اولاً یہ سمجھ لینا چاہیے کہ بحث تو اس اثر کے بارے میں ہے جو جادو والی روایت میں مذکور ہے۔
رہی بات کہ قرآن کی حفاظت چونکہ اللہ تعالی نے اپنے ذمہ لی ہے لہذا اس میں کسی قسم کی بھول یا کمی بیشی نہیں ہو سکتی۔ بجا ہے کہ قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالی نے لی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کیا حامل قرآن کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ کے سپرد نہیں تھی؟ تعجب ہے کہ یہ حضرات روایت کے دفاع کے لئے تو قرآن سے استدلال کر لیتے ہیں، لیکن جب محمد رسول اللہ ﷺ کی عصمت و حفاظت کی باری آتی ہے تو اس وقت قرآنی آیات سے استدلال کرنے کی بجائے روایات سحر کو بچانے کی فکر میں لگ جاتے ہیں۔ کیا قرآن میں رسول اللہ ﷺ کی عصمت و حفاظت کے لئے کوئی آیت ان حضرات کو دستیاب نہیں ہو سکی؟
سمجھ لینا چاہیے کہ وحی کی حفاظت مہبط وحی کی حفاظت کے بغیر نہیں ہو سکتی، اگر مہبطِ وحی معاذاللہ شیطان اور ارواح خبیثہ کے حملوں کی تاب نہ لا سکے تو وحی کی حفاظت کا اعلان بے سود ہے۔ قرآن اور تبلیغ قرآن شیطانی حملوں اور ہتھکنڈوں سے محفوظ رہے ہیں تو اس وجہ سے کہ صاحب قرآن اور مبلغ قرآن رسول اللہ ﷺ شیطانی حملوں سے محفوظ رہے ہیں۔
اگر قرآن اور دین کی عصمت و حفاظت پر اس آیت کو حجت بنایا جا سکتا ہے تو اسی آیت سے رسول اللہ ﷺ کی عصمت و حفاظت پر بھی دلیل پکڑی جا سکتی ہے۔ بلکہ اگر کہا جائے کہ درج بالا آیت قرآن اور رسول اللہ ﷺ دونوں کی عصمت کے بیان کے لئے نازل کی گئی ہے تو یہ عین حق اور امر واقع ہے۔
اس آیت کی تفسیر میں مفسر امام ابن جریر طبریؒ اور امام بغویؒ نے ایک قول یہ بھی لکھا ہے کہ:

"الهاء فی قوله(وانا له لحافظون) من ذکر محمد ﷺ بمعنی : وانا لمحمد حافظون ممن اراده بسوء من اعدائه"

یعنی: لہ میں ھا ضمیر کا مرجع محمد رسول اللہ ﷺ ہیں اور آیت کا معنی یہ ہے کہ ہم محمد ﷺ کی حفاظت کرنے والے ہیں ان دشمنوں سے جو آپ ﷺ کو نقصان پہنچانے کا ارادہ کریں"

(تفسیر ابن جریر: سورۃ الحجر:۹، تفسیر بغوی: الحجر:۹)

امام ابن کثیر لکھتے ہیں: "ومنهم من اعاد الضیر فی قوله تعالی (له لحافظون) علی النبی ﷺ کقوله(یعصمك من الناس)

"اور بعض مفسرین نے لہ یں ھا ضمیر کا مرجع نبی کریم ﷺ کو قرار دیا ہے، جس طرح اللہ تعالی کا ارشاد ہے: اور اللہ آپ کی حفاظت کریگا لوگوں سے۔

"قالت فرقة الضمیر فی له عائد علی رسول الله ﷺ ای یحفظه من اذاکم ویحوطه من مکرکم"

" مفسرین کے ایک گروہ نے کہا ہے کہ "لہ" میں ضمیر رسول اللہ ﷺ کی طرف لوٹتی ہے، یعنی اللہ تعالی تمہاری اذیت اور مکر سے آپ ﷺ کو محفوظ رکھے گا۔(تفسیر البحر المحیط: سورت الحجر:۹)

امام فخر الدین رازیؒ لکھتے ہیں: "الضمیر فی قوله(له لحافظون) الی ما ذا یعود ؟فیه قولان : القول الاول: انه عائد الی الذکر ــــ والقول الثانی : ان الکنایة فی قوله (له) راجعة الی محمد ﷺ والمعنی انا لمحمد لحافظون ، وهو قول الفراء وقوی ابن الانباری هذا القول۔

لہ: کی ضمر کے مرجع کے بارے میں دو قول ہیں: ایک یہ کہ اس کا مرجع ذکر ہے۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ اس کا مرجع محمد ﷺ ہیں اور معنی یہ ہے کہ ہم محمد ﷺ کی حفاظت کرنے والے ہیں، یہی قول ہے امام العربیہ الفرائؒ (۲۰۷ھ) کا اور اسی کو ابن الانباری (۳۲۸ھ) نے قوی قرار دیا ہے۔(تفسیر الرازی: سورت الحجر:۹)

علاوہ ازیں درج بالا آیت میں لفظ: الذکر: سے بھی محمد رسول اللہ ﷺ مراد لئے جاسکتے ہیں، جس طرح سورت الطلاق میں ارشاد خداوندی ہے:

"اعدّالله لهم عذاباً شدیدًا فاتّقوا الله یا أُولی الالباب الذین آمنو قد انزل الله الیکم ذکراً رسولاً یتلو علیکم آیات الله مبیّناتٍ۔ الخ"(الطلاق:۱۰-۱۱)

"تیار کر رکھا ہے اللہ نے ان کے لئے سخت عذاب، پس ڈرتے رہو اللہ سے اے عقل والو جو ایمان لائے ہو، بے شک اللہ نے اتارا ہے تمہاری طرف ذکر، رسول ہے جو پڑھ کر سناتا ہے تم کو اللہ کی آیات وضاحت کرنے والی ــــ الایۃ"۔

یہاں رسول اللہ ﷺ کو "ذکر" کہا گیا ہے، اسی لئے "رسولا" کو منصوب لایا گیا ہے یعنی ذکر بمعنی ذاکر یا پھر "رسولا ذکراً کی تفسیر ہے۔

امام ابن کثیر لکھتے ہیں:-

"وقال ابن جرير: الصواب ان الرسول ترجمة عن الذكر، يعني تفسيرا له"

"امام ابن جریرؒ نے فرمایا: صحیح یہ ہے کہ رسول، ذکر کا ترجمہ اور تفسیر ہے۔

(تفسیر ابن کثیر: سورت الطلاق:۱۰-۱۱)

بہر حال معترضین کی پیش کردہ آیت ان کی بجائے ہماری دلیل ہے کیونکہ اس آیت سے ثابت ہو رہا ہے کہ جس طرح قرآن اور تبلیغ قرآن اللہ کی خاص نگہبانی اور حفاظت میں رہی بالکل اسی طرح رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس بھی اللہ تعالی کی خاص نگرانی اور حفاظت کے پہرہ میں رہی ہے۔ سو جس طرح قرآن اور تبلیغ دین میں شیطانی القاء وساوس کا دخل نہیں ہے ٹھیک اسی طرح رسول اللہ کی زبان اطہر اور دل ودماغ بلکہ آپ ﷺ کا پورا وجود مسعود بھی مکائد الشیطان اور القاء شیطانی سے محفوظ ومعصوم رہا ہے۔ کسی شیطان کے چیلے جادوگر کے بس میں نہیں کہ وہ ایسی ذات مطہرہ پر اثرانداز ہو سکے جس ذات کے بارے میں خالق کائنات کا ارشاد ہے:

"لعمرك انهم لفي سكرتهم يعمهون" (الحجر:۷۲)

"قسم ہے آپ کی جان کی، بے شک وہ اپنی مستی میں مدہوش ہیں۔

اللہ عزوجل نے کوئی جان محمد ﷺ کی جان سے اکرم واشرف نہیں بنائی۔ پورے قرآن میں کہیں بھی نہیں ملے گا کہ اللہ جل جلالہ نے محمد رسول اللہ ﷺ کی جان اقدس کے علاوہ کسی دوسرے کی جان کی قسم کھائی ہو۔

جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس کو دینی اور دنیاوی دو جہتوں میں تقسیم کر کے ایک جہت (یعنی دینی) کو معصوم اور ایک جہت (یعنی دنیاوی) کو غیر معصوم قرار دیتے ہیں وہ شدید غلطی پر ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ خبر دینے کے لحاظ سے دونوں جہتوں سے معصوم اور بے عیب ہیں۔ آپ ﷺ نے دینی حیثیت سے کلام فرمایا یا دنیاوی حیثیت سے کسی بات کی خبر دی وہ ہر حال میں سچ اور مبنی بر حقیقت ہے۔

ارشاد خداوندی ہے:

'وما ينطق عن الهوى" (النجم:۳)

"اور وہ نہیں بولتے نفس کی خواہش سے قاضی عیاضؒ مالکی لکھتے ہیں:

"فى امور الدنيا واحوال نفسه فالذى يجب تنزيه النبى ﷺ عن ان يقع خبره فى شئ من ذلك بخلاف مخبره لا عمدا ولا سهواً ولا غلطا وانه معصوم من ذلك فى حال رضاه

وفی حال سخطه وجده ومزحه وصحته ومرضه ودليل ذلك اتفاق السلف واجماعهم عليه وذالك انا نعلم من دين الصحابة وعادتهم مبادرتهم الى تصديق جميع احواله والثقة بجميع اخباره فى اى باب كانت وعن اى شئ وقعت وانه لم يكن لهم توقف ولا تردد فى شئ منها ولا استثبات عن حاله عند ذلك هل وقع فيها سهو ام لا؟ -- ولم يرد فى شئ منها استدراكه ﷺ لغلط فى قول قاله او اعترافه بوهم فى شئ اخبر به"

"دنیاوی امور اور اپنی ذات کے حالات کے بارے میں آپ اس بات سے وجوبی طور پر منزہ ہیں کہ جان بوجھ کر یا بھول کر یا غلطی سے کسی ایسی بات کی خبر دیں جو خلاف واقعہ ہو۔ کیونکہ آپ ﷺ خلاف واقعہ بات کی خبر دینے سے ہر حال میں معصوم ہیں، خواہ آپ کی حالت رضا مندی والی ہو خواہ ناراضگی والی، خواہ سنجیدگی والی ہو خواہ مزاج والی اور خواہ آپ ﷺ کی حالت صحت والی ہو خواہ بیماری والی۔ اس کی دلیل تمام سلف صالحین کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے۔ اور یہ دلیل بھی ہے کہ ہم صحابہ کرام رضوان اللہ تعالی علیھم اجمعین کا طریقہ اور عادت جانتے ہیں کہ وہ آپ ﷺ کے تمام احوال کو سچا قرار دیتے اور آپ ﷺ کی ہر بتائی ہوئی بات کی فوراتوثیق کیا کرتے تھے۔ چاہے وہ جس باب میں بھی ہو اور جس چیز کے بارے میں ہو۔ اور وہ ان احوال واخبار میں ذرا بھی توقف اور تردد نہ کرتے تھے۔ اور نہ ہی وہ ان میں آپ کی حالت کی تحقیق کیا کرتے تھے کہ آپ ﷺ نے یہ خبر کہیں غلطی سے تو نہیں دی؟ آپ نے جتنی بھی خبریں دی ہیں ان میں سے کوئی ایسی بات نہیں کہی جو غلط اور خلاف واقعہ ہو یا آپ ﷺ نے اپنی دی ہوئی خبر میں وہم کا اعتراف کیا ہو۔

(کتاب الشفاء للقاضی عیاض: ج ۲ ص ۱۳۵)

لیکن اس کے برعکس جادو والی روایت میں واضح الفاظ میں موجود ہے کہ آپ ﷺ خلاف واقعہ یہ بتایا کرتے تھے کہ فلاں کام کر لیا ہے جبکہ حقیقت میں وہ کام نہیں ہوا تھا۔ اور آپ ﷺ یہ جو خلاف واقعہ بات کی خبر دیتے تھے تو یہ صرف جادو کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے آپ ﷺ کو معاذاللہ وہم ہوتا تھا۔ ن پہلے لکھا جا چکا ہے کہ تمام اسلاف کا اس بات پر اتفاق واجماع ہے کہ آپ ﷺ خلاف واقعہ بات خبر دینے سے معصوم ہیں خواہ دنیاوی بات ہو خواہ دینی بات ہو۔ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی عادت نرہ بھی بیان کی جا چکی ہے کہ ان کا بھی یہی عقیدہ تھا کہ آپ ﷺ کی بتائی ہوئی ہر خبر سچی اور مبنی بر بقت ہوتی ہے اس لئے وہ آپ ﷺ کی ذاتی حالت کی تحقیق تفتیش کئے بغیر آپ ﷺ کی ہر خبر کو اور واقعہ کے مطابق سمجھتے تھے۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ جادو کے زیر اثر ہو کر آپ ﷺ جو نا کردہ کام کو کیا ہوا خیال فرماتے تھے تو یہ سوچ انکی اپنی ذات تک محدود ہوتی تھی، آپ ﷺ کسی دوسرے کو اس کی خبر نہیں دیتے تھے۔ مگر

ان حضرات نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا نہیں فرمائی کہ اگر ایسا ہوتا تو ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کو کس طرح اس واقعہ کی خبر ہو سکتی تھی؟ کیا ام المؤمنین عالم الغیب تھیں کہ آپ ﷺ کے خبر دئے بغیر جان لیتی تھیں کہ اس وقت آپ ﷺ ناکردہ کام کو کردہ سمجھ رہے ہیں۔

اور جن لوگوں نے حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کو بھی روایت سحر کا راوی بنانے کی کوشش کی ہے، کیا وہ بھی عالم الغیب تھے کہ آپ ﷺ کی بتائے بغیر انہوں نے جان لیا کہ جادو کے اثر کی وجہ سے آپ ﷺ ایسا سوچتے رہتے تھے۔ یہ تسلیم کئے بغیر چارہ ہی نہیں کہ آپ ﷺ جو کچھ محسوس کرتے یا خیال کرتے تھے اس کی خبر ام المؤمنین کو دیتے ہونگے تب ہی آپ ﷺ جان سکتی تھیں کہ آپ ﷺ کیا محسوس کرتے ہیں یا کیا دیکھتے ہیں۔

بہر حال رسول اللہ ﷺ پر جادو کا اثر ہو جانے والی روایت جو بخاری و مسلم میں پائی جاتی ہے لائق اعتماد اور قابل تسلیم ہر گز نہیں ہے۔ اس روایت سے رسول اللہ ﷺ کی عصمت و عظمت مجروح ہوتی ہے۔ اور جس روایت سے پیغمبر علیہ السلام کی تقدیس و عصمت پر حرف آتا ہو وہ روایت چاہے کسی بھی کتاب میں پائین جائے رد کر دینے کے لائق ہے۔ (معصوم پیغمبر ۱۴۳ تا ۱۶۲)

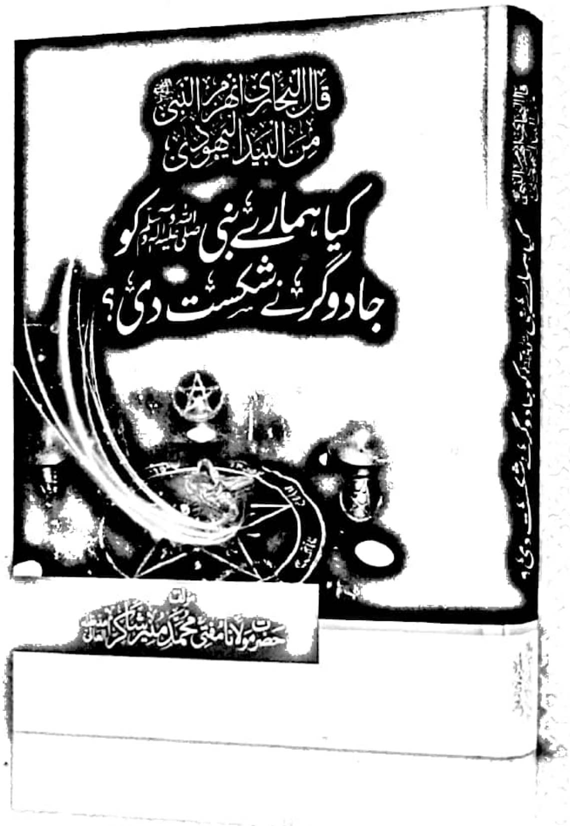
بندہ منیر شاکر عرض کرتا ہے۔ کہ مخالفین کا یہ کہنا کہ جادو کے اثر سے رسول اللہ ﷺ دینی امور میں نہیں بھولتے تھے۔

جواب:۔ پہلے تو اس تخصیص پر یہ لوگ دلیل پیش نہیں کر سکتے۔ ھاتوا برھانکم" ۔

دوسری بات: حدیث میں جو مذکور ہے۔ بخاری حدیث نمبر ۵۷۶۵، کہ آپ کو خیال ہوتا کہ میں بیوی سے ملا ہوں اور ملا نہیں ہوتا۔ حدیث نمبر ۶۰۶۳ "یاتی اهله ولا یاتی "تو بتائیں بیوی سے ملنا نہ ملنا اور اس سے غسل کرنا نہ کرنا۔ دینی امور نہیں؟

تیسری بات: بخاری کتاب الصلواۃ باب تشبیك الاصابع فی المسجد) وغیرہ رقم ۴۸۲ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے۔ کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نماز میں بھول گئے۔ حدیث ذوالیدین کی حدیث سے لوگ جانتے ہیں۔ وہاں تو جو پیغمبر بھول گئے کیا نماز میں نہیں بھولے تھے۔ اور نماز دین امر نہیں۔ اگر تم لوگ بغیر کسی اثر کے دینی امور میں نسیان کے قائل ہو تو یہاں ناٹک کرنے کا کیا معنی؟۔

(الحمد لله علی کل حال سوالکفر والضلال)



ناشر؛ عبداللہ شاکر (پشاور)
0302-4620110